

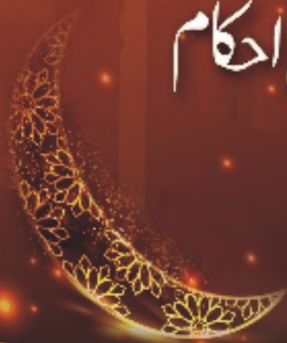
سلسلہ
اسلامی مسائل کے فضائل و احکام

بیت

اضواء و احکام
جدید النسخ

شوال

اور
عید الفطر
کے فضائل و احکام



مصنف
مفتی محمد رضوان

اکابر عارفان
راولپنڈی چیمبر

شوال

اور عید الفطر کے فضائل و احکام

مصنف
مفتی محمد رضوان

اکابر عارفان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اضافہ و اصلاح شدہ جدید ایڈیشن

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل و احکام

شوال

اور

عید الفطر

کے فضائل و احکام

اس رسالہ میں قرآن و حدیث، فقہ اور اہل سنت والجماعت کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی سال کے دسویں مہینے ”شوال المکرم“ کے فضائل، مسائل، احکام و منکرات کو مدلل و مفصل انداز میں تحریر کیا گیا ہے، اور صدقہ فطر، چاند رات، عید کی نماز و خطبہ، عید کی رسموں اور شش عید کے روزوں وغیرہ کے متعلق فضائل و مسائل، بدعات و منکرات پر کلام کیا گیا ہے، اور اسی کے ساتھ آخر میں ماہ شوال سے متعلق تاریخی واقعات کو بھی باحوالہ جمع کر دیا گیا ہے، اس طرح بحمد اللہ تعالیٰ یہ مجموعہ عوام اور اہل علم کے لئے یکساں طور پر مفید اور کارآمد ہو گیا ہے۔

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

(جملہ حقوق بحق کتب خانہ ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: شوال اور عید الفطر کے فضائل و احکام

مؤلف: مفتی محمد رضوان

طباعت اول: رمضان/۱۴۲۳ھ نومبر/2002ء۔

طباعت چہارم: جمادی الاخریٰ 1438ھ مارچ 2017

488

صفحات:

ملنے کے پتے

فہرست

صفحہ نمبر ۴	مضامین ۴	شمار نمبر ۴
۷	تمہید (از مؤلف)	۱
۸	شوال اور عید الفطر کے فضائل و احکام	۲
//	ماہ شوال اسلامی سال کا دسواں مہینہ	۳
//	شوال کی لفظی و معنوی تحقیق	۴
۱۱	شوال کو ”مکرم“ کہنے کی وجہ	۵
۱۲	ماہ شوال کے فضائل	۶
۱۳	ماہ شوال رمضان کا پڑوسی	۷
۱۴	ماہ شوال حج کا پہلا مہینہ	۸
۲۶	صدقہ فطر کے فضائل و فوائد و احکام	۹
۲۸	صدقہ فطر کی فضیلت و اہمیت	۱۰
۴۰	صدقہ فطر کس پر اور کن افراد کی طرف سے واجب ہے؟	۱۱
۵۷	صدقہ فطر کتنا اور کس چیز سے ادا کیا جائے؟	۱۲
۸۵	صدقہ فطر واجب ہونے کا نصاب	۱۳
۹۹	صدقہ فطر کی ادائیگی کا وقت اور اس کے مصارف	۱۴
۱۱۷	صدقہ فطر کے بارے میں چند کوتاہیاں اور غلط فہمیاں	۱۵
۱۲۳	شب عید یعنی چاند رات کے فضائل و احکام	۱۶
۱۴۴	عید کی رات کی مروجہ خرابیاں اور اس کو ضائع کرنے کی صورتیں	۱۷

۱۵۰	چاند کے بارے میں چند مسائل و احکام	۱۸
//	اسلامی مہینے کے آغاز کا معیار اور چند متعلقہ مسائل	۱۹
۱۵۷	چاند کے بڑا دکھائی دینے یا دیر تک باقی رہنے کی حیثیت	۲۰
۱۶۰	چاند نظر آنے کا اعتبار غروب کے بعد ہے، نہ کہ دن میں	۲۱
۱۶۸	چاند دیکھنے کے وقت کی مسنون دعائیں	۲۲
۱۷۱	عید الفطر کے فضائل و احکام	۲۳
۱۹۱	عید کے دن مسنون و مستحب اعمال	۲۴
۱۹۲	(۱)..... عید کی رات میں حسبِ توفیق نفلی عبادت کرنا	۲۵
//	(۲)..... صبح سویرے اٹھنا اور فجر کی نماز وقت پر ادا کرنا	۲۶
۱۹۴	(۳)..... طہارت و نظافت اور زیب و زینت اختیار کرنا	۲۷
۱۹۸	(۴)..... اہتمام کے ساتھ غسل کرنا	۲۸
۲۰۵	(۵)..... مسواک کرنا	۲۹
۲۰۶	(۶)..... فاضل بال و ناخن کاٹنا	۳۰
۲۰۹	(۷)..... پاک صاف عمدہ لباس پہننا	۳۱
۲۱۶	(۸)..... خوشبو لگانا	۳۲
۲۱۸	(۹)..... صدقہ فطر ادا نہ کیا ہو، تو عید کی نماز سے پہلے ادا کر دینا	۳۳
۲۲۰	(۱۰)..... عید کی نماز کے لئے جلدی پہنچنا	۳۴
۲۲۲	(۱۱)..... عید کی نماز کے لئے پیدل جانا	۳۵
۲۲۴	(۱۲)..... اگر عذر نہ ہو تو عید کی نماز عید گاہ میں ادا کرنا	۳۶
۲۳۱	(۱۳)..... عید کی نماز کے لئے جاتے ہوئے تکبیر کہنا	۳۷

۲۴۰	(۱۴)..... نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھالینا	۳۸
۲۴۷	(۱۵)..... ایک راستے سے جانا اور دوسرے سے واپس آنا	۳۹
۲۴۹	(۱۶)..... صدقہ کرنا	۴۰
۲۵۱	(۱۷)..... اہل و عیال کے لیے وسعت کرنا	۴۱
۲۵۴	(۱۸)..... خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا	۴۲
۲۵۷	چند متعلقہ مسائل	۴۳
۲۶۰	عید کی نماز کے احکام و آداب	۴۴
//	نماز عید کا حکم	۴۵
۲۷۰	عید کی نماز مستقل ہے، جمعہ کی نماز کا متبادل نہیں	۴۶
۲۸۴	نماز عید کی رکعات اور اذان و اقامت	۴۷
۲۸۸	عید کی نماز کا طریقہ	۴۸
۲۹۰	عید کی نماز میں زائد تکبیرات اور ان کا ثبوت	۴۹
۳۱۰	عید کی نماز میں قرائت	۵۰
۳۱۲	عید کا خطبہ	۵۱
۳۱۶	عید کی نماز اور خطبہ کے چند متفرق مسائل	۵۲
۳۲۹	ماہ شوال اور عید سے متعلق چند اصلاحات و قابل توجہ پہلو	۵۳
//	شوال میں رمضان کی عبادت کو برقرار رکھنے کی ضرورت	۵۴
۳۳۰	عید ملن پارٹی کی شرعی حیثیت	۵۵
۳۳۱	ماہ شوال میں نکاح کو منحوس و معیوب سمجھنا	۵۶
۳۳۳	عید کا رڈ کی و باء	۵۷

۳۳۹	عید کی تیاری میں غلو	۵۸
۳۴۰	عید کے موقعہ پر لائٹنگ اور دوسری فضول خرچیاں	۵۹
۳۴۲	عید کے دن مصافحہ و معانقہ	۶۰
۳۵۸	عید کی مبارک باد	۶۱
۳۶۷	عورتوں کا عید کی نماز کے لئے جانا	۶۲
۳۸۹	عید کے دن قبرستان جانے کا اہتمام	۶۳
۳۹۰	عید کے دن مروجہ سویاں ”شیر خورما“ پکانے کی شرعی حیثیت	۶۴
۳۹۳	عیدی کا لین، دین	۶۵
۳۹۵	فوتگی والے گھر جانے کی رسم	۶۶
//	فوتگی والے گھر میں سوگ کا سماں	۶۷
۳۹۷	عید کے دن موسیقی، ٹی وی اور فلموں میں مبتلا ہونا	۶۸
۳۹۹	عید کے دن غیر شرعی لباس اور زیب و زینت	۶۹
۴۰۰	عید کے دن بے پردگی اور بے حیائی	۷۰
۴۰۱	عید اور جمعہ کے ایک دن جمع ہونے کو بھاری سمجھنا	۷۱
۴۰۲	عیدین کی نماز یا خطبہ کے بعد دُعا کا مسئلہ	۷۲
۴۱۱	شوال کے چھ روزوں کے فضائل و احکام	۷۳
۴۱۶	شوال کے چھ روزوں کے مسائل	۷۴
۴۱۹	شوال کے چھ روزوں کے بارے میں ایک علمی شبہ اور اس کا جواب	۷۵
۴۲۱	آٹھ شوال کو یا فطری روزوں سے فارغ ہو کر ایک اور عید منانا	۷۶
۴۲۳	ماہ شوال کے چند اہم تاریخی واقعات	۷۷

تمہید

(از مؤلف)

اسلام میں سال بھر میں دو دن عید کے مقرر کئے گئے ہیں، اور اسلامی عید کے دن دوسرے مذہبوں کی طرح کے عام تہوار نہیں ہیں، بلکہ دوسرے مذاہب سے بالکل الگ اور ممتاز نوعیت کے ہیں، جو دنیاوی زندگی کے علاوہ انسان اور مومن کی آخرت والی زندگی کے حالات پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔

ان دو عیدوں میں سے ایک عید کا نام ”عید الفطر“ ہے، اور دوسری عید کا نام ”عید الاضحیٰ“ ہے۔ عید الفطر یکم شوال کو رمضان المبارک کے اختتام پر آتی ہے۔

بندہ نے اسلامی مہینوں کے فضائل و احکام کے سلسلہ میں ایک رسالہ ”شوال اور عید الفطر کے فضائل و احکام“ کے عنوان سے تحریر کیا تھا، جس میں ماہ شوال اور عید و صدقۃ الفطر کے فضائل و احکام اور منکرات کو بیان کیا گیا تھا۔

یہ رسالہ اس سے پہلے بھی ایک سے زیادہ مرتبہ شائع ہو چکا ہے، اس مرتبہ کی اشاعت سے قبل بندہ نے اس رسالہ پر نظر ثانی کی، اور کئی مسائل کو کچھ تفصیل کے ساتھ مرتب و جمع کیا، اور متعلقہ حوالہ جات اور اصل مآخذ کی طرف مراجعت کا اہتمام کیا، جس کی وجہ سے وہ رسالہ کچھ ضخیم و مفصل ہو گیا۔ اب موجودہ اور سابقہ ایڈیشنوں میں سے موجودہ ایڈیشن کی تحقیق کو رائج سمجھا جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول و منظور فرمائیں۔ آمین۔

محمد رضوان

۳۰/ جمادی الاخریٰ/ ۱۴۳۲ھ / 03 / جون / 2011ء، بروز جمعہ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

شوال اور عید الفطر کے فضائل و احکام

ماہِ شوال اسلامی سال کا دسواں مہینہ

شوال کا مہینہ اسلامی سال کے لحاظ سے ترتیب میں دسواں مہینہ ہے، جو رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔

اسلامی سال کے مہینوں کے بالترتیب نام یہ ہیں:

(۱) مُحَرَّم (۲) صَفَر (۳) رَبِيعُ الْأَوَّل (۴) رَبِيعُ الْآخِر (۵) جُمَادَى

الْأُولَى (۶) جُمَادَى الْآخِرَى (۷) رَجَب (۸) شَعْبَان (۹)

رَمَضَان (۱۰) شَوَّال (۱۱) ذُو الْقَعْدَةِ (۱۲) ذُو الْحِجَّة. ۱

شوال کی لفظی و معنوی تحقیق

”شَوَّال“ (Shawwal) عربی کا لفظ ہے، اس میں ش پرز اور و پر تشدید اور ز بر ہے، یہ مذکر ہے اور بول چال میں اس مہینہ کو عید کا مہینہ بھی کہتے ہیں۔ ۲

۱۔ کیونکہ آج کل بہت سے لوگ قری مہینوں کا صحیح تلفظ ادا نہیں کرتے، اس لئے یہاں انگریزی میں بھی یہ نام تحریر کے جارہے ہیں:

(1) Muharram (2) Safar (3) Rabi-ul-awwal (4) Rabi-ul-akhir

(5) Jamad-al-ula (6) Jamad-al-ukra (7) Rajab (8) Shaban

(9) Ramazan (10) Shawwal (11) Zul qa, da (12) Zulhijjah

۲۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے شوال کی جمع ”شواول، شواویل اور شوالات“ ذکر فرمائی ہے۔

شوال من شالت الابل باذناہا للطراق قال ویجمع علی شواول وشواویل وشوالات (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۲۹، تحت آیت ۳۶ من سورة التوبة)

شوال کے عربی لغت (Dictionary) میں کئی معنی آتے ہیں۔

جن میں سے ایک معنی بلند ہونے اور اوپر اٹھنے کے ہیں۔

اس معنی کے لحاظ سے اس مہینے کا نام شوال رکھنے کی وجہ بعض حضرات نے یہ بیان فرمائی ہے کہ شوال کے مہینے، خصوصاً اس مہینے کی ابتدائی رات اور ابتدائی دن یعنی عید الفطر کے دن میں بے شمار مومن لوگوں کے گناہ ان کے نامہ اعمال سے اللہ تعالیٰ اٹھا دیتے ہیں، اس لئے اس مہینے کا نام شوال تجویز کیا گیا۔

اور شوال کے لغت میں ایک معنی خفّت اور ہلکے پن کے آتے ہیں۔

اس معنی کے لحاظ سے اس مہینے کا نام شوال رکھنے کی وجہ بعض حضرات نے یہ بیان فرمائی ہے کہ رمضان المبارک کے مہینے میں روزے اور نیک اعمال کرنے کے ذریعے سے اس مہینے میں شہوات اور لذات سے نفس ہلکا ہو جاتا اور اس کا بوجھ کم ہو جاتا ہے۔ ۱ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ نظریہ تھا کہ شوال کے مہینے میں نکاح کرنے سے نکاح میں خیر و برکت نہیں ہوتی، اور خیر و برکت اوپر اٹھ جاتی ہے، اور اس کے بجائے ہلاکت آ جاتی ہے، اس لئے زمانہ جاہلیت کے لوگ اس مہینے کو بدفالی کے طور پر شوال کہتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل کے ذریعے سے اس نظریہ کی اس طرح تردید فرمائی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی مہینے میں نکاح فرمایا اور رخصتی بھی۔ ۲

۱۔ وأما شوال: فسمى بذلك لأنه يشول الذنوب أي يرفعها ويذهبها لأنه من شال يشول إذا رفع الشيء ومن ذلك قولهم شالت الناقة بذنبها أي رفعته إذا طلعت الضراب كذا في "التبيان". وقال في "شرح التقويم": "هو من الشول وهو الخفة من الحرارة في العمل والخدمة وإنما سمي بذلك لخروج الإنسان فيه عن مخالفة النفس الأمارة وقمع شهواتها اللذين كانا في الإنسان في رمضان باطلاق طوع المستلذات والمشتهيات فعند خروجه عن ذلك كان يجد خفة في نفسه ويستريح (تفسير روح البيان، ج ۳ ص ۴۲۲، تحت آیت ۳۶ من سورة التوبة)

۲۔ وقولها: تزوجني رسول الله - صلى الله عليه وسلم - في شوال. الحديث؛ هذا إنما قالته عائشة رضي الله عنها لترد به قول من قال: يكره عقد النكاح في شهر شوال، ويتشاءم به من جهة

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض حضرات نے شوال کے مہینے کے نام کی اور وجوہات بھی بیان فرمائی ہیں۔ ۱۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أن شوالاً من الشول، وهو الرفع، ومنه: شالت الناقة بذنبها. وقد جعلوه كناية عن الهلاك؛ إذ قالوا: شالت نعامتهم؛ أي: هلكوا.

(ف) (شوال) معناه: كثير الشول، فإنه للمبالغة، فكأنهم كانوا يتوهمون أن كل من تزوج في شوال منهن شال الشنآن بينها وبين الزوج، أو شالت نفرتة، فلم تحصل لها حظوة عنده، ولذلك قالت عائشة رادة لذلك الوهم: (فأى نسائه كان أحظى عنده منى؛ أي: لم يضرنى ذلك، ولا نقص من حظوتي. ثم إنها تبركت بشهر شوال، فكانت تحب أن يدخل بنساءها على أزواجهن في شوال؛ للذي حصل لها فيه من الخير برسول الله - صلى الله عليه وسلم -، ومن الحظوة عنده، ولمخالفة ما يقول الجاهل من ذلك.

ومن هذا النوع كراهية الجاهل عندنا اليوم عقد النكاح في شهر المحرم، بل ينبغي أن يتيمن بالعقد والدخول فيه، تمسكاً بما عظم الله ورسوله من حرمة، وردعاً للجهال عن جهالتهم (المفهم لما اشكل فيه من كتاب مسلم، من باب استثمار الثيب)

۱۔ چنانچہ شوال کثرت میں ایک معنی اونٹ کے لاغراور ڈبلا ہونے یا اونٹنی کے تھن یا دم اوپر اٹھنے کے آتے ہیں، اس معنی کے لحاظ سے اس کے نام رکھنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس مہینے کا یہ نام ایسے زمانے میں رکھا گیا تھا، جب اونٹ لاغراور ڈبلے تھے، یا اونٹنی کے تھن یا دم اوپر کھڑے ہوئے تھے۔

شول: الشُولُ: الإِبِلُ إذا شَوَّلَتْ فَلَزَتْ بُطُونُهَا بظُهُورِهَا. وشالت الناقة بذنبها: إذا رَفَعَتْ، الواحِدَةُ شاتِلٌ. والنسى قَلَّ لَبْنُهَا، وهي الشُولُ. وشَوَّلَتِ الإِبِلُ: ارْتَفَعَ لَبْنُهَا. وَكُلُّ ما ارْتَفَعَ فهو شاتِلٌ. ومنه شالَ الجِزَانُ: إذا ارْتَفَعَتْ أَحَدَى كَفَّتَيْهِ. والعَقْرَبُ شاتِلَةٌ بذنبها. وشَوَّلَاةُ الْعَقْرَبِ: ما يَشُولُ من ذَنبِهَا، وبه سُمِّيَتِ الشَّوْلَةُ لِلنَّجْمِ، وقال ساجعهم: إذا طَلَعَ الشَّوْلُ؛ اغْجَلَتِ الشَّيْخُ الْبَوَّلَاةُ؛ واشْتَدَّ على الْعِيَالِ الْعَوْلَةُ. وشَوَّلَةٌ: اسْمُ أَمَةٍ رَغْنَاءٍ لَعْدَوَانٍ مُتَنَصِّحَةٍ. وفي المَثَلِ: "أَنْتَ شَوْلَةٌ النَّاصِحَةُ". والشَّوْلُ: جَمْعُ شاتِلَةِ الذَّنَبِ. والاشْتِيَالُ: مِثْلُ الاكْتِيَارِ. وشَوَّلَتِ الإِبِلُ: قَلَّتْ أَلْبَانُهَا وَكَتَدَتْ تَضْبِعَ. وشَوَّالٌ: بِمعنى المُشالِ. وَسَمِيَ شَوَّالٌ اسْمَ شَهْرٍ لَأَنَّهُ وافقَ الْوَقْتَ الَّذِي تَشُولُ فِيهِ الإِبِلُ. والشَّوْلُ: ثَلْثُ الْقَرْبَةِ وَنَحْوُهُ مِنَ الْمَاءِ. وشَوَّلَ الْغَرَبُ: قَلَّ مَأْوُهُ. واشْتالَ فَلَانٌ لِفَلانٍ: أَيْ تَعَرَّضَ لَهُ وَسَبَّهَ. وَتَشَاوَلَ الْقَوْمُ تَشَاوَالاً: تَنَاوَلَ بَعْضُهُمْ بَعْضاً عِنْدَ الْقِتالِ. والشَّوِيلُ: أَنْ يَرْتَحَى ذَكَرُ الرَّجُلِ عِنْدَ مُحَاوَلَةِ الْجَماعِ فَلَا يَسْتَدِمْتَهُ. والشَّوْشَاءُ: بُلْغَةُ الْحَبَشَةِ: النَّيْكَ. والمِشْوَلُ: عُودٌ مَعْرُوضٌ بَيْنَ السَّخَبِ وَالذُّجْرَيْنِ مِنَ الْفَدانِ. وقد شَوَّلْنَا أَرْضَنَا. والشَّوْلُ: السَّرِيعُ الْخَفِيفُ فِي كُلِّ ما أَخَذَ فِيهِ. والشَّوِيلَاءُ: نَبَتْ من نَباتِ نَجْدٍ (المحيط في اللغة، مادة شول)

وشوال من اسماء الشهور معروف اسم الشهر الذي يلي شهر رمضان وهو اول اشهر الحج قيل سمي بتشويل لبن الابل وهو توليه وادبارة وكذلك حال الابل في اشتداد الحر وانقطاع الرطب وقال الفراء: سمي بذلك لشولان الناقة فيه بذنبها والجمع شواويل على القياس وشواول على طرح الزائد وشوالات وكانت العرب تطير من عقد المناكح فيه وتقول ان المنكوحه تمتنع من ناكحها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شوال کو ”مکرم“ کہنے کی وجہ

شوال کو ”مکرم“ بھی کہا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ ”شوال المکرم“ اور مکرم کے معنی ہیں، اکرام والی چیز۔

اور یہ مہینہ کیونکہ شریعت کی نظر میں کئی طرح سے اکرام والا مہینہ ہے، اس لئے اس مہینہ کو ”شوال المکرم“ بھی کہا جاتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

كما تمتنع طروقة الجمل اذا لقحت وشالت بذنبها فابطل النبي صلى الله عليه وسلم طيرتهم وقالت عائشة رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تزوجني رسول الله صلى الله عليه وسلم في شوال وبني بي في شوال فاي نسائه كان احظى عنده مني؟ (لسان العرب ماده شوال)

والشول من الإبل: التي قد ارتفعت ألبانها، الواحدة شائل. والشول من الإبل: اللواتي لقحت فرعت أذنانها، الواحدة شائلة. قال الراجز:

كَانَ فِي أَذْنَابِهِنَّ الشَّوْلُ ... مِنْ عَبَسِ الصَّيْفُ قُرُونَ الْإِبِلِ

والشولة: نجم من نجوم السماء ومنه اشتقاق شوال، لأنه كان في أيام الصيف، شالت فيه الإبل بأذنانها، فسمي بذلك (الاشتقاق لابن دريد، باب اليمين من قحطان)

شول: الشول: الإبل إذا شولت فلزقت بطونها بظهورها.

وشالت الناقة بذنبها: رفعت، وكل شيء مرتفع فهو شائل.

وشال الميزان: ارتفعت إحدى كفتيه، والعقرب شائلة بذنبها، قال: كذبت العقرب شوال علق (ويقال القوم إذا خفوا ومضو: شالت نعماتهم. والشول من النوق: التي نقصت ألبانها، أو جفت.

والشول من النوق: اللواقح، الواحدة: شائل. وشوال: اسم شهر (كتاب العين للخليل الفراهيدي، ج ٦ ص ٢٨٥، مادة، شول)

شوال وجہ تسمیہ آنکہ درین ماہ عرب سیروسکار میکردند واز خانہ اے خود بیرون میرفتند مشتق از شول

کہ مصدر است بمعنی برداشته شدن (غیاث الغات ص ٣٠٠)

ماہِ شوال کے فضائل

ماہِ شوال کو کئی طرح سے فضیلت حاصل ہے۔

ایک تو یہ مہینہ رمضان کا پڑوسی ہے اور رمضان کے روزوں کے ساتھ عید الفطر کے بعد اس مہینہ میں چھ روزے رکھنے کی بڑی فضیلت ہے، اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں عظیم اسلامی تہوار ”عید الفطر“ ادا کیا جاتا ہے، کیونکہ اس مہینے کے شروع ہوتے ہی روزے کی فرضیت کا زمانہ مکمل ہو جاتا ہے اور کھانا پینا حلال ہو جاتا ہے اس لئے اس تہوار کا نام عید الفطر (افطار کی خوشی) تجویز کیا گیا ہے اور اس دن کی بدولت صدقہ فطر کو لازم کیا گیا اور اس کے عظیم فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ شوال کے مہینے کو یہ شرف اور اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس مہینے سے اسلام کی اہم عبادت اور ایک اہم فریضے ”حج“ کا زمانہ شروع ہوتا ہے اس لئے اس مہینے کو حج کے مہینوں میں شمار کیا جاتا ہے، اس طرح اس مہینے کو حج کے ساتھ بھی ایک نسبت قائم ہے جو اس کی فضیلت کے لئے کچھ کم نہیں۔

علاوہ ازیں اس مہینہ کی ابتدائی رات بھی فضیلت کی حامل ہے اور عید الفطر کے دن کا بابرکت ہونا تو بالکل واضح ہے، اور شوال کے مہینہ میں چھ نفلی روزے رکھنے کی بھی عظیم فضیلت ہے۔ بہر حال شوال کو کئی عظیم الشان نسبتیں اور فضیلتیں حاصل ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱)..... رمضان المبارک کے بابرکت مہینے کے اختتام سے اس مہینے کا آغاز ہونا

اور رمضان کے بابرکت مہینے کا پڑوسی اور اس کے ساتھ اس مہینے کا ملا ہوا ہونا۔

(۲)..... اس مہینہ کا حج کے مہینوں میں سے ہونا بلکہ اس مہینے سے حج کے زمانہ کا

آغاز ہونا۔

(۳)..... رمضان کے بخیر و عافیت گزرنے کے بعد اس مہینہ کے ابتدائی دن

کے سبب صدقہ فطر کا واجب ہونا اور اس کے عظیم فضائل کا ہونا۔

(۴)..... اس مہینہ کی ابتدائی یعنی چاند رات کا بابرکت اور فضیلت والی ہونا۔

(۵)..... اس مہینے کے ابتدائی دن میں اسلام کے عظیم تہوار ”عید الفطر“ کا

اسلامی شان و شوکت کے ساتھ انجام دیا جانا اور اللہ کے حضور شکرانے کے طور پر

دو گانہ نماز کا ادا کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر بندوں کے لئے بخشش

اور مغفرتوں کا اعلان ہونا۔

(۶)..... اس مہینہ میں چھ روزوں کے عظیم الشان فضائل کا ہونا۔

آگے مذکورہ چیزوں کے فضائل و احکام اور منکرات و اصلاحات اور قابل توجہ امور پر کچھ تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

ماہِ شوالِ رمضان کا پڑوسی

رمضان المبارک کی فضیلتوں اور برکتوں اور اس کے مقدس و محترم ہونے کو تو سب مسلمان جانتے ہی ہیں، اور ہم نے اپنی کتاب ”ماہِ رمضان کے فضائل و احکام“ میں بھی اس مہینہ کے فضائل و برکات کو تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیا ہے، اور شوال کے مہینہ کو اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے مقدس مہینہ کے ختم ہونے پر مقرر فرمایا ہے۔

رمضان المبارک کی برکات پورے سال انسان کو حاصل رہتی ہیں بشرطیکہ رمضان کا صحیح احترام اور اس کا حق ادا کرے، کیونکہ رمضان کا مہینہ دراصل پورے سال کا اصلاحی کورس ہے، اور شوال کا مہینہ شروع ہوتے ہی یہ سالانہ کورس مکمل ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے رمضان المبارک کے اثرات شوال کے مہینہ میں زیادہ اور تروتازہ انداز میں محسوس کئے جاتے ہیں، کیونکہ ہر چیز کی صحبت کا اثر اُس کے پڑوسی کو حاصل ہوا کرتا ہے، اور شوال کا مہینہ رمضان کا پڑوسی ہے۔

لہذا اس مہینہ پر رمضان کی صحبت کا اثر ایک لازمی چیز ہے۔
اور اسی لئے اس مہینہ میں چھ روزے رکھنے کے بڑے فضائل آئے ہیں، یہاں تک کہ
رمضان کے مہینہ کے روزے رکھ کر عید کے بعد شوال کے مہینے میں چھ روزے رکھنے سے اللہ
تعالیٰ کی طرف سے پورے سال کے روزوں کا ثواب مرحمت فرمایا جاتا ہے۔
سال بھر کے روزوں کا ثواب خاص رمضان اور شوال کے روزوں کے ساتھ حاصل ہونا ان
دونوں مہینوں کے ساتھ قریبی تعلق اور شوال کے مہینہ میں رمضان کے انوار و برکات کو ظاہر
کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے شوال کے مہینہ کے چھ روزوں کی رمضان کے روزوں کے ساتھ
وہی حیثیت بیان فرمائی ہے جو سنت نماز کو فرضوں کے ساتھ ہوتی ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ
سنتوں کا اپنے فرضوں سے بہت قوی اور قریبی تعلق ہوتا ہے۔
صدقہ فطر جو عید کے دن کے سبب لازم ہوتا ہے اس کا ایک فائدہ بھی رمضان کے روزوں کو
پاک و صاف کرنا ہے، اس سے بھی شوال کے مہینہ کا رمضان سے تعلق ظاہر ہوتا ہے۔
اور بعض احادیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رمضان میں عذر کے باعث اعتکاف
چھوٹ جانے پر اس کو شوال کے مہینہ میں ادا کرنے کا ذکر ملتا ہے۔^۱
بہر حال شوال کا مہینہ رمضان کے ساتھ خاص تعلق اور مناسبت کا حامل ہے۔

ماہ شوال حج کا پہلا مہینہ

شوال کے مہینہ سے حج کے مہینوں کا آغاز ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

۱۔ عن عائشة رضی اللہ عنہا: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، أراد أن يعتکف، فلما انصرف إلى
المكان الذي أراد أن يعتکف إذا أخيه خباء عائشة، وخباء حفصة، وخباء زينب، فقال: ألبس تقولون
بهن ثم انصرف، فلم يعتکف حتى اعتکف عشرة من شوال (بخاری، حدیث نمبر ۲۰۳۴، کتاب
الاعتکاف، باب الاخیة فی المسجد)

الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ
وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ (سورہ بقرہ آیت ۱۹۷)

ترجمہ: حج کے مہینے مقرر ہیں، پس جو شخص ان میں (احرام باندھ کر) حج لازم
کر لے، تو (اس کے لئے) حج میں نہ شہوت (کی گنجائش) ہے، اور نہ گناہ
(کرنے) کی، اور نہ لڑائی جھگڑے کی (ترجمہ ختم)

تشریح: ”اَشْهُرٌ“ شہر کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ”مہینے“
اس آیت میں حج کے مہینے مقرر ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے شوال، ذیقعدہ، اور ذی
الحجہ کے مہینے مراد ہیں۔

چنانچہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ ”الْحَجُّ
أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ“ شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ (المعجم الأوسط) ۱
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کے قول ”الحج اشہر معلومات“
کے بارے میں فرمایا کہ شوال اور ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے مہینے ہیں (ترجمہ ختم)

البتہ بہت سے حضرات کے نزدیک ذی الحجہ کا پورا مہینہ حج کے مہینوں میں داخل نہیں، بلکہ اس
کے ابتدائی دس دن ہی داخل ہیں، اور اس طرح سے ان کے نزدیک حج کے مہینوں سے مراد
دو مہینے (شوال اور ذیقعدہ) اور دس دن ہیں (جو کہ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں)
ان حضرات کے قول کی تائید حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر
رضی اللہ عنہم وغیرہ کی روایات سے ہوتی ہے۔

۱ للطبرانی، حدیث نمبر ۱۵۸۴، دار الحرمین، القاہرہ.

قال الہیثمی:

رواہ الطبرانی فی الصغیر والأوسط، وفیہ حصین بن مخارق قال الطبرانی: کوفی ثقة.
وضعفہ الدارقطنی، وبقیۃ رجالہ موقوفون (مجمع الزوائد، ج ۳ ص ۲۱۸، باب فی اشہر
الحج)

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ:

أَشْهُرُ الْحَجِّ: شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحِجَّةِ (بخاری) ۱

ترجمہ: حج کے مہینے یہ ہیں: شوال اور ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحِجَّةِ (سنن

الدارقطنی) ۲

ترجمہ: حج کے مہینے یہ ہیں: شوال اور ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحِجَّةِ (سنن الدارقطنی) ۳

ترجمہ: حج کے مہینے یہ ہیں: شوال اور ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن (ترجمہ ختم)

مذکورہ مہینوں کو حج کے مہینے قرار دینے سے معلوم ہوا کہ یہ مہینے حج کے لئے مقرر ہیں، اور ان کے علاوہ کسی اور زمانہ میں حج جائز نہیں۔

اور ان مہینوں کے حج کے مہینے ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس پورے عرصے میں حج ادا کیا جاتا ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو کوئی حج کرنا چاہتا ہے، تو وہ حج کے مہینے شروع ہونے (یعنی شوال کا مہینہ داخل ہونے) سے پہلے حج کا احرام نہ باندھے۔

پھر بعض حضرات فقہاء (مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ) کے نزدیک تو شوال کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے حج کا احرام باندھنا سرے سے جائز ہی نہیں، اور بعض حضرات (مثلاً امام ابوحنیفہ

۱۔ کتاب الحج، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ، دار طوق النجاة، بیروت، واللفظ له، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۳۰۹۲، سنن دارقطنی، حدیث نمبر ۲۴۵۲۔

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ

وقال الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم

۲۔ حدیث نمبر ۲۴۵۳، کتاب الحج، مؤسسة الرسالة، بیروت۔

۳۔ حدیث نمبر ۲۴۵۴، کتاب الحج، مؤسسة الرسالة، بیروت۔

رحمہ اللہ) کے نزدیک ایسا کرنا سنت کے خلاف ہے۔ ۱

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَا يُحْرَمُ بِالْحَجِّ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، فَإِنَّ مِنْ سُنَّةِ الْحَجِّ أَنْ يُحْرَمَ
بِالْحَجِّ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ (مسند رک حاکم) ۲

۱۔ الْحَجُّ اِی وقت الحج بل وقت إحرام الحج فان وقت ارکان الحج انما هو یوم عرفة ویوم النحر
لا غیر أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ اخرج الطبرانی عن ابی امامة قال قال رسول الله صلى الله علیه وسلم شوال
وذو القعدة وذو الحجة -قلت المراد شوال وذو القعدة وتسع من ذی الحجة الی طلوع الفجر من
یوم النحر - ویروی عن ابن عمر شوال وذو القعدة وعشر من ذی الحجة قال البغوی کل واحد من
اللفظین صحیح والمال واحد غیر مختلف فیه فمن قال عشر عبر عن الیالی ومن قال تسع عبر عن
الایام -وانما قال اشهر بلفظ الجمع لانها وقت والعرب تسمی الوقت تاما بقلیلہ وکثیرہ -قال الله
تعالی -سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِهِ لَیْلًا وَاِنَّمَا اَسْرٰی فِی بَعْضِ اللَّیْلِ -وهذا هو محمل لما روى عن
عمر انه قال شوال وذو القعدة وذو الحجة -وقال عروة بن الزبیر وغیرہ اراد بالأشهر شوالا وذا
القعدة وذا الحجة کمالا لانه یبقی علی الحاج امور بعد عرفة یجب علیه فعلها مثل الذبح والرمی
والحلق وطواف الزیارة والمبيت بمنی ورمی الجمار فی ایام التشریق فكانت فی حکم الحج -قلت
هذه الافعال کلها ینتهی الی ثالث عشر من ذی الحجة فکیف یعد ذو الحجة بهذا التوجیه کاملا -
وقال البیضاوی وذو الحجة کله من أشهر الحج بناء علی ان المراد بالوقت عنده ما لا یحسن فیه
غیرہ من المناسک وقال فان مالکا یکره العمرة فی بقية ذی الحجة -قلت وهذا غیر مستقیم فان
العمرة فی أشهر الحج للافاقی غیر مکروه اجماعا -وقد اعتمر رسول الله صلى الله علیه وسلم
اربع عمر کلها فی ذی القعدة وكذا للمکی عند مالک والشافعی فان التمتع للمکی عندهما جائز
كما ذکرنا -وهذه الایة حجة للشافعی حیث قال لا یجوز إحرام الحج قبل الأشهر وان احرّم انعقد
الإحرام للعمرة -وقال داود -من احرّم للحج قبل الأشهر لغی ولا ینعقد أصلا -وقال ابو حنیفة
ومالک واحمد ان احرّم قبل الأشهر للحج ینعقد لکنه یکره (التفسیر المظهری، ج ۱ ص ۲۳۰،
۲۳۱، تحت آیت ۱۹۷ من سورة البقرة)

واستدل بالآیة علی أنه لا یجوز الإحرام بالحج إلا فی تلك الأشهر، كما قاله ابن عباس رضی اللہ
تعالی عنه وعطاء وغیرہما -إذ لو جاز فی غیرہا - كما ذهب إلیه الحنفیة -لما كان لقوله سبحانه:
فَیْهِنَّ فَائِذَةٌ، وأجیب بأن فائدة فلو قدّم الإحرام انعقد حجا مع الکراهة، وعند الشافعی رضی اللہ
تعالی عنه یصیر محرما بالعمرة، ومدار الخلاف أنه رکن عنده -وشرط عندنا -فأشبه الطهارة فی
جواز التقديم علی الوقت، والکراهة جاءت للشبهة، فعن جابر عن النبی صلى الله علیه وسلم
لا ینبغی لأحد أن یحرّم بالحج إلا فی أشهر الحج (روح المعانی، ج ۱ ص ۴۸۱، ۴۸۲، تحت سورة البقرة)
۲۔ حدیث نمبر ۱۶۴۲، کتاب المناسک، دار الکتب العلمیة -بیروت، واللفظ له، صحیح ابن
خزیمة، حدیث نمبر ۲۴۸۶، بخاری، کتاب الحج، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ،

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: حج کا احرام، حج کے مہینوں میں ہی باندھا جائے، کیونکہ یہ حج کی سنت ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں باندھا جائے (ترجمہ ختم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ، اور حلیل القدر تابعین حضرت عکرمہ، اور حضرت عطاء، اور حضرت طاؤس، اور حضرت مجاہد رحمہم اللہ وغیرہ سے بھی اسی طرح کی روایات مروی ہیں۔ ۱۔
اس کے علاوہ اسلام سے پہلے عرب اہل جاہلیت کا خیال تھا کہ جب حج کے مہینے شروع ہو جائیں یعنی ماہ شوال شروع ہو جائے تو اس زمانہ میں حج و عمرہ کا جمع کرنا سخت گناہ ہے۔ شریعت نے اس خیال کی اصلاح کر دی۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُورِ فِي الْأَرْضِ، وَيَجْعَلُونَ الْمُحَرَّمَ صَفْرًا، وَيَقُولُونَ: إِذَا بَرَأَ الدَّبْرُ، وَعَفَا الْأَثَرُ، وَانْسَلَخَ صَفْرُ، حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرَ، قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

دارقطنی، حدیث نمبر ۲۴۸۶، مصنف ابن شیبہ، حدیث نمبر ۱۴۸۳۷۔

قَالَ الْحَاكِمُ: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، وَقَدْ جَرَتْ فِيهِ مُنَاطَرَةٌ بَيْنِي وَبَيْنَ شَيْخِنَا أَبِي مُحَمَّدٍ السَّبْعِيِّ، فَإِنَّهُ أَنْكَرَهُ، وَقَالَ إِنَّمَا رَوَاهُ النَّاسُ عَنْ أَبِي خَالِدٍ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَرْطَلَةَ، عَنِ الْحَكَمِ فَمِنْ أَيْنَ جَاءَ بِهِ شَيْخُكُمْ، عَنْ شُعْبَةَ، فَقُلْتُ: تَأَمَّلْ مَا تَقُولُ، فَإِنَّ شَيْخَنَا اتَى بِالْإِسْنَادَيْنِ جَمِيعًا، فَكَانَمَا الْقَمْتَةُ حَجْرًا (حاکم)

۱۔ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: لَا يُحْرَمُ بِالْحَجِّ، إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۱۴۸۳۸، کتاب المناسک، باب مَنْ كَرِهَ أَنْ يُهْلَ بِالْحَجِّ، فِي غَيْرِ أَشْهُرِ الْحَجِّ) عَنْ أَيُّوبَ؛ أَنَّ أَبَا الْحَكَمِ الْجَلِّيَّ كَانَ يُهْلُ بِالْحَجِّ فِي غَيْرِ أَشْهُرِ الْحَجِّ، قَالَ: فَلَقِيَهُ عِكْرَمَةُ، فَقَالَ: أَنْتَ رَجُلٌ سُوءٍ (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المناسک، حدیث نمبر ۱۴۸۳۵، باب مَنْ كَرِهَ أَنْ يُهْلَ بِالْحَجِّ، فِي غَيْرِ أَشْهُرِ الْحَجِّ)

عن ابن جریج قال: أخبرني عمر بن عطاء، عن عكرمة أنه قال: لا ينبغي لأحد أن يحرم بالحج إلا في أشهر الحج، من أجل قول الله: الحج أشهر معلومات قال أحمد: وقد روينا عن ابن عباس، أبين من ذلك (معرفة السنن والآثار للبيهقي، حدیث نمبر ۹۲۳۰)

عَنْ عَطَاءٍ، وَطَاوُسٍ، وَمُجَاهِدٍ؛ قَالُوا: لَا يُحْرَمُ بِالْحَجِّ، إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۱۴۸۳۹، کتاب المناسک، باب مَنْ كَرِهَ أَنْ يُهْلَ بِالْحَجِّ، فِي غَيْرِ أَشْهُرِ الْحَجِّ)

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صَبِيحَةَ رَابِعَةِ مُهْلَيْنَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ
يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً، فَتَعَاظَمَ ذَلِكَ عِنْدَهُمْ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ
الْحَلِّ؟ قَالَ: حِلٌّ كُلُّهُ (بخاری) ۱

ترجمہ: پہلے (یعنی زمانہ جاہلیت میں) لوگ یہ سمجھتے تھے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ
کرنا زمین میں بدترین گناہ ہے اور (اسی وجہ سے وہ لوگ) محرم کو صفر بنا لیتے تھے
اور (اپنے مخصوص وہی نظریات کی وجہ سے) کہتے تھے کہ اس شخص کے لئے جو عمرہ
کرنا چاہتا ہے، جب اونٹ کی پیٹھ کا زخم اچھا ہو جائے اور نشانات مٹ جائیں اور
صفر گزر جائے، تو عمرہ حلال ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ چوتھی
(ذی الحجہ) کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے مکہ میں تشریف لائے، آپ نے
لوگوں کو حکم دیا کہ اس (حج کے احرام) کو عمرہ بنا دیں، لوگوں پر یہ بات گراں
گزری، لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! کون سی چیز حلال ہوگی؟ (یعنی عمرہ
کا کون سا عمل کرنا جائز ہوگا؟) آپ نے فرمایا کہ تمام چیزیں (طواف، سعی
وغیرہ) حلال ہوں گی (ترجمہ ختم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کرا کر زمانہ جاہلیت کے خیال کی اصلاح فرمادی، اور یہ واضح
فرمادیا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کے تمام افعال و اعمال جائز ہیں۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (ترمذی) ۲

۱۔ حدیث نمبر ۱۵۶۳، کتاب الحج، باب التمتع والإفراد بالحج، وفسخ الحج لمن لم
يكن معه هدى، دار طوق النجاة، بيروت.

۲۔ حدیث نمبر ۹۳۲، ابواب الحج، باب ما جاء في العمرة أو اجبة هي أم لا؟ شركة مكتبة ومطبعة
مصطفى البابي الحلبي، مصر.

قال الترمذی:

وَفِي الْبَابِ عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ جُعْشَمٍ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: عمرہ قیامت کے دن تک حج میں داخل ہو گیا ہے (ترجمہ ختم)
مطلب یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا جائز ہے، اور زمانہ جاہلیت میں جو ناجائز سمجھا جاتا تھا، شریعت نے قیامت تک کے لئے اس کی تردید فرمادی ہے۔ ۱
یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ حج تین طرح سے ہوتا ہے، ایک کا نام حج افراد ہے، اور ایسا حج کرنے والے کو ”مفرد“ کہا جاتا ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص حج کے مہینوں میں صرف حج کرے، اور اس کے ساتھ عمرہ نہ کرے۔

اور دوسرے حج کا نام ”حج قرآن“ ہے، اور ایسا حج کرنے والے کو ”قارن“ کہا جاتا ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں ایک ہی احرام سے عمرہ اور اس کے بعد حج کیا جائے۔
اور تیسرے حج کا نام ”حج تمتع“ ہے، اور ایسا حج کرنے والے کو ”مُتَمَتِّع“ کہا جاتا ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کیا جائے، اور پھر احرام سے نکل کر دوبارہ حج کا احرام باندھا جائے، اور پھر اس احرام میں حج کیا جائے۔ ۲

۱ وَمَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ: أَنَّ لَا بَأْسَ بِالْعُمْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، وَهَكَذَا قَالَ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَاسْحَاقُ، وَمَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ: أَنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوا لَا يَغْتَمِرُونَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامَ رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ، فَقَالَ: دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، يَعْنِي: لَا بَأْسَ بِالْعُمْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، وَأَشْهُرِ الْحَجِّ: شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَعَشْرٌ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ، لَا يَنْبَغِي لِلزَّجَلِ أَنْ يَهْلَ بِالْحَجِّ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، وَأَشْهُرِ الْحُرْمِ: رَجَبٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، هَكَذَا قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ (سنن الترمذی، حوالہ بالا)

۲ والقرآن لغة مصدر قرن بين الحج والعمرة أى جمع بينهما فلا يظن أنه بيان الحكم قبل التعريف كما فى القهستانى اعلم أن المحرمين أربعة مفرد بالحج وهو: أن يحرم من الميقات فى أشهر الحج ويذكر الحج بلسانه عند التلبية ويقصد بقلبه أو لم يذكر بلسانه وينوى بقلبه كما بيناه ومفرد بالعمرة وهو أن يحرم من الميقات أو قبله فى أشهر الحج أو قبلها ويذكر العمرة بلسانه عند التلبية أو يقصد بقلبه أو لم يذكر بلسانه وينوى بقلبه وقارن وهو أن يجمع بين إحرام الحج والعمرة فى الميقات أو قبله فى أشهر الحج أو قبلها ويذكر الحج والعمرة بلسانه عند التلبية أو يقصد بقلبه أو لم يذكرهما بلسانه وينويهما بقلبه ومتمتع وهو أن يحرم بالعمرة فى أشهر الحج أو قبلها ثم يحج من عامه ذلك قبل أن يلم بأهله الإماما صحيحا (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، ج ۱ ص ۲۸۷، كتاب الحج، باب القرآن والتمتع)

پھر جو لوگ میقات سے باہر کے رہنے والے ہیں یعنی اُن کا وطن میقات کی حدود کے اندر نہیں ہے ان کو حج کے مہینوں میں عمرے کے علاوہ تنہا حج کرنا بھی جائز ہے، جس کو ”حج افراد“ کہا جاتا ہے، اور ان کو ”حج تمتع“ اور ”حج قرآن“ کی شکل میں عمرہ اور حج کو جمع کرنا بھی جائز ہے۔

البتہ جو لوگ میقات کے اندر رہنے والے ہیں ان کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حج کے مہینوں میں حج و عمرہ دونوں کو جمع کرنا منع ہے، ایسے لوگوں کو ”حج افراد“ کرنا چاہئے۔ ۱

۱۔ حج تمتع اور حج قرآن میں دم شکر واجب ہوتا ہے، اور اگر کسی کو دم شکر کی قدرت نہ ہو، تو اس کو دس روزے رکھنے کا حکم ہے، جن میں سے تین روزے حج سے پہلے رکھنے کا حکم ہے، اور سات روزے حج کے بعد، اور حج سے پہلے کے تین روزے شوال کا مہینہ شروع ہونے کے بعد رکھنا جائز ہے، کیونکہ شوال حج کا پہلا مہینہ ہے۔

وفیه وجہ آخر : وهو أن الله لما قدم ذكر التمتع بالعمرة إلى الحج ورخص فيه وأبطل به ما كانت العرب تعتقده من حظر العمرة في هذه الأشهر، قال: (الحج أشهر معلومات) فأفاد بذلك أن الأشهر التي يصح فيها التمتع بالعمرة إلى الحج وثبت حكمه فيها هذه الأشهر، وأن من اعتمر في غيرها ثم حج لم يكن له حكم التمتع؛ والله أعلم (احکام القرآن جصاص، ج ۱ ص ۴۷۳، تحت آیت ۱۹۷، من سورة البقرة)

عن عكرمة، عن ابن عباس رضى الله عنهما، أنه سئل عن متعة الحج، فقال: أهل المهاجرون، والأنصار، وأزواج النبي صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع، وأهلنا، فلما قدمنا مكة، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اجعلوا إهلالكم بالحج عمرة، إلا من قلده الهدى فطفتنا بالبيت، وبالصفاء والمروة، وأتينا النساء، ولبسنا الثياب، وقال: من قلده الهدى، فإنه لا يحل له حتى يبلغ الهدى محله ثم أمرنا عشية التروية أن نهل بالحج، فإذا فرغنا من المناسك، جئنا فطفتنا بالبيت، وبالصفاء والمروة، فقد تم حجتنا وعلينا الهدى، كما قال الله تعالى: (فما استيسر من الهدى، فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام في الحج، وسبعة إذا رجعتم) إلى أمصاركم، الشاة تجزى، فجمعوا نسكين في عام، بين الحج والعمرة، فإن الله تعالى أنزله في كتابه، وسنه نبيه صلى الله عليه وسلم، وأباحه للناس غير أهل مكة قال الله: (ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام) وأشهر الحج التي ذكر الله تعالى في كتابه: شوال وذو القعدة وذو الحجة، فمن تمتع في هذه الأشهر، فعليه دم أو صوم " والرفث: الجماع، والفسوق: المعاصي، والجدال: المراء " (بخاری، حديث نمبر ۱۵۷۲، کتاب الحج، باب قول الله تعالى ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام)

قوله: (وأباحه للناس غير أهل مكة ...) (السخ، فهذا ابن عباس يؤيد الحنفية أن لا قران للمكي ولا تمتع، وأن ذلك إشارة إلى التمتع والقران كما قلنا، لا إلى الدم، كما اختاره الشافعي) (فيض الباری شرح البخاری، باب قول الله تعالى: ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور میقات وہ متعین مقامات ہیں جو اطرافِ عالم سے حرم شریف کی حدود میں آنے والوں کے ہر راستہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ہیں کہ جب حرم شریف کے ارادہ سے آنے والا مسافر یہاں پہنچے تو یہاں سے حج یا عمرہ کی نیت سے احرام باندھنا لازم ہے بغیر احرام کے

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

ولیس لأهل مكة، ولا لأهل داخل المواقيت التي بينها وبين مكة: قرآن ولا تمتع. وقال الشافعي: يصح قرآنهم وتمتعهم. وجه قوله قوله تعالى: (فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر من الهدى) (البقرة: ۱۹۶) من غير فصل بين أهل مكة وغيرهم. ولنا قوله تعالى: (ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام) (البقرة: ۱۹۶) جعل التمتع لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام على الخصوص؛ لأن اللام للاختصاص ثم حاضرو المسجد الحرام هم أهل مكة وأهل الحل الذين منازلهم داخل المواقيت الخمسة. وقال مالك: هم أهل مكة خاصة؛ لأن معنى الحضور لهم. وقال الشافعي: هم أهل مكة. ومن كان بينه وبين مكة مسافة لا تقصر فيها الصلاة؛ لأنه إذا كان كذلك كان من توابع مكة، وإلا فلا، والصحيح قولنا؛ لأن الذين هم داخل المواقيت الخمسة منازلهم من توابع مكة، بدليل أنه يحل لهم أن يدخلوا مكة لحاجة بغير إحرام، فكانوا في حكم حاضري المسجد الحرام. وروى عن ابن عمر -رضي الله عنه- أنه قال: ليس لأهل مكة تمتع، ولا قرآن، ولأن دخول العمرة في أشهر الحج ثبت رخصة لقوله تعالى: (الحج أشهر معلومات) (البقرة: ۱۹۶) في بعض وجوه التأويل: أي للحج أشهر معلومات، واللام للاختصاص فيقتضي اختصاص هذه الأشهر بالحج، وذلك بأن لا يدخل فيها غيره إلا أن العمرة دخلت فيها رخصة للأفاقي ضرورة تعذر إنشاء السفر للعمرة نظراً له بإسقاط أحد السفريين، وهذا المعنى لا يوجد في حق أهل مكة. ومن بمعناهم فلم تكن العمرة مشروعة في أشهر الحج في حقهم. وكذا روى عن ذلك الصحابي أنه قال: كنا نعد العمرة في أشهر الحج من أكبر الكبائر ثم رخص، والثابت بطريق الرخصة يكون ثابتاً بطريق الضرورة، والضرورة في حق أهل الأفاق لا في حق أهل مكة على ما بينا، فبقيت العمرة في أشهر الحج في حقهم معصية، ولأن من شرط التمتع أن تحصل العمرة والحج للمتمتع في أشهر الحج من غير أن يلم بأهله فيما بينهما. وهذا لا يتحقق في حق المكي؛ لأنه يلم بأهله فيما بينهما لا محالة فلم يوجد شرط التمتع في حقه (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۱۶۹، كتاب الحج، فصل بيان ما يحرم به المحرمون)

وإن لم يجد فصيام ثلاثة أيام في الحج أي في وقت الحج، حتى لو صام بعدما أحرم بالعمرة في أشهر الحج جاز عندنا خلافاً للشافعي، والأفضل له أن يصوم ما قبل يوم التروية، ويوم التروية، ويوم عرفة؛ لأن الصوم بدل عن الهدى، وكان الأفضل له أن يؤخر الصوم إلى آخر الوقت الذي يفوته الصوم بمضى ذلك الوقت، وهذه الأيام الصوم، فإن مضت يعني هذه الأيام ولم يصم سقط الصوم، وعاد إلى الهدى عندنا، فإن لم يقدر على الهدى كان عليه دمان دم التمتع ودم التحلل قبل الهدى، وإنما سقط الصوم، وعاد حكم الهدى باعتبار أن كون الصوم بدلاً عن الهدى عرف عن الكتاب (المحيط البرهاني ج ۲ ص ۳۶۹، كتاب المناسك، الفصل العاشر في التمتع)

یہاں سے آگے بڑھنا جرم و گناہ ہے (معارف القرآن ج ۱ ص ۲۸۳ و جواہر الفقہ ج ۱ ص ۲۶۸ بتحیر) ۱۔
چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ: مِنْ أَيْنَ نَهَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: يُنْهَلُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَأَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحَفَةِ، وَأَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ، قَالَ: وَأَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَمْلَمَ (ترمذی) ۲۔

ترجمہ: ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول ہم (ج) یاعمرہ کا احرام شروع کرنے

۱۔ اور یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک ہے، جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک حج و عمرہ کا ارادہ کرنے والوں کے لیے ہی احرام باندھنا لازم ہے، کسی اور غرض سے آنے والوں کے لیے لازم نہیں۔

وقد اختلف العلماء في هذا الباب، فقال ابن القصار: واختلف قول مالك والشافعي في جواز دخول مكة بغير إحرام لمن لم يرد الحج والعمرة، فقالا مرة: لا يجوز دخولها إلا بالإحرام لا اختصاصها ومباينتها جميع البلدان إلا الحطابين، ومن قرب منها مثل جدة والطائف وعسفان لكثرتهم ترددهم إليها، وبه قال أبو حنيفة والليث، وعلى هذا فلا دم عليه، نص عليه في (المدونة). وقال مرة أخرى: دخولها به مستحب لا واجب. قلت: مذهب الزهري والحسن البصري والشافعي في قول، ومالك في رواية، وابن وهب وداود بن علي وأصحابه الظاهرية: أنه لا بأس بدخول الحرم بغير إحرام، ومذهب عطاء بن أبي رباح والليث بن سعد والثوري وأبي حنيفة وأصحابه ومالك في رواية، وهي قوله الصحيح، والشافعي في المشهور عنه وأحمد وأبي ثور والحسن بن حي: لا يصلح لأحد كان منزله من وراء الميقات إلى الأمصار أن يدخل مكة إلا بالإحرام، فإن لم يفعل أساء ولا شيء عليه عند الشافعي وأبي ثور، وعند أبي حنيفة: عليه حجة أو عمرة. وقال أبو عمر: لا أعلم خلافا بين فقهاء الأمصار في الحطابين ومن يذم الاختلاف إلى مكة ويكثره في اليوم واللييلة أنهم لا يأمرن بذلك لما عليهم من المشقة، وقال ابن وهب عن مالك: لست آخذ بقول ابن شهاب في دخول الإنسان مكة بغير إحرام، وقال: إنما يكون ذلك على مثل ما عمل به عبد الله بن عمر من القرب إلا رجلا يأتي بالفاكهة من الطائف، أو ينقل الخطب يبيعها، فلا أرى بذلك بأسا. قيل له: فرجوع ابن عمر من قديد إلى مكة بغير إحرام؟ فقال: ذلك أنه جاءه خبر من جيوش المدينة (عمدة القاري، ج ۱ ص ۲۰۵، كتاب جزاء الصيد، باب دخول الحرم ومكة بغير إحرام)

۲۔ حدیث نمبر ۸۳۱، ابواب الحج، باب ما جاء في مواقيت الإحرام لأهل الآفاق، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر، واللفظ له: بخاری، حدیث نمبر ۱۳۳۳۔
قال الترمذی: وفي الباب عن ابن عباس، وجابر بن عبد الله، وعبد الله بن عمرو. : حدیث ابن عمر حدیث حسن صحيح، والعمل على هذا عند أهل العلم.

کے لئے) تبلیہ کہاں سے پڑھیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ (یا اس طرف سے آنے) والے ”ذوالحلیفہ“ (Zulhulefah) نامی مقام) سے (احرام شروع کرنے کے لئے) تبلیہ پڑھیں، اور شام (یا اس طرف سے آنے) والے ”جحفہ“ (Juhfah) نامی مقام) سے (احرام شروع کرنے کے لئے) تبلیہ پڑھیں، اور نجد (یا اس طرف سے آنے) والے ”قرن“ (Qrn) نامی مقام) سے (احرام شروع کرنے کے لئے) تبلیہ پڑھیں، اور یمن (یا اس طرف سے آنے) والے ”یلملم“ (Yalmlam) نامی مقام) سے (احرام شروع کرنے کے لئے) تبلیہ پڑھیں (ترجمہ ختم)

اسی قسم کی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

اور بعض روایات میں یہ وضاحت بھی ہے کہ جو لوگ ان مذکورہ مقامات سے اندر کے رہنے والے ہوں، وہ وہیں اپنے مقام سے احرام شروع کریں گے، حتیٰ کہ حرم کی حدود کے اندر رہنے والے وہیں حرم سے حج کا احرام شروع کریں گے۔ ۱

۱۔ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَقَّتْ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ وَمِصْرَ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتَ عَرِيقٍ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمَلَمَ (سنن نسائی، حدیث نمبر ۲۶۵۳، کتاب مناسک الحج، باب میقات اہل مصر)
عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتْ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمَلَمَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، فَهَنْ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ، مِنْ غَيْرِ أَهْلِيهِنَّ مِمَّنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ ذُو نَهْنٍ، فَمِنْ أَهْلِهِ حَتَّى إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يُهْلُونَ مِنْهَا (بخاری، حدیث نمبر ۱۵۲۹، کتاب الحج، باب مہل من کان دون المواقیت، واللفظ له، مسند احمد، حدیث نمبر ۲۱۲۸)
أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، يُسْأَلُ عَنِ الْمَهَلِّ فَقَالَ: سَمِعْتُ -أَحْسَبُهُ رَفَعَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَقَالَ: مَهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَالطَّرِيقُ الْآخَرُ الْجُحْفَةُ، وَمَهَلُّ أَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ ذَاتِ عَرِيقٍ، وَمَهَلُّ أَهْلِ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ، وَمَهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ يَلْمَلَمَ (مسلم، حدیث نمبر ۱۱۸۳، کتاب الحج، باب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملفوظ رہے کہ جو لوگ خاص مذکورہ مقامات (ذوالحلیفہ، جحفہ، قرن، یمن، یلملم) سے گزرتے ہوئے نہ آئیں، بلکہ کسی اور مقام سے گزرتے ہوئے آئیں، تو وہ ان مقامات کے بالمقابل دوسرے مقامات سے ہی احرام شروع کریں گے، یعنی جو مقامات، احادیث میں بیان کردہ ان مقامات میں سے کسی مقام کے مقابلہ و محاذات میں واقع ہونگے، وہ وہاں سے احرام شروع کریں گے۔

مذکورہ مسائل اس لئے تحریر کر دیئے گئے ہیں تاکہ ماہِ شوال کے حج کے مہینوں میں سے ہونے کا مطلب واضح ہو جائے، اگر مزید تفصیلات درکار ہوں تو حج کے موضوع سے متعلق مستند کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

t

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

مواقیت الحج والعمرة

ثم هؤلاء الأصناف ثلاثة صنف منهم أهل الآفاق، وصنف منهم من كان داخل الحرم وهم أهل مكة والحرم، وصنف منهم من كان خارج الحرم داخل مواقيت أهل الآفاق. وأما مواقيت إحرامهم فمواقيت أهل الآفاق خمسة للحج والعمرة، وهي مواقيت بينها رسول الله صلى الله عليه وسلم تعظيما للبيت حتى لا يجوز للآفاقي التجاوز عن هذه المواقيت لدخول مكة لقصد الحج أو للتجارة ونحوها إلا محرما فلاهل العراق ذات عرق ولأهل المدينة ذو الحليفة ولأهل الشام الجحفة ولأهل اليمن يلملم ولأهل نجد قرن وقد وردت أحاديث مشهورة في هذا الباب، ثم هذه المواقيت لهؤلاء من أهل الآفاق ولمن حصل من أهل ميقات آخر في هذا الميقات. وكذلك إن كان من أهل الحرم وأهل الحل من داخل هذه المواقيت إذا خرج إلى الآفاق للتجارة ثم رجع فحكمه حكم أهل الآفاق لا يجوز له مجاوزته إلا محرما إذا قصد مكة إما الحج أو العمرة (تحفة الفقهاء للسمرقندي ج ۱ ص ۳۹۳، ۳۹۴، كتاب المناسك، باب الاحرام)

صدقہ فطر کے فضائل و فوائد اور احکام

شوال کے مہینے کا آغاز، رمضان المبارک کے اختتام پر ہوتا ہے، جس میں روزے رکھنے کی پابندی ختم ہو جاتی ہے۔

اور رمضان المبارک اور اس کے روزوں اور دوسری مبارک عبادات کے زمانے کا حاصل ہونا، اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، جس کے شکرانے پر شریعت کی طرف سے صدقہ فطر مقرر اور واجب کیا گیا ہے۔

اور اسی وجہ سے صدقہ فطر واجب ہونے کا اصل وقت عید الفطر کی صبح صادق کا وقت ہے۔^۱ وہ الگ بات ہے کہ صدقہ فطر، عید الفطر کے دن سے پہلے ادا کرنا بھی درست ہے۔ اور اگرچہ صدقہ فطر، عید الفطر کے دن کی وجہ سے واجب ہے، لیکن اس کا رمضان کے ساتھ گہرا تعلق ہے، نیز اس صدقہ کو بہت سے احکام میں زکاۃ فطر، اور ”زکاۃ رمضان“ اور ”صدقہ رمضان“ اور زکاۃ صوم، اور ”صدقہ صوم“ کے نام سے بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح احادیث و روایات میں بیان کیے ہوئے اس کے مجموعی طور پر چھ نام ہوئے، جو بالترتیب یہ ہیں۔

(۱)..... زکاۃ فطر (۲)..... صدقہ فطر (۳)..... زکاۃ رمضان

۱۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صدقہ فطر کے واجب ہونے کا اصل وقت عید الفطر کی رات ہے۔
وأما وقت الوجوب فعند أصحابنا وقت الفجر الثاني من يوم الفطر، وعلى قول الشافعي ليلة الفطر.
وفائدة الخلاف أن من ولد له ولد قبل طلوع الفجر تجب عليه صدقة فطره ومن ولد له بعد ذلك لا تجب ولو أسلم قبله تجب عليه وبعده لا وكذلك الفقير إذا أيسر قبله تجب ولو أفقر الغني قبله لا تجب، وعند الشافعي على عكس هذا. والصحيح قولنا لأنه تضاف الصدقة إلى الفطر وهو يوم العيد (تحفة الفقهاء للسميرقندي، ج ۱ ص ۳۳۹، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

(۴)..... صدقہ رمضان (۵)..... زکاة صوم (۶)..... صدقہ صوم ۱۔

۱۔ چنانچہ یہ نام مختلف احادیث و روایات میں آئے ہیں، بطور نمونہ اس سلسلہ میں چند روایات ملاحظہ ہوں۔
زکاة فطر کا ذکر مندرجہ ذیل روایت میں ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ، أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِينَ (بخاری، حدیث نمبر ۱۵۰۳، کتاب الزکاة، باب: صدقة الفطر على العبد وغيره من المسلمين، عن ابن عمر)

اور صدقہ فطر کا ذکر مندرجہ ذیل روایت میں ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ صَارِخًا بَطْنِي مَكَّةَ يَنَادِي " : إِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَغِيرٍ، أَوْ كَبِيرٍ : ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ، حَاضِرٍ أَوْ بَادٍ، مِنْ شَعِيرٍ أَوْ تَمْرٍ (مسند رک حاکم، حدیث نمبر ۱۳۹۲، کتاب الزکاة، عن ابن عباس)

اور زکاة رمضان کا ذکر مندرجہ ذیل روایت میں ہے:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ : فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ رَمَضَانَ عَلَى الْحُرِّ وَالْعَبْدِ، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، فَعَدَلَ النَّاسُ بِهِ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ (سنن النسائي، حدیث نمبر ۲۵۰۰، کتاب الزکاة، باب فرض زکاة رمضان)

اور صدقہ رمضان کا ذکر مندرجہ ذیل روایت میں ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ : فَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ رَمَضَانَ عَلَى الْحُرِّ وَالْعَبْدِ، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ قَالَ : فَعَدَلَ النَّاسُ بِهِ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ (مسلم، حدیث نمبر ۹۸۴، کتاب الزکاة، باب زکاة الفطر على المسلمين من التمر والشعير)

اور زکاة صوم کا ذکر مندرجہ ذیل روایت میں ہے:

عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ خَطَبَ بِالْبَصْرَةِ فَقَالَ : أَذُوا زَكَاةَ صَوْمِكُمْ، فَبَجَلِ النَّاسَ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَقَالَ : مَنْ هَاهُنَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، فَوُومُوا إِلَى إِخْوَانِكُمْ فَعَلِمُوهُمْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، وَالْحُرِّ وَالْعَبْدِ، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ (سنن النسائي، حدیث نمبر ۱۵۸۰، کتاب صلاة العیدین)

اور صدقہ صوم کا ذکر مندرجہ ذیل روایت میں ہے:

عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ : خَطَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي آخِرِ رَمَضَانَ عَلَى مَنِيرِ الْبَصْرَةِ، فَقَالَ : أَخْرِجُوا صَدَقَةَ صَوْمِكُمْ، فَكُنَّا النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوا، فَقَالَ : مَنْ هَاهُنَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فَوُومُوا إِلَى إِخْوَانِكُمْ فَعَلِمُوهُمْ، فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ، فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ شَعِيرٍ، أَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ، عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَأَى رُخْصَ السُّعْرِ، قَالَ : قَدْ أَوْسَعَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ، فَلَوْ جَعَلْتُمُوهُ صَاعًا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ، قَالَ حَمِيدٌ : وَكَانَ الْحَسَنُ يَرَى صَدَقَةَ رَمَضَانَ عَلَى مَنْ صَامَ (سنن أبي داود، حدیث نمبر ۱۶۲۲، کتاب الزکاة)

اور بعض حضرات نے صدقہ فطر کو ”زکاة ابدان“ یعنی بدن کی زکاة، اور ”صدقہ رؤوس“ یعنی انسانوں کے صدقہ کا نام بھی دیا ہے۔

کیونکہ صدقہ فطر میں انسان اور اس کے بدن کی زکاة کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ ۱
اور ہمارے عرف اور بول چال میں اس کا ”صدقہ فطر“ نام زیادہ مشہور و معروف ہے۔

صدقہ فطر کی فضیلت و اہمیت

احادیث و روایات میں صدقہ فطر کے عظیم الشان فضائل و فوائد آئے ہیں۔
اور شریعت کی طرف سے اس عمل کی نہایت اہتمام کے ساتھ تاکید و ترغیب اور اس کے احکام کی تفصیل اور وضاحت فرمائی گئی ہے۔
اور اسی وجہ سے بعض فقہاء نے صدقہ فطر کو فرض قرار دیا ہے، البتہ فقہائے احناف نے اس کو متعلقہ شرائط پائی جانے پر واجب قرار دیا ہے، جو کہ عملی فرض ہے۔ ۲

۱ الأولى: معرفة صدقة الفطر لغة وشرعا. فقال النووي: هي لفظة مولدة لا عربية ولا معربة بل هي اصطلاحية للفقهاء. كأنها من الفطرة التي هي النفوس والخلق. أي: زكاة الخلقة، ذكرها صاحب (الحاوي) والمنذرى. قلت: ولو قيل: لفظة إسلامية كان ولي لأنها ما عرفت إلا في الإسلام، ويؤيد هذا ما ذكره ابن العربي: هو اسمها على لسان صاحب الشرع، ويقال لها: صدقة الفطر وزكاة الفطر وزكاة رمضان وزكاة الصوم، وفي حديث ابن عباس، صدقة الصوم، وفي حديث أبي هريرة: (صدقہ رمضان)، وتسمى أيضا صدقة الرؤوس وزكاة الأبدان سماها الإمام مالك، رحمه الله تعالى، أما شرعا فإنها اسم لما يعطى من المال بطريق الصلة ترحمًا مقدرًا، بخلاف الهبة فإنها تعطى صلة تکرما لا ترحمًا، ذكره في (المحيط) (عمدة القاری، ج ۹ ص ۱۰۷، کتاب الزکاة، أبواب صدقة الفطر)

۲ ويقال صدقة الفطر وزكاة الفطر أو الفطرة كأنها من الفطرة التي هي الخلقة، فوجوبها عليها تزكية للنفس أي تطهير لها وتنقية لعملها، ويقال للمخرج هنا فطرة بكسر الفاء، وهي مولدة لا عربية ولا معربة، بل اصطلاحية للفقهاء في حقيقة شرعية على المختار كالصلاة والزكاة، وفرضت هي وصوم شهر رمضان في السنة الثالثة من الهجرة، أما رمضان ففي شعبان، وأما هي فقال غير واحد في السنة الثانية أيضا وقال بعض الحفاظ قبل العيد بيومين، وقال البغداديون من أصحابنا: إن زكاة الفطر وجبت بموجب زكاة الأموال، من نصوص الكتاب والسنة بعمومها فيها، وقال

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ، أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِّنْ

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

البصريون منهم :إن وجوبها سابق على وجوب زكاة الأموال، واعتد به بعض الحفاظ، وقيل :إن زكاة الأموال فرضت قبل الهجرة، ويدل لفرضها قبل الزكاة خبر قيس ابن سعد بن عبادہ :أمرنا رسول الله -صلى الله عليه وسلم -بصدقة الفطر قبل أن تنزل الزكاة، فلما نزلت فلم يأمرنا ولم ينها أى اكتفاء بالأمر السابق ولأجل ذلك قال :ونحن نفعله، أى نخرجها، وحكمة إيجابها طهر الصوم على ما يأتى، ووجوبها مجمع عليه كما حكاه ابن المنذر والبيهقى، واعترض بأن جمعا حكوا الخلاف فيها عن بعض الصحابة، وغيرهم، وتبعهم ابن اللبان من أصحابنا، لكن فى الروضة أن ما قاله غلط صريح، وفى المجموع سبقه إليهم الأصم وهو لا يعتد به فى الإجماع (مرقاۃ المفاتیح، ج ۳، ص ۱۲۹۶، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

(عن ابن عمر قال :فرض رسول الله -صلى الله عليه وسلم -زكاة الفطر) قال الطيبي :دل على أنها فريضة والحنفية على أنها واجبة، أقول لعدم ثبوتها بدليل قطعى فهو فرضى عملى لا اعتقادى، قال ابن الهمام :وما يستدل به على الوجوب ما استدل به الشافعى على الافتراض فإن حمل اللفظ على الحقيقة الشرعية فى كلام الشارع متعين، ما لم يقيم صارف عنه، والحقيقة الشرعية غير مجرد التقدير، خصوصا فى لفظ البخارى ومسلم فى هذا الحديث أنه -صلى الله عليه وسلم -أمر بزكاة الفطر، ومعنى لفظ فرض هو معنى لفظ أمر، والأمر الثابت بظنى إنما يفيد الوجوب، ولا خلاف فى المعنى فإن الافتراض الذى يشترطه ليس على وجه يكفر جاحده، فهو معنى الوجوب، الذى نقول به، غايته أن الفرض فى اصطلاحهم أعم من الواجب فى عرفنا، فأطلقناه على أحد جزأيه . اهـ، وفيه دليل لمذهبننا، ولما رأى الحنفية الفرق بين الفرض والواجب بأن الأول ما ثبت بقطعى، والثانى ما ثبت بظنى قالوا إن الفرض هنا بمعنى الواجب، وفيه نظر، لأن هذا قطعى لما علمت أنه مجمع عليه، فالفرض فيه باق على حاله، حتى على قواعدهم، فلا يحتاج لتأويلهم الفرض هنا بالواجب . اهـ، وفيه أن الإجماع على تقدير ثبوته إنما هو فى لزوم هذا الفعل، وأما أنه على طريق الفرض أو الواجب بناء على اصطلاح الفقهاء المتأخرين فغير مسلم، لا سيما والأحاديث متعارضة فى التعبير بالفرض والوجوب، وأما قوله :وجوبها مجمع عليه كما حكاه المنذر والبيهقى فمناقض بأن جمعا حكوا الخلاف فيها عن بعض الصحابة وغيرهم، وتبعهم ابن اللبان من الشافعية، وسبقه إليه الأصم، هذا وابن المسيب والحسن البصرى :لا تجب إلا على من صلى وصام، وعن على -كرم الله وجهه -لا تجب إلا على من أطاق الصوم والصلاة، وعن عطاء وربيعة والزهري أنها لا تجب إلا أهل البادية، فثبت بهذا النزاع عدم صحة الإجماع، والحديث ظنى ومدلوله غير قطعى (مرقاۃ المفاتیح، ج ۳، ص ۱۲۹۷، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

المُسْلِمِينَ (بخاری) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکاۃ فطر کو فرض قرار دیا، کھجور سے ایک صاع، یا جو سے ایک صاع، ہر مسلمان آزاد یا غلام، مرد یا عورت پر (ترجمہ ختم) حنفیہ کے نزدیک اس جیسی احادیث میں فرض سے مراد ”فرض عملی“ ہے، جس کو واجب کہا جاتا ہے۔

اور بعض روایات میں واجب کے الفاظ ہیں۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ صَارِحًا بِبَطْنِ مَكَّةَ يُنَادِي: أَنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَغِيرٍ، أَوْ كَبِيرٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ، حَاضِرٍ أَوْ بَادٍ، صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ أَوْ تَمْرٍ (مسند رک حاکم) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی وادی میں ایک پکارنے والے کو حکم فرمایا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ صدقہ فطر حق ہے، واجب ہے ہر مسلمان پر، خواہ نابالغ ہو یا بالغ ہو، مرد ہو یا عورت ہو، آزاد ہو یا غلام ہو، شہری ہو یا دیہاتی ہو، جو سے ایک صاع یا کھجور سے ایک صاع (ترجمہ ختم)

بعض دیگر روایات میں بھی اسی طرح کا مضمون آیا ہے۔ ۳

۱۔ حدیث نمبر ۱۵۰۴، کتاب الزکاة، باب: صدقة الفطر على العبد وغيره من المسلمين، دار طوق النجاة، بیروت.

۲۔ حدیث نمبر ۱۴۹۲، کتاب الزکاة، دار الکتب العلمیة، بیروت، واللفظ لله، سنن البیہقی، حدیث نمبر ۷۷۲۶، مسند البزار، حدیث نمبر ۵۱۸۷.

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ بِهَذِهِ الْأَلْفَاظِ.

۳۔ عَنْ عُمَرُو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًا فِي فِجَاجٍ مَكَّةَ: أَلَا إِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، مُدَّانٍ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ سِوَاةِ صَاعٍ مِنْ طَعَامٍ (ترمذی، حدیث نمبر ۶۷۴، سنن الدارقطنی، حدیث نمبر ۲۰۸۳)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور صاع کا وزن کتنا ہوتا ہے؟ اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ:

فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طَهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ، مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ (سنن)

ابی داؤد) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکاة فطر (یعنی صدقہ فطر) روزے

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الترمذی :

هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَرَوَى عُمَرُ بْنُ هَارُونَ هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، وَقَالَ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ مِينَاءَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بَعْضُ هَذَا الْحَدِيثِ، حَدَّثَنَا جَارُودٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ هَارُونَ هَذَا الْحَدِيثَ.

وقال العینی:

قال ابن الجوزی: وعلى بن صالح ضعفه. قال صاحب "التنقيح": "هذا خطأ منه، ولا نعلم أحدا ضعفه، لكنه غير مشهور الحال، وقال ابن أبي حاتم: سألت أبا عنه؟ فقال: مجهول، لا أعرفه، وذكر غير أبي حاتم أنه مكى معروف، وهو أحد العباد، وكنيته: أبو الحسن. وروى عن: عمرو بن دينار، وعبد الله بن عثمان بن خثيم، ويحيى بن جرجة، والأوزاعي، وعبيد الله بن عمر، وجماعة. وروى عنه: سعيد بن سالم القداح، ومعتمر بن سليمان، وسفيان الثوري. وروى له: الترمذی فی "جامعه"، وذكره ابن حبان فی كتاب "الثقات"، وقال: يعرف، وتوفى سنة إحدى وخمسة ومائة، ورواه البيهقي كذلك عن المعتمر بن سليمان، عن علي بن صالح به، قال: ورواه سالم بن نوح، عن ابن جريج، عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده مرفوعاً ثم قال: قال الترمذی سألت محمد بن إسماعيل عن هذا الحديث؟ فقال: ابن جريج لم يسمع من عمرو بن شعيب. انتهى كلامه (شرح سنن أبي داود، للعینی، ج ۶ ص ۳۲۸، ۳۲۹، كتاب الزكاة، باب من روى نصف صاع من قمح)

۱۔ حدیث نمبر ۱۶۰۹، کتاب الزکاة، باب زکاة الفطر، المكتبة العصرية، صيدا، بيروت، واللفظ

لہ، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۱۴۸۸.

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

وقال الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري

داروں کو بیکار اور بے ہودہ باتوں سے پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے اور مساکین کو کھلانے (یعنی ان کی مدد و تعاون کرنے) کے لئے مقرر فرمایا، جس نے (عید کی) نماز سے پہلے ادا کر دیا تو یہ مقبول صدقہ فطر ہے اور جس نے عید کی نماز کے بعد ادا کیا تو پھر یہ صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ صدقہ فطر سے روزے یا روزہ دار کی تطہیر و پاکیزگی حاصل ہوتی ہے، اور جو روزے کی حالت میں فضول اور فحش کلام وغیرہ سرزد ہو جاتے ہیں، صدقہ فطر کے ذریعہ سے ان کا ازالہ ہو جاتا ہے، اور صدقہ فطر سے ضرورت مندوں کا تعاون الگ ہوتا ہے۔

اور صدقہ فطر کا عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، اور یہ فضیلت عید کی نماز کے بعد ادا کرنے سے حاصل نہیں ہوتی، اگرچہ صدقہ فطر کی ادائیگی ہو جاتی ہے۔ ۱۔

۱۔ عن ابن عباس (قال: فرض رسول الله - صلى الله عليه وسلم - زكاة الفطر طهر الصيام) أى: تطهير الصوم وقيل: الصيام جمع صائم كالقيام جمع قائم، وفي المصابيح طهرة الصائم؛ أى: تطهيرا لذنوبه (من اللغو) وهو ما لا يعنى، وقيل: الباطل، وقال الطيبى: المراد به القبيح (والرفث) أى الفحش من الكلام، قال الطيبى: هو فى الأصل ما يجرى من الكلام بين الرجل والمرأة تحت اللحاف ثم استعمل فى كل كلام قبيح اذ فى حمل قوله فى تفسير اللغو على القبيح الفعلى أو العطف تفسيرى، قال ابن الملك: وهذا لأن الحسنات يذهبن السيئات تمسك به من لم يوجب الفطرة على الأطفال لأنهم إذا لم يلزمهم الصيام لم يلزم طهرته والأكثر على إيجابهم عليهم، ولعلمهم نظروا إلى أن علة الإيجاب مركبة من الطهارة والطعمة رعاية لجانب المساكين، وذهب الشافعى مع هذا أيضا إلى أن شرط وجوبها أن يملك ما يفضل عن قوت يومه لنفسه وعياله لاستواء الغنى والفقر فى كونها طهرة. أقول: كما أنه شرط ما ذكر شرطنا النصاب لما تقدم من الأدلة جمعا بين الأحاديث ما أمكن، وفيه إيماء إلى تفضيل الفقراء فكانت أعمالهم مطهرة وذنوبهم مغفورة من غير صدقة، وإشارة إلى أن أكثر وقوع اللغو والرفث إنما هو من الأغنياء (وطعمة للمساكين) أى ليكون قوتهم يوم العيد مهيتا تسوية بين الفقير والغنى فى وجدان القوت ذلك اليوم، وفيه دلالة ظاهرة على أن الطهارة على الأغنياء من الصائمين، والطعمة للفقراء والمساكين كما هو مقتضى التقسيم سيما على مذهب الشافعى فى تعريف المسكين (رواه أبو داود) قال ميرك: وسكت عليه هو والمندرى يعنى: فسند حسن، بل قال الحاكم: صحيح على شرط البخارى، قال ابن الهمام: ولا يخفى أن ركن صدقة الفطر هو نفس الأداء إلى المصرف، وسبب شرعيتها ما نص عليه فى رواية أبو داود وابن ماجه عن ابن عباس - رضى الله عنهما - فرض رسول الله - صلى الله عليه وسلم - زكاة

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَاعٌ مِّنْ بُرٍّ، أَوْ قَمْحٍ عَلَى كُلِّ اثْنَيْنِ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، أَمَّا غَنِيُّكُمْ فَيُزَكِّيهِ اللَّهُ، وَأَمَّا فَقِيرُكُمْ، فَيَرُدُّ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ أَكْثَرَ مِمَّا أُعْطِيَ (ابوداؤد) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گندم کا ایک صاع ہر دو کی طرف سے ہوگا (یعنی ایک شخص کی طرف سے گندم کا نصف صاع اداء کیا جائے) چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں، آزاد ہوں یا غلام، مرد ہوں یا عورت، پس جو تم میں غنی اور مالدار ہوں تو ان کو اللہ تعالیٰ (اس صدقہ فطر کی وجہ سے) پاک فرمادیں

﴿گزشتہ صفحہ کا نتیجہ حاشیہ﴾

الفطر طہرۃ للصائم من اللغو أو الرفث وطعمة للمساكين، من أداها قبل الصلاة فهي زكاة مقبولة، ومن أداها بعد الصلاة فهي صدقة من الصدقات. ورواه الدارقطني وقال: ليس في روايته مجروح. وفي خبر حسن غريب: شهر رمضان معلق بين السماء والأرض لا يرفع إلا بزكاة الفطر (مرواة، ج ۴ ص ۱۲۹۹، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر)

(زکاة الفطر طہرۃ للصائم من اللغو والرفث) الواقعیین من الصائمین حال الصوم أخذ منه الحسن وابن المسيب أنها لا تجب إلا على من صام والأربعة على خلافه وأجابوا بأن ذلك التطهير خرج منخرج الغالب كما أنها تجب على من لم يذنب قط أو من أسلم قبل الغروب بلحظة (وطعمة للمساكين والفقراء من أداها) أى أخرجهما إلى مستحقيها (قبل الصلاة) أى صلاة العيد (فهي زكاة مقبولة) أى يقبلها الله ويثيب عليها (ومن أداها بعد الصلاة) صلاة العيد (فهي صدقة من الصدقات) أى وليس بزكاة الفطر على ما أفهمه هذا السياق وأخذ بظاهره ابن حزم فقال: لا يجوز تأخيرها عن الصلاة والأربعة على خلافه ومذهب الشافعي وأحمد أنها تجب بغروب الشمس ليلة العيد وأوجبها الحنفية بطول فجر العيد ولما لك روايتان <تنبيه> <قال الزمخشري>: صدقة الفطر زكاة إلا أن بينها وبين الزكاة المعهودة أن تلك تجب طهرة للمال وهذه طهرة لبدن المؤدى كالكفارة (فيض القدير للمناوى، ج ۴ ص ۲۳، تحت حديث رقم ۴۵۵۸، حرف الزاى)

۱۔ حديث نمبر ۱۶۱۹، کتاب الزکاة، باب من روى نصف صاع من قمح، المكتبة العصرية، صيدا، بيروت، واللفظ لـ، مسند احمد، حديث نمبر ۲۳۶۲۳، شرح معاني الآثار، حديث نمبر ۳۱۲۴، شرح مشكل الآثار للطحاوى، حديث نمبر ۳۴۱۱، سنن البيهقي حديث نمبر ۷۷۰۹، الأحاد والمثاني لابن ابى عاصم حديث نمبر ۶۲۸.

گے اور جو تم میں غریب ہوں، اللہ تعالیٰ انہیں اس صدقہ سے زیادہ دیں گے جو انہوں نے دیا ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث کی سند میں کچھ ضعف پایا جاتا ہے۔ ۱۔
لیکن صدقہ فطر سے پاکی حاصل ہونے کا ذکر دوسری احادیث میں بھی ہے، اور صدقہ فطر عظیم صدقہ ہے، اور صدقہ کے ذریعہ سے مال میں برکت ہونا دوسری احادیث سے ثابت ہے۔

اس لئے اس حد تک اس مضمون کے قبول ہونے میں کوئی حرج نہیں۔
جہاں تک غریب پر (جو مال دار اور نصاب کا مالک نہ ہو) صدقہ فطر واجب ہونے نہ ہونے

۱۔ فی حاشیہ مسند احمد:

إسناده ضعيف لضعف نعمان بن راشد وسوء حفظه، وللاختلاف الذي وقع فيه على الزهري كما سيأتي بيانه، وقد ضعفه الإمام أحمد وابن عبد البر كما في "نصب الراية" للزيلعي ۴/۲۰۹.

وأخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار ۲/۴۵" وفي "شرح المشكل ۱۰/۳۴۱" وابن قانع في "معجم الصحابة ۱/۱۲۲" من طريق عفان، بهذا الإسناد.

وأخرجه البخاري في "تاريخه ۵/۳۶"، وأبو داود ۱۶۱۹، ويعقوب بن سفيان في "المعرفة والتاريخ ۱/۲۵۳" والطحاوي في "شرح المعاني ۲/۴۵"، وفي "شرح المشكل ۱۱/۳۴۱"، وابن قانع ۱/۱۲۲ والدارقطني في "سننه ۲/۱۴۷، ۱۴۸ و ۱۴۹"، والبيهقي ۴/۱۶۷، وابن الأثير في "أسد الغابة ۱/۲۸۹" من طرق عن حماد بن زيد، به.

وقد انفرد نعمان بن راشد في هذا الحديث بإيجاب صدقة الفطر على الغني والفقير، فقد رواه دون هذا الحرف بكر بن وائل الكوفي -وهو صدوق لا بأس به- عن الزهري عن عبد الله بن ثعلبة عن أبيه، أخرجه البخاري في "تاريخه ۵/۳۶"، وأبو داود ۱۶۲۰،

وابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني ۲۹۹" وابن خزيمة ۱۰/۲۴۱ والطحاوي في "شرح المشكل ۱۲/۳۴۱" و ۱۳/۳۴۱، وابن قانع ۱/۲۲، والطبراني في "الكبير ۸۹/۱۳۸" والحاكم ۳/۲۷۹، وأبو نعيم في "معرفة الصحابة ۷/۱۳۶" وابن الأثير ۱/۲۸۸ وذكر أبو نعيم

بإثره طريق بحر السقاء عن الزهري مثله، وبحر ضعيف. وخالف سفيان بن عيينة عند الدارقطني ۲/۱۴۸، فرواه عن الزهري، عن ابن أبي صغير، عن أبي هريرة رواية -أى: مرفوعة- أنه قال: "زكاة الفطر على الغني والفقير" ثم قال -أى: سفيان -: أخربرت عن الزهري. فهذا يضعف الإسناد، والراوى عن سفيان عنده هو نعيم بن حماد، وهو ليس بذاك.

کا تعلق ہے، تو جمہور فقہاء کے نزدیک صدقہ فطر کے لیے کوئی نصاب مقرر نہیں، اور زکاۃ واجب ہونے کی طرح باقاعدہ صاحب نصاب ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس کی ادائیگی کی وسعت کافی ہے، چنانچہ جمہور کے نزدیک صدقہ فطر ہر اُس شخص کو ادا کرنے کا حکم ہے، جس کے پاس اپنی ذات اور جن لوگوں کا اپنے ذمہ نان نفقہ واجب ہے، ان کے نان و نفقہ کے علاوہ ایک رات اور ایک دن کی خوراک کا بندوبست ہو۔ ۱

جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صدقہ فطر اُس شخص پر واجب ہے جو مخصوص نصاب کا مالک ہو (جس کی تفصیل آگے آتی ہے) ۲

۱۔ جمہور کا استدلال مندرجہ بالا حدیث کے علاوہ مندرجہ ذیل روایت سے بھی ہے۔

عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، فِي زَكَاةِ الْفِطْرِ " عَلَى كُلِّ حُرٍّ وَعَبْدٍ، ذَكَرَ أَوْ أُنْثَى، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، فَقِيرٍ أَوْ غَنِيٍّ، صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ يَصْفُ صَاعٌ مِنْ قَمْحٍ " قَالَ مَعْمَرٌ: "وَلَقَبْنِي أَنَّ الزُّهْرِيَّ، كَانَ يُرْوِيهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" (مسند احمد، حدیث نمبر ۷۷۲۴)

فی حاشیہ مسند احمد:

رجالہ ثقات رجال الشیخین، وهو موقوف.

قال الشيخ أحمد شاكر: وقد بين عبد الرزاق أن معمرًا كان يحدث به أولاً عن الزهري عن أبي هريرة مباشرة موقوفاً، فيكون منقطعاً، وأنه وصله بعد ذلك إذ تذكر أنه سمعه من الزهري، عن الأعرج، عن أبي هريرة، فصح الإسناد واتصل. أما رفعه فلم يثبت، لأن معمرًا لم يسمعه من الزهري مرفوعاً، بل بلغه عنه أنه كان يرويه إلى النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أي: يسنده إليه ويرفعه، فالذي أبلغ معمرًا هذا، لا نعرف من هو. وهو في "مصنف عبد الرزاق ۵/۶۱" ومن طريقه أخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار ۲/۳۵" والدارقطني ۲/۱۴۹، ۱۵۰، والبيهقي ۳/۶۳ عن معمر، عن الزهري، عن عبد الرحمن الأعرج، عن أبي هريرة على الرواية الموصولة دون الرواية المنقطعة التي رجع عنها معمر. وأخرجه الطحاوي في "شرح مشكل الآثار ۲۸/۳۴" من طريق عبد الله بن المبارك، عن ابن لهيعة، عن غيبة الله بن جعفر، عن الأعرج، عن أبي هريرة نحوه. وقد أورد الدارقطني هذا الحديث في "العلل ۷/۳۹، ۴۱" وذكر فيه خلافاً على الزهري، فراجع فيه. وانظر ما سلف في مسند ابن عمر برقم ۳۸۶.

۲۔ وعن الحنفية لا تجب إلا على من ملك نصاباً ومقتضاه أنها لا تجب على الفقير على قاعدتهم في الفرق بين الغنى والفقير واستدل لهم بحديث أبي هريرة المتقدم لا صدقة إلا عن ظهر غنى واشترط الشافعي ومن تبعه أن يكون ذلك فاضلاً عن قوت يومه ومن تلزمه نفقته وقال بن بزيمة لم

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس لئے اگر کوئی غیر صاحبِ نصاب شخص بھی صدقہ فطر ادا کرے، تاکہ تمام فقہاء کے نزدیک

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یدل دلیل علی اعتبار النصاب فیہا لأنها زکاة بدنیة لا مالیة (فتح الباری لابن حجر ج ۳ ص ۳۶۹، کتاب الزکاة، قوله باب فرض صدقة الفطر)

ولیس من شرط هذه الزکاة الغنی عند اکثرهم، ولا نصاب، بل أن تكون فضلا عن قوته وعیالہ. وقال أبو حنیفة، وأصحابه: لا تجب علی من تجوز له الصدقة، لأنه لا یجتمع أن تجوز له، وأن تجب علیه وذلك بین. واللہ أعلم (بداية المجتهد، ج ۱ ص ۲۷۹، کتاب زکاة الفطر، الفصل الثانی فیمن تجب علیه وعن تجب)

مسألة: قال إذا كان عنده فضل عن قوت يومه وليلته وجملة ذلك أن صدقة الفطر واجبة علی من قدر علیها، ولا يعتبر فی وجوبها نصاب. وبهذا قال أبو هريرة وأبو العالية، والشعبي، وعطاء، وابن سيرين، والزهري، ومالك، وابن المبارك، والشافعي، وأبو ثور.

وقال أصحاب الرأي: لا تجب إلا علی من يملك مائتي درهم، أو ما قيمته نصاب فاضل عن مسكنه؛ لقول رسول الله -صلى الله عليه وسلم-: لا صدقة إلا عن ظهر غنى والفقير لا غنى له فلا تجب علیه، ولأنه تحل له الصدقة، فلا تجب علیه، كمن لا يقدر علیها. ولنا ما روى ثعلبة بن أبي صعير عن أبيه، أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال: أدوا صدقة الفطر صاعاً من قمح أو قال: بر عن كل إنسان، صغير أو كبير، حر أو مملوك، غنى أو فقير، ذكر أو أنثى أما غنيكم فيزكاه الله، وأما فقيركم فيرد الله علیه أكثر مما أعطى.

وفی رواية أبي داود: صاع من بر أو قمح عن كل اثنين. ولأنه حق مال لا يزيد بزيادة المال، فلا يعتبر وجوب النصاب فيه. كالکفارة، ولا يمتنع أن يؤخذ منه ويعطى لمن وجب علیه العشر، والذي قاسوا علیه عاجز، فلا يصح القياس علیه، وحديثهم محمول علی زکاة المال (المغنی لابن قدامة، ج ۳ ص ۹۴، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر، مسألة صدقة الفطر واجبة علی من قدر علیها ولا يعتبر فی وجوبها نصاب)

ومنها الغنى فلا يجب الأداء إلا علی الغنى وهذا عندنا، وقال الشافعي: لا يشترط لوجوبها الغنى وتجب علی الفقير الذي له زيادة علی قوت يومه وقوت عیالہ. وجه قوله أن وجوبها ثبت مطهرة للصائم ومعنى المطهرة لا يختلف بالغنى، والفقير، ولنا قول النبي -صلى الله عليه وسلم- لا صدقة إلا عن ظهر غنى (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۶۹، کتاب الزکاة، فصل شرائط وجوب صدقة الفطر) وأما اشتراط اليسار فقول علمائنا، وقال الشافعي: - رحمه الله تعالى - من ملك قوت يومه وزیادة بقدر ما يؤدي زکاة الفطر فيؤدي زکاة الفطر؛ لأنه ذكر فی آخر حديث ابن عمر -رضی الله عنه- غنى أو فقير؛ ولأنه واجد لما يتصدق به فضلاً عن حاجته فيلزمه الأداء كالموسر وهذا؛ لأن صدقة الفطر تشبه الكفارة دون الزکاة حتى لا يعتبر فیها الحول وفي الكفارة يعتبر تيسير الأداء دون الغنى فكذلك فی زکاة الفطر.

(ولنا) قوله -صلى الله عليه وسلم- لا صدقة إلا عن ظهر غنى ولأن الفقير محل الصرف إليه فلا

﴿بقية حاشية الگے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وہ بری الذمہ ہو جائے، تو سعادت کی بات ہے۔ ۱۔
جہاں تک مذکورہ حدیث میں غریب کے ادا کرنے کے ذکر کا تعلق ہے، تو احتیاف کے نزدیک یا تو اس سے مراد وہ غریب ہے، جو کہ زیادہ امیر نہ ہو، مگر نصاب کا مالک ہو، اور مطلب یہ ہے کہ جو زیادہ امیر و غنی نہ ہو، مگر نصاب کا مالک ہو، اُسے صدقہ فطر ادا کرنے میں تنگدستی کا خوف نہیں کرنا چاہیے، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ مال میں برکت پیدا فرمادیں گے۔
اور یا پھر یہ حکم استنباطی ہے، نہ کہ وجوبی، اور مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی غریب جو نصاب کا مالک نہ ہو، وہ بھی ادا کرے تو بہتر و مستحب ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کو برکت عطا فرمادیں گے۔ ۲۔

﴿گزشتہ صفحہ کا نتیجہ حاشیہ﴾

يجب عليه الأداء كالذي لا يملك إلا قوت يومه وهذا؛ لأن الشرع لا يرد بما لا يفيد فلو قلنا بأنه يأخذ من غيره ويؤدى عن نفسه كان اشتغالا بما لا يفيد وحديث ابن عمر -رضى الله عنه - محمول على ما كان في الابتداء ثم انتسخ بقوله -صلى الله عليه وسلم -إنما الصدقة ما كانت عن ظهر غنى أو ما أبقت غنى أو هو محمول على النذب فإنه قال في آخره أما غنيكم فيزكيه الله وأما فقيركم فيعطيه الله أفضل مما أعطى (المبسوط للسرخسي، ج ۳ ص ۱۰۲، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

۱۔ (غنی أو فقير أما غنيكم فيزكيه الله وأما فقيركم فيرد الله عليه أكثر مما أعطاه) فيه أنه لا يعتبر لوجوب صدقة الفطر ملك نصاب وقال أبو حنيفة يعتبر ولا زكاة على من لا يفضل على منزل وخادم يحتاجهما وليقان به وعن قوته وقوت ممونه ليلة العيد ويومه ما يخرج فيها وامرأة غنية لها زوج معسر وهي مطيعة له (فيض القدير للمناوى، ج ۳ ص ۱۹۱، تحت حديث رقم ۴۹۹۰، حرف الصاد)
۲۔ أما غنيكم "أى وجوبها عليه" فيزكيه الله "التزكية بمعنى التطهير أو التنمية، أى يظهر حاله وينمي ماله وأعماله بسببها" وأما فقيركم "أى بالإضافة إلى أكابر الأغنياء على مذهبن، وأما على مذهب الشافعى فمن ملك صدقة الفطر زيادة على قوت نفسه وعياله ليوم العيد وليلته وهو يرد عليهم فى الفرق بين الفقير والمسكين (فيرد) أى: الله "عليه أكثر مما أعطاه" أى: هو المساكين، وفى نسخة بصيغة المجهول فى فيرد، ويرفع أكثر، والأول أكثر، وفى هذا تسلية لمن يكون قليل المال بوعده العوض والخلف فى المال (مروقة، ج ۳ ص ۱۳۰، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)
وحديث ابن عمر -رضى الله عنه -محمول على ما كان فى الابتداء ثم انتسخ بقوله -صلى الله عليه وسلم -إنما الصدقة ما كانت عن ظهر غنى أو ما أبقت غنى أو هو محمول على النذب فإنه قال فى آخره أما غنيكم فيزكيه الله وأما فقيركم فيعطيه الله أفضل مما أعطى (المبسوط للسرخسي، ج ۳ ص ۱۰۲، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

اس جیسی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے اہل علم حضرات نے صدقہ فطر کے کئی فوائد و منافع اور مصالح ذکر کئے ہیں۔

چنانچہ حضرت وکیع بن جراح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

زَكَاةُ الْفِطْرِ لِشَهْرِ رَمَضَانَ كَسَجْدَتَيِ السَّهْوِ لِلصَّلَاةِ، تَجْبِرُ نَقْصَانَ الصَّوْمِ كَمَا يَجْبِرُ السَّهْوُ نَقْصَانَ الصَّلَاةِ (تاریخ بغداد) ۱

ترجمہ: زکاة فطر (یعنی صدقہ فطر) رمضان کے مہینے کے لیے ایسا ہے، جیسا کہ نماز کے لیے سجدہ سہو ہے، کہ صدقہ فطر روزے کے نقصان (کمی و کوتاہی) کی اس طرح تلافی کر دیتا ہے جس طرح سے سجدہ سہو نماز کے نقصان (کمی و کوتاہی) کی تلافی کر دیتا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ مشکاة کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

يُقَالُ صَدَقَةُ الْفِطْرَةِ وَزَكَاةُ الْفِطْرِ أَوْ الْفِطْرَةُ كَأَنَّهَا مِنَ الْفِطْرَةِ الَّتِي هِيَ الْخَلْقَةُ، فَوُجُوبُهَا عَلَيْهَا تَزَكِيَةٌ لِلنَّفْسِ أَيْ تَطْهِيرًا لَهَا وَتَنْقِيَةً لِعَمَلِهَا (مرقاۃ المفاتیح) ۲

ترجمہ: صدقہ فطر کو ”صدقہ فطرہ“، اور ”زکاة فطر“ یا ”زکاة فطرہ“ بھی کہا جاتا ہے؛ گویا کہ صدقہ فطر اس فطرت سے تعلق رکھتا ہے جو کہ پیدائش ہے (اسی لئے پیدائشی بچہ پر بھی ہے) لہذا صدقہ فطر کا اُس پر واجب ہونا نفس کو پاک کرنے کے لیے اور نفس کے عمل کو پاکیزہ بنانے کے لیے ہے (ترجمہ ختم)

اور فقہ حنفی کی کتاب، مجمع الانہر اور حاشیۃ الطحاوی میں ہے کہ:

قَالُوا فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ: قَبُولُ الصَّوْمِ وَالْفَلَاحُ وَالنَّجَاةُ

۱ ج ۱۰ ص ۲۸۲، تحت ترجمۃ عبدالرحمن بن حسین ابووائلۃ المزنی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، کذا فی المجموع للامام النووی، ج ۶ ص ۱۴۰، باب زکاة الفطر.

۲ جلد ۴ صفحہ ۱۲۹۶، کتاب الزکاة، باب صدقہ الفطر، دارالفکر، بیروت.

مِنْ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ (مجمع الأنهر) ۱
ترجمہ: علماء نے فرمایا کہ صدقہ فطر میں تین چیزیں ہیں، ایک (اس کے ذریعہ سے) روزے کا قبول ہونا، اور دوسرے (اس کے ذریعہ سے) کامیابی حاصل ہونا، اور تیسرے (اس کے ذریعہ سے) موت کی سختی اور قبر کے عذاب سے نجات حاصل ہونا (ترجمہ ختم)

صدقہ فطر ادا کرنے سے ایک شرعی حکم پورا کرنے کا ثواب تو ملتا ہی ہے، اسی کے ساتھ کئی اور فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں۔

صدقہ فطر روزوں کو پاک صاف کرنے کا ذریعہ ہے، روزے کی حالت میں جو فضول، بیہودہ باتیں زبان سے نکلیں صدقہ فطر کے ذریعے روزے ان چیزوں سے پاک ہو جاتے ہیں۔ اور صدقہ فطر سے عید کے دن ناداروں اور مسکینوں کی خوراک کا انتظام ہو جاتا ہے اور عید کی خوشیوں و مسرتوں میں غریبوں کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے، اسی لئے عید کی نماز کو جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی طرح صدقہ فطر سے اللہ تعالیٰ مال اور رزق میں برکت فرماتے ہیں، اس کی ادائیگی سے انسان کو کامیابی ملتی ہے اور نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔

اندازہ کیجئے! کتنا آسان نسخہ ہے کہ صرف صدقہ فطر کی تھوڑی سی مقدار دینے سے پورے مہینے کے روزوں کی صفائی ہو جاتی ہے اور لایعنٰی اور گندی باتوں کی روزے میں جو ملاوٹ ہوگئی اس کے اثرات سے روزے پاک ہو جاتے ہیں۔ گویا صدقہ فطر ادا کر دینے سے روزوں کی قبولیت کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والی چیزیں باقی نہیں رہتیں۔

اس لیے بہتر تو یہی ہے کہ ہر مسلمان امیر و غریب صدقہ فطر ادا کر کے صدقہ فطر کے فضائل و فوائد سے مستفید ہو۔

اور اسی لئے اگر مسئلہ کی رو سے کسی پر صدقہ فطر واجب نہ ہو، اور اس کو صدقہ فطر ادا کرنے کی وسعت ہو، تب بھی اس کو صدقہ فطر ادا کرنا بہتر ہے، تاکہ سب کے نزدیک وہ بری الذمہ ہو جائے، اور اس کے فوائد و منافع سے بھی مستفید ہو جائے، بالخصوص جبکہ اس سے مال میں بھی کمی نہیں آتی بلکہ برکت ہوتی ہے (جیسا کہ گزرا) اور یہ ظاہر بات ہے کہ غریب کو بھی اپنے روزوں کو پاک کرنے کی ضرورت ہے۔

خرچ بہت معمولی ہے اور نفع بہت بڑا ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ مندرجہ بالا فوائد و منافع پر صدقہ فطر واجب ہونے نہ ہونے کا دار و مدار نہیں، بلکہ وہ حکمت و مصلحت کے درجے میں ہیں اور ہر حکمت و مصلحت کا ہر وقت ہر شخص کے حق میں پایا جانا ضروری نہیں اور اصل بنیاد اس پر ہے کہ یہ شریعت کا ایک حکم ہے۔

صدقہ فطر کس پر اور کن افراد کی طرف سے واجب ہے؟

صدقہ فطر چونکہ مالی عبادت ہے، اس لیے اس کے واجب ہونے کے لیے جس طرح مال ہونا ضروری ہے، اسی طرح مال پر ملکیت قائم ہونا بھی ضروری ہے۔

اور شرعی غلام و باندی کی مال پر ملکیت قائم نہیں ہوتی، اس لیے شرعی غلام و باندی پر بذات خود صدقہ فطر واجب نہیں۔

البتہ اس کے مسلمان مالک پر اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہے، جس طرح سے کہ اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے والد پر صدقہ فطر واجب ہے۔

اور صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے صاحب نصاب ہونے کی شرط فقہائے احناف کے نزدیک ہے۔

جبکہ دیگر فقہاء کے نزدیک صدقہ فطر ہر اس شخص کو ادا کرنے کا حکم ہے، جس کے پاس اپنی ذات اور جن لوگوں کا اپنے ذمہ نان نفقہ واجب ہے، ان کے علاوہ ایک رات اور ایک دن کی

خوراک کا بندوبست ہو۔

تاہم اگر کوئی غیر صاحبِ نصاب بھی بخوشی ادا کرے، تو اس کے ثواب ہونے سے فقہائے احناف کو بھی انکار نہیں۔ جیسا کہ پہلے گزرا۔ ۱

پھر صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے زکاة و قربانی واجب ہونے کی طرح عاقل و بالغ ہونا

۱ وَحَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - مَحْمُولٌ عَلَى مَا كَانَ فِي الْإِبْتِدَاءِ ثُمَّ انْتَسَخَ بِقَوْلِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إِنَّمَا الصَّدَقَةُ مَا كَانَتْ عَنْ ظَهْرِ غِنَى أَوْ مَا أُبْقَتْ غِنَى أَوْ هُوَ مَحْمُولٌ عَلَى النَّدْبِ فَإِنَّهُ قَالَ فِي آخِرِهِ أَمَا غَنِيَّتُكُمْ فَيَزَكِّيهِ اللَّهُ وَأَمَّا فَقِيرُكُمْ فَيُعْطِيهِ اللَّهُ أَفْضَلَ مِمَّا أُعْطِيَ (المبسوط للسرخسي، ج ۳ ص ۱۰۲، كِتَابُ الزَّكَاةِ، بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ)

الرابعة: معرفة شرط وجوبها، فالإسلام والحرية والغنى على ما يأتي بالخلاف فيه (عمدة القاري، ۹ ص ۱۰۷، كِتَابُ الزَّكَاةِ، أَبْوَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ)

(وهي واجبة على الحر المسلم المالك لمقدار النصاب فاضلا عن حوائجه الأصلية) كما بيناه ، و شرط الحرية لأن العبد غير مخاطب بها لعدم ملكه ، والإسلام لأنها عبادة ، وقال عليه الصلاة والسلام فيها : 'إنها طهيرة للصائم من الرث ' وإنه مختص بالمسلم الغني لقوله عليه الصلاة والسلام : ' لا صدقة إلا عن ظهر غنى ' وفي رواية ' إنما الصدقة عن ظهر غنى ' والأصل في وجوبها ما روى عن عبد الله بن ثعلبة بن صعيبر العدري عن النبي (صلى الله عليه وسلم أنه قال : ' أدوا عن كل حر وعبد صغير أو كبير نصف صاع من بر أو صاعا من تمر أو صاعا من شعير . ' وعن ابن عمر رضي الله عنه قال : ' فرض رسول الله (صلى الله عليه وسلم) زكاة الفطر على الذكر والأنثى والحر والعبد صاعا من تمر أو صاعا من شعير . ' وقال عليه الصلاة والسلام : ' أدوا صدقة الفطر عن كل حر وعبد يهودي أو نصراني (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱ ص ۱۲۳، كِتَابُ الزَّكَاةِ، بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ)

فأما بيان من يجب عليه فنقول إنما تجب على المسلم الحر الغني.

فالإسلام شرط لأن فيها معنى العبادة ولهذا لا تجوز بدون النية ولا تتأدى بفعل الغير بغير إذنه أو بإذن الشرع لكونه نائبا عنه.

وأما الغنى فهو شرط عندنا، وقال الشافعي ليس بشرط لكن القدرة شرط حتى إن من ملك زيادة على قوته نصف صاع من حنطة أو صاعا من شعير أو تمر تجب عليه. والصحيح قولنا لما روى عن النبي عليه السلام أنه قال لا صدقة إلا عن ظهر غنى.

وأما الحرية فهي شرط عندنا وعند الشافعي ليس بشرط حتى أن العبد عنده تجب عليه صدقة فطره ويتحمل عنه المولى حتى لو لم يؤد المولى عنه فعليه أن يؤدي بعد العتاق، وعندنا يجب على مولاه إذا كان غنيا والعبد للخدمة وهذا بناء على ما ذكرنا أن الغنى شرط عندنا والغنى بالملك والعبد لا ملك له، وعند الشافعي ليس بشرط (تحفة الفقهاء، ج ۱ ص ۳۳۴، كِتَابُ الزَّكَاةِ، بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ)

ضروری نہیں، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ ۱

اسی طرح صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے کسی کارمضان کے روزے رکھنا یا مقیم ہونا بھی ضروری نہیں ہے، جیسا کہ قربانی واجب ہونے کے لئے مقیم ہونا ضروری ہے۔ ۲

۱۔ وأما العقل والبلوغ فليسا بشرط الوجوب عند أبي حنيفة وأبي يوسف، وعند محمد وزفر شرط حتى إن الصبي والمجنون إذا كان لهما نصاب معين وليس للأب مال فإنه يجب صدقة الفطر عليهما، عندهما يؤدي الأب والوصي ولا ضمان عليهما إذا أديا، وعند محمد وزفر لا يجب لأن فيها معنى العبادة، وهما يقولان إن فيها معنى العبادة والمؤونة ولا يمكن الجمع بينهما في حالة واحدة في حق شخص واحد في حكم واحد فوجب اعتبار المؤونة في بعض الأحكام ومعنى العبادة في البعض عملا بالدلائل بقدر الإمكان فقالا بالوجوب اعتبارا بالمؤونة (تحفة الفقهاء للسمرقندی، ج ۱ ص ۳۳۴، ۳۳۵، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر)

۲۔ اور قربانی واجب ہونے کے لئے مقیم ہونا اس لیے شرط ہے کہ قربانی ہر مال سے ادائیں کی جاسکتی، اور نہ ہر زمانے میں ادا کی جاسکتی ہے، بلکہ اس کی ادائیگی کے لئے مخصوص جانور اور مخصوص وقت طے ہے، اور مسافر کو ان شرائط کا مکلف کرنے میں حرج تھا، لہذا حرج دفع کرنے کے لئے شریعت کی طرف سے مقیم ہونا شرط قرار دے دیا گیا، برخلاف زکوٰۃ اور صدقہ فطر واجب ہونے کے کہ ان کی ادائیگی کے لئے اس قسم کی شرائط مخصوص نہیں، ان کی ادائیگی کسی بھی قسم کے مال سے اور کسی بھی وقت (عید کے بعد بھی) کی جاسکتی ہے، لہذا زکوٰۃ و صدقہ فطر مسافر پر واجب ہونے میں حرج نہیں۔

من افطر لكبر امراض او سفر يلزمه صدقة الفطر لان الامر بادائها مطلق عن هذا الشرط ولا نهاتجب على من لا يوجد منه الصوم وهو الصغير (بدائع والصنائع، ج ۲ ص ۷۰، فصل فی شرائط وجوب صدقة الفطر)

ومنها الإقامة فلا تجب (ای الاضحية. ناقل) على المسافر، لانها لاتتأدى بكل مال ولا في كل زمان بل بحيوان مخصوص في وقت مخصوص والمسافر لا يظفر به في كل مكان في وقت الاضحية فلوا وجبنا عليه لاحتاج الى حمله مع نفسه وفيه من الحرج ما لا يخفى او احتاج الى ترك السفر وفيه ضرر فدعت الضرورة الى امتناع الوجوب بخلاف الزكوة (فانهاتجب على المسافر. ناقل) لان الزكوة لا تتعلق وجوبها بوقت مخصوص بل بجميع العمر وقتها فكان جميع الاوقات وقتا لادائها فان لم يكن في يده شيء للحال يؤديها اذا وصل الى المال، وكذا تتأدى بكل مال فايجاها عليه لا يوقعه في الحرج، وكذلك صدقة الفطر (فانهاتجب على المسافر. ناقل) لانها توجب وجوبا موسعا كالزكوة، وهو الصحيح (بدائع والصنائع، ج ۵ ص ۶۳، فصل فی شرائط وجوب الاضحية) وانما لاتجب (ای الاضحية. ناقل) على المسافر، لانها اداءها يختص باسباب تشق على المسافر، وتفوت بمضى الوقت فلا تجب عليه لدفع الحرج عنه كالجمعة بخلاف الزكوة وصدق الفطر فانهما لا يفوتان بمضى الوقت فلا يحرج (تبیین الحقائق، ج ۲ ص ۳، من تجب عليه الاضحية، کتاب الاضحية)

لہذا جو شخص صدقہ فطر واجب ہونے کے وقت یعنی عید کے دن صبح صادق کے وقت مسافر ہو اور اس میں صدقہ فطر واجب ہونے کی دیگر باتیں موجود ہوں تو اس پر صدقہ فطر واجب ہوگا، اگر سفر میں انتظام نہ ہو، تو بعد میں ادا کرے۔

احادیث و روایات میں صدقہ فطر جن پر اور جن افراد کی طرف سے دینے کا حکم ہے، ان کی کچھ تفصیل آئی ہے، جس سے صدقہ فطر واجب ہونے کا اصل سبب معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى كُلِّ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ مِمَّنْ يَمُونُونَ (سنن البیہقی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صدقہ فطر) ہر چھوٹے بڑے، آزاد اور غلام، جو کسی کی کفالت میں ہوں پر فرض فرمایا (ترجمہ ختم)

اور حضرت جعفر بن محمد اپنے والد حضرت محمد بن علی بن حسین سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ عَلَى الْحُرِّ وَالْعَبْدِ وَالذَّكْرِ وَالْأُنْثَى مِمَّنْ تَمُونُونَ (مسند الشافعی) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکاة فطر کو ہر آزاد اور غلام، مرد و عورت کی طرف سے مقرر فرمایا، جن کی تم کفالت کرتے ہو (ترجمہ ختم)

۱۔ حدیث نمبر ۷۸۳، کتاب الزکاة، باب إخراج زكاة الفطر عن نفسه وغيره ممن تلزمه مؤنته الخ، دار الكتب العلمية، بيروت.
قال البيهقي:

وَهُوَ فِيمَا أَجَازَ لِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ رَوَايَةً عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ، ثَنَا مَكِّي بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، ثَنَا النَّفِيلِيُّ، ثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، فَذَكَرَهُ وَهُوَ مُرْسَلٌ. وَرَوَى ذَلِكَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى الرُّضَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ آبَائِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۔ حدیث نمبر ۶۷۶، الباب الخامس في صدقة الفطر، دار الكتب العلمية، بيروت، واللفظ له، السنن المأثورة للشافعی، حدیث نمبر ۳۶۰، سنن البیہقی، حدیث نمبر ۷۸۲، معرفة السنن والآثار للبیہقی، حدیث نمبر ۸۴۲۹، سنن دارقطنی، حدیث نمبر ۲۰۷۷.

اسی قسم کی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ ۱۔

۱۔ قال أحمد: ورواه حاتم بن إسماعيل، عن جعفر بن محمد، عن أبيه، عن علي قال: فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على كل صغير أو كبير، أو حر أو عبد، ممن تمونون: صاعاً من شعير، أو صاعاً من تمر، أو صاعاً من زبيب عن كل إنسان، وهو أيضاً منقطع، وروى ذلك عن علي بن موسى الرضا، عن أبيه، عن جده، عن آبائه، عن النبي صلى الله عليه وسلم (معرفة السنن والآثار للبيهقي، حديث نمبر ۲۵۴۰) عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ وَالْحُرِّ وَالْعَبْدِ مِمَّنْ تَمُونُونَ. رَفَعَهُ الْقَاسِمُ وَلَيْسَ بِقَوِيٍّ، وَالصُّوَابُ مَوْثُوقٌ (سنن الدارقطني، حديث نمبر ۲۰۷۸، واللفظ له، سنن البيهقي، حديث نمبر ۲۸۵۷، وقال البيهقي: إسناده غير قوي)

قال الالباني:

ورواه . البيهقي (۱۶۱/۳) من طريق حاتم بن إسماعيل عن جعفر بن محمد عن أبيه عن أبيه عن علي رضي الله عنه قال " : فرض رسول الله (صلى الله عليه وسلم) على كل صغيرا وكبير حر أو عبد ممن يمونون صاعا من شعير أو صاعا من تمر أو صاعا من زبيب عن كل إنسان . " وقال : (وهو مرسل) قلت : ورجاله ثقات فإذا ضم إليه الطريق التي قبله مع حديث ابن عمر أخذ قوة وارتقى إلى درجة الحسن إن شاء الله تعالى (إرواء الغلیل فی تخریج أحادیث منار السبیل، المجلد الثالث، الصفحة، ۳۲۰، تحت حديث رقم ۸۳۵)

وقال ابن الملقن:

روى أنه -صلى الله عليه وسلم- قال: أدوا صدقة الفطر عمن تمونون . هذا الحديث مروى من طرق :إحداها :من حديث ابن عمر رضي الله عنهما قال :أمر رسول الله -صلى الله عليه وسلم -بصدقة الفطر ، عن الصغير والكبير ، والحر والعبد ، ممن تمونون .

رواه الدارقطني ، عن أحمد بن محمد بن سعيد الهمداني ، نا القاسم بن عبد الله بن عامر بن زارة ، نا (عمير) بن عمار الهمداني ، ثنا الأبيض ابن الأغر ، قال :حدثني الضحاك بن عثمان ، عن نافع ، عنه ، (به) سواء .

ورواه البيهقي من هذه الطريق ، ثم قال :إسناده ليس بالقوى . وقال الشيخ تقي الدين في الإمام : (عمير) بن عمار لم أره في كتاب أبى حاتم ، ولم يخل الإسناد من مس بكلام ، وممن يحتاج إلى معرفة حاله قال :والأبيض ذكره ابن أبى حاتم ولم يعرف بحاله .

قلت : (روى) أبو عبد الرحمن السلمى -فيما حكاه صاحب الميزان -عن الدارقطني أنه قال في حقه :إنه ليس بالقوى .وقال البخارى :يكتب حديثه .وعن الدارقطني

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت اعرج سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ يُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ يَعُولُ مِنْ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ أَوْ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ وَإِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا مُدَّيْنٍ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

ایضا أنه قال: رفعه هذا الشيخ (القاسم) وليس بالقوى، والصواب موقوف. الطريق الثاني: من حديث علي بن موسى الرضى، عن أبيه، عن جده، عن آبائه عليهم السلام أن نبي الله - صلى الله عليه وسلم - فرض زكاة الفطر، على الصغير والكبير، والذكر والأنثى، ممن تمونون.

رواه الدارقطني في سننه عن أحمد بن محمد بن سعيد، نا محمد ابن (المفضل) بن إبراهيم الأشعري، نا إسماعيل بن همام، حدثني علي بن موسى الرضى فذكره. قال الشيخ تقي الدين في الإمام: لم يخل بعض رواته من كلام، وبعضهم يحتاج إلى معرفة حاله. وهو كما قال، وهو مع ذلك مرسل؛ فإن جد علي بن موسى (الرضى) هو جعفر الصادق بن محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب، وجعفر الصادق لم يدرك الصحابة، قال ابن حبان في ثقافته: يحتج بحديثه ما كان من غير رواية أولاده عنه؛ لأن في حديث ولده عنه مناكير كثيرة.

قلت: وستأتى رواية الشافعى، من رواية غير ولده (عنه).

الطريق الثالث: من حديث جعفر بن محمد، عن أبيه أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - فرض زكاة الفطر، على الحر والعبد، والذكر والأنثى، ممن تمونون. رواه الشافعى عن شيخه إبراهيم بن محمد، عن جعفر به. وأخرجه البيهقى من جهته، وإبراهيم هذا قد عرف حاله في الطهارة، وهو مع ذلك مرسل.

قال البيهقى: ورواه حاتم بن إسماعيل، عن جعفر بن محمد، عن أبيه، عن علي رضى الله عنه قال: فرض رسول الله - صلى الله عليه وسلم - على كل صغير أو كبير (أو حر) أو عبد ممن تمونون، صاعا من شعير، أو صاعا من تمر، أو صاعا من زبيب، عن كل إنسان ثم قال: وهذا مرسل. وهذا طريق رابع.

قال الشيخ تقي الدين في الإمام: يعنى بالمرسل المنقطع، والانقطاع فيما بين محمد بن علي بن الحسين، وجد أبيه علي بن أبي طالب.

وروى (الثورى) عن عبد الأعلى، عن أبي عبد الرحمن السلمى، عن علي قال: من جرت عليه نفقتك (فأطعم عنه) نصف صاع (من) بر، أو صاع من تمر. وهذا موقوف. قال البيهقى: وعبد الأعلى غير قوى، إلا أنه إذا انضم إلى ما قبله (يعنى حديث علي بن موسى الرضى السالف) قويا فيما اجتماعا فيه (اليدر المنير في تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في الشرح الكبير، لابن الملقن، ج ۵ ص ۲۱، ۲۲، ۲۳، باب: زكاة الفطر، الحديث الخامس)

صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ (شرح مشکل الآثار للطحاوی) ۱

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ زکاۃ فطران سب افراد کی طرف سے ادا کیا کرتے تھے، جو آپ کی عیال داری میں ہوتے تھے، خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، آزاد ہوں یا غلام، اگرچہ وہ نصرانی غلام ہی کیوں نہ ہوں، گیہوں سے دو مد (یعنی آدھا صاع) اور کھجور سے ایک صاع (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو عبد الرحمن سلمی سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: زَكَاةُ الْفِطْرِ عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ تَعُولُ، مِنْ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، أَوْ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، وَإِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا مُدَّيْنٍ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ (الاموال لابن زنجويه) ۲

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زکاۃ فطر ہر اس انسان کی طرف سے ہے، جس کی آپ کفالت کرتے ہیں، چھوٹے، بڑے، آزاد، غلام کی طرف سے، اگرچہ وہ غلام نصرانی کیوں نہ ہو، گیہوں سے دو مد (یعنی آدھا صاع) اور کھجور سے ایک صاع (ترجمہ ختم)

اور حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عُمرَ أَنَّهُ كَانَ يُعْطَى صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَنْ جَمِيعِ أَهْلِهِ صَغِيرِهِمْ

۱ ج ۶ ص ۳۱، باب بیان مشکل ما روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قوله: ليس على المسلم في عبده ولا في فرسه صدقة، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ له، الاموال لابن زنجويه، حديث نمبر ۱۹۴۱ و حديث نمبر ۱۹۸۶ .

قال الطحاوی: وَتَقَدَّمَ مِنَّا فِيهِ مِنْ تَابِعِيهِمْ عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَجَاحٍ، وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ. وفي نصب الراية:

وَحَدِيثُ ابْنِ لَهْيَعَةَ يَصْلُحُ لِلْمُتَابَعَةِ، سَيِّمًا مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْهُ (نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

۲ حديث نمبر ۲۳۷۵، كتاب الصدقة واحكامها وسننها، باب: من رأى أن البر نصف صاع، وما سواه من الحبوب، مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية، السعودية.

وَكَبِيرُهُمْ عَمَّنْ يَعُولُ وَعَنْ رَقِيقِهِ وَعَنْ رَقِيقِ نِسَائِهِ (سنن الدارقطني) ۱
ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صدقہ فطر اپنے تمام چھوٹے اور بڑے
گھر والوں کی طرف سے، جو آپ کی عیال داری میں ہوتے تھے، ادا کیا کرتے
تھے، اور اپنے غلاموں کی طرف سے بھی ادا کیا کرتے تھے، اور اپنے گھر کی عورتوں
کے غلاموں کی طرف سے بھی (ترجمہ ختم)

ان احادیث و روایات میں جن کی طرف سے صدقہ فطر دیے جانے کا ذکر ہے، اُن کے
بارے میں مؤنث اور عیال داری میں ہونے کا ذکر ہے۔
جس کے پیش نظر فقہائے احناف نے درج ذیل مسائل بیان فرمائے ہیں۔
مسئلہ:..... صدقہ فطر واجب ہونے کا سبب ایسا فرد ہونا ہے کہ جس کا نفقہ اور خرچہ اپنے ذمہ
ہو اور اس پر پوری ولایت بھی حاصل ہو۔
ایسا فرد ایک تو بالغ مسلمان کی اپنی ذات ہے، اور دوسرے اس کی نابالغ اولاد ہے، اور
تیسرے اس کے شرعی غلام و باندی ہیں۔
کہ بالغ انسان کو اپنے اوپر پوری ولایت بھی حاصل ہوتی ہے، اور اپنی ذات کے اخراجات
بھی ذمہ میں ہوتے ہیں۔

اور اسی طرح شرعی غلام و باندی اور نابالغ اولاد کا بھی معاملہ ہے۔
پس مسلمان صاحب نصاب شخص پر صدقہ فطر صرف اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد اور
شرعی غلام و باندی کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے۔ ۲

۱۔ حدیث نمبر ۲۰۷۹، کتاب زکاة الفطر، مؤسسة الرسالة، بیروت.

قلت: وهذا سند صحيح موقوف (إرواء الغلیل فی تخريج أحادیث منار السبیل للالبانی،
ج ۳ ص ۳۲۰، تحت حدیث رقم ۸۳۵)

۲۔ الثالثة: معرفة سبب وجوبها، فهو رأس یمونه مؤونة تامة ویلی علیه ولاية تامة لما فی الحدیث:
(عمن تمونون) (عمدة القاری، ج ۹ ص ۱۰۷، کتاب الزکاة، أبواب صدقة الفطر)

السابعة: معرفة من تجب علیه، فتجب علی الأب عن أولاده الصغار الفقراء، وعلی السید عن عبده
﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور مرد کے ذمہ نابالغ اولاد اور شرعی غلام و باندی کے علاوہ کسی اور رشتہ دار مثلاً بیوی، بالغ اولاد، والدین، بہن، بھائی غرضیکہ کسی بھی دوسرے رشتہ دار کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں، اگرچہ یہ اس کے زیر کفالت ہوں مثلاً چھوٹے بھائی، بہن وغیرہ۔ ۱۔
اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ فطر واجب ہونے کے لیے کسی کارِ رمضان کے روزے رکھنا

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

ومدبره ومدبرته وأم ولده (عمدة القاری، ج ۹ ص ۱۰۷ کتاب الزکاة، أبواب صدقة الفطر)
الثامنة: معرفة الذی تجب من أجله، فأولاده الصغار ومماليكه للخدمة دون مكاتبه وزوجته (عمدة القاری، ج ۹ ص ۱۰۷ کتاب الزکاة، أبواب صدقة الفطر)
ثُمَّ سَبَبٌ وَجُوبُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ رَأْسُ يُمُونَةٍ بَوْلَايَتِهِ عَلَيْهِ قَالَ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَدُّوا عَمَّنْ تُمُونُونَ وَحَرِّفْ عَنْ لِّلَاتِيزَاعِ مِنَ الشَّيْءِ فَيَحْتَمِلُ أَحَدُ وَجْهَيْنِ: إِمَّا أَنْ يَكُونَ سَبَبًا يَنْتَزِعُ مِنْهُ الْحُكْمُ أَوْ مَحَلًّا يَجِبُ عَلَيْهِ ثُمَّ يُؤَدَّى عَنْهُ، وَيَبْلُغُ الثَّانِي لِاسْتِحَالَةِ الْوُجُوبِ عَلَى الْعَبْدِ وَالْكَافِرِ فَتَعَيَّنَ الْأَوَّلُ؛ وَلِأَنَّهُ يَنْتَضَاعُ بِتَضَاعُفِ الرَّءُوسِ فَعَلِمَ أَنَّ السَّبَبَ هُوَ الرَّأْسُ (المبسوط للسرخسي، ج ۳ ص ۱۰۱، كِتَابُ الزَّكَاةِ، بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ)

۱۔ قال: (عن نفسه وأولاده الصغار وعبيده للخدمة ومدبره وأم ولده وإن كانوا كفاراً لا غير) والأصل في ذلك أن سبب وجوبها رأس يموئه ويلى عليه، لأنه يصير بمنزلة رأسه في الذب والنصرة. قال عليه الصلاة والسلام: 'أدوا عمن تُمُونُونَ' فيلزمه عن أولاده الصغار ومماليكه المسلمين والكفار والمدبر وأم الولد بمنزلة العبد، ولا تجب عن أبيه وأولاده الكبار وزوجته ومكاتبه لعدم الولاية، ولو كان أبوه مجنوناً فقيراً يجب عليه صدقة فطره لوجود المؤونة والولاية، ولا تجب عن حفدته مع وجود أبيهم، فإن عدم فعلية صدقتهم وقيل لا يجب أصلاً. وعن أبي يوسف: لو أخرج عن زوجته وأولاده الكبار وهم في عياله بغير أمرهم أجزأهم، لأنه مأذون فيه عادة (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱ ص ۱۲۳، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

وَأَمَّا بَيَانُ مِنْ تَجِبُ عَلَيْهِ فَيَشْتَمِلُ عَلَى بَيَانِ سَبَبِ وَجُوبِ الْفِطْرَةِ عَلَى الْإِنْسَانِ عَنْ غَيْرِهِ، وَبَيَانِ شَرْطِ الْوُجُوبِ أَمَّا شَرْطُهُ فَهُوَ أَنْ يَكُونَ مِنْ عَلَيْهِ الْوَاجِبُ عَنْ غَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ الْوُجُوبِ عَلَى نَفْسِهِ.
وَأَمَّا السَّبَبُ فَالرَّأْسُ يَلْزِمُهُ مَوْنَتُهُ وَيَلِىُّ عَلَيْهِ وَلايَةُ كَامِلَةٌ لِأَنَّ الرَّأْسَ الَّذِي يُمُونُهُ وَيَلِىُّ عَلَيْهِ وَلايَةُ كَامِلَةٌ تَكُونُ فِي مَعْنَى رَأْسِهِ فِي الذَّبِّ، وَالنَّصْرَةِ فَكَمَا يَجِبُ عَلَيْهِ زَكَاةُ رَأْسِهِ يَجِبُ عَلَيْهِ زَكَاةُ مَا هُوَ فِي مَعْنَى رَأْسِهِ فَيَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يَخْرُجَ صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَنْ مَمَالِيكِهِ الَّذِينَ هُمْ لِبَغِيرِ التَّجَارَةِ لَوْجُودِ السَّبَبِ وَهُوَ لَزُومُ الْمَوْنَةِ وَكَمَالُ الْوَلَايَةِ مَعَ وَجُودِ شَرْطِهِ وَهُوَ مَا ذَكَرْنَا (بَدَائِعُ الصَّنَاعَاتِ فِي تَرْتِيبِ الشَّرَائِعِ، كِتَابُ الزَّكَاةِ، فَصْلُ بَيَانِ مِنْ تَجِبُ عَلَيْهِ صَدَقَةُ الْفِطْرِ)

وَالْأَصْلُ أَنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ مُتَعَلِّقَةٌ بِالْوَلَايَةِ وَالْمَوْنَةِ فَكُلُّ مَنْ كَانَ عَلَيْهِ وَلايَتُهُ، وَمَوْنَتُهُ وَنَفَقَتُهُ فَإِنَّهُ تَجِبُ عَلَيْهِ صَدَقَةُ الْفِطْرِ فِيهِ، وَإِلَّا فَلَا كَذَا فِي شَرْحِ الطَّحَاوِيِّ (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۹۳، الباب الثامن في صدقة الفطر)

ضروری نہیں، جیسا کہ نابالغ اولاد اور کافر غلام، کہ ان پر روزہ فرض نہیں۔
اسی طرح اگر کوئی خود سے روزہ نہ رکھے، تو تب بھی اُس سے صدقہ فطر معاف نہیں ہوتا۔ ۱
مسئلہ:..... اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے کہ صدقہ فطر صرف مسلمان غلام
و باندی کی طرف سے واجب ہے، یا غیر مسلم غلام و باندی کی طرف سے بھی واجب ہے؟
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسلم اور غیر مسلم، دونوں کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہے،
کیونکہ شرعی غلام و باندی مسلم و غیر مسلم ہر دو کا نفقہ اور خرچہ اس کے آقا کے ذمہ لازم ہوتا
ہے، اور آقا کو ان پر پوری ولایت بھی حاصل ہوتی ہے۔

جبکہ دیگر فقہاء کے نزدیک صدقہ فطر صرف مسلمان غلام کی طرف سے واجب ہے۔ ۲

۱۔ فَحِينَئِذٍ تَجِبُ الْفِطْرَةُ وَإِنْ أَفْطَرَ عَامِدًا لَوْ جُودَ السَّبَبِ وَهُوَ الرَّأْسُ الَّذِي يَمُونُهُ وَيَلِي عَلَيْهِ وَلَوْ لَمْ
يَضُمَّ كَالطِّفْلِ الصَّغِيرِ وَالْعَبْدِ الْكَافِرِ.
ثُمَّ رَأَيْتُ فِي الْبَدَائِعِ مَا يُشْعِرُ بِذَلِكَ حَيْثُ قَالَ: وَكَذَا وَجُودُ الصَّوْمِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ لَيْسَ بِشَرْطٍ
لَوْ جُوبَ الْفِطْرَةُ حَتَّى إِنْ مَنْ أَفْطَرَ لِكَبَرٍ أَوْ مَرَضٍ أَوْ سَفَرٍ يَلْزُمُهُ صَدَقَةُ الْفِطْرِ؛ لِأَنَّ الْأَمْرَ بِأَدَائِهَا مُطْلَقٌ
عَنْ هَذَا الشَّرْطِ أَهْلُهَا فَهُمْ (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲ ص ۳۶۱، كِتَابُ الزَّكَاةِ، بَابُ صَدَقَةِ
الْفِطْرِ)

۲۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا استدلال اُن احادیث و روایات سے ہے، جن میں مسلم اور غیر مسلم کی قید نہیں، بلکہ نصرانی غلام
کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرنے کا ذکر ہے، اور بعض آثار سے بھی ہے۔

اور جن احادیث میں مسلم کی قید ہے، وہ اس کی معارض نہیں، لقاعدۃ حمل المطلق علی التقييد فی الاسباب۔
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ يُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ يَقُولُ: "مِنْ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، أَوْ حُرًّا أَوْ
عَبْدًا، وَإِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا مُلْتَمِسًا مِنْ قَمَحٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ" (شرح مشکل الآثار، حدیث نمبر
۳۴۲۸، بَابُ بَيَانِ مُشْكِكِ مَا رُوِيَ فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ مِمَّا قَصَدَ بِهِ فِيهَا إِلَى الْمُسْلِمِينَ)
عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: يُخْرِجُ الرَّجُلُ زَكَاةَ الْفِطْرِ عَنْ مَكَاتِبِهِ، وَعَنْ كُلِّ مَمْلُوكٍ لَهُ، وَإِنْ
كَانَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا (مُصَنَّفُ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، حدیث نمبر ۵۸۱۲)
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: بَلَغَنِي عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُعْطَى عَنْ مَمْلُوكِهِ
النَّصْرَانِيِّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حدیث نمبر ۱۰۴۷۵، كِتَابُ الزَّكَاةِ، مَا قَالُوا فِي الْعَبْدِ
النَّصْرَانِيِّ، يُعْطَى عَنْهُ)

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَهَاجِرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: يُؤَدَّى الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ عَنْ
مَمْلُوكِهِ النَّصْرَانِيِّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حدیث نمبر ۱۰۴۷۴، كِتَابُ الزَّكَاةِ، مَا قَالُوا
فِي الْعَبْدِ النَّصْرَانِيِّ، يُعْطَى عَنْهُ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... عاقل، بالغ اولاد کا خرچہ باپ کے ذمہ نہیں ہے، اس لئے عاقل، بالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر باپ کے ذمہ نہیں ہے، اگرچہ وہ اولاد اس کے ساتھ ایک گھر میں رہتی ہو، اور اپنے ساتھ کھٹے کھاتی پیتی ہو۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عَنْ عُيَيْلَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ مِثْلَ قَوْلِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۱۰۴۷۷، كِتَابُ الزَّكَاةِ، مَا قَالُوا فِي الْعَبْدِ النَّصْرَانِيِّ، يُعْطَى عَنْهُ)

عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، قَالَ: كَتَبَ إِلَى عَطَاءٍ يَسْأَلُهُ عَنْ عَبِيدِ يَهُودٍ وَنَصَارَى، أُطْعِمُ عَنْهُمْ زَكَاةَ الْفِطْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۱۰۴۷۶، كِتَابُ الزَّكَاةِ، مَا قَالُوا فِي الْعَبْدِ النَّصْرَانِيِّ، يُعْطَى عَنْهُ)

عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: قَالَ عَطَاءٌ: إِذَا كَانَ لَكَ عَبْدٌ نَصْرَانِي لَا يَدَارُونَ، يَغْنَى لِلتَّجَارَةِ، فَزَكَّ عَنْهُمْ يَوْمَ الْفِطْرِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۱۰۴۷۸، كِتَابُ الزَّكَاةِ، مَا قَالُوا فِي الْعَبْدِ النَّصْرَانِيِّ، يُعْطَى عَنْهُ)

عن حماد عن ابراهيم النخعي في الرجل يكون له عبد نصراني او يهودي قال يؤدي عنه زكاة الفطر (الحجة على أهل المدينة، ج ۱ ص ۵۲۴، باب زكاة الفطر يؤديه عن اهله وخدمها)

اخبرنا اسماعيل بن عياش الحمصي قال حدثني عمرو بن المهاجر قال قال عمر بن عبد العزيز يعطى الرجل المسلم عن مملوكه النصراني صدقة الفطر (الحجة على أهل المدينة، ج ۱ ص ۵۲۵، باب زكاة الفطر يؤديه عن اهله وخدمها)

اخبرنا ابراهيم بن محمد المديني قال اخبرنا داود بن الحصين عن القاسم ابن محمد بن ابي بكر قال يخرج سيد العبد اليهودي والنصراني عنه صدقة الفطر (الحجة على أهل المدينة، ج ۱ ص ۵۲۵، باب زكاة الفطر يؤديه عن اهله وخدمها)

والتقييد في الصحيح أيضا بقوله من المسلمين لا يعارضه لما عرف من عدم حمل المطلق على المقيد في الاسباب لانه لاتزاحم فيها فيمكن الاخذ بهما فيكون كل من المطلق والمقيد سببا بخلاف ورودهما في حكم واحد لهذا (مرقاة شرح المشكوة جلد ۴ صفحہ ۱۲۹۸، كِتَابُ الزَّكَاةِ، باب صدقة الفطر)

۱۔ ولا يجب على الرجل صدقة الفطر عن أولاده الكبار سواء كان لهم مال، أو لم يكن، وسواء كانوا أصحاء أو زمنين في ظاهر رواية أصحابنا (المحيط البرهاني، ج ۲ ص ۴۱۱، الفصل الثالث عشر في صدقة الفطر)

(ولا) يؤدي (عن) أولاده الكبار وإن كانوا في عياله) بأن يكونوا فقراء زمني لأنه لا يستحق عليهم ولاية فصاروا كالأجانب. وقوله (ولو أدى عنهم) ظاهر، وهو استحسان، والقياس أن لا يصح كما إذا أدى الزكاة بغير إذن. وجه الاستحسان أن الصدقة فيها معنى المؤنة فيجوز أن تسقط بأداء الغير وإن لم يوجد الإذن صريحا، وفي العادة أن الزوج هو الذي يؤدي عنها فكان الإذن ثابتا عادة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ بالغ مجنون اور پاگل اولاد چونکہ نابالغ اولاد کا حکم رکھتی ہے، کیونکہ ان کا خرچہ و نفقہ باپ کے ذمہ ہے، اور ان پر کامل ولایت بھی حاصل ہے، اس لیے اگر کسی کی بالغ اولاد خدناخواستہ مجنون یا پاگل ہو، تو اس کا صدقہ فطر بھی والد پر واجب ہوگا۔ ۱۔
لیکن اگر کوئی بچہ بالغ ہونے کے وقت عاقل تھا، اور بالغ ہونے کے بعد مجنون و پاگل ہو گیا، تو بالغ ہونے کے بعد اس کا صدقہ فطر اس کے والد پر واجب نہیں ہوگا۔ ۲۔
مسئلہ:..... بیوی کا نان و نفقہ اگرچہ شوہر کے ذمہ ہے مگر بیوی پر شوہر کو ولایت حاصل نہیں اس لئے مرد کے ذمہ بیوی کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب نہیں۔
لیکن اگر کوئی اپنی بیوی اور بالغ اولاد کی طرف سے خود بخوشی ادا کرے، تو وہ الگ بات ہے،

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

بخلاف الزکاة فإنها عبادة محضة لا تصح بدون الإذن صريحاً (العناية شرح الهداية، ج ۲ ص ۲۸۶، باب صدقة الفطر)

(قال) : وليس على الرجل أن يؤدي عن أولاده الكبار وقال الشافعي - رحمه الله تعالى - : إن كانوا زمني معسرين فعليه الأداء عنهم وإن كانوا أصحاء معسرين في عياله فله فيه وجهان، واستدل بقوله - صلى الله عليه وسلم - أدوا عمن تمونون وهو يمون ولده الزمن والمعسر وأصحابنا قالوا : بأن السبب رأس يمونه بولايته عليه ليكون في معنى رأسه ولا ولاية له على أولاده الزمنى إذا كانوا كباراً وبدون تقرير السبب لا يثبت الوجوب (المبسوط للسرخسي، ج ۳ ص ۱۰۵، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

۱۔ والمعنوه والمجنون بمنزلة الصغير، سواء كان الجنون أصلياً بأن بلغ مجنوناً، أو كان الجنون عارضاً، هو الظاهر من المذهب (المحيط البرهاني، ج ۲ ص ۳۱۱، الفصل الثالث عشر في صدقة الفطر)

وتجب عن نفسه وطفله الفقير كذا في الكافي والمعنوه والمجنون بمنزلة الصغير سواء كان الجنون أصلياً أو عارضياً، وهو الظاهر من المذهب كذا في المحيط (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۹۲، الباب الثامن في صدقة الفطر)

وفى التتارخانية عن المحيط أن المعنوه والمجنون بمنزلة الصغير سواء كان الجنون أصلياً بأن بلغ مجنوناً أو عارضاً هو الظاهر من المذهب (اھـ رد المحتار، ج ۲ ص ۳۶۱، باب صدقة الفطر)

۲۔ وأما الولد الكبير المجنون إذا كان فقيراً إن بلغ مجنوناً ففطرته على أبيه وإن بلغ مفيقاً ثم جن فلا فطرته على أبيه لأنه إذا بلغ مجنوناً فقد استمرت الولاية عليه وإذا أفاق فقد انقضت الولاية إليه (الجوهرة النيرة، ج ۱ ص ۱۳۳، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

جیسا کہ بعض روایات میں کچھ صحابہ کرام کا اپنے سب گھروالوں کی طرف سے ادا کرنے کا ذکر ہے۔ ۱

مسئلہ:..... ماں باپ، دادا دادی، بہن بھائی اور دوسرے محرم رشتہ داروں کا صدقہ فطر اپنے ذمہ واجب نہیں، اگرچہ وہ کمانے سے معذور و غریب ہوں، اور اس وجہ سے ان کا نفقہ اپنے ذمہ واجب ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ ان پر مکمل ولایت حاصل نہیں۔ ۲

۱ (ولا يؤدى عن زوجته) وقال الشافعي: يجب على الرجل أن يؤدى صدقة الفطر عن زوجته لقوله -صلى الله عليه وسلم- أدوا عن تمونون. وهو يمون زوجته، ولنا ما ذكره في الكتاب ووجهه: أنه -صلى الله عليه وسلم- ذكر المؤنة مطلقاً، والمطلق ينصرف إلى الكامل وليس عليه مؤنتها كاملة لأنه يمونها في غير الرواتب كالمداواة، وكذلك لا بد من الولاية، وليس له عليها ولاية في حقوق النكاح (العناية شرح الهداية، ج ۲ ص ۲۸۵، ۲۸۶، باب صدقة الفطر)
(قال): ولا يؤدى الزوج زكاة الفطر عن زوجته، وقال الشافعي -رحمه الله تعالى-: يجب عليه الأداء عنها لقوله -عليه الصلاة والسلام- أدوا عن تمونون وهو يمون زوجته وملكه عليها نظير ملك المولى على أم ولده فإنه يثبت به الفرائض وحل الوطاء فكما يجب عليه الأداء عن أم ولده فكذلك عن زوجته.

(ولنا) أن عليها الأداء عن ممتلكاتها ومن يجب عليه الأداء من غيره لا يجب على الغير الأداء عنه وهذا؛ لأن نفسها أقرب إليها من نفس ممتلكاتها ثم النفقة على الزوج باعتبار العقد فلا يكون موجبا للصدقة كنفقه الأجير على المستأجر، وهذا؛ لأن في الصدقة معنى العباداة وهو ما تزوجها ليحمل عنها العبادات، وقد بينا أن مجرد المؤنة بدون الولاية المطلقة لا ينهض سببا وبالعقد النكاح لا يثبت له عليها الولاية فيما سوى حقوق النكاح بخلاف أم الولد فإن للمولى عليها ولاية مطلقة بسبب ملك الرقبة فإن أدى الزوج عن زوجته بأمرها جاز، وإن أدى عنها بغير أمرها لم يجز في القياس كما لو أدى عن أجنبي، ويجوز استحساناً في رواية عن أبي يوسف -رحمه الله تعالى-؛ لأن العادة أن الزوج هو الذى يؤدى فكان الأمر منها ثابتاً باعتبار العادة فيكون كالثابت بالنص (المبسوط للسرخسي، ج ۳ ص ۱۰۵، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

۲ ولا يلزم الرجل الفطرة عن أبيه وأمه وإن كانا في عياله لأنه لا ولاية له عليهما كأولاده الكبار وقيل إذا كان الأب فقيراً مجنوناً تجب على ابنه فطرته لوجود الولاية والمؤنة (الجوهرية النيرة، ج ۱ ص ۱۳۳، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

ولا يلزم الرجل الفطرة عن أبيه وأمه، وإن كانا في عياله؛ لأنه لا ولاية له عليهما كأولاد الكبار كذا في الجوهرية النيرة..... ولا يجب أن يؤدى عن أخواته الصغار، ولا عن قرابته، وإن كانوا في عياله كذا في فتاوى قاضى خان (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۹۳، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر)

مسئلہ:..... ماں پر اپنی اولاد کا نفقہ واجب نہیں اس لئے ماں کے ذمہ اپنی اولاد کا صدقہ فطر واجب نہیں، خواہ اولاد نابالغ اور ماں صاحب نصاب کیوں نہ ہو۔ ۱

مسئلہ:..... بالغ اولاد اور بیوی کا فطرانہ ان سے اجازت لئے بغیر ادا کر دیا تو ادا ہو جاتا ہے، جبکہ اولاد اور بیوی اپنی عیال داری میں رہ رہی ہو، یعنی ان کا نان و نفقہ خود ادا کرتا ہو، اسی طرح اگر کوئی دوسرا رشتہ دار اپنی عیال داری میں ہو، تو اس کا صدقہ فطر اس سے اجازت لیے بغیر ادا کرنا بھی جائز ہے، کسی اور کا اس کی اجازت کے بغیر ادا کرنا جائز نہیں۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قال) : وليس على الرجل أن يؤدى عن أبيه ولا عن أحد من قرابته وإن كانوا في عياله؛ لأنه لا ولاية له عليهم؛ ولأنه متبرع في الإنفاق عليهم فهو كمن تبرع بالإنفاق على الغير فلا يجب عليه الصدقة عنهم باعتباره (المبسوط للسرخسي، ج ۳ ص ۱۰۵، ۱۰۶، باب صدقة الفطر) ولا يخرج عن سائر قرابته، وإن كانوا في عياله (المحيط البرهاني، ج ۲ ص ۴۱۱، الفصل الثالث عشر في صدقة الفطر)

ولا يجب أن يؤدى عن أخواته الصغار، ولا عن قرابته، وإن كانوا في عياله كذا في فتاوى قاضى خان (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۹۳، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر) ۱ أن الأم لا يجب عليها صدقة أولادها الصغار كما في منية المفتى (رد المحتار، ج ۲ ص ۳۶۱، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

۲ (لا عن زوجته) وولده الكبير العاقل، ولو أدى عنهما بلا إذن أجزأ استحساناً للإذن عادة أى لو فى عياله وإلا فلا فهستأنى عن المحيط فليحفظ (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر) (قوله: ولو أدى عنهما) أى عن الزوجة والولد الكبير.

وقال فى البحر: وظاهر الظهيرية أنه لو أدى عن من فى عياله بغير أمره جاز مطلقاً بغير تقييد بالزوجة والولد. اهـ. (قوله: أجزأ استحساناً) وعليه الفتوى خاتمة وأفاد بقوله للإذن عادة إلى وجود النية حكماً وإلا فقد صرح فى البدائع بأن الفطرة لا تتأدى بدون النية تأمل (قوله: أى لو فى عياله) انظر هل المراد من تلزمه نفقته أو أعم؟ ظاهر ما مر عن البحر الثانى، وهو مفاد التعليل أيضاً تأمل (رد المحتار، ج ۲ ص ۳۶۳، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

وإذا أدى عن الزوجة والولد الكبير بغير إذنهما جاز وظاهر الظهيرية أنه لو أدى عن من فى عياله بغير أمره جاز مطلقاً بغير تقييد بالزوجة والولد (البحر الرائق، ج ۲ ص ۲۷۱، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

ولو أدى عنه بغير إذن فالحق عدم الإجزاء كالزكاة وفى الاستحسان الإجزاء لثبوت الأذن عادة ذكره العلامة نوح قوله: "وزوجته" لعدم الولاية الكاملة عليها ولو أدى عنها بلا إذن جاز استحساناً

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... اگر کسی نابالغ بچے یا بچی کا باپ فوت ہو گیا ہو یا موجود تو ہو مگر وہ تنگ دست ہو، اور اس بچے یا بچی کا دادا موجود ہو، تو اس صورت میں دادا کے باپ کے قائم مقام ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، بعض حضرات کے نزدیک اس صورت میں دادا، باپ کے قائم مقام ہے، اس لئے اس صورت میں دادا پر اپنے نابالغ پوتے اور پوتی کا صدقہ فطر واجب ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک اس صورت میں دادا باپ کے قائم مقام نہیں، اس لئے اس صورت میں دادا پر اپنے نابالغ پوتے اور پوتی کا صدقہ فطر واجب نہیں۔

اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس صورت میں دادا اپنے نابالغ پوتے اور پوتی کا صدقہ فطر ادا کر دے، تاکہ سب کے نزدیک بری الذمہ ہو جائے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

للأذن عادة كالولد الكبير وإن كان في عياله وقيد به إشارة إلى أنه لو دفع عن الزوجة الناشئة والصغيرة التي لم تنف وعن الابن الكبير الذي لم يكن في عياله لا يجوز عنهم إلا بالأمر كما يفيدده القهستاني وهل حكم الأجنبي إذا كان في عياله حكم الولد الكبير ومقتضى ما في البحر عن الظهيرية الجواز كذا في كتابه الدر (حاشية الطحطاوى على مرقى الفلاح، ص ۷۲۳، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

ولا يؤدى عن زوجته، ولا عن أولاده الكبار، وإن كانوا في عياله، ولو أدى عنهم أو عن زوجته بغير أمرهم أجزأهم استحساناً كذا في الهداية، وعليه الفتوى كذا في فتاوى قاضى خان (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۹۳، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر)

(قوله ولا يؤدى عن زوجته) لقصور الولاية والمؤنة فإنه لا يليها في غير حقوق النكاح ولا يموئها في غير الرواتب كالمداواة وشبهها.

(قوله ولا عن أولاده الكبار وإن كانوا في عياله) بأن كانوا زمناء لانعدام الولاية فإن أدى عنهم أو عن زوجته بغير أمرهم أجزأهم استحساناً لثبوت الإذن عادة (الجوهرة النيرة، ج ۱ ص ۱۳۳، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

۱. والجد كالأب عند فقده أو فقره كما اختاره في الاختيار (الدر المختار)

(قوله: كما اختاره في الاختيار) هذا رواية الحسن وهو خلاف ظاهر الرواية من أن الجد كالأب إلا في مسائل ستأتى آخر الكتاب منها هذه واختاره أيضاً في فتح القدير لتحقيق وجود السبب وهو الرأس الذى يموئه ويلى عليه ولاية مطلقة.

ورد ما قيل: من أن الولاية غير تامة لانقالها إليه من الأب فكانت كولاية الوصى بأنه غير سديد؛ لأن الوصى لا يموئه من ماله، بخلاف الجد إذا لم يكن للصغير مال فإنه يموئه من ماله كالأب،

﴿بقية حاشيا گئے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... اگر چھوٹے نابالغ بچے یا بالغ مگر مجنون کی ملکیت میں اتنا مال ہو جتنے کے ہونے سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے، مثلاً اس کے کسی رشتہ دار کا انتقال ہوا، اور اس کی میراث میں سے اس نابالغ بچہ یا مجنون کو حصہ ملا، یا کسی اور طرح سے ان کی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال آ گیا، تو اس صورت میں باپ پر خود اپنے مال میں سے اس نابالغ بچے یا مجنون کا صدقہ فطر ادا کرنا لازم نہیں، بلکہ ان کی ملکیت کے مال میں سے ادا کرنا جائز ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ونازعه فی البحر بما رده عليه المقدسی وصاحب النهر، فلذا اختار الشارح رواية الحسن. قلت: لكن فی الخانیة لیس علی الجد أن یؤدی الصدقة عن أولاد ابنه المعسر إذا كان الأب حیا باتفاق الروایات وكذا لو كان الأب میتا فی ظاهر الروایة اھ فعلم أن رواية الحسن فیما إذا كان الأب میتا لكن مقتضى كلام البدائع أن الخلاف فی المسألتین، نعم تعلیل الفتح لا یتظهر إلا فی المیت تأمل (رد المحتار، ج ۲ ص ۳۶۲، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر) ولا تجب علی الجد فطرة بنی ابنه إذا كان أبوهم فقیراً أو میتا فی ظاهر الروایة وروی الحسن عن أبی حنیفة أنها تجب علیه كما تجب علی الأب وفي قاضی خان لا یؤدی عن أولاد ابنه المعسر إذا كان حیا باتفاق الروایات (الجوهرة النيرة، ج ۱ ص ۱۳۳، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر) ولیس علی الجد أن یؤدی الصدقة عن أولاد ابنه المعسر إذا كان الأب حیا، وكذا لو كان الأب میتا فی ظاهر الروایة كذا فی فتاوی قاضی خان (الفتاوی الهندیة، ج ۱ ص ۹۲، كتاب الزكاة، الباب الثامن فی صدقة الفطر)

(قال): ولا یؤدی الجد عن نوافله الصغار وإن كانوا فی عیاله وروی الحسن عن أبی حنیفة رحمهما اللہ تعالیٰ أن علیه الأداء عنهم بعد موت الأب وهذه أربع مسائل یخالف الجد فیها الأب فی ظاهر الروایة ولا یخالف فی رواية الحسن: أحدها: وجوب صدقة الفطر والثانی التبعية فی الإسلام والثالث جبر الولاء والرابع الوصية لقربة فلان وجه رواية الحسن أن ولاية الجد عند عدم الأب ولاية متكاملة، وهو یمونهم فیتقرر السبب فی حقه ووجه ظاهر الروایة أن ولاية الجد منتقلة من الأب إلیه فهو نظیر ولاية الوصى، وهذا؛ لأن السبب إنما یتقرر إذا كان رأسه فی معنى رأس نفسه باعتبار الولاية، وذلك لا یتقرر فی حق الجد؛ لأن ثبوت ولايته بواسطة ولايته علی نفسه ثابتة بدون الوساطة (المبسوط للسرخسی، ج ۳ ص ۱۰۵، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

۱. وأما الأولاد الصغار، فإن كان لهم مال، فإنه یؤدی من مالهم صدقة فطرهم وصدقہ فطر ممالیکهم عند أبی حنیفة وأبى یوسف خلافاً لمحمد رحمه اللہ، وكذلك الوصى علی هذا الخلاف، وإن لم یکن للصغير مال، فإنه یجب علی الأب صدقته دون صدقة فطر ممالیکه (المحیط البرهانی، ج ۲ ص ۴۱۱، الفصل الثالث عشر فی صدقة الفطر)

ثم إذا كان للولد الصغير والمجنون مال فإن الأب یخرج صدقة فطرتهما من مالهما عندهما.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... نابالغ اور مجنون اگر صاحبِ نصاب تھے اور ان کے سرپرست نے ان کا صدقہ فطر ادا نہ کیا، تو نابالغ کے بالغ ہونے پر اور مجنون کے جنون زائل ہونے پر خود ان کو اپنا صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہوگا، البتہ اگر نابالغ اور مجنون صاحبِ نصاب نہ تھے، تو اس صورت میں ان کو بعد میں صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہ ہوگا۔ ۱

مسئلہ:..... جس نابالغ لڑکی کا نکاح کر کے رخصت کر دیا گیا اگر وہ شوہر کی خدمت کے قابل ہے تو اس کا صدقہ فطر کسی پر نہیں، نہ باپ پر نہ شوہر پر۔ اور اگر خدمت کے قابل نہیں یا صرف نکاح ہوا ہے اور رخصتی عمل میں نہیں آئی تو اس کا صدقہ فطر بدستور باپ پر ہے۔ یہ جب ہے کہ لڑکی خود صاحبِ نصاب نہ ہو، ورنہ بہر صورت اس کے اپنے مال میں سے ادا کیا جائے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحہ کا قیہ حاشیہ﴾..... لهما أن الفطرة تجرى مجرى المؤنة بدليل أن الأب يتحملها عن ابنه الفقير فإذا كان غنيا كانت في ماله كنفقته ونفقة ختانه فيخرج أبوهما أو وصيه أو جدتهما أو وصيه فطرة أنفسهما ورقيقهما من مالهما (الجوهرة النيرة، ج ۱ ص ۱۳۳، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر) (قوله: الفقير) قيد به؛ لأن الغنى تجب صدقة فطره في ماله على ما مر لعدم وجوب نفقته نهر (قوله: والكبير المجنون) أي الفقير أما الغنى ففي ماله عندهما كما مر (ردالمحتار ج ۲ ص ۳۶۱، باب صدقة الفطر) لم يتضح وجود السبب في حقه لعدم ولايته على نفسه وكذا المجنون (تقارير الرافعي، مشموله ردالمحتار ج ۲ ص ۱۴۲)

۱۔ بخلاف الصبي الغني إذا لم يخرج وليه على أصل أبي حنيفة وأبي يوسف أنه يلزمه الأداء؛ لأنه يقدر على أدائه بعد البلوغ (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۶۹، كتاب الزكاة، فصل شرائط وجوب صدقة الفطر) ولم يقيد بالبلوغ والعقل لما قدمناه فيجب على الولي أو الوصي إخراجها من مال الصبي والمجنون حتى لو لم يخرجها وجب الأداء بعد البلوغ كذا في البدائع (البحر الرائق، ج ۲ ص ۲۷۱، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

۲۔ ولو زوج طفلة الصالحة لخدمة الزوج فلا فطرة (الدر المختار)

(قوله: الصالحة لخدمة الزوج) كذا في النهر عن القنية وفيه عن الخلاصة الصغيرة لو سلمت لزوجها لا تجب فطرتها على أبيها لعدم المؤنة اهـ فأفاد تقييد المسألة بقيدین: صلاحيتها للخدمة، وتسليمها للزوج، ولذا قال الشارح في باب النفقة فيمن تجب نفقتها على الزوج، وكذا صغيرة تصلح للخدمة أو للاستئناس إن أمسكها في بيته عند الثاني واختاره في التحفة اهـ.

وهو صريح بأنها لو لم تصلح لذلك لا تجب نفقتها على الزوج، وظاهره لو أمسكها في بيته فتجب على أبيها فافهم (ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۶۲، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

وأما الأولاد الصغار، فإن كان لهم مال، فإنه يؤدي من مالهم صدقة فطرهم وصدق فطر ممالئهم عند أبي حنيفة وأبي يوسف خلافاً لمحمد رحمه الله (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج ۲ ص ۴۱۱، كتاب الصوم، الفصل الثالث عشر في صدقة الفطر)

صدقہ فطر کتنا اور کس چیز سے ادا کیا جائے؟

احادیث میں کئی چیزوں کے ذریعہ سے صدقہ فطر ادا کرنے کا ذکر آیا ہے۔ پہلے چند احادیث و روایات ذکر کی جاتی ہیں، جن کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ ان سے حاصل شدہ مسائل ذکر کئے جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ (بخاری) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکاة فطر کو فرض قرار دیا، کھجور سے ایک صاع، یا جو سے ایک صاع، غلام پر اور آزاد پر، مرد پر اور عورت پر، اور نابالغ اور بالغ مسلمانوں پر، اور اس کے بارے میں یہ حکم فرمایا کہ لوگوں کے (عید الفطر کی) نماز کی طرف نکلنے سے پہلے ادا کر دیا جائے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ النَّاسُ يُخْرِجُونَ عَنْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ تَمْرٍ أَوْ سُلْتٍ أَوْ زَبِيبٍ (سنن النسائي) ۲

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ صدقہ فطر جو سے یا کھجور سے یا بغیر چھلکے والی جو سے یا کشمش سے ایک صاع نکال کر دیتے تھے (ترجمہ ختم) ۳

۱۔ حدیث نمبر ۱۵۰۳، کتاب الزکاة، باب فرض صدقة الفطر، دار طوق النجاة، بیروت۔

۲۔ حدیث نمبر ۲۵۱۶، کتاب الزکاة، باب السلت، مکتب المطبوعات الإسلامية - حلب۔

۳۔ قولہ "أو سلت" السلت - بضم السين المهملة، وسكون اللام، وبعدها تاء ثالث الحروف - ضرب من الشعير ليس له قشر كأنه الحنطة، وقيل: هو نوع من الحنطة، والأول أصح (شرح سنن أبي داود للعيني، ج ۹ ص ۳۲۹، کتاب الزکاة، باب: كم يؤدى فى صدقة الفطر؟)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلَى الْحُرِّ
وَالْعَبْدِ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ صَاعًا مِنْ
شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ (صحیح
ابن خزيمة) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو آزاد اور غلام، اور مرد اور عورت، اور
چھوٹے اور بڑے مسلمانوں پر فرض فرمایا، جو سے ایک صاع، یا کھجور سے ایک
صاع، یا کشمش سے ایک صاع، یا پیڑ سے ایک صاع (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ
صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَبَجَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ
مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ (بخاری) ۲

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زکاة فطر کا کھجور سے ایک صاع، یا جو سے ایک
صاع کا حکم فرمایا، پھر لوگوں (یعنی صحابہ کرام) نے اس (کھجور یا جو) کے بدلے
میں گندم کو دو مد (یعنی آدھا صاع) کر لیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں اس مضمون کی کچھ تفصیل بھی آئی ہے۔
چنانچہ ان کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ:

كَانَ النَّاسُ يُخْرِجُونَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

۱۔ حدیث نمبر ۲۴۱۱، کتاب الزکاة، باب إخراج الزبيب والأقط في صدقة الفطر، المكتب
الإسلامی، بیروت.

قال مصطفى الأعظمی: إسناده حسن (تعلیق صحیح ابن خزيمة)

۲۔ حدیث نمبر ۱۵۰۷، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر صاعا من تمر، دار طوق النجاة، بیروت.

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ، أَوْ تَمْرٍ، أَوْ سُلْتٍ، أَوْ زَبِيبٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَكَثُرَتِ الْحِنْطَةُ، جَعَلَ عُمَرُ نِصْفَ صَاعٍ حِنْطَةً مَكَانَ صَاعٍ مِنْ تِلْكَ الْأَشْيَاءِ (سنن أبی داؤد) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ صدقہ فطر جو سے ایک صاع، یا کھجور سے ایک صاع، یا بغیر چھلکے کے جو سے ایک صاع، یا کشمش سے ایک صاع نکالا کرتے تھے، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا، اور گندم کی کثرت ہو گئی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گندم کے آدھے صاع کو ان چیزوں کے ایک صاع کی جگہ کر دیا (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گندم کا استعمال کم تھا، اس لئے زیادہ تر دوسری چیزوں سے صدقہ فطر ادا کیا جاتا تھا، اور جب گندم کا استعمال زیادہ ہو گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گندم سے آدھے صاع کو مقرر فرمایا۔

اور دیگر احادیث و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آدھا صاع گندم سے صدقہ فطر کی ادائیگی کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے (جیسا کہ آگے آتا ہے) جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آدھے صاع گندم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود سے مقرر نہیں فرمایا۔ ۲

۱۔ حدیث نمبر ۱۶۱۴، کتاب الزکاة، باب کم یؤدی فی صدقة الفطر؟ المكتبة العصرية، بیروت، واللفظ له، سنن دارقطنی، حدیث نمبر ۲۰۹۵۔

۲۔ قوله: (فعدل الناس) أى: معاوية ومن كان معه، وقال الكرمانی: (الناس) أى: معاوية، ثم قال: فإن قلت: التخصيص به خلاف الظاهر، فيكون المراد به الصحابة فيصير إجماعا سكتيا (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۲۰، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر على الحر والمملوك)

قوله: (قال عبد الله) أى: عبد الله بن عمر. قوله: (فعدل الناس) أراد به معاوية ومن تبعه، ووقع ذلك صريحا في حديث أيوب عن نافع أخرجه الحميدى في (مسنده) عن سفيان بن عيينة، حدثنا أيوب ولفظه: (صدق الفطر صاع من شعير أو صاع من تمر، قال ابن عمر: فلما كان معاوية عدل الناس نصف صاع بر بصاع من شعير) وهكذا أخرجه ابن خزيمة في (صحيحه) من وجه آخر عن سفيان، وقال أبو داود: حدثنا الهيثم بن خالد الجهني، حدثنا حسين بن علي الجعفي عن زائدة

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كُنَّا نُخْرِجُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ ، وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ : وَكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيرُ وَالزَّبِيبُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثنا عبد العزيز بن أبي داود (عن نافع عن عبد الله بن عمر، قال : كان الناس يخرجون صدقة الفطر على عهد رسول الله، صلى الله عليه وسلم، صاعا من شعير أو تمر أو سلت أو زبيب، قال عبد الله : فلما كان عمر، رضى الله تعالى عنه، وكثرت الحنطة جعل عمر نصف صاع حنطة مكان صاع من تلك الأشياء) . وقال مسلم فى (كتاب التميمين) . عبد العزيز وهم فيه وأعله ابن الجوزى به، وقال صاحب (التنقيح) : وعبد العزيز هذا، وإن كان ابن حبان تكلم فيه، فقد وثقه يحيى القطان وابن معين وأبو حاتم الرازى وغيرهم، والموثقون له أعرف من المضعفين، وقد أخرج له البخارى استشهادا . وقال الطحاوى، رحمه الله : حدثنا فهد، قال : حدثنا عمرو بن طارق، قال : حدثنا يحيى بن أيوب عن يونس بن يزيد أن نافعا أخبره قال : (قال عبد الله بن عمر، رضى الله تعالى عنهما : فرض رسول الله، صلى الله عليه وسلم، زكاة الفطر صاعا من تمر أو صاعا من شعير على كل إنسان ذكر أو أنثى حر أو عبد من المسلمين) ، وكان عبد الله بن عمر يقول : جعل الناس عدله مدين من حنطة. فقول ابن عمر : جعل الناس عدله مدين من حنطة إنما يريد أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الذى يجوز تعديلهم ويجب الوقوف عند قولهم، فإنه قد روى عن عمر مثل ذلك فى كفارة اليمين أنه قال ذلك، فأطعم عنى عشرة مساكين كل مسكين نصف صاع من بر أو صاعا من تمر أو شعير، ويروى عن على، رضى الله تعالى عنه، مثل ذلك مع أنه قد روى عن عمر وعن أبى بكر، رضى الله تعالى عنهما أيضا، وعن عثمان بن عفان، رضى الله تعالى عنه، فى صدقة الفطر أنها من الحنطة نصف صاع . وقال أبو داود : حدثنا عبد الله بن مسلم حدثنا داود يعنى ابن قيس عن عياض بن عبد الله عن أبى سعيد الخدرى قال : كُنَّا نَخْرِجُ، إِذْ كَانَ فِيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، زَكَاةَ الْفِطْرِ عَنْ كُلِّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقْطٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ، فَلَمْ نَزَلْ نَخْرِجْهُ حَتَّى قَدِمَ مَعَاوِيَةُ حَاجَا أَوْ مَعْتَمِرَا فَكَلِمَ النَّاسَ عَلَى الْمَنِيرِ فَكَانَ فِيمَا كَلِمَ النَّاسَ أَنْ قَالَ : إِنِّي أَرَى مَدِينَ مِنْ سَمَرَاءَ الشَّامِ تَعْدِلُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، فَأَخَذَ بِذَلِكَ النَّاسَ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ : فَأَمَّا أَنَا فَلَا أَزَالُ أَخْرِجُهُ أَبَدًا مَا عَشْتُ) . وقال النووى : هذا الحديث معتمد أبى حنيفة، قال بأنه فعل صحابى، وقد خالفه أبو سعيد وغيره من الصحابة ممن هو أطول صحبة منه وأعلم بحال النبى صلى الله عليه وسلم، وقد أخبر معاوية بأنه رأى رآه، لا قول سمعه من النبى صلى الله عليه وسلم، قلنا : إن قوله : فعل صحابى، لا يمنع لأنه قد وافقه غيره من الصحابة الجرم الغفير بدليل قوله فى الحديث : فأخذ الناس بذلك، ولفظ الناس للعموم، فكان إجماعا . ولا تضر مخالفة أبى سعيد لذلك بقوله : أما أنا فلا أزال أخرجه، لأنه لا يقدر فى الإجماع، سيما إذا كان فيه الخلفاء الأربعة، أو نقول : أراد الزيادة على قدر الواجب

﴿بقيہ حاشیہ کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وَالْأَقِطُ وَالتَّمْرُ (بخاری) ۱

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عید الفطر کے دن کھانے کے ایک صاع سے صدقہ فطر نکالا کرتے تھے، اور حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ ہمارا کھانا جو، اور کشمش، اور پیڑ، اور کھجور تھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

كُنَّا نَخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِّنْ أَقِطٍ، أَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيبٍ (بخاری) ۲

ترجمہ: ہم زکاة فطر کھانے کے ایک صاع سے یا جو کے ایک صاع سے، یا کھجور کے ایک صاع سے، یا پیڑ کے ایک صاع سے، یا کشمش کے ایک صاع سے نکالا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں ایک صاع سے مراد گیہوں کے علاوہ دوسری چیزیں ہیں، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایات سے یہ معلوم ہو چکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گیہوں کا استعمال کم تھا۔

ورنہ گیہوں کے بارے میں آدھے صاع کا کئی احادیث و روایات میں ذکر ہے۔

بلکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی صحیح روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

تطوعاً. قوله: (من سمراء الشام) ، بفتح السين المهملة وسكون الميم وبعدها راء ممدودة، وهو البر الشامى، وينطلق على كل بر. قوله: (عدله) ، بفتح العين وكسر ها، قاله الكرماني، والأظهر أنه بالكسر أى: نظيره. وقال الأخفش: العدل، بالكسر المثل، وبالفتح مصدر عدلته بهذا، وقال الفراء، بالفتح ما عادل الشيء من غير جنسه، وبالكسر: المثل. قوله: (مدین) ، تشبیه مد، وهو ربع الصاع (عمدة القاری، ج ۹ ص ۱۱۶، کتاب الزکاة، باب صاع من زبيب)

۱۔ حدیث نمبر ۱۵۱۰، کتاب الزکاة، باب الصدقة على العبد، دار طوق النجاة، بیروت.

۲۔ حدیث نمبر ۱۵۰۶، کتاب الزکاة، باب: صدقة الفطر صاع من طعام، دار طوق النجاة، بیروت.

علیہ وسلم کے زمانے میں گیتھوں سے آدھا صاع صدقہ فطر ادا کیا جاتا تھا، اگرچہ گیتھوں کے استعمال کے کم ہونے کی وجہ سے اس کے ادا کرنے والے لوگ کم تھے۔ ۱

چنانچہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

كُنَّا نُوَدِّي زَكَاةَ الْفِطْرِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مُدَيْنٍ مِنْ قَمْحٍ، بِالْمِدِّ الَّذِي تَقْتَاتُونَ بِهِ (مسند احمد) ۲

۱۔ قال أبو سعيد الخدري : كنا إذا كان فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم نخرج زكاة الفطر .. صاعا من طعام أو صاعا من أقط أو صاعا من شعير أو صاعا من تمر أو صاعا من زبيب . رواه الجماعة "استدل المؤلف بهذا على أن الواجب في القمح صاع لقوله فيه " : صاعا من طعام " وذلك بناء على ما حكاه الخطابي أن المراد ب " الطعام " هنا الحنطة لكن رد ذلك ابن المنذر بأن أبا سعيد أجمل الطعام ثم فسره ثم أورد حديث أبي سعيد عند البخاري بلفظ " : كنا نخرج في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الفطر صاعا من طعام قال أبو سعيد : وكان طعامنا الشعير والزبيب والأقط والتمر " قال الحافظ " : وهي ظاهرة فيما قال " وأخرجه الطحاوي نحوه وقال فيه " : ولا يخرج غيره " ثم ذكر الحافظ لحديث أبي سعيد طرقا وألفاظا أخرى ثم قال " : وهذه الطرق كلها تدل على أن المراد بالطعام في حديث أبي سعيد غير الحنطة فيحتمل أن تكون الذرة فإنه المعروف عند أهل الحجاز الآن وهي قوت غالب لهم "

قلت : فتبين أنه لا دليل في الحديث على ما ذكره المؤلف ثم إن صنيعه يشير إلى أنه ليس لمذهب أبي حنيفة القائل بإخراج نصف صاع من القمح دليل غير ما جاء في حديث أبي سعيد من تعديل معاوية مدين من القمح بصاع من تمر وليس الأمر كذلك بل فيه أحاديث مرفوعة إلى النبي صلى الله عليه وسلم أصحابها حديث عروة بن الزبير " : أن أسماء بنت أبي بكر كانت تخرج على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أهلها - الحر منهم والمملوك - مدين من حنطة أو صاعا من تمر بالمد أو بالصاع الذي يقتاتون به "

أخرجه الطحاوي واللفظ له وابن أبي شيبه وأحمد وسنده صحيح على شرط الشيخين وفي الباب آثار مرسلة ومسندة يقوى بعضها بعضها كما قال ابن القيم في "الزاد " وقد ساقها فيه فليراجعها من شاء وخرجتها أنا في "التعليقات الجياد "

فثبت من ذلك أن الواجب في صدقة الفطر من القمح نصف صاع وهو اختيار شيخ الإسلام ابن تيمية كما في "الاختيارات " وإليه مال ابن القيم كما سبق وهو الحق إن شاء الله تعالى (تمام المنة في التعليق على فقه السنة للاباني، ص ۳۸۶، ۳۸۷)

۲۔ حديث نمبر ۲۶۹۳۶، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ له، مشکل الآثار للطحاوي، جلد ۴، باب بيان ما روى عن رسول الله في مقدار صدقة الفطر.

فی حاشیہ مسند احمد:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زکاة فطر گیہوں کے دو مد (یعنی آدھا صاع) ادا کیا کرتے تھے، اُس مد کے حساب سے کہ جس سے تم وزن کرتے ہو (ترجمہ ختم)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى كُلِّ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ مِمَّنْ يَمُونُونَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ (سنن البیہقی) ۱

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

حدیث صحیح، وهذا إسناد حسن، عبد الله بن المبارك صحيح السماع من ابن لهيعة - وهو عبد الله - فقد سمع منه قبل احتراق كتبه، وبقيّة رجاله ثقات رجال الشيخين غير عتّاب بن زياد - وهو الخراساني - فقد روى له ابن ماجه، وهو ثقة.

وأخرجه حميد بن زنجويه في "الأموال ۲۳/۷۷" والطحاوي في "شرح معاني الآثار ۳۳/۲" والطبراني في "الكبير ۳۵۲/۲۳" وفي "الأوسط ۸۹۶/۷" من طرق عن ابن لهيعة، بهذا الإسناد. وأخرجه الحارث - كما، في "بغية الباحث ۲۹۳" من طريق يحيى بن إسحاق، عن ابن لهيعة، عن أبي الأسود محمد بن عبد الرحمن بن نوفل، عن أسماء، به. لم يذكر فاطمة في الإسناد. وأخرجه ابن خزيمة ۲۳۰/۱، والطبراني في "الكبير ۲۱۹/۲۳" والحاكم ۴۱۲/۱، والبيهقي في "السنن ۱۷۰/۴" من طريق عُقيل بن خالد، والطحاوي في "شرح معاني الآثار ۳۳/۲" والطبراني ۲۱۸/۲۳ من طريق يحيى بن أيوب، كلاهما هشام بن عروة، عن أبيه، عن أسماء، به.

وصححه الحاكم، ووافقه الذهبي. وأخرجه حميد بن زنجويه في "الأموال ۲۳/۷۸" عن محاضر بن موزّع، عن هشام بن عروة، عن فاطمة بنت المنذر، عن أسماء، به. ومحاضر بن موزّع له أو هام. وأخرجه ابن أبي شيبة ۷۶/۳ عن عبد الرحيم بن سليمان، عن هشام بن عروة، عن أبيه - أو عن فاطمة، على الشك - عن أسماء، به. وسيكرر برقم ۲۶۹۹۵ سنداً ومتناً.

۱ حدیث نمبر ۷۶۸۳، کتاب الزکاة، باب إخراج زكاة الفطر عن نفسه وغيره ممن تلزمه مؤنته الخ، دار الكتب العلمية، بيروت. قال البيهقي:

وَهُوَ فِيمَا أَجَازَ لِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ رَوَيْتَهُ عَنْهُ عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ، ثَنَا مَكِّيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، ثَنَا النَّفِيلِيُّ، ثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، فَذَكَرَهُ وَهُوَ مُرْسَلٌ. وَرَوَى ذَلِكَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى الرُّضَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ آبَائِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ہر چھوٹے بڑے، آزاد اور غلام، جو کسی کی کفالت میں ہوں پر فرض فرمایا، جو سے ایک صاع، کھجور سے ایک صاع، کشمش سے ایک صاع، ہر انسان کی طرف سے (ترجمہ ختم)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی کچھ مختصر لفظوں میں اسی طرح کا مضمون مروی ہے۔ ۱

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، وَالْحُرِّ وَالْعَبْدِ، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ (سنن نسائی) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر فرض فرمایا چھوٹے پر اور بڑے پر، اور آزاد پر اور غلام پر، مرد پر اور عورت پر آدھا صاع گندم کا یا ایک صاع کھجور یا جو کا (ترجمہ ختم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی کچھ مختصر انداز میں اسی طرح کی روایت مروی ہے۔ ۳

اور حضرت عبداللہ بن ثعلبہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ قَبْلَ الْفِطْرِ يَوْمَ أَوْ يَوْمَيْنِ فَقَالَ: أَذُّوْا صَاعًا مِنْ بُرٍّ، أَوْ قَمْحٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ، أَوْ صَاعًا مِنْ

۱۔ عَنْ عَلِيٍّ؛ فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۳۰۴۵۱، فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، مَنْ قَالَ نِصْفُ صَاعٍ بُرٍّ، وَاللَّفْظُ لَهُ، سَنَنُ دَارِ قُطْنِي، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۲۱۲۷)

۲۔ حَدِيثُ نُمَيْرِ ۱۵۸۰، كِتَابُ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ، بَابُ حَثِ الْإِمَامِ عَلَى الصَّدَقَةِ فِي الْخُطْبَةِ، مَكْتَبُ الْمَطْبُوعَاتِ الْإِسْلَامِيَّةِ، حَلَبَ، وَاللَّفْظُ لَهُ، مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۱۰۴۳۵.

۳۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: الصَّدَقَةُ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ طَعَامٍ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۱۰۴۵۴، فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، مَنْ قَالَ نِصْفُ صَاعٍ بُرٍّ)

تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ عَلَىٰ كُلِّ أَحَدٍ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ (مصنف
عبدالرزاق) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے
خطبہ دیا، اور فرمایا کہ تم گندم کا ایک صاع دو افراد کی طرف سے (یعنی ایک کی
طرف سے آدھا صاع) یا کھجور کا ایک صاع، یا جو کا ایک صاع ہر ایک چھوٹے
بڑے (فرد) کی طرف سے ادا کرو (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ قَبْلَ الْعِيدِ يَوْمَ أَوْ اثْنَيْنِ
فَقَالَ: إِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ مَدَانٍ مِّنْ بُرٍّ عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ أَوْ صَاعٌ مِّمَّا
سِوَاهُ مِنَ الطَّعَامِ (سنن دارقطنی) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید سے ایک دن یا دو دن پہلے خطبہ دیا، اور
فرمایا کہ صدقہ فطر گیہوں کے دو مد (یعنی آدھا صاع) ہر انسان کی طرف سے، یا
اس کے علاوہ دوسرے کھانے سے ایک صاع ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث کی سند کو بعض محدثین نے ضعیف اور بعض نے صحیح قرار دیا ہے۔ ۳

۱۔ حدیث نمبر ۵۷۸۵، کتاب صلاة العیدین، باب زكاة الفطر، المكتب الإسلامي -
بیروت، واللفظ له، مسند احمد حدیث نمبر ۲۳۶۶۳۔

۲۔ حدیث نمبر ۲۱۱۱، کتاب زكاة الفطر، مؤسسة الرسالة، بیروت۔
۳۔ فی حاشیة مسند احمد:

وهذا الإسناد ضعيف، فإن ابن جريج - واسمه عبد الملك بن عبد العزيز - مدلس ولم
يصرح بسماعه من الزهري، وقد اختلف فيه على الزهري كما سيأتي.

وهو في "مصنف" عبد الرزاق ۵۷۸۵، ومن طريقه أخرجه البخاري في
"تاريخه" ۳۶/۶ وأبو داود ۱۶۲۱، والدارقطني في "سننه" ۱۵۰/۲

وأخرجه بنحوه الدارقطني ۱۴۸/۲، ۱۴۹ من طريق علي بن صالح، عن يحيى ابن
جرجثة، عن الزهري، به وإسناده ضعيف، علي بن صالح ويحيى بن جرجة ليسا بذاك.

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اس کی تائید دیگر کئی احادیث و روایات اور آثار سے ہوتی ہے۔ ۱۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قوله: "بین الثنین" هو بمعنى الرواية التالية: "عن كل الثنین" أى: يُخرج عن كل واحد نصف صاع، وهو مُدّان.

وقال العینی:

قال ابن الجوزی: وعلى بن صالح ضعفه. قال صاحب "التنقيح": "هذا خطأ منه، ولا نعلم أحدا ضعفه، لكنه غير مشهور الحال، وقال ابن أبي حاتم: سألت أبي عنه؟ فقال: مجهول، لا أعرفه، وذكر غير أبي حاتم أنه مكى معروف، وهو أحد العباد، وكنيته: أبو الحسن. وروى عن: عمرو بن دينار، وعبد الله بن عثمان بن خثیم، ويحيى بن جرجة، والأوزاعي، وعبيد الله بن عمر، وجماعة. وروى عنه: سعيد بن سالم القداح، ومعتمر بن سليمان، وسفيان الثوري. وروى له: الترمذی فی "جامعه"، وذكره ابن حبان فی كتاب "الثقات"، وقال: يعرف، وتوفى سنة إحدى وخمسة ومائة، ورواه البيهقي كذلك عن المعتمر بن سليمان، عن علي بن صالح به، قال: ورواه سالم بن نوح، عن ابن جريج، عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده مرفوعاً ثم قال: قال الترمذی سألت محمد بن إسماعيل عن هذا الحديث؟ فقال: ابن جريج لم يسمع من عمرو بن شعيب. انتهى كلامه (شرح سنن أبي داود، لبدر الدين العيني، ج ۶ ص ۳۲۸، ۳۲۹، كتاب الزكاة، باب من روى نصف صاع من قمح)

۱۔ قال الالبانی:

أدوا صاعاً من بر أو قمح بين الثنین أو صاعاً من تمر أو صاعاً من شعير عن كل حر وعبد وصغير وكبير.

أخرجه الدارقطني (۲۲۳ ص ۲۲۳) وأحمد (۴۳۲) عن الزهري عن عبد الله بن ثعلبة بن صغير - أو عن ثعلبة - عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فذكره. قلت: وهذا إسناد رجاله ثقات إلا أنهم اختلفوا في صحبة عبد الله بن ثعلبة لكنه قال في هذه الرواية وغيرها: "عن أبيه". فهو مسند، وقد أخرجه الضياء المقدسي في "الأحاديث المختارة" كما في "زوائد الجامع الصغير" (ق ۲/۹) وللحديث شواهد كثيرة خرجت طائفة منها في "التعليقات الجياد" (السلسلة الصحيحة، تحت حديث رقم ۱۱۷۷)

وقال ايضاً:

"أدوا صاعاً من طعام."

أخرجه البيهقي (۱۷۷/۴) وأبو نعيم في "الحلية" (۱۲/۳ ص ۲۶۲) من طريق عبد الله بن الجراح حدثنا حماد بن زيد عن أيوب عن أبي رجاء العطاردي عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال: "غريب من حديث حماد وأيوب ولا

﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت اعرج سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، فِي زَكَاةِ الْفِطْرِ: عَلَى كُلِّ حُرٍّ وَعَبْدٍ، ذَكْرٍ أَوْ أُنْثَى، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، فَقِيرٍ أَوْ غَنِيٍّ، صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ، أَوْ نِصْفُ صَاعٍ مِّنْ قَمْحٍ (مسند احمد) ۱

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے زکاة فطر کے بارے میں فرمایا کہ ہر آزاد اور غلام، اور مرد، عورت، اور چھوٹے، بڑے، اور فقیر اور غنی پر ہے، کھجور کا ایک صاع، یا گندم کا آدھا صاع (ترجمہ ختم)

اس کے علاوہ کئی دیگر احادیث میں دوسری چیزوں سے پورا صاع اور گندم سے آدھا صاع یا دو من (جو کہ آدھے صاع کے برابر ہوتا ہے) صدقہ فطر ادا کرنے کا ذکر ہے۔

اور ان میں سے بعض احادیث اگرچہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں، مگر سب آپس میں مل کر قبولیت بلکہ صحت کے درجے کو پہنچ جاتی ہیں۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أَعْلَمُ لَهُ رَاوِيًا إِلَّا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْجَرَّاحِ. "قلت: و هو صدوق كما قال أبو زرعة، وقال النسائي: "ثقة". وذكره ابن حبان في "الثقات" وقال: "مستقيم الحديث". "و أما أبو حاتم فقال: "كان كثير الخطأ و محله الصدق". "قلت: فهو حسن الحديث إن شاء الله تعالى". (تنبيه) و المراد بالطعام هنا ما سوى القمح فإنه يجزىء فيه نصف الصاع لحديث عبد الله بن ثعلبة بن أبي صعير المتقدم ۱۷۷ ا بلفظ: "أدوا صاعا من بر أو قمح بين اثنين". "و يشهد له علة أحاديث (السلسلة الصحيحة للالباني، تحت حديث رقم ۱۱۷۹)

۱۔ حدیث نمبر ۷۷۲۳، مؤسسة الرسالة، بیروت.

فی حاشیہ مسند احمد: رجالہ ثقات رجال الشیخین، و هو موقوف.

۲۔ عَنْ عُمَرُ بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَنَادِيًا فِي فَيْجَاجٍ مَكَّةَ: أَلَا إِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، مُدَّانٍ مِّنْ قَمْحٍ، أَوْ سِوَاهُ صَاعٍ مِّنْ طَعَامٍ (ترمذی، حدیث نمبر ۶۷۴، سنن الدارقطنی، حدیث نمبر ۲۰۸۳)

قال الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَرَوَى عُمَرُ بْنُ هَارُونَ هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، وَقَالَ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور کئی جلیل القدر صحابہ کرام سے بھی صدقہ فطر دوسری چیزوں سے پورا صاع اور گندم سے آدھا صاع ہونے کی روایات ہیں۔ ۱

﴿گزشتہ صفحہ کا نتیجہ حاشیہ﴾

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ مِينَاءَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بَعْضُ هَذَا الْحَدِيثِ، حَدَّثَنَا جَارُودٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ هَارُونَ هَذَا الْحَدِيثَ (ترمذی، حوالہ بالا)
عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلَى كُلِّ إِنْسَانٍ مُدَّانِ مِنْ ذِقِيقٍ أَوْ قَمْحٍ، وَمِنْ الشَّعِيرِ صَاعٌ، وَمِنْ الْحَلْوَاءِ زَبِيبٍ أَوْ تَمْرٍ، صَاعٌ صَاعٌ (المعجم الأوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۷۶۶۳)
قال الهيثمي: رواه الطبرانی في الأوسط، وفيه الليث بن حماد، وهو ضعيف (مجمع الزوائد، باب صدقة الفطر)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، يَرْفَعُهُ؛ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ؟ فَقَالَ: عَنِ الصَّغِيرِ، وَالْكَبِيرِ، وَالنَّحْوِ، وَالْمَمْلُوكِ، نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ شَعِيرٍ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثِ نَمْبِر ۱۰۴۳۸، فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، مَنْ قَالَ نِصْفُ صَاعٍ بُرٍّ)
۱ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: أَنْبَأَنِي مَنْ أَدَّى إِلَيَّ أَبِي بَكْرٍ الصَّدِيقِ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ (سنن دارقطنی، حَدِيثِ نَمْبِر ۲۱۲۸، وَاللَّفْظُ لَهُ، مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثِ نَمْبِر ۱۰۴۳۷)
عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: أَنْبَأَنِي رَجُلٌ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصَّدِيقَ أَدَّى إِلَيْهِ صَاعٌ مِنْ بُرٍّ بَيْنَ رَجُلَيْنِ (سنن دارقطنی، حَدِيثِ نَمْبِر ۲۱۲۹)
عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عُثْمَانَ، قَالَ: صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثِ نَمْبِر ۱۰۴۳۶، فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، مَنْ قَالَ نِصْفُ صَاعٍ بُرٍّ)
عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ شَعِيرٍ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثِ نَمْبِر ۱۰۴۳۳، فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، مَنْ قَالَ نِصْفُ صَاعٍ بُرٍّ)
عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ؛ مِثْلَهُ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثِ نَمْبِر ۱۰۴۳۳، فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، مَنْ قَالَ نِصْفُ صَاعٍ بُرٍّ)
عَنْ عُمَرُو؛ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، يَقُولُ: مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ تَمْرٍ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثِ نَمْبِر ۱۰۴۳۸، فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، مَنْ قَالَ نِصْفُ صَاعٍ بُرٍّ)
حَدَّثَنِي أَبُو حَبِيبٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ شَدَادٍ عَنْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ؟ فَقَالَ: نِصْفُ صَاعٍ مِنْ حِنْطَةٍ، أَوْ ذِقِيقٍ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثِ نَمْبِر ۱۰۴۵۰، فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، مَنْ قَالَ نِصْفُ صَاعٍ بُرٍّ)
عَنْ أَسْمَاءَ؛ أَنَّهَا كَانَتْ تُعْطِي زَكَاةَ الْفِطْرِ عَمَّنْ تَمُونُ مِنْ أَهْلِهَا الشَّاهِدِ، وَالْعَائِبِ، نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ شَعِيرٍ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثِ نَمْبِر ۱۰۴۵۰، فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، مَنْ قَالَ نِصْفُ صَاعٍ بُرٍّ)

اور صحابہ کرام کے علاوہ کئی جلیل القدر تابعین سے بھی صدقہ فطر دوسری چیزوں سے پورا صاع اور گندم سے آدھا صاع ہونے کی روایات ہیں۔ ۱۔
 ملحوظ رہے کہ گندم کے ذریعہ سے آدھا صاع کی مقدار میں صدقہ فطر کی ادائیگی بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے، جن میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی داخل ہیں۔
 جبکہ دیگر اکثر فقہاء کے نزدیک صدقہ فطر کی ادائیگی گندم کے ذریعہ سے بھی پورا ایک صاع ہے۔ ۲۔

۱۔ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَنِ الصَّغِيرِ، وَالْكَبِيرِ، وَالْحُرِّ، وَالْعَبْدِ، عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ يَصُفُّ صَاعٌ مِنْ قَمْحٍ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۱۰۴۳۹، فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، مَنْ قَالَ يَصُفُّ صَاعٌ بُرٌّ) عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ يَصُفُّ صَاعٌ مِنْ قَمْحٍ، وَمَنْ خَالَفَ الْقَمْحَ، مِنْ تَمْرٍ، أَوْ زَبِيبٍ، أَوْ أَقِطٍ، أَوْ شَعِيرٍ، أَوْ غَيْرِهِ، فَصَاعٌ تَامٌّ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۱۰۴۴۰، فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، مَنْ قَالَ يَصُفُّ صَاعٌ بُرٌّ) عَنِ الشَّعْبِيِّ؛ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَمَّنْ صَامَ مِنَ الْأَحْرَارِ، وَعَنِ الرَّقِيقِ مَنْ صَامَ مِنْهُمْ، وَمَنْ لَمْ يَصُمْ، يَصُفُّ صَاعٌ مِنْ بُرٍّ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ شَعِيرٍ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۱۰۴۴۱، فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، مَنْ قَالَ يَصُفُّ صَاعٌ بُرٌّ) عَنِ ابْنِ طَاوُوسٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: يَصُفُّ صَاعٌ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۱۰۴۴۵، فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، مَنْ قَالَ يَصُفُّ صَاعٌ بُرٌّ) عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: مَدَانٌ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ شَعِيرٍ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۱۰۴۴۷، فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، مَنْ قَالَ يَصُفُّ صَاعٌ بُرٌّ) عَنْ عَوْفٍ، قَالَ: سَمِعْتُ كِتَابَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عَبْدِ يَزِيدَ يَقْرَأُ بِالْبَصْرَةِ فِي صَدَقَةِ رَمَضَانَ: عَلَى كُلِّ صَغِيرٍ، أَوْ كَبِيرٍ، حُرٍّ، أَوْ عَبْدٍ، ذَكَرٍ، أَوْ أُنْثَى، يَصُفُّ صَاعٌ مِنْ بُرٍّ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۱۰۴۵۳، فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، مَنْ قَالَ يَصُفُّ صَاعٌ بُرٌّ)

۲۔ وقد ذهب الجمهور منهم أحمد والشافعي إلى أنها صاع من البر وغيره وذهب بعض الصحابة إلى أن الفطرة من البر نصف صاع وقد حكاه ابن المنذر عن علي وعثمان وأبي هريرة وجابر وابن عباس وابن الزبير وأمه أسماء بنت أبي بكر رضي الله تعالى عنهم بأسانيد صحيحة كما قال الحافظ وإليه ذهب زيد بن علي والإمام يحيى وأبو حنيفة حكى ذلك صاحب البحر وقد تمسكوا بحديث ابن عباس مرفوعاً (صدقة الفطر مدان من قمح) أخرجه الحاكم وأخرج نحوه الترمذی من حديث عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده مرفوعاً وفي الباب أحاديث تعضد ذلك (الدرر المضية شرح الدرر البهية للشوكاني، ج ۲ ص ۱۶۸، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

اور اس میں شک نہیں کہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے، تو وہ گندم کے ذریعہ سے بھی پورا ایک صاع ادا کرے، تو زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

چنانچہ حضرت اسود سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ إِذَا وَسَّعَ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ ، أَنْ يُتِمُّوا صَاعًا مِنْ قَمْحٍ عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ) ۱

ترجمہ: مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو وسعت عطا فرمائی ہو، تو وہ ہر انسان کی طرف سے گندم کا پورا ایک صاع ادا کریں (ترجمہ ختم)

تاہم گندم کے ذریعہ سے آدھا صاع ادا کرنے کی صورت میں بھی فقہ حنفی کے مطابق اس کا صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔

پھر یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ اگر کوئی مذکورہ چار چیزوں میں سے بعینہ کوئی چیز دینے کے بجائے اُن میں سے کسی چیز کی قیمت نکال کر نقد کی شکل میں روپیہ پیسہ دینا چاہے، تو یہ بھی جائز ہے۔

چنانچہ حضرت وکیع حضرت قرة سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

جَاءَنَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ نِصْفُ صَاعٍ عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ أَوْ قِيَمَتُهُ نِصْفُ دِرْهَمٍ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ) ۲

ترجمہ: ہمارے پاس حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی تحریر صدقہ فطر کے بارے میں پہنچی کہ ہر انسان کی طرف سے آدھا صاع (گندم) ہے یا اس کی قیمت ہے جو کہ آدھا درہم ہے (ترجمہ ختم)

اُس وقت آدھے صاع گندم کی قیمت آدھا درہم تھی، اس لیے اُس دور کے اعتبار سے آدھا درہم بتلائی گئی، ورنہ جس زمانے میں بھی کوئی قیمت اور نقد کی شکل میں ادا کرنا چاہتا ہے،

۱۔ حدیث نمبر ۱۰۴۵۸، کتاب الزکاة، باب من قال صدقة الفطر صاع من شعير او تمر او قمح.

۲۔ حدیث نمبر ۱۰۴۷۰، کتاب الزکاة، باب فی إعطاء الدرهم فی زکاة الفطر.

اُس وقت کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور حضرت ہشام، حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

لَا بَأْسَ أَنْ تُعْطِيَ الدَّرَاهِمَ فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: اس میں کوئی حرج نہیں کہ آپ صدقہ فطر میں دراہم (یعنی قیمت نقدی کی

شکل میں) ادا کریں (ترجمہ ختم)

اور ابواسامہ، حضرت زہیر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابواسحاق (تابعی) سے سنا جو یہ فرما رہے تھے کہ:

أَذْرَكْتُهُمْ وَهُمْ يُعْطُونَ فِي صَدَقَةِ رَمَضَانَ الدَّرَاهِمَ بِقِيَمَةِ الطَّعَامِ

(مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: میں نے انہیں یاد دلائے کہ وہ رمضان کا صدقہ

فطر دراہم سے (نقدی کی شکل میں) کھانے (یعنی کھجور، کشمش، جو وغیرہ) کی

قیمت کے حساب سے ادا فرمایا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ صدقہ فطر میں کھجور، کشمش، جو اور گندم کی مخصوص مقدار ادا کرنے کے بجائے ان کی مقدار کی قیمت نکال کر نقدی کی صورت میں رقم دینا بھی جائز ہے۔ اس قسم کی احادیث و روایات کی روشنی میں فقہائے احناف نے جو مسائل اخذ کئے ہیں، اب ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ:..... صدقہ فطر وزن کے اعتبار سے چار قسم کی چیزوں میں سے کسی ایک چیز سے ادا کرنا جائز ہے، اور وہ چار چیزیں یہ ہیں:

(۱)..... ایک صاع کشمش (۲)..... ایک صاع کھجور (یا چھوڑا)

(۳)..... ایک صاع جو (۴)..... آدھا صاع گندم (یا گیہوں)

۱۔ حدیث نمبر ۱۰۴۷۱، کتاب الزکاة، باب فی إعطاء الدرہم فی زکاة الفطر.

۲۔ حدیث نمبر ۱۰۴۷۲، کتاب الزکاة، باب فی إعطاء الدرہم فی زکاة الفطر.

جہاں تک بعض احادیث میں ایک صاع پیڑ کا ذکر ہے، تو بعض فقہاء ایک صاع پیڑ کے ذریعہ سے بھی صدقہ فطر ادا ہونے کے قائل ہیں۔

لیکن فقہائے احناف نے فرمایا کہ اکثر احادیث میں پیڑ کا ذکر نہیں ہے، اس لئے پیڑ سے ادائیگی قیمت کی صورت میں کرنی چاہئے، یعنی اگر کوئی پیڑ سے صدقہ فطر ادا کرنا چاہے، تو اسے ایک صاع کشمش یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، یا آدھے صاع گندم کی قیمت کے برابر ادا کرنا چاہئے، خواہ ان میں سے کسی چیز کی قیمت کے اعتبار سے پیڑ ایک صاع وزن کے برابر ہو، یا اس سے کم و بیش۔ ۱

اور رائج یہ ہے کہ کشمش کے ذریعہ سے بھی صدقہ فطر کی مقدار ایک صاع ہے (جیسا کہ کئی احادیث میں اس کا ذکر ہے) نہ کہ آدھا صاع، جیسا کہ بعض نے سمجھا ہے۔ ۲

۱۔ الوجه الثالث: فی قوله: (أو صاعاً من أقط) قال النووي: اختلفوا في الأقط، قيل: لا يجوز له لأنه لا يجب فيه العشر، وقال الماوردي: الخلاف فيه في أهل البادية أما أهل الحضر فلا يجزيهم قولاً واحداً. وقال شيخنا زين الدين، رحمه الله تعالى: وقد اختلف في قول الشافعي في الأقط، وقال الشيخ تقي الدين في (شرح العمدة): قد صح الحديث به. وهو يرد قول الشافعي، وقال النووي في (شرح مسلم): ويجزى الأقط على المذهب وعندنا: تجوز صدقة الفطر بالأقط، وفي (التحفة): في الأقط تعتبر القيمة. وقال مالك: تجب صدقة الفطر من تسعة أشياء، وهي: القمح والشعير والسلت والذرة والدخن والأرز والتمر والزبيب والأقط، وزاد ابن حبيب: العلس، فصارت عشرة. (عمدة القاري، ج ۹ ص ۱۵، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر صاعاً من طعام)

أو صاعاً من أقط وبه أخذ مالك - رحمه الله تعالى - وقال الأقط: كان قوتا لأهل البادية في ذلك الوقت كما أن الشعير والتمر كانا قوتا في أهل البلاد وأصحابنا قالوا: الحديث شاذ لم ينقل في الآثار المشهورة وبمثله لا يجوز إثبات التقدير فيما تعم به البلوى فيبقى الاعتبار بالقيمة فإن كانت قيمته قيمة نصف صاع من بر أو صاع من شعير جاز وإلا فلا والحاصل أن فيما هو منصوص لا تعتبر القيمة حتى لو أدى نصف صاع من تمر تبلغ قيمته قيمة نصف صاع من بر لا يجوز؛ لأن في اعتبار القيمة هنا إبطال التقدير المنصوص في المؤدى، وذلك لا يجوز فأما ما ليس بمنصوص عليه فإنه ملحق بالمنصوص باعتبار القيمة إذ ليس فيه إبطال التقدير المنصوص وسويق الحنطة كدقيقها؛ لأن التقدير منه نصف صاع لما بينا في الدقيق، والله تعالى أعلم بالصواب (المبسوط للسرخسي، ج ۳ ص ۱۱۳، كتاب الصوم، باب صدقة الفطر)

۲۔ اور کتب فقہ میں جو ایک روایت کشمش سے آدھا صاع کی ہے، وہ دلائل کے لحاظ سے کمزور ہے، اور کشمش سے ایک صاع ہونے کی روایت رائج اور مفتی یہ ہے، کیونکہ احادیث میں صراحتاً کشمش کے ایک صاع ہونے کا ذکر ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... مُد اور صاع عرب میں اُس زمانے میں ناپنے کے پیمانے تھے، ایک صاع چار مُد کا ہوتا تھا تو دو مُد آدھے صاع کے برابر ہوئے۔ ۱

اور صاع کے بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، کہ وہ کتنے وزن کا ہوتا ہے؟
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک صاع، آٹھ عراقی رطلوں کے برابر ہوتا ہے۔
جبکہ امام ابو یوسف اور دیگر فقہائے کرام علیہم الرحمہ کے نزدیک ایک صاع، پانچ رطلوں اور
تہائی رطل کا ہوتا ہے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإنما تجب صدقة الفطر من أربعة أشياء من الحنطة والشعير والتمر والزبيب كذا في خزانة المفتين
وشرح الطحاوی وهی نصف صاع من بر أو صاع من شعير أو تمر ودقيق الحنطة والشعير
وسويهما مثلهما (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۹۱، كتاب الزكاة وفيه ثمانية أبواب، الباب الثامن في
صدقة الفطر)

قال: (وهی نصف صاع من بر أو دقيقه، أو صاع من شعير أو دقيقه، أو تمر أو زبيب) أما البر
والشعير والتمر فلما روينا، وأما الدقيق فلأنه مثل الحب بل أجود، وكذا سويهما؛ وأما الزبيب
فقد روى في حديث أبي سعيد الخدري 'أو صاعاً من زبيب'. وعن أبي حنيفة في الزبيب نصف
صاع، لأنه لا يؤكل بعجمه فأشبه الحنطة (الاختیار لتعليل المختار، ج ۱ ص ۱۲۳، ۱۲۴، كتاب
الزكاة، باب صدقة الفطر)

وجعله الزبيب كالبر رواية الجامع الصغير وجعله كالتمر، وهو رواية عن أبي حنيفة وصححها أبو
اليسر ورجحها المحقق في فتح القدير من جهة الدليل (البحر الرائق، ج ۲ ص ۷۴، كتاب الزكاة،
باب صدقة الفطر)

(وَمِنْ زَبِيبٍ نِصْفُ صَاعٍ) وقال أبو يوسف ومحمد: صاع، وهو رواية عن أبي حنيفة وعليه الفتوى،
لأن الزبيب يقارب التمر من حيث المقصود وهو التفكه، ولما ورد في الصحيحين من حديث أبي
سعيد الخدري: 'أو صاعاً من زبيب' (شرح النقاية، فصل صدقة الفطر)

(قوله: أو زبيب) جعل الزبيب كالبر وهو رواية الجامع الصغير وروى الحسن عن أبي حنيفة أن
الزبيب كالشعير وصححها أبو اليسر قاله الكمال وقال في البرهان الزبيب كالتمر في رواية عن
الإمام وبه قالوا وعليه الفتوى ۱ هـ. (حاشية الشرنبلالی على درر الحکام شرح غرر الأحکام،
ج ۱ ص ۱۹۳، كتاب الزكاة، باب الفطرة)

۱ قلت: وأجمعوا على أن الصاع أربعة أمداد (شرح النقاية، فصل صدقة الفطر)

۲ البتہ بعض حضرات نے اس اختلاف کی بناء بغدادی اور مدنی رطلوں میں فرق ہونے کو قرار دیا ہے، اور اس کو لفظی
اختلاف بتلایا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ محمد رضوان۔

الحکم الثانی: أنه صلى الله عليه وسلم كان يتوضأ بالماء، وهو رطلان عند أبي حنيفة. وعند

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہمارے مروجہ وزن کے لحاظ سے آدھا صاع اکثر علماء کی تحقیق کے مطابق پونے دو سیر (یعنی ایک کلو چھ سو تینتیس گرام) اور بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق سوا دو سیر (یعنی دو کلو سو گرام)

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

الشافعی: رطل وثلث بالعراقی، وقد ذکرناه، وأما الصاع: فعند أبي يوسف خمسة أرتال وثلث رطل عراقية، وبه قال مالك والشافعي وأحمد. وقال أبو حنيفة ومحمد: الصاع ثمانية أرتال، وحجة أبي يوسف ما رواه الطحاوی عنه، قال: قدمت المدينة، وأخرج إلي من أثق به صاعا، وقال: هذا صاع النبي صلى الله عليه وسلم، فوجدته خمسة أرتال وثلث، وقال الطحاوی: وسمعت ابن عمران يقول: الذي أخرجه لأبي يوسف هو مالك. وقال عثمان بن سعيد الدارمي: سمعت علي بن المديني يقول: عبرت صاع النبي صلى الله عليه وسلم فوجدته خمسة أرتال وثلث رطل، واحتج أبو حنيفة ومحمد بحديث جابر وأنس، رضى الله عنهما، وقد ذكرناه في أول الباب (عمدة القاری، ج ۳ ص ۹۶، کتاب الوضوء، باب الوضوء بالمد)

مطلب فی تحریر الصاع والمد والرطل (قوله: وهو ثمانية أرتال) أي بالبغدادی، وهي صاع عراقی، وهو أربعة أمداد، كل مد رطلان، وبه أخذ أبو حنيفة. والصاع الحجازی خمسة أرتال وثلث، وبه أخذ الصحابان والأئمة الثلاثة، فالمد حينئذ رطل وثلث، والرطل مائة وثلاثون درهما وقيل مائة وثمانية وعشرون درهما وأربعة أسباع درهم وتماه في الحلية. قلت: الصاع العراقي نحو نصف مد دمشقی، فإذا توضأ واغتسل به فقد حصل السنة (رد المحتار، ج ۱ ص ۱۵۸، کتاب الطهارة، سنن الغسل، مطلب فی تحریر الصاع)

مطلب فی تحریر الصاع والمد والمن والرطل (قوله: وهو أي الصاع إلخ) اعلم أن الصاع أربعة أمداد والمد رطلان والرطل نصف من والمن بالدرهم مائتان وستون درهما وبالإستار أربعون والإستار بكسر الهمزة بالدرهم ستة ونصف بالمثاقيل قيل أربعة ونصف كذا في شرح درر البحار فالمد والمن سواء كل منهما ربع صاع مائة وثلاثون درهما، وفي الزيلعي والفتح: اختلف في الصاع فقال الطرفان ثمانية أرتال بالعراقي وقال الثاني خمسة أرتال وثلث، قيل لا خلاف؛ لأن الثاني قدره برطل المدينة؛ لأنه ثلاثون إستارا والعراقي عشرون وإذا قابلت ثمانية بالعراقي بخمسة وثلث بالمديني وجدتهما سواء وهذا هو الأشبه؛ لأن محمدا لم يذكر خلاف أبي يوسف ولو كان لذكره؛ لأنه أعرف بمذهبه اهـ وتماه في الفتح (رد المحتار، ج ۲ ص ۳۶۵، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

وقال أبو يوسف: خمسة أرتال وثلث، وبه قال الأئمة الثلاثة، ومنهم من رفع الخلاف بينهم فإن أبا يوسف لما حرره وجده خمسة وثلثا برطل أهل المدينة، وهو أكبر من رطل أهل بغداد؛ لأنه ثلاثون إستارا، والبغدادی عشرون وإذا قابلت ثمانية بالبغدادی بخمسة وثلث بالمديني وجدتها سواء. وهو الأشبه؛ لأن محمدا لم يذكر في المسألة خلاف أبي يوسف ولو كان لذكره على المعتاد، وهو أعرف بمذهبه، ورده في الشنايع بأن الصحيح أن الاختلاف بينهم ثابت بالحقيقة (البحر الرائق، ج ۲ ص ۷۷، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

﴿بقية حاشيا کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کے وزن کے برابر ہوتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثُمَّ الصَّاعُ ثَمَانِيَةُ أَرْطَالٍ عِراقِيَّةٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ . وَعَنْ أَحْمَدَ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ، وَهُوَ اخْتِيَارُ بَعْضِ الصَّحَابَةِ . وَقَدَّرَهُ أَبُو يُوسُفَ بِخَمْسَةِ وَثُلُثٍ، كَمَا قَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ، لَمَّا رَوَى الْبَيْهَقِيُّ عَنْ الْحَسَنِ بْنِ الْوَلِيدِ الْقُرَشِيِّ - وَهُوَ ثِقَةٌ - قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا أَبُو يُوسُفَ مِنَ الْحَجِّ فَقَالَ: إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَفْتَحَ عَلَيْكُمْ بَابًا مِنَ الْعِلْمِ أَهْمُنِي، فَفَحَصْتُ عَنْهُ، فَقَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَسَأَلْتُ عَنْ الصَّاعِ فَقَالُوا: صَاعُنَا هَذَا صَاعُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لَهُمْ: مَا حُجَّتُكُمْ فِي ذَلِكَ؟ فَقَالُوا: نَأْتِيكَ بِالْحِجَّةِ غَدًا، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَتَانِي نَحْوُ مِنْ خَمْسِينَ شَيْخًا مِنْ أَبْنَاءِ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ الصَّاعُ تَحْتَ رِذَائِهِ، كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ يُخْبِرُ عَنْ أَبِيهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ أَنَّ هَذَا صَاعُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَظَّرْتُ فَإِذَا هِيَ سَوَاءٌ، قَالَ: فَعَبَّرْتُهُ فَإِذَا هِيَ خَمْسَةُ أَرْطَالٍ وَثُلُثٌ بِنَقْصَانٍ سِيسِرٍ . قَالَ فَرَأَيْتُ أَمْرًا قَوِيًّا فَتَرَكْتُ قَوْلَ أَبِي حَنِيفَةَ فِي الصَّاعِ فَأَخَذْتُ يَقُولُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ، هَذَا هُوَ الْمَشْهُورُ عَنْهُ . وَرَوَى أَنَّ مَالِكًا نَاطَرَهُ، وَاجْتَنَبَ عَلَيْهِ بِالضَّيْعَانِ الَّتِي جَاءَ بِهَا أَوْلَئِكَ الرُّهْطُ، فَرَجَعَ أَبُو يُوسُفَ إِلَى قَوْلِهِ . وَأَخْرَجَ الطُّحَاوِيُّ عَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَأَخْرَجَ إِلَيَّ مِنْ أَثَقٍ بَصَاعًا وَقَالَ: هَذَا صَاعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُهُ خَمْسَةَ أَرْطَالٍ وَثُلُثَ رَطلٍ . قَالَ الطُّحَاوِيُّ: وَسَمِعْتُ عَنْ ابْنِ أَبِي عَمْرٍاءَ يَقُولُ: يَقَالُ: إِنَّ الَّذِي أَخْرَجَهُ إِلَى أَبِي يُوسُفَ هُوَ مَالِكٌ، وَسَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ يَذْكُرُ عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ: هُوَ تَحَرَّى عَبْدَ الْمَلِكِ لِصَّاعِ عُمَرَ .

وَأَبُو حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٌ مَا رَوَى النَّسَائِيُّ عَنْ مُوسَى الْجُهَنِيِّ قَالَ: أَتَى مُجَاهِدٌ بِقَدْحٍ خَزَرْتُهُ ثَمَانِيَةُ أَرْطَالٍ - أَيْ خَمْسَتُهُ وَقَدَّرْتُهُ - فَقَالَ: حَدَّثَنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ بِمِثْلِ هَذَا . وَمَا رَوَى أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِمَاءٍ يَكُونُ رَطْلِينَ، وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ، يَعْنِي مَعَ الْوَضُوءِ فِي ضَمْنِهِ . وَمَا رَوَى الدَّارَقُطْنِيُّ فِي سُنَنِ عَنْ أَنَسٍ وَعَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ بِرَطْلِينَ، وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ ثَمَانِيَةَ أَرْطَالٍ .

قُلْتُ: وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ الصَّاعَ أَرْبَعَةُ أُمْدَادٍ . وَمَا رَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ آدَمَ قَالَ: سَمِعْتُ حَسَنَ بْنَ صَالِحٍ يَقُولُ: صَاعُ عُمَرَ ثَمَانِيَةُ أَرْطَالٍ . قَالَ شَرِيكَ: أَكْثَرُ مِنْ سَبْعَةِ أَرْطَالٍ، وَأَقَلُّ مِنْ ثَمَانِيَةِ .

وَقِيلَ: أَبُو يُوسُفَ وَجَدَ الصَّاعَ خَمْسَةَ أَرْطَالٍ وَثُلُثًا بِرَطلٍ الْمَدِينَةِ، وَأَبُو حَنِيفَةَ يَقُولُ: الصَّاعُ ثَمَانِيَةُ أَرْطَالٍ بِالْبَغْدَادِ : وَهِيَ تَعْدِلُ خَمْسَةَ أَرْطَالٍ وَثُلُثًا بِالْمَدِينَةِ، لِأَنَّ الرَّطلَ الْمَدِينِي ثَلَاثُونَ إِسْتَارًا، وَالْبَغْدَادِيُّ عِشْرُونَ إِسْتَارًا، وَالْإِسْتَارُ - بِكَسْرِ الهمزة - سِتَّةُ دِرَاهِمٍ وَنِصْفٍ، (وَقِيلَ:) وَهُوَ الْأَشْبَهُ، لِأَنَّ مُحَمَّدًا لَمْ يَذْكُرْ فِي الْمَسْأَلَةِ خِلَافَ أَبِي يُوسُفَ، وَلَوْ كَانَ لَذَكَرَهُ عَلَى الْمَعْتَادِ، وَهُوَ أَغْرَفَ بِمَذْهَبِهِ .

وَخَاصِلُهُ أَنَّ النَّزَاعَ لَفْظِيٌّ، وَالْحَقُّ أَنَّهُ تَحْقِيقِيٌّ يَحْتَاجُ إِلَى أَمْرِ تَوْفِيقِيٍّ (شرح النقاية، فصل صدقة الفطر)

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ایک صاع اس مذکورہ وزن کا دو گنا ہے یعنی ساڑھے تین سیر (یعنی تین کلو اور دو سو چھیاسٹھ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عِمْرَانَ، قَالَ: أَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ، وَيَشْرُبُ بْنُ الزُّلَيْدِ جَمِيعًا، عَنْ أَبِي يُوسُفَ، قَالَ: " قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَأَخْرَجَ إِلَيَّ مَنْ أَتَى بِهِ صَاعًا، فَقَالَ: " هَذَا صَاعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَدَرْتُهُ، فَوَجَدْتُهُ خَمْسَةَ أَرْطَالٍ وَثَلَاثَ رَطَلٍ " وَسَمِعْتُ ابْنَ أَبِي عِمْرَانَ، يَقُولُ: يَقَالُ إِنَّ الَّذِي أَخْرَجَ هَذَا لِأَبِي يُوسُفَ، هُوَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ. وَسَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ يَذْكُرُ، أَنَّ مَالِكًا سِئِلَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: " هُوَ تَحْرِيُّ عَبْدِ الْمَلِكِ لِصَاعِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ " فَكَانَ مَالِكٌ لَمَّا بَثَّ عَنْدهُ أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ تَحْرَى ذَلِكَ مِنْ صَاعِ عُمَرَ، وَصَاعُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، صَاعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ قُدِّرَ صَاعُ عُمَرَ، عَلَى خِلَافِ ذَلِكَ (شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۳۱۶۱، باب وَزْنِ الصَّاعِ كَمْ هُوَ؟)

أقول: إن صاعنا ما تسعه الكفان ست مرات، نقل البيهقي بسند قوى فى السنن الكبرى: أن أبا يوسف جمع عن مد العراقيين حين وقع مناظرته مع مالك بن أنس فى المدينة، وأتى بخمسين رجلاً من ولد الصحابة بأمدادهم فقدرت وكانت رطلاً وثلاثة، وقال الأحناف: لم يذكر محمد خلاف أبى يوسف فى كتبه، أقول: إن هذا لا يصلح رداً على ما نقل البيهقي، ووزن صاع العراقيين على تقدير علماء الهند فيه أقوال: منها أنه مثنان وسبعون تولجة، وأحسن ما صنف فى صاعنا رسالة الشيخ المخدم هاشم بن عبد الغفور السندى رحمه الله، وقال فيها: إن فلس السلطان (عالمگیر) مساوٍ لمثقال شرعى:

~ صاع كوفى هست أى مرد فهيم ... ووصد وهفتاد وتوله مستقیم

~ باز ویناریکه دار واعتبار ... وزن آن آزماشه وأن نیم وهار

~ درهم شرعى آزين مسکین شنو ... کان رماشه هست یک سرخه دوجو

~ سرخ سه جو هست لیکن پاؤ کم ... مشت سرته ماشه أى صاحب کرم

ولقد أخطأ مولانا عبد الحى رحمه الله فى نصاب الفضة والذهب فإن حسابه غير مستقیم، واعتبر بأحمر الأبطاء وهى أربعة شعيرات، وقال القاضى ثناء الله البانى پتى: إن نصاب الفضة اثنان وخمسون تولجة، ونصاب الذهب سبعة تولجات ونصفها، والقاضى المرحوم من حدائقنا، قال الحجازيون: إن الصاع العراقى لا أصل له، وأقول: إنه ثابت، وذخيرة الأدلة محفوظة منها ما فى سنن أبى داود ص (۱۳): أن الإناء الذى كان يتوضأ النبى الكريم منه رطلان، لكن فيه شريك وهو مختلف فيه.

ومنها ما أخرج الطحاوى ص (۳۲۴) بسند صحيح: أن صاع عمر بن الخطاب ثمانية أرتال، وذكر فيه عن مالك أن عبد الملك تحرى صاع عمر فوجده خمسة أرتال وثلاثة وقال الطحاوى: إنه تحريه، وقد بلغنا تقديره الحق أنه ثمانية أرتال، والعجب من حافظ الدنيا أنه لم يخبر أنه كان صاع عمر ثمانية أرتال، إلا أنه ذكر أن الصاع العمرى أى صاع عمر بن عبد العزيز ثمانية أرتال فنسبه إلى عمر بن عبد العزيز لا عمر بن الخطاب، وأقول: إن صاعنا وصاع الحجازيين كان فى

﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

گرام) اور بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق ساڑھے چار سیر (یعنی چار کلو دو سو گرام) ۱۔ مسئلہ:..... صدقہ فطر کی ادائیگی سے متعلق جن چار اشیاء کا ذکر کیا گیا ہے (یعنی ایک صاع کشمش، یا ایک صاع کھجور و چھوڑا، یا ایک صاع جو، یا آدھا صاع گندم) اُن میں سے کسی بھی چیز کو بعینہ یا اُن میں سے کسی ایک چیز کی قیمت کو ادا کرنا درست ہے۔ اور ان میں سے کسی چیز کی قیمت نقد کی صورت میں ادا کرنا اس لحاظ سے بہتر ہے کہ اس سے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عہدہ علیہ الصلاۃ والسلام وثبت بروایۃ صحیحۃ دالۃ علی أن الصیعان والأمداد وكانت عیدۃ، وأخرجها صاحب الهدایۃ: یا رسول اللہ مدنا أكبر الأمداد وصاعنا أصغر الصیعان أخرجه الزیلعی عن صحیح ابن حبان، وظنی أن مراد حدیث الصحیحین: اللهم بارک لهم فی مدھم وصاعھم البرکۃ الحیۃ ویمكن البرکۃ المعنویۃ ایضاً، ومنها ما فی النسائی ص 46، وأخرجه فی معانی الآثار ص 324، وفی أحد أسانیده محمد بن شجاع الفلجی معطوفاً علیہ غیرہ، ویقال: إنه من المشبهین وقال العینی: إن هذا القول لیس بسدید۔ إن مجاہداً قال: أخرجت عائشۃ صاعہ فقدرتہ لم یکن أقل من ثمانیۃ أرطال وقال ابن التیمیۃ: إن الصاع فی مسأله الماء ثمانیۃ أرطال، وفی غیرھا خمسۃ أرطال وثلاثہ. ونقول: إن مقتضى الاحتیاط أن یؤخذ ثمانیۃ أرطال فی جمیع المسائل. (العرف الشدی للکشمیری، ج ۱ ص ۹۰، ۹۱، ابواب الطھارۃ، باب الوضوء بالمد)

۱۔ آدھے صاع کا وزن اکثر علمائے کرام کی تحقیق کے مطابق اسی تولہ یا سولہ چھٹا تک فی سیر کے اعتبار سے پونے دو سیر ہے، کلو سیر سے کچھ زیادہ کا ہوتا ہے (عمدۃ الفقہ حصہ سوم ص ۱۷۰) ایک چھٹا تک میں اٹھاون (58) گرام اور تین سو (300) ملی گرام ہوتے ہیں، اس حساب سے ایک سیر سے مراد نو سو تینتیس (933) گرام کا سیر ہے، اور کلو ہزار (1000) گرام کا ہوتا ہے۔ اور امداد المقتنین میں ہے:

علامہ شامی نے جو وزن صاع کا لکھا ہے، اس حساب سے وزن پورے صاع کا تقریباً ساڑھے تین سیر ہوتا ہے، اور نصف صاع پونے دو سیر (امداد المقتنین صفحہ ۴۵۲، کتاب الزکاة)

اور امداد الاحکام میں ہے:

نصف صاع کا وزن پونے دو سیر ہے (امداد الاحکام جلد ۲ صفحہ ۴۵)

اور بعض حضرات نے سوادو سیر کو ترجیح دی ہے (ملاحظہ ہو احسن الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۳۸۵، رسالہ ”بسط الباع تحقیق الصاع“) صدقہ فطر سال میں ایک مرتبہ دینا ہوتا ہے، لہذا اگر زیادہ وزن والوں کی تحقیق پر عمل کرتے ہوئے ادا کیا جائے تو کوئی مشکل کام نہیں، اس صورت میں مذکورہ تمام حضرات کی تحقیق کے مطابق بھی عمل ہو جائے گا۔ اور زیادہ ہونے کی صورت میں نفلی صدقہ بن جائے گا۔

غریب و مستحق کی ہر قسم کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔ ۱۔

مسئلہ:..... اگر کسی کو حیثیت ہے، تو اس کو گندم کے ذریعہ سے پورا ایک صاع، یا اس کی قیمت

۱۔ وبخلاف صدقة الفطر أنها تتأدى بالقيمة عندنا؛ لأن الواجب هناك معلول بمعنى الإغناء؛ قال النبي -عليه الصلاة والسلام- أغنوهم عن المسألة في مثل هذا اليوم والإغناء يحصل بأداء القيمة والله عز شأنه أعلم (بدائع الصنائع، ج ۵ ص ۶۷، كتاب التضحية، فصل في أنواع كيفية الوجوب) وهي نصف صاع من بر أو دقيقه أو صاع تمر أو زبيب أو شعير وهو ثمانية أرطال بالعراقي ويجوز دفع القيمة وهي أفضل عند وجدان ما يحتاجه لأنها أسرع لقضاء حاجة الفقير (مراقي الفلاح شرح نورالايضاح، ص ۲۷۳، باب صدقة الفطر)

(ودفع القيمة) أى الدراهم (أفضل من دفع العين على المذهب) المفتى به جوهرة وبحر عن الظهيرية وهذا في السعة، أما في الشدة فدفع العين أفضل كما لا يخفى (الدراهم المختار) (قوله: ودفع القيمة) أطلقها فشمّل قيمة الحنطة وغيرها خلافاً لمحمد. قال في التتارخانية عن المحيط: وإذا أراد أن يعطى قيمة الحنطة أو الشعير أو التمر يؤدى قيمة أى الثلاث شاء عندهما وقال محمد يؤدى قيمة الحنطة (قوله: أى الدراهم) اقتصر على الدراهم تبعاً للزيلعي لبيان أنها الأفضل عند إرادة دفع القيمة؛ لأن العلة في أفضلية القيمة كونها أعون على دفع حاجة الفقير لاحتمال أنه يحتاج غير الحنطة مثلاً من ثياب ونحوها بخلاف دفع العروض، وعلى هذا فالمراد بالدراهم ما يشمل الدنانير تأمل (قوله على المذهب المفتى به) مقابله ما في المضمورات من أن دفع الحنطة أفضل في الأحوال كلها، سواء كانت أيام شدة أم لا؛ لأن في هذا موافقة السنة وعليه الفتوى منح فقد اختلف الإفتاء ط (قوله: وهذا) أى كون دفع القيمة أفضل (قوله كما لا يخفى) يوهّم أنه بحث منه مع أنه عزاه في التتارخانية إلى محمد بن سلمة وقال في النهر وهو حسن (ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۶۶، ۳۶۷، باب صدقة الفطر)

(قال): فإن أعطى قيمة الحنطة جاز عندنا؛ لأن المعبر حصول الغنى وذلك يحصل بالقيمة كما يحصل بالحنطة، وعند الشافعي -رحمه الله تعالى- لا يجوز، وأصل الخلاف في الزكاة وكان أبو بكر الأعمش -رحمه الله تعالى- يقول: أداء الحنطة أفضل من أداء القيمة؛ لأنه أقرب إلى امتثال الأمر وأبعد عن اختلاف العلماء فكان الاحتياط فيه، وكان الفقيه أبو جعفر -رحمه الله تعالى- يقول: أداء القيمة أفضل؛ لأنه أقرب إلى منفعة الفقير فإنه يشتري به للحال ما يحتاج إليه، والتنصيص على الحنطة والشعير كان؛ لأن البياعات في ذلك الوقت بالمدينة يكون بها فاما في ديارنا البياعات تجري بالنقود، وهي أعز الأموال فالأداء منها أفضل (المبسوط للسرخسي، ج ۳ ص ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، باب صدقة الفطر)

يجوز عند الحنفية أن يعطى عن جميع ذلك القيمة دراهم أو دنانير أو فلوساً أو عروضاً أو ما شاء لأن الواجب في الحقيقة اغناء الفقير لقوله صلى الله عليه وسلم "أغنوهم عن المسئلة في مثل هذا اليوم" والاغناء يحصل بالقيمة بل اتم واوفر وايسر لانها اقرب الى دفع الحاجة فيبتين ان النص معلل بالاغناء (الفقه الاسلامي وادلته جلد ۳ صفحہ ۳۸۳، الباب الرابع الزكاة وانواعها، المبحث الثالث - جنس الواجب وصفته ومقداره)

دینے میں زیادہ ثواب ہے (جیسا کہ پہلے گزرا)

مسئلہ:..... احادیث کی رو سے ایک صاع کشمش، یا ایک صاع کھجور و چھوڑا، یا ایک صاع جو، یا آدھا صاع گندم یا ان میں سے کسی کی قیمت ادا کرنے سے صدقہ فطر ادا ہو جاتا ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ مالیت کے زیادہ ہونے سے ثواب میں اضافہ ہو جاتا ہے؛ کیونکہ زیادہ مالیت سے غریبوں اور فقیروں کا زیادہ فائدہ اور نفع ہوتا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مذکورہ چار چیزوں میں سے کسی خاص ایک چیز سے صدقہ فطر ادا کرنے کی پابندی نہیں لگائی، اور ایک سہولت یہ بھی دی گئی کہ اگر کوئی ان چیزوں کے بجائے ان میں سے کسی ایک چیز کی مالیت کی کوئی اور چیز دینا چاہے مثلاً چاول، مکئی، باجرہ، چنا، دال، پیپر، دودھ وغیرہ یا نقد رقم دینا چاہے تو اس کی بھی اجازت ہے۔

فرق اتنا ہے کہ اگر مذکورہ چار چیزوں میں سے کوئی چیز دینا چاہے تو اس میں خاص وزن کی پابندی ہے۔ لیکن ان چار چیزوں کے علاوہ کوئی اور چیز دینا چاہے یا نقد رقم دینا چاہے تو مذکورہ چار چیزوں میں سے کسی بھی ایک چیز کے مذکورہ وزن کی مالیت کو بنیاد بنایا جائے گا۔ ۱

چنانچہ اگر کوئی ایک صاع کشمش کے بجائے نقدی دینا چاہے، تو بازار میں جتنی رقم کی ایک صاع کشمش آتی ہے، اتنی رقم ادا کرے، اور اگر کھجور کے بجائے اس کی قیمت دینا چاہے تو بازار میں جتنی رقم کی ایک صاع کھجور آتی ہے، اتنی رقم ادا کر دے، اور اگر جو سے ادا کرنا چاہے، تو بازار میں جتنی رقم کا ایک صاع جو آتا ہے، اتنی رقم صدقہ کر دے۔

اور اگر گندم کے بجائے اس کی قیمت دینا چاہے تو جتنی رقم کی آدھا صاع گندم آتی ہے، اتنی رقم ادا کر دے۔

۱۔ وإن أراد الأداء من سائر الحبوب أعطى باعتبار القيمة وقد بينا جواز أداء القيمة عندنا، وهذا؛ لأنه ليس في سائر الحبوب نص على التقدير فالتقدير بالرأى لا يكون وكذا من الأقط يؤدى باعتبار القيمة عندنا (المبسوط للسرخسي، ج ۳ ص ۱۱۴، كتاب الصوم، باب صدقة الفطر)

واما الأقط فتعتبر فيه القيمة لا يجزئ الا باعتبار القيمة (بدائع الصنائع جلد ۲ ص ۷۲، ۷۳، فصل بيان جنس الواجب و قدره و صفة في صدقة الفطر)

آج کل کم علمی کی وجہ سے اولاً تو بہت سے لوگوں کو صدقہ فطر کے بارے میں یہ معلوم ہی نہیں کہ اس میں شریعت کی طرف سے کیا کیا چیزیں مقرر کی گئی ہیں، بس وہ رقم کو ہی اصل مقصود سمجھتے ہیں، حالانکہ مذکورہ تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ رقم یا نقدی تو مذکورہ اشیاء کا بدل ہے، اصل نہیں، اصل تو یہی مذکورہ اشیاء ہیں۔

دوسرے اگر کسی کو معلوم بھی ہوتا ہے تو صرف گندم کا علم ہوتا ہے، باقی تین اشیاء کا علم ہی نہیں ہوتا۔

جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیشہ اور ہر بڑے سے بڑا امیر و غریب شخص گندم ہی کے حساب سے صدقہ فطر ادا کرتا ہے۔

جبکہ زیادہ مالیت والی چیز یا اس کی قیمت سے صدقہ فطر کی ادائیگی زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

پس اگر صاحب حیثیت لوگ فی کس ایک صاع کشمش، یا ایک صاع کھجور، یا اس کی مالیت سے صدقہ فطر ادا کریں، تو زیادہ اجر و ثواب اور زیادہ فائدہ کا باعث ہے۔

اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ مذکورہ تمام اشیاء سامنے رکھ کر اپنی حسب حیثیت ہر شخص بڑھ چڑھ کر صدقہ فطر ادا کرنے کی کوشش کرے، تاکہ زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل ہو۔

اہل علم حضرات کو بھی چاہیے کہ وہ لوگوں کو صدقہ فطر کی مذکورہ پوری اور مکمل تفصیل بتلائیں اور زیادہ مالیت والی چیز کے اعتبار سے نقد رقم دینے کی زیادہ فضیلت بھی بتلائیں۔ ۱۔

۱۔ نصف صاع گندم سے ادائیگی مختلف فیہ ہے، دیگر فقہائے علامہ غیر حنفیہ یعنی جمہور گندم سے بھی مکمل صاع کے قائل ہیں۔ اور اختلاف سے بچنا افضل و احوط ہوتا ہے، اور آج کل عموماً گندم سے فطران کی مقدار بھی مالیت و مقدار کے لحاظ سے دوسری اجناس کی مالیت سے کم ہے اور دوسری اجناس کی مالیت ہمارے علاقے میں آج کل زیادہ ہے۔ ان وجوہات کے پیش نظر پورا صاع گندم یا اس کی قیمت سے ادا کرنا بلکہ آج کل دیگر اجناس (کشمش، کھجور) یا ان کی قیمت سے صدقہ فطر کی ادائیگی زیادہ فضیلت کا باعث ہوگی، بالخصوص صاحب حیثیت لوگوں کو۔

لان الحذر من الاختلاف اولیٰ وفي العبادات الاحتیاط اولیٰ والانفع للفقراء زیادہ فضل افسوس کہ: آج کل ہمارے علاقوں میں لوگوں کو گندم کے علاوہ دیگر اجناس یا ان کی مالیت سے صدقہ فطر کی ادائیگی کا نہ تو علم ہے اور نہ ہی اس پر عمل ہے، اور بہت سے علماء کا بھی یہی حال ہے۔

مسئلہ:..... اگر کوئی شخص احادیث میں بیان کردہ چیزوں کے علاوہ کسی اور چیز کے ذریعہ سے صدقہ فطر ادا کرنا چاہے، مثلاً چاول، کپڑے، یا کسی دوسری ضرورت کی چیز سے، تو یہ بھی جائز ہے، مگر اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اتنی مالیت و مقدار کی چیز سے ادا کیا جائے کہ اس کی مقدار احادیث میں بیان کردہ چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی مالیت کے برابر ہو جائے۔ ۱

مسئلہ:..... صدقہ فطر اگر گندم کے بجائے، اس کے آٹے سے ادا کیا جائے اور ادھار صاع آٹے کی قیمت آدھار صاع گندم کی قیمت سے زیادہ یا اس کے برابر ہو تو آدھار صاع آٹا ادا کرنے میں بھی حرج نہیں، لیکن اگر آدھار صاع آٹے کی قیمت، آدھے صاع گندم کی قیمت سے کم ہو، تو پھر آٹا اتنی مقدار میں ادا کرنا چاہیے کہ اس کی مالیت آدھے صاع گندم کے برابر ہو جائے (آج کل بعض بازاری آٹوں میں ملاوٹ کی وجہ سے اس کی قیمت گندم سے کم ہوتی ہے)

اسی طرح جو کا بھی معاملہ ہے کہ اگر کوئی جو کے آٹے سے صدقہ فطر ادا کرے، تو جو کا آٹا اتنی مقدار میں ہونا چاہیے کہ اس کی قیمت ایک صاع جو سے کم نہ ہو۔ ۲

۱ وما لم ينص عليه كذرة وخبز تعتبر فيه القيمة وصدق الفطر كالزكاة في المصارف (حاشية الطحطاوی علی المرقا، ص ۲۲۲، باب صدقة الفطر)
(قوله: وخبز) عدم جواز دفعه إلا باعتبار القيمة هو الصحيح لعدم ورود النص به فكان كالذرة وغيرها من الحبوب التي لم يرد بها نص وكالآقط بحر (ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۶۵، باب صدقة الفطر)

۲ (قوله: أو دقيقه أو سويقه) الأولى أن يراعى فيهما القدر والقيمة احتياطاً وإن نص على الدقيق في بعض الأخبار هداية؛ لأن في إسناده سليمان بن أرقم وهو متروك الحديث فوجب الاحتياط بأن يعطى نصف صاع دقيق بر أو صاع دقيق شعير يساويان نصف صاع بر وصاع شعير لا أقل من نصف يساوي نصف صاع دقيق بر أو أقل من صاع يساوي صاع شعير ولا نصف لا يساوي نصف صاع بر أو صاع لا يساوي صاع شعير فتح وقوله فوجب الاحتياط مخالف لتعبير الهداية والكافي بأولى إلا أن يحمل أحدهما على الآخر تأمل (ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۶۴، باب صدقة الفطر)
(قال): ودقيق الحنطة كالحنطة ودقيق الشعير كعنبه عندنا وعند الشافعي لا يجوز الأداء من الدقيق بناء على أصله أن في الصدقات يعتبر عين المنصوص عليه.

(ولنا) حديث أبي هريرة -رضي الله عنه- أن النبي -صلى الله عليه وسلم- قال: أدا قبل خروجكم زكاة فطر كم فإن على كل مسلم مدين من قمح أو دقيقه؛ ولأن المقصود سد خلة
﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... اگر کوئی شخص قیمت سے صدقہ فطر ادا کرنا چاہتا ہے تو جہاں وہ شخص رہتا ہے وہیں کے اعتبار سے قیمت کا لحاظ کیا جائے گا اور اگر صدقہ فطر ادا کرنے والا ایک جگہ ہے اور وہ کسی دوسری جگہ اپنا صدقہ فطر بھیج کر رقم کے ذریعہ سے ادا کرنا چاہتا ہے، تو بھی اپنی جگہ کی قیمت کا اعتبار کرنا چاہیے۔

تاہم اگر اپنی جگہ کی قیمت کم ہے، اور جہاں صدقہ فطر بھیج رہا ہے، وہاں کی قیمت زیادہ ہے، تو تو افضل یہ ہے کہ دوسری جگہ کی قیمت کا اعتبار (ویلیو) کے لحاظ سے ادا کیا جائے (لانہ انفع للمفقر) اگرچہ گنجائش اس کی بھی ہے کہ اپنے مقام کے اعتبار سے ادائیگی کرے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المحتاج وإغناؤه عن السؤال كما قال صاحب الشرع وحصول هذا بأداء الدقيق أظهر؛ لأنه أعجل لوصول منفعة إليه، وعلى هذا روى عن أبي يوسف -رحمه الله تعالى- قال: أداء الدقيق من أداء الحنطة وأداء الدرهم أفضل من أداء الدقيق؛ لأنه أعجل لمنفعته (المبسوط للسرخسي، ج ۳ ص ۱۱۳، باب صدقة الفطر)

۱ (قال): ويؤدى صدقة الفطر عن نفسه حيث هو، ويكره له أن يبعث بصدقته إلى موضع آخر لحديث معاذ بن جبل -رضي الله عنه- من نقل عشرة وصدقته عن مخلاف عشيرته إلى غير مخلاف عشيرته فعشره وصدقته في مخلاف عشيرته وأما عن رقيقه فإنما يؤدى صدقة الفطر حيث هو وإن كانوا في بلد آخر، وحكى ابن سماعه عن محمد رحمهما الله تعالى أنه رجع عن هذا القول فقال: يؤدى عنهم حيث هم، وجعله قياس زكاة المال، ولا خلاف أن المعتبر هناك موضع المال لا موضع صاحبه فهنا كذلك، ووجه ظاهر الرواية أن الوجوب على المولى في ذمته، ورأس المماليك في حقه كرواسه فكما أن في أداء الصدقة عن نفسه يعتبر موضعه فكذلك عن ممالكه بخلاف الزكاة فإن الواجب جزء من المال حتى يسقط بهلاك المال، وهنا لا يسقط بهلاك المماليك بعد الوجوب على المولى (المبسوط للسرخسي، ج ۳ ص ۱۰۶، باب صدقة الفطر) والمعتبر في الزكاة فقراء مكان المال، وفي الوصية مكان الموصى، وفي الفطرة مكان المؤدى عند محمد، وهو الأصح، وأن رء وسهم تبع لرأسه (الدر المختار)

(قوله: مكان المؤدى) أى لا مكان الرأس الذى يؤدى عنه (قوله: وهو الأصح) بل صرح فى النهاية والعناية بأنه ظاهر الرواية كما فى الشرنبلالية وهو المذهب كما فى البحر فكان أولى مما فى الفتح من تصحيح قولهما باعتبار مكان المؤدى عنه. قال الرحمتى: وقال فى المنح فى آخر باب صدقة الفطر: الأفضل أن يؤدى عن عبيده وأولاده وحشمه حيث هم عند أبى يوسف وعليه الفتوى وعند محمد حيث هو اه تأمل. قلت: لكن فى التتارخانية يؤدى عنهم حيث هو وعليه الفتوى وهو قول

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... اگر کوئی شخص ایسے مقام پر رہتا ہے، یا عید کے دن ایسے مقام پر ہے، کہ وہاں کھجور، کشمش، جو اور گندم کسی چیز کا وجود یا استعمال نہیں ہے، جس کی وجہ سے وہاں بعینہ صدقہ فطر میں ان چیزوں کو دینا یا ان کی قیمت و مالیت کا حساب لگانا مشکل ہے، تو اپنے قریب تر علاقہ میں (جہاں یہ چیزیں موجود و استعمال میں ہیں) کے حساب سے ادا کرے۔ ۱

مسئلہ:..... مذکورہ چار اشیاء میں سے جس چیز کے ساتھ کوئی صدقہ فطر ادا کرنا چاہتا ہے اور وہ چیز اعلیٰ و ادنیٰ کے لحاظ سے مختلف نوعیت کی مالیت کی ہو تو درمیانے درجے کی چیز یا اس کی قیمت کے اعتبار سے صدقہ فطر ادا کرنا چاہیے، اور اعلیٰ نوعیت کی چیز یا اس کی قیمت سے ادا کرنا افضل ہے، تاکہ اللہ کے راستہ میں اعلیٰ سے اعلیٰ مال جائے۔

اور ادنیٰ و گھٹیا نوعیت یا اس کی قیمت کے اعتبار سے ادا کرنا ناجائز یا کم از کم خلاف

﴿گزشتہ صفحہ کا نتیجہ حاشیہ﴾

محمد و مظلہ قول ابی حنیفہ (رد المحتار، ج ۲ ص ۳۵۶، کتاب الزکاة، باب مصرف الزکاة والعشر)

و اما مکان الأداء وهو الموضع الذى يستحب فيه إخراج الفطرة روى عن محمد أنه يؤدى زكاة المال حيث المال ويؤدى صدقة الفطر عن نفسه وعبده حيث هو وهو قول أبى يوسف الأول ثم رجع وقال يؤدى صدقة الفطر عن نفسه حيث هو وعن عبده حيث هم حكى الحاكم رجوعه وذكر القاضى فى شرحه مختصر الطحاوى قول أبى حنيفة مع قول أبى يوسف وأما زكاة المال فحيث المال فى الروايات كلها ويكره إخراجها إلى أهل غير ذلك الموضع إلا رواية عن أبى حنيفة أنه لا بأس أن يخرجها إلى قرابته من أهل الحاجة وبيعنها إليهم.

وجه قول أبى يوسف أن صدقة الفطر أحد نوعى الزكاة ثم زكاة المال تؤدى حيث المال فكذلك زكاة الرأس ووجه الفرق لمحمد واضح وهو أن صدقة الفطر تتعلق بذمة المؤدى لا بماله بدليل أنه لو هلك ماله لا تسقط الصدقة.

و أما زكاة المال فإنها تتعلق بالمال . ألا ترى أنه لو هلك النصاب تسقط ؟ فإذا تعلق الصدقة بذمة المؤدى اعتبر مكان المؤدى ولما تعلق الزكاة بالمال اعتبر مكان المال .

وروى عن أبى يوسف فى الصدقة أنه يؤدى عن العبد الحى حيث هو وعن الميت حيث المولى ؛ لأن الوجوب فى العبد الحى عنه فيعتبر مكانه وفى الميت لا فيعتبر مكان المولى (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۷۵، فصل مكان أداء صدقة الفطر)

۱۔ ولو فى مفازة ففى أقرب الأمصار إليه فتح (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم)

احتیاط ہے۔ ۱۔

صدقہ فطر کی قیمت کو متعین کر کے اس لیے نہیں بتایا جاسکتا کہ وہ زمانے اور مقام اور اشیاء کی مالیت کے لحاظ سے کم، زیادہ ہو سکتی ہے؛ اس لیے جس چیز کی مالیت کے اعتبار سے ادا کیا جائے، اس وقت اُس کی قیمت دیکھ لینی چاہئے۔

۱۔ (من أوسط ما تطعمون أهليكم) (المائدة: ۸۹) وذلك أكلتان مشبعتان غداء وعشاء كذا هذا، ولأن الله -جل شأنه- ذكر الأوسط والأوسط ما له حاشيتان متساويتان، وأقل عدد له حاشيتان متساويتان ثلاثة، وذلك يحتمل أنواعا ثلاثة:

أحدها الوسط في صفات المأكول من الجودة والرداءة.

والثاني الوسط من حيث المقدار من السرف والقتل.

والثالث الوسط من حيث أحوال الأكل من مرة ومرتين وثلاث مرات في يوم واحد، ولم يثبت بدليل عقلي ولا بسمعي تعيين بعض هذه الأنواع فيحمل على الوسط من الكل احتياطا ليخرج عن عهدة الفرض بيقين وهو أكلتان في يوم بين الجيد والردىء، والسرف والقتل (بدائع الصنائع، ج ۵ ص ۱۰۲، كتاب الكفارات)

ويؤدى نصف صاع تمر، أو شعير، ومد حنطة لا يجوز، وجوزه في الكفارة، ولو أدى نصف صاع تمر تساوى نصف صاع حنطة لا يجوز؛ لأن كل واحد منهما منصوص عليه، والمقصود من الكل واحد، ولو أدى الحنطة رديئة جاز، وإن كان عفناً، أو به عيب أدى لنقصان، وقد اعتبر الحسن في رواية قيمة الوسط في الجواز، وأما إذا كان قيمته دون قيمة الوسط لا يجوز.

فقد ذكر في كتاب الزكاة لو أخرج قيمة نصف صاع حنطة لم يجز إلا إن أخرج قدر نصف صاع وسط، فإن كان ما أخرج لا يساوى نصف الصاع حنطة وسط، ولكن يساوى قيمة صاع من شعير وسط، أو صاع تمر وسط، ففي هذه الصورة نوع اضطراب ذكر في بعض نسخ الحسن أنه يجوز، وذكر في بعض نسخه أنه لا يجوز، قال البلخي في كتابه في حياته: والصحيح عندي جوازه.

وفي المنتقى: إذا أعطى قيمة نصف صاع رديئة لم يجزه، وعليه أن يعطى قيمة نصف صاع حنطة وسط، وإن أعطى قيمة صاع دقيق أو سويق جيد، وذلك لا يساوى نصف صاع حنطة وسط لا يجزئه، وكان عليه تمام قيمة نصف صاع حنطة وسط، والصاع الذى تقدر الحنطة بنصفه والشعير والتمر بـكله (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج ۲ ص ۴۱۰، كتاب الصوم، الفصل الثالث عشر في صدقة الفطر)

(عفن) الشيء عفاً وعفونة فسد وتغيرت صفاته فهو عفن وعفين (المعجم الوسيط، باب العين)
(و يأخذ المصدق وسط المال) لقوله عليه الصلاة والسلام: 'خذ من حواشي أموالهم أى الوسط، ولأن أخذ الجيد إضرار برب المال، وأخذ الردىء إضرار بالفقراء (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱ ص ۱۰۳، كتاب الزكاة)

صدقہ فطر واجب ہونے کا نصاب

جیسا کہ پہلے گزرا کہ صدقہ فطر کا حکم عائد ہونے کے لیے بعض فقہاء کے نزدیک تو مال کا نصاب مقرر نہیں، بلکہ ہر شخص کو عید کے دن اپنے اور اپنے ذمہ واجب شدہ نان نفقہ سے زائد مال ہونے کی صورت میں ادا کرنے کا حکم ہے، اس لئے ان کے نزدیک مذکورہ تفصیل کے علاوہ نصاب کے بارے میں تفصیلات نہیں۔

لیکن جن حضرات کے نزدیک صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے نصاب مقرر ہے ”جیسا کہ احناف کے یہاں“

ان حضرات کا فرمانا ہے کہ احادیث میں عمومی صدقہ کا حکم غنی اور مالدار لوگوں پر عائد کیا گیا ہے، اور ساڑھے سات تولہ سونایا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنی مالیت کے برابر مال والے کو غنی اور زکاۃ و صدقہ کے واجب ہونے کا نصاب قرار دیا گیا ہے۔ ۱

۱۔ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ أَخْبَرَهُ، عَنْ أَبِيهِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ فِيمَا ذُونَ خُمْسٍ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ (بخاری، حدیث نمبر ۱۴۰۵)

أَنَا أَبُو نَعِيمٍ النَّخَعِيُّ، أَنَا الْعَزْرَمِيُّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ فِيمَا ذُونَ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ شَيْءٌ، وَلَا فِيمَا ذُونَ عَشْرِينَ مِثْقَالًا ذَهَبًا شَيْءٌ، وَفِي الْإِمَائَتَيْنِ خُمْسَةَ دَرَاهِمَ، وَفِي عَشْرِينَ مِثْقَالًا ذَهَبًا يَصِفُ مِثْقَالُ (الاموال لابن زنجويه، حدیث نمبر ۱۸۰۴)

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ مَرْبُوعَةٍ أَنَّهُ قَالَتْ لَهَا أُمُّهُ: أَلَا تَنْطَلِقُ فَنَسْأَلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يَسْأَلُهُ النَّاسُ، فَأَنْطَلَقْتُ أَسْأَلُهُ، فَوَجَدْتُهُ قَائِمًا يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُولُ: "مَنْ اسْتَعْفَى أَعْفَى اللَّهُ، وَمَنْ اسْتَعْنَى أَغْنَاهُ اللَّهُ، وَمَنْ سَأَلَ النَّاسَ وَلَهُ عِدْلٌ خُمْسٍ أَوَاقٍ فَقَدْ سَأَلَ الْخَافَا". فَقُلْتُ بَنِي وَبَنِي نَفْسِي لِنَاقَةِ لَه: هِيَ خَيْرٌ مِنْ خُمْسٍ أَوَاقٍ، وَلِعَلَّامِهِ نَاقَةُ أُخْرَى هِيَ خَيْرٌ مِنْ خُمْسٍ أَوَاقٍ، فَرَجَعْتُ، وَلَمْ أَسْأَلْهُ (مسند احمد، حدیث نمبر ۱۷۲۳۷)

فی حاشیہ مسند احمد: اسنادہ صحیح علی شرط مسلم.

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ سَيَّانٍ، قَالَ: ثَنَا أَبُو بَكْرِ الْحَنْفِيُّ، قَالَ: ثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ رَجُلٍ مِنْ مَرْبُوعَةٍ أَنَّهُ أَتَى أُمُّهُ فَقَالَتْ: يَا بَنِي لَوْ ذَهَبْتَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتَهُ، قَالَ: فَجِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ يَخْطُبُ النَّاسَ، وَهُوَ يَقُولُ: "مَنْ اسْتَعْنَى أَغْنَاهُ اللَّهُ، وَمَنْ اسْتَعْفَى، أَعْفَى اللَّهُ، وَمَنْ سَأَلَ النَّاسَ وَلَهُ عِدْلٌ خُمْسٍ أَوَاقٍ، سَأَلَ الْخَافَا" (شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۷۳۶۳)

ان حضرات کے نزدیک نصاب کے بارے میں تفصیل ہے۔

اس لئے ان حضرات کے نزدیک نصاب سے متعلق مسائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ:..... صدقہ فطر واجب ہونے کا نصاب وہی ہے، جو نصاب قربانی واجب ہونے کا ہے، پس جو مسلمان اتنا مال دار ہو کہ اس پر زکوٰۃ فرض ہو یا زکوٰۃ فرض نہ ہو لیکن اس کی ملکیت میں ضروری سامان سے زائد کم از کم اتنا مال و سامان ہو جس کی مجموعی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو، ایسے شخص پر اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

مسئلہ:..... صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے ان پانچ قسم کی چیزوں کا اعتبار کیا جاتا ہے:

(۱)..... سونا (۲)..... چاندی (۳)..... روپیہ پیسہ (۴)..... تجارت کا مال

(۵)..... ضرورت سے زیادہ سامان۔

مسئلہ:..... درج ذیل چھ قسم کے افراد صدقہ فطر کے نصاب کے مالک کہلاتے ہیں۔

(۱)..... جس کی ملکیت میں کم از کم ساڑھے سات تولہ یا اس سے زیادہ

صرف سونا ہو (خواہ ڈلی کی شکل میں ہو، یا زیور کی شکل میں)

(۲)..... جس کی ملکیت میں کم از کم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ صرف

چاندی ہو (خواہ ڈلی کی شکل میں ہو، یا زیور کی شکل میں) ۱۔

(۳)..... جس کی ملکیت میں کم از کم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی

کی مالیت کے برابر صرف روپیہ پیسہ ہو (خواہ کسی بھی ملک کی کرنسی کی شکل میں ہو)

(۴)..... جس کی ملکیت میں کم از کم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی

۱۔ یاد رہے کہ سونا یا چاندی جبکہ مفرد ہوں، تو ان میں تقویم و مالیت کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ اس کے وزن کا اعتبار ہوتا ہے، کیونکہ شریعت کی طرف سے انفرادی طور پر ان دونوں کے مستقل نصاب وزن کے ساتھ منصوص ہیں، جن کی تقدیر میں عقل و قیاس کو دخل نہیں، اور جس طرح وجوب زکاۃ کے باب میں بحالت افراد وزن کا اعتبار ہے، اسی طرح صدقہ فطر واجب ہونے میں بھی بحالت افراد وزن کا اعتبار کیا جائے گا۔

کی مالیت کے برابر صرف تجارت کا مال ہو۔

(۵)..... جس کی ملکیت میں کم از کم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی

کی مالیت کے برابر صرف ضرورت سے زیادہ کسی بھی قسم کی کوئی چیز ہو۔

(۶)..... جس کی ملکیت میں اوپر ذکر کی ہوئی تھوڑی تھوڑی پانچوں چیزیں یا ان

پانچ میں سے دو یا زیادہ چیزیں اتنی مالیت کی ہوں کہ ان سب کو جمع کیا جائے تو

ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی کی مالیت بن جائے۔

خلاصہ یہ کہ جس شخص کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی

یا نقدی یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زیادہ سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں یا

ان میں سے بعض چیزوں کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو ایسا شخص

صدقۃ فطر کے نصاب کا مالک کہلاتا ہے۔ ۱

۱ (قوله ولا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصاباً من أي مال كان) سواء كان النصاب نامياً أو غير نام حتى لو كان له بيت لا يسكنه يساوي مائتي درهم لا يجوز صرف الزكاة إليه وهذا النصاب المعتبر في وجوب الفطرة والأضحية قال في المرغيناني إذا كان له خمس من الإبل قيمتها أقل من مائتي درهم يحل له الزكاة وتجب عليه ولهذا يظهر أن المعتبر نصاب النقد من أي مال كان بلغ نصاباً من جنسه أو لم يبلغ وقوله إلى من يملك نصاباً بشرط أن يكون النصاب فاضلاً عن حوائجه الأصلية (الجوهرة النيرة، ج ۱ ص ۱۳۱، كتاب الزكاة، باب مصارف الزكاة)

(ولا يجوز دفع الزكاة إلى من ملك نصاباً من أي مال كان) ش: یعنی سواء كان من النقدين أو من العروض أو من السوائم م: (لأن الغنى الشرعى مقدر به) ش: أى بالنصاب م: (والشرط أن يكون فاضلاً عن الحاجة الأصلية) ش: أى شرط عدم جواز دفع الزكاة إليه أن يكون النصاب فاضلاً عن الحاجة الأصلية، لأنه إذا كان غير فاضل عن حاجته الأصلية يجوز الدفع إليه، والحاجة الأصلية في حق الدراهم والدنانير أن يكون الدين مشغولاً بها، وفي غيرها احتياجه إليه في الاستعمال وأحوال المعاش..... م: (وإنما النماء شرط الوجوب) ش: یعنی الشرط في عدم جواز الدفع ملك النصاب الفاضل عن الحاجة الأصلية نامياً كان أو غير نام، والنماء شرط وجوب الزكاة، لا كلام فيه، فلا يشترط لحرمان الصدقة، لأن الحرمان بالغناء وهو يحصل بالنامي وغير النامي، ولهذا تجب عليه صدقة الفطر والأضحية م: (ويجوز دفعها) ش: أى دفع الزكاة، م: (إلى من يملك أقل من ذلك) ش: أى من النصاب (البنایة شرح الهدایة، ج ۳ ص ۴۷۶، ۴۷۷، کتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... صدقہ فطر کے نصاب کی مالیت معلوم کرنے کے لئے عید کے موقع پر ساڑھے سات تولہ سونے اور ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت صرافوں سے معلوم کی جاسکتی ہے، چونکہ سونے چاندی کی قیمت بدلتی رہتی ہے، اس لئے کسی ایک دن کی قیمت لکھ دینے سے غلط فہمی ہوگی۔

مسئلہ:..... صدقہ فطر کے نصاب کا اعتبار، جس کی وجہ سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے، عید کے دن طلوع فجر (یعنی صبح صادق) کے وقت ہے۔

یعنی جو شخص عید الفطر کے دن طلوع فجر کے وقت اس نصاب کا مالک ہے، اس پر صدقہ فطر واجب ہے، اور اگر اس وقت صاحب نصاب نہیں، اگرچہ اس سے پہلے صاحب نصاب تھا، یا اس وقت کے بعد صاحب نصاب بنا، تو صدقہ فطر واجب نہیں۔

اسی سے یہ بات معلوم ہوگی کہ صدقہ فطر کے نصاب کے لئے مال پر سال گزرنا ضروری نہیں بلکہ عید کے دن صبح صادق کے وقت ملکیت میں اتنا مال ہونا کافی ہے جس پر صدقہ فطر لازم ہوتا ہے، لہذا اگر کسی کے پاس عید کی رات میں صبح صادق ہونے سے پہلے اتنا مال آ گیا تو اس پر صدقہ فطر لازم ہوگا، خواہ عید کا دن گزر کر وہ مال ملکیت میں نہ رہے۔ ۱

مسئلہ:..... جو چیزیں نہ تو سونے کی شکل میں ہوں، اور نہ چاندی کی شکل میں ہوں، نہ روپیہ

﴿گزشتہ صفحہ کا نتیجہ حاشیہ﴾

وأما الغنى الذى يحرم به أخذ الصدقة وقبولها فهو الذى تجب به صدقة الفطر والأضحية وهو أن يملك من الأموال التى لا تجب فيها الزكاة ما يفضل عن حاجته وتبلغ قيمة الفاضل مائتى درهم من الثياب والفرش والدور والحوانيت والدواب والخدم زيادة على ما يحتاج إليه كل ذلك للابتدال والاستعمال لا للتجارة والإسامة، فإذا فضل من ذلك ما يبلغ قيمته مائتى درهم وجب عليه صدقة الفطر والأضحية وحرم عليه أخذ الصدقة (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۴۸، فصل شرائط ركن الزكاة)

۱۔ (فصل) وأما وقت وجوب صدقة الفطر فقد اختلف فيه، قال أصحابنا: هو وقت طلوع الفجر الحائى من يوم الفطر، وقال الشافعى: هو وقت غروب الشمس من آخر يوم من رمضان حتى لو ملك عبداً، أو ولد له ولد، أو كان كافراً فأسلم، أو كان فقيراً فاستغنى إن كان ذلك قبل طلوع الشمس تجب عليه الفطرة، وإن كان بعده لا تجب عليه وكذا من مات قبل طلوع الفجر لم تجب فطرته وإن مات بعده وجبت، وعند الشافعى إن كان ذلك قبل غروب الشمس تجب عليه وإن كان بعده لا تجب وكذا إن مات قبله لم تجب وإن مات بعده وجبت (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۷۲، فصل الزكاة الواجبة، فصل وقت وجوب صدقة الفطر)

پیسہ کی شکل میں ہوں، اور نہ ہی تجارت کے مال کی شکل میں ہوں، بلکہ ان چاروں چیزوں کے علاوہ ہوں، ان میں اعتبار حاجتِ اصلیہ یعنی بنیادی ضرورت میں استعمال و مشغول ہونے؛ نہ ہونے کا ہوگا۔

پس جو چیزیں کسی شخص کی حاجتِ اصلیہ اور بنیادی ضروریات میں استعمال و مشغول ہوں گی؛ ان کی مالیت کا حساب نہیں لگایا جائے گا، اور جو چیزیں حاجتِ اصلیہ سے زائد ہوں گی؛ ان کی مالیت کا حساب لگایا جائے گا۔ ۱

مسئلہ:..... اگر نصاب کے برابر سونا؛ چاندی (خواہ زیور کی شکل میں ہو) اور اسی طرح کرنسی موجود تو ہے، مگر وہ آئندہ گھریلو یا کاروباری ضرورت کے استعمال میں خرچ کرنے (مثلاً گھر یا دوکان کا سودا سلف، یا مکان دوکان خریدنے، یا شادی بیاہ میں خرچ کرنے) کے لیے رکھی ہوئی ہے، تو بھی صدقہ فطر واجب ہے؛ کیونکہ صرف آئندہ ضرورت میں خرچ کرنے کی نیت

۱۔ ثم قدر الحاجة ما ذكره الكرخي في مختصره فقال لا بأس بأن يعطى من الزكاة من له مسكن وما يأتئث به في منزله وخادم وفرس وسلاح وثياب البدن وكتب العلم إن كان من أهله فإن كان له فضل عن ذلك ما يبلغ قيمته مائتي درهم حرم عليه أخذ الصدقة لما روى عن الحسن البصري أنه قال كانوا يعطون الزكاة لمن يملك عشرة آلاف درهم من الفرس والسلاح والخدم والدار. وقوله: كانوا، كناية عن أصحاب رسول الله - صلى الله عليه وسلم - وهذا؛ لأن هذه الأشياء من الحوائج اللازمة للنبي لا بد للإنسان منها فكان وجودها وعدمها سواء (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۲۸، فصل شرائط ركن الزكاة)

فقہائے کرام نے حاجتِ اصلیہ کی جو قید لاکر اس کے ساتھ مختلف مثالیں ذکر فرمائی ہیں ان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت و حاجت کی بنیاد مباح الاستعمال ہونے کے ساتھ ساتھ مشقت پر ہے اور مشقت ایک اضافی چیز ہے۔ اس لئے ضرورت و حاجت کی تعین میں علاقہ، مقام، احوال زمانہ، لوگوں کی قوت برداشت وغیرہ کے لحاظ سے فرق واقع ہو سکتا ہے کسی دور میں وقت دیکھنے کے لئے موجودہ گھڑی ضرورت میں داخل نہیں تھی، ایک زمانے میں روشنی کے لئے معمولی چراغ کافی تھے مگر آج کے دور میں عموماً گھڑی، بلب اور بجلی ضرورت میں داخل ہو چکی ہے، کسی دور میں ہاتھ کے پچھے گرمی میں ہوا حاصل کرنے کے لئے کافی سمجھے جاتے تھے مگر آج ان کے بجائے بجلی کے پچھے ضرورت و حاجت میں داخل ہیں (اذا كان يستعمل) لہذا حوائجِ اصلیہ کا تعین ہر زمانہ، علاقہ اور افراد کے حالات کی روشنی میں ہوگا، لیکن چونکہ یہ ایک اجتہادی کام ہے اور حیثیات و حالات سے حکم مختلف ہو جاتا ہے اس لئے ہر شخص کی انفرادی حالت کو بھی مد نظر رکھنا ہوگا (۱) ہم فقہی فیصلے بتعیر و اضافہ)

کر لینے سے سونا چاندی اور کرنسی، ضرورت و حاجت میں مشغول نہیں کہلاتیں۔

البتہ اپنے ذمہ جو کسی کا قرض و دین ہو، اتنی مقدار کا انسان خود مالک نہیں، اس لئے اس کو نصاب میں شامل نہیں کیا جائے گا، جس کا آگے ذکر آتا ہے۔

تاہم اگر کسی شخص نے عید کے دن صبح صادق سے پہلے اس مال کو اپنی ضروریات میں استعمال و خرچ کر لیا مثلاً گھر کا سودا سلف خرید لیا اور اب پیچھے مال صدقہ فطر کے نصاب کے برابر نہیں بچا، یا ادھر ضروریات کی چیزیں خرید لیں اور اس کے ذمہ اتنا قرض لازم ہو گیا کہ اگر اس کو ادا کیا جائے تو مال نصاب کے برابر نہیں بچتا، تو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں (لأنه مشغول فی الدین) ۱۔

۱۔ ثم الفضة مال الزكاة كيفما كانت مضروبة أو غير مضروبة أو تبرأ أو حليا يحل استعمالها أو لا أمسكها للنفقة أو لا نوى التجارة أو لم ينو وكذلك حلية السيف واللباس والسر والكوكب التي في المصاحف إذا كانت تخلص عند الإذابة (تحفة الفقهاء، ج ۱ ص ۲۶۳، كتاب الزكاة) الان الاعداد للتجارة في الائتمان المطلقة من الذهب والفضة ثابت بأصل الخلقة لانها لا تصلح لارتفاع باعائها في دفع الحوائج الأصلية فلا حاجة الى الاعداد من العبد للتجارة بالنية اذ النية للتعين وهي متعينة للتجارة بأصل الخلقة فلا حاجة الى التعيين بالنية فتجب الزكاة فيها نوى التجارة أو لم ينو أصلا أو نوى النفقة وأما فيما سوى الائتمان من العروض فانما يكون الاعداد فيها للتجارة بالنية لانها كمتصلح للتجارة تصلح للارتفاع باعائها بل المقصود الأصلي منها ذلك فلا بد من التعيين للتجارة وذلك بالنية (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۱، فصل الشرائط التي ترجع الى المال) (وحليهما) سواء كان للنساء أو لا أو قدر الحاجة أو فوقها أو أمسكها للتجارة أو للنفقة أو للتجمل أو لم ينو شيئا. وقال مالك: المباح الاستعمال لا زكاة فيه وهو أظهر القولين عن الشافعي؛ لأنه مبتذل ومباح فشابه ثياب البذلة ولنا أن السبب كونهما مال نام والنماء موجود وهو الإعداد للتجارة خلقة، والدليل هو المعتبر بخلاف الثياب وحلى المرأة معروف جمعه حلى بالضم والكسر ولا يدخل الجواهر واللؤلؤ وبخلافه في بحث الإيمان (وآنيتهما) جمع إناء (مجمع الانهر، ج ۱ ص ۲۰۶، ۲۰۷، كتاب الزكاة، نصاب الفضة)

فیذا كان معه دراهم أمسكها بنية صرفها إلى حاجته الأصلية لا تجب الزكاة فيها إذا حال الحول، وهي عنده، لكن اعترضه في البحر بقوله: ويخالفه ما في المعراج في فصل زكاة العروض أن الزكاة تجب في النقد كيفما أمسكه للنماء أو للنفقة، وكذا في البدائع في بحث النماء التقديرى. اهـ. قلت: وأقره في النهر والشرنبلالية وشرح المقدسى، وسيصرح به الشارح أيضا، ونحوه قوله في السراج سواء أمسكه للتجارة أو غيرها، وكذا قوله في التتارخانية نوى التجارة أولا..... وكذا ما سيأتى في الحج من أنه لو كان له مال، ويخاف العزوبة يلزمه الحج به إذا خرج أهل بلده قبل أن يتزوج، وكذا لو كان يحتاجه لشراء دار أو عبد فليتأمل، والله أعلم (رد المحتار، ج ۲ ص ۲۶۲، ۲۶۳، كتاب الزكاة)

مسئلہ:..... فضول چیزیں جو اپنی ضرورت و حاجت کی نہ ہوں، بلکہ نمود و نمائش کی ہوں، اور اسی طرح وہ تمام چیزیں جو گھروں میں رکھی رہتی ہیں اور استعمال میں نہیں آتیں، وہ ضرورت سے زیادہ ہیں اس لئے ان کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائے گی۔

اسی طرح جو چیزیں استعمال کرنے، پرانی یا خراب ہو جانے کے بعد یا ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے ویسے ہی گھروں میں ایک طرف پڑی رہتی ہیں، ان کی ضرورت پیش نہیں آتی اور ان کی طرف مدتوں دھیان بھی نہیں جاتا (مثلاً فالتو مشینری، فرنیچر وغیرہ، جو زیر استعمال نہ ہو) اس قسم کی تمام چیزیں غیر ضروری ہیں ان کی مالیت کو بھی حساب میں شمار کیا جائے گا، اور جو چیز بالکل ناکارہ ہو گئی ہو اور اس کی کچھ بھی مالیت نہ ہو اس کو شمار نہیں کیا جائے گا۔ ۱

مسئلہ:..... رہائشی مکان، پہننے، اوڑھنے کے کپڑے، کھانے پینے کے برتن، ضرورت کی سواری اور گھریلو ضرورت کا سامان؛ جو عام طور پر زیر استعمال رہتا ہے، مثلاً کپڑے، سلائی اور دھلائی مشین، فریج، ڈیپ فریزر وغیرہ۔

۱۔ والذی یتظهر مما مر أن ما كان من أثاث المنزل وثياب البدن وأواني الاستعمال مما لا بد لأهلها منه فهو من الحاجة الأصلية وما زاد على ذلك من الحلوى والأواني والأمتعة التي يقصد بها الزينة إذا بلغ نصاباً تصير به غنية، ثم رأيت في التارخانية في باب صدقة الفطر: سئل الحسن بن علي عن لها جواهر ولائلي تلبسها في الأعياد وتزين بها للزوج وليست للتجارة هل عليها صدقة الفطر؟ قال: نعم إذا بلغت نصاباً. وسئل عنها عمر الحافظ فقال لا يجب عليها شيء. (اھـ) رد المحتار، ج ۲ ص ۳۲۸، باب مصرف الزكاة والعشر

ومحل الصدقات الفقراء وإنما يعتبر في المسكن والكسوة وأثاث البيت مقدار الكفاية، بدليل ما روى هشام عن محمد أنه سئل عن له فضل على كسوته، أو عن متاع بيته، أو فضل على مسكنه قدر مائتي درهم، أعطى من الزكاة؟ قال: لا إذا كان مستغنيا عنه. يعني عن فضل الكسوة والمتاع (المحيط البرهاني، ج ۲ ص ۲۸۵، كتاب الزكاة، الفصل الثامن في المسائل المتعلقة بمن توضع الزكاة فيه)

الحلوى مال فاضل عن الحاجة الأصلية إذ الإعداد للتجمل والتزين دليل الفضل عن الحاجة الأصلية فكان نعمة لحصول التمتع به فيلزمه شكرها بإخراج جزء منها للفقراء (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب الزكاة، فصل صفة نصاب الزكاة في الفضة)

یہ ضرورت کے سامان میں داخل ہیں، اور ان کی وجہ سے انسان شرعاً مالدار نہیں کہلاتا۔ ۱۔
اسی طرح آلاتِ صنعت و حرفت (مثلاً درزی کی سلائی مشینیں، ترکھان کی آری، قصاب کی
چھری، مزدور کی مزدوری کا سامان وغیرہ) اور دوسرے وسائلِ رزق جن کے ذریعے کوئی شخص
اپنی روزی کماتا ہے (مثلاً سبزی فروش وغیرہ کی ریڑھی) یہ بھی انسان کی ضرورت میں داخل
ہیں، اور ان کی وجہ سے بھی انسان مالدار شمار نہیں ہوتا۔ ۲۔

مسئلہ:..... اگر کسی کے پاس ضرورت پوری کرنے کا سامان موجود ہے، لیکن اس نے
بلا ضرورت مزید کچھ سامان رکھ رکھا ہے، مثلاً ایک سواری سے ضرورت پوری ہو جاتی ہے، مگر
اس نے زیادہ سواریاں رکھی ہوئی ہیں، یا ایک مکان سے ضرورت پوری ہو جاتی ہے، مگر اس

۱۔ عَنْ عَوَاكِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " : لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي قَرَبِهِ وَلَا
عَنْهُ صَدَقَةٌ (مسند أحمد، حدیث نمبر ۷۲۹۵)

فی حاشیہ مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

وإذا كان للرجل دار وخادم ولا مال له غير ذلك فليس عليه صدقة الفطر؛ لأنه يحل له أخذ
الصدقة؛ ولأنه محتاج فإن الدار تسترم والخادم يستفق ولا بد له منهما فهما يزیدان فی حاجته ولا
یغنیانه وقد بینا أن الصدقة لا تجب إلا على الغنی؛ لأن وجوبها للإغناء كما قال: أغنهم ولا
یخاطب بالإغناء من لیس یغنی فی نفسه (المبسوط للسرخسی، ج ۳ ص ۱۱۱، باب صدقة الفطر)
وقوله (فاضلاً عن مسكنه) قال فی النهاية: حتی لو كان له داران دار یسكنها وأخرى لا یسكنها
ویؤجرها أو لا یؤجرها یعتبر قیمتها فی الغنی حتی لو كانت قیمتها مائتی درهم وجب علیه صدقة
الفطر (العناية شرح الهدایة، ج ۲ ص ۲۸۱، ۲۸۲، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)
وفی هذه الآیة دلالة على أن من له ثياب الكسوة ذات قيمة كثيرة لا تمنعه إعطاء الزكاة؛ لأن الله
تعالی قد أمرنا بإعطاء الزكاة من ظاهر حال مشبه لأحوال الأغنیاء (احکام القرآن جصاص،
ج ۱ ص ۵۶۰، سورة البقرة)

۲۔ قوله: (وفارغ عن حاجته الأصلية) أشار إلى أنه معطوف على قوله عن دين (قوله وفسره ابن
ملك) أى فسر المشغول بالحاجة الأصلية والأولى فسرهما، وذلك حيث قال: وهى ما يدفع
الهلاك عن الإنسان تحقيقاً كالتفقة ودور السكنى وآلات الحرب والثياب المحتاج إليها لدفع
الحر أو البرد أو تقدير الكالدين، فإن المديون محتاج إلى قضائهم بما فى يده من النصاب دفعاً عن
نفسه الحبس الذى هو كالهلاك وآلات الحرفة وأثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم
لأهلها فإن الجهل عندهم كالهلاك (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲ ص ۲۶۲، كتاب الزكاة،
دار الفكر، بيروت)

نے ایک سے زیادہ مکان رکھے ہوئے ہیں، تو اس ضرورت سے زیادہ سامان کی مالیت کا مالدار ہونے میں اعتبار کیا جائے گا۔

البتہ اگر ان میں سے کچھ سامان تو اپنی ذاتی ضرورت کے استعمال میں آ رہا ہے، اور کچھ سامان کو کرایہ پر چلا کر اس سے اپنی روزی کا انتظام کر رہا ہے، کہ اگر یہ انتظام نہ ہو، تو اس کے ضروری اخراجات متاثر ہوتے ہیں، تو پھر یہ سامان بھی ضرورت میں داخل سمجھا جائے گا۔ ۱۔

۱۔ (قوله إذا كان مالكا لمقدار النصاب) وعند الشافعي تجب على الفقير إذا كان له زيادة على قوت يومه لنفسه وعياله وشرط الشيخ الحرية بتحقيق التملك والإسلام لتقع الصدقة قرينة وشرط اليسار لقوله -عليه السلام - لا صدقة إلا عن ظهر غنى وقدر اليسار بالنصاب لتقدير الغنى في الشرع به وسواء ملك نصابا أو ما قيمته نصابا من العروض أو غيرها فضلا عن كفايته ولا يكون عليه دين.

(قوله فاضلا عن مسكنه وثيابه وفرسه وسلاحه وعبده للخدمة) لأن هذه الأشياء مستحقة بالحوائح الأصلية والمستحق بها كالمعدوم وكذا كتب العلم إن كان من أهله ويعفى له في كتب الفقه عن نسخة من كل مصنف لا غير، وفي الحديث عن نسختين ولو كان له دار واحدة يسكنها ويفضل عن سكناه منها ما يساوي نصابا وجبت عليه الفطرة وكذا في الثياب والأثاث (الجوهرة النيرة، ج ۱ ص ۱۳۲، ۱۳۳، باب صدقة الفطر)

الفرق بين الأهل وغيرهم في جواز أخذ الزكاة والمنع عنه، فمن كان من أهلها إذا كان محتاجا إليها للتدريس والحفظ والتصحيح فإنه لا يخرج بها عن الفقر، فله أخذ الزكاة إن كانت فقها أو حديثا أو تفسيراً ولم يفضل عن حاجته نسخ تساوي نصابا، كأن يكون عنده من كل تصنيف نسختان، وقيل ثلاث لأن النسختين يحتاج إليهما لتصحيح كل من الأخرى والمختار الأول: أي كون الزائد على الواحدة فاضلا عن الحاجة، وأما غير الأهل فإنهم يحرمون بالكتب من أخذ الزكاة لتعلق الحرمان بملك قدر نصاب غير محتاج إليه، وإن لم يكن ناميا. وأما كتب الطب والنحو والنجوم فمعتبرة في المنع مطلقا ونص في الخلاصة على أن كتب الأدب والمصحف الواحد ككتب الفقه، لكن اضطرب كلامه في كتب الأدب فصرح في باب صدقة الفطر بأنها كالنحو والطب والنجوم. والذي يقتضيه النظر أن نسخة من النحو أو نسختين على الخلاف لا تعتبر من النصاب، وكذا من أصول الفقه، والكلام غير المخلوط بالآراء بل مقصور على تحقيق الحق من مذهب أهل السنة إلا أن لا يوجد غير المخلوط لأن هذه من الحوائج الأصلية أفاده في فتح القدير.

قلت: والذي يقتضيه النظر أيضا أنه إن أريد بالأدب الظرافة كما في القاموس وذلك ككتب الشعر والعروض والتاريخ ونحوه تمنع الأخذ، وإن أريد به آداب النفس كما في المغرب وهو المسمى بعلم الأخلاق كالإحياء للغزالي ونحوه فهو كالفقه لا يمنع، وإن كتب الطب لطبيب يحتاج إلى مطالعتها ومراجعتها لا تمنع لأنها من الحوائج الأصلية كآلات المحترفين، وإن الأهل إذا كان غير

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... جو غلہ (گندم، چاول، مکئی، آٹا، چینی وغیرہ) سال بھر کی کھانے پینے کی ضروریات کے لئے رکھا ہوا ہے، اور اس غلہ کی مالیت صدقہ فطر کے نصاب کی مالیت کے برابر (یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر) یا اس سے بھی زیادہ ہے؛ تو رائج یہ ہے کہ یہ غلہ حاجتِ اصلیہ میں داخل ہے، اور اس کی وجہ سے صدقہ فطر واجب نہیں۔ اے

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

محتاج إليها فهو كغير الأهل كما يعلم مما مر، وكذا حافظ قرآن له مصحف لا يحتاجه لأن المناطق هو الحاجة (قوله أو تزيد على نسختين) صوابه على نسخة لأن المختار هو كون الزائد على نسخة واحدة فاضلا عن الحاجة كما قدمناه عن الفتح: ومثله في النهر (رد المختار على الدر المختار، ج ۲ ص ۲۶۵، كتاب الزكاة)

۱۔ ويحل لمن له دور وحوانیت تساوی نصاباً، وهو محتاج لغلتها لنفقته ونفقة عياله على خلاف فيه ولمن عنده طعام سنة تساوی نصاباً لعياله على ما هو الظاهر بخلاف قضاء الدين فإنه يجب عليه بيع قوته إلا قوت يومه كما في القنية من الحبس (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲ ص ۲۶۳، كتاب الزكاة، باب مصرف الزكاة)

وذكر في الفتاوى فيمن له حوانيت ودور للغلة لكن غلتها لا تكفيه وعياله أنه فقير ويحل له أخذ الصدقة عند محمد، وعند أبي يوسف لا يحل وكذا لو له كرم لا تكفيه غلته؛ ولو عنده طعام للقوت يساوي مائتي درهم، فإن كان كفاية شهر يحل أو كفاية سنة، قيل لا تحل، وقيل يحل؛ لأنه يستحق الصرف إلى الكفاية فيلحق بالعدم، وقد ادخر -عليه الصلاة والسلام- لنسائه قوت سنة، ولو له كسوة الشتاء وهو لا يحتاج إليها في الصيف يحل ذكر هذه الجملة في الفتاوى. اهـ.

وظاهر تعليله للقول الثاني في مسألة الطعام اعتماده.

وفي التتارخانية عن التهذيب أنه الصحيح وفيها عن الصغرى له دار يسكنها لكن تزيد على حاجته بأن لا يسكن الكل يحل له أخذ الصدقة في الصحيح وفيها سئل محمد عن له أرض يزرعها أو حانوت يستغلها أو دار غلتها ثلاث آلاف ولا تكفي لنفقته ونفقة عياله سنة؟ يحل له أخذ الزكاة وإن كانت قيمتها تبلغ ألفاً وعليه الفتوى وعندهما لا يحل اهـ (رد المختار، ج ۲ ص ۳۴۸، كتاب الزكاة، باب مصرف الزكاة والعشر)

وذكر في الفتاوى فيمن له حوانيت ودور الغلة لكن غلتها لا تكفيه وعياله أنه فقير ويحل له أخذ الصدقة عند محمد وزفر وعند أبي يوسف لا يحل وعلى هذا إذا كان له أرض وكرم لكن غلته لا تكفيه وعياله ولو كان عنده طعام للقوت يساوي مائتي درهم فإن كان كفاية شهر تحل له الصدقة وإن كان كفاية سنة قال بعضهم لا تحل وقال بعضهم تحل لأن ذلك مستحق الصرف إلى الكفاية والمستحق ملحق بالعدم (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۴۸، وأما فصل الذي يرجع إلى المؤدى إليه)

اور امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... صدقہ فطر کے نصاب میں سونے، چاندی، تجارت کے سامان اور غیر ضروری چیزوں کی جو قیمت لگائی جاتی ہے وہ قیمت فروخت کے اعتبار سے ہوگی (اور جس قیمت پر کوئی چیز خریدی گئی تھی، اس کا اعتبار نہ ہوگا) چنانچہ پرانی اور فالتویا خراب چیزیں جو گھروں میں رکھی رہتی ہیں ان کی اس قیمت کا اعتبار ہوگا کہ اگر ان کو فروخت کیا جائے تو کیا قیمت حاصل ہوگی؟ اور صدقہ فطر میں اُس مالیت و قیمت کا اعتبار ہوگا جو عید کے دن اُن چیزوں کی ہو۔ ۱

مسئلہ:..... جس قرض کے ملنے کی توقع ہو اسے نقدی میں شمار کیا جائے گا خواہ وہ نقدی کی صورت میں کسی کو دیا ہو یا کوئی چیز فروخت کی ہو اور قیمت وصول کرنا باقی ہو سب کو شامل کر کے حساب کیا جائے گا۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اگر اس کا غلہ سال بھر کے خرچ سے بمقدار نصاب نہیں پہنچتا تو مانع اخذ زکوٰۃ و موجب فطر و اخجیہ نہیں (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۰)

اور یہ حکم مال غیر نامی کا ہے، جیسا کہ غلہ کے الفاظ سے ظاہر ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۲) لہذا بعض حضرات نے اس جزئیہ سے سال بھر کی ضروریات میں خرچ ہونے کے لئے رکھے ہوئے نصاب کے برابر مال نای کو جو جو صدقہ فطر کے لئے مانع سمجھا ہے، یہ غلطی پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ و ذکر محمد رحمہ اللہ فی الرقیات أنه یقوم فی البلد الذی حال الحول علی المتاع بما یتعارفہ أهل ذلک البلد نقداً فیما بینہم، یعنی غالب نقد ذلک البلد، ولا ننظر إلی موضع الشراء، ولا إلی موضع المالك وقت حولان الحول؛ لأن هذا مال وجب تقویمہ، فیقوم بغالب نقد البلد کما فی ضمان المتلفات إلا أنه یعتبر نقد البلد الذی حال الحول فیہ علی المال؛ لأن الزکاة تصرف إلی فقراء البلدة التی فیہا المال، فالتقویم بنقد ذلک البلد أنفع فی حق الفقراء من حیث الزواج، فیجب اعتباره (المحیط البرہانی، ج ۲ ص ۲۴۶، الفصل الثالث فی بیان مال الزکاة)

۲۔ حدثنا یزید، عن هشام، عن الحسن، قال: إذا حضر الشهر الذی وقت الرجل أن یؤدی فیہ زکاتہ أدی کل مال له، وکل ما ابتاع من التجارۃ، وکل دین إلا ما کان منہ ضمناً لا یرجوه (الاموال للقسام بن سلام، حدیث نمبر ۸۹۲)

(و) اعلم أن الدیون عند الإمام ثلاثة: قوی، ومتوسط، وضعیف؛ (فتجب) زکاتہا إذا تم نصابا وحال الحول، لکن لا فوراً بل (عند قبض أربعین درهماً من الدین) القوی کقرض (وبدل مال تجارة) فکلما قبض أربعین درهماً یلزمه درهم (و) عند قبض (مائتین منہ لغيرها) أى من بدل مال ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر کسی کے قبضہ میں اتنا مال نہیں کہ جس سے وہ صدقہ فطر ادا کر سکے، اور جو اس کا مال ہے، وہ لوگوں کی طرف قرض و دین ہے، تو ایسی صورت میں صدقہ فطر کو مال کے حاصل ہونے تک مؤخر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ۱

اور جس قرض و دین کے واپس ملنے کی امید نہ ہو، اسے صدقہ فطر کے نصاب میں شمار نہیں کیا جائے گا (لأنه مال الضمار) ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لغير تجارة وهو المتوسط كثمان سائمة وعبيد خدمة ونحوهما مما هو مشغول بحوائج الأصلية كطعام وشراب وأملاك، ويعتبر ما مضى من الحول قبل القبض في الأصح (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال)

(قوله: عند الإمام) وعندهما الديون كلها سواء تجب زكاتها، ويؤدى متى قبض شيئا قليلا أو كثيرا إلا دين الكتابة والسعاية والدية في رواية بحر (رد المحتار، ج ۲ ص ۳۰۵، كتاب الزكاة، باب زكاة المال)

۱ بخلاف الزكوة؛ لأن الزكوة لا يتعلق وجوبها بوقت مخصوص بل جميع العمر وقتها فكان جميع الأوقات وقتا لأدائها، فإن لم يكن في يده شيء للحال يؤديها إذا وصل إلى المال، وكذا تتأدى بكل مال فيجبها عليه لا يوقعه في الحرج، وكذلك صدقة الفطر لأنها تجب وجوبا موسعا كالزكاة، وهو الصحيح. وعند بعضهم وإن كانت تتوقف بيوم الفطر لكنها تتأدى بكل مال فلا يكون في الوجوب عليه حرج وذكر في الأصل وقال: ولا تجب الأضحية على الحاج (بدائع والصنائع، ج ۵ ص ۲۳، فصل في شرائط وجوب الأضحية)

۲ عَنْ عُمَرُو بْنِ مَيْمُونٍ، قَالَ: أَخَذَ الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ مَالَ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الرَّقَّةِ يُقَالُ لَهُ: أَبُو عَائِشَةَ عَشْرِينَ أَلْفًا، فَأَلْقَاهَا فِي بَيْتِ الْمَالِ، فَلَمَّا وَلَّى عُمَرُو بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ آتَاهُ وَكْدُهُ، فَرَفَعُوا مَظْلِمَتَهُمْ إِلَيْهِ، فَكُتِبَ إِلَى مَيْمُونٍ: اذْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ، وَخُذُوا زَكَاةَ عَامِهِ هَذَا، فَلَوْ لَا أَنَّهُ كَانَ مَالًا ضِمَارًا أَخَذْنَا مِنْهُ زَكَاةَ مَا مَضَى (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۱۰۷۱، كتاب الزكاة، باب مَا قَالُوا فِي الرَّجُلِ يَذْهَبُ لَهُ الْمَالُ السَّنِينَ ثُمَّ يَجِدُهُ، فَيَزَكِّيهِ؟)

عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مَيْمُونٍ؛ أَنَّ رَجُلًا ذَهَبَ لَهُ مَالٌ فِي بَعْضِ الْمَظَالِمِ، فَوَقَعَ فِي بَيْتِ الْمَالِ، فَلَمَّا وَلَّى عُمَرُو بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ رَفَعَ إِلَيْهِ، فَكُتِبَ عُمَرُو: أَنْ اذْفَعُوا إِلَيْهِ، وَخُذُوا مِنْهُ زَكَاةَ مَا مَضَى، ثُمَّ تَبِعَهُمْ بَعْدَ كِتَاب: أَنْ اذْفَعُوا إِلَيْهِ مَالَهُ، ثُمَّ خُذُوا مِنْهُ زَكَاةَ ذَلِكَ الْعَامِ، فَإِنَّهُ كَانَ مَالًا ضِمَارًا (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۱۰۷۱۸، كتاب الزكاة، باب مَا قَالُوا فِي الرَّجُلِ يَذْهَبُ لَهُ الْمَالُ السَّنِينَ ثُمَّ يَجِدُهُ، فَيَزَكِّيهِ؟)

عبد الرزاق عن معمر عن أيوب عن ميمون بن مهران قال كتب عروة بن محمد إلى عمر بن عبد العزيز في مال ظلم فيه الناس فكان بأيدي العمال فكتب أن يرد عليهم ويؤخذ منهم زكاته فراجعه

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... اگر کوئی مقروض یا مدیون ہے تو پانچ قسم کے مالوں (سونے، چاندی، تجارت کا مال، نقدی اور ضرورت سے زیادہ سامان) کی قیمت لگائے، پھر اس سے قرض و دین کو علیحدہ

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

عاملہ فی ذلک یاخذھا من کل عام أو سنة واحدة فكتب إليه إن كان مالا ضمرا فزكه سنة واحدة قلت له ما الضمار قال الذاهب (مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر ۷۱۲۷)

حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُبَيٍّ أَوْيسُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخِينِيِّ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَتَبَ فِي مَالٍ قَبِضَهُ بَعْضُ الْوَلَاةِ ظُلْمًا، بِأَمْرِهِ بِرَدِّهِ إِلَى أَهْلِهِ، وَتَوَخَّذَ زَكَاةً لِمَا مَضَى مِنَ السَّنِينَ، ثُمَّ عَقَّبَ بَعْدَ ذَلِكَ بِكِتَابٍ لَا يُؤْخَذُ مِنْهُ إِلَّا زَكَاةٌ وَاحِدَةٌ، فَلِإِنَّهُ كَانَ ضِمَارًا قَالَ أَبُو أَحْمَدَ حُمَيْدٌ: النَّوَاي: الذَّاهِبُ الَّذِي لَا يُرْجَى (الاموال لابن زنجويه، حدیث نمبر ۱۷۲۸)

ومنها الملك المطلق وهو أن يكون مملوكا له رقبة ويذا وهذا قول أصحابنا الثلاثة، وقال زفر: "اليد ليست بشرط" وهو قول الشافعي فلا تجب الزكاة في المال الضمار عندنا خلافا لهما.

وتفسير مال الضمار هو كل مال غير مقدور الانتفاع به مع قيام أصل الملك كالعبد الآبق والضال، والمال المفقود، والمال الساقط في البحر، والمال الذي أخذه السلطان مصادرة، والدين المجحود إذا لم يكن للمالك بينة وحال الحول ثم صار له بينة بأن أقر عند الناس، والمال المدفون في الصحراء إذا خفي على المالك مكانه فإن كان مدفونا في البيت تجب فيه الزكاة بالإجماع (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۹، كتاب الزكاة، فصل الشرائط التي ترجع إلى المال)

إذا كان لرجل على غيره دين، وهو جاحد، فإن لم يكن لرب الدين بينة عادلة على الدين، فإنه لا يكون نصاباً عند علمائنا الثلاثة، وهذه المسألة في الفقه تسمى مال الضمار، ومال الضمار كل مال بقي أصله في ملكه، ولكن زال عن يده زوالاً لا يرجي عوده في الغالب، والأصل فيه أثر على رضی الله عنه: لا زكاة في مال الضمار، وفسر الضمار بما ذكرنا.

والمعنى في ذلك أن المال إنما ينعقد نصاباً باعتبار معنى التجارة، ومنفعة التجارة تزول إذا صار المال ضمراً بخلاف ابن السبيل؛ لأن منفعة التجارة لا تزول في حقه، وأما إذا كانت له بينة عادلة، ذكر في الأصل أنه ينعقد نصاباً، وسوى بين الإقرار والبينة، وذكر في الجامع الصغير أنه لا ينعقد نصاباً. والمذكور في الجامع الصغير: رجل له على آخر دين جحدتها سنين، ثم أقام البينة عليه لا يزكها لما مضى (المحيط البرهاني، ج ۲ ص ۳۰۹، الفصل الرابع عشر في المال الذي يتوى، ثم يقدر عليه)

(ولا في مال ضمار) بالكسر مخفى وشرعا مال زائل اليد غير مرجو الوصول غالباً وإنما لا تجب الزكاة عندهم لأن كلا من الملك والنماء فيه مفقود خلافاً لزفر والشافعي حيث قال لا تجب فيه الزكاة للسنين الماضية إذا وصلت يده إليه لأن السبب قد تحقق وفوات اليد غير مغل بالوجوب كمال ابن السبيل والحجة عليهما قول علي - رضی اللہ تعالیٰ عنہ - لا زكاة في مال الضمار وأما ابن السبيل فقادر بنائه (مجمع الانهر، ج ۱ ص ۱۹۳، كتاب الزكاة، شرط وجوب الزكاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کرے، قرض و دین نکالنے کے بعد اگر مال نصاب کے برابر ہے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے ورنہ نہیں۔ ۱

ملاحظہ رہے کہ جو رقم کسی سے نقد کی شکل میں قرض لی ہو، اور اس کو ادا کرنا باقی ہو، وہ قرض کہلاتی ہے، اور جو چیز کسی سے خریدی، اور اس کی قیمت ادا کرنا باقی ہے، تو وہ دین کہلاتی ہے، مگر اس کی قیمت بھی قرض کا حکم رکھتی ہے، اور قرض کی طرح اس کی قیمت بھی صدقہ فطر کے نصاب سے مستثنیٰ ہوتی ہے۔

ملازم اور نوکر کی وہ تنخواہ جو عید الفطر کے دن صبح صادق کے وقت اپنے ذمے واجب و لازم ہو چکی ہے، وہ قرض کا حکم رکھتی ہے۔

اسی طرح مذکورہ وقت میں مکان، دکان کا کرایہ جو ذمہ میں لازم ہو چکا وہ بھی قرض کا حکم رکھتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

لا زكاة فی مال الضمار ومعناه مال يتعذر الوصول إليه مع قيام الملك من قولك بعير ضامر إذا كان نحيفا مع قيام الحياة فيه وأن عمر بن عبد العزيز في خلافته لما أمر برد أموال بيت المال على أصحابها قيل أفلا نأخذ منهم زكاتها لما مضى قال: لا، فإنها كانت ضمرا والمعنى فيه أن وجوب الزكاة في السائمة كان باعتبار معنى النماء، وقد انسدت على صاحبها طريق يحصل النماء منها بجحود الغاصب إياها فأنعدم ما لأجله كان نصاب الزكاة بخلاف ابن السبيل، فإن النماء يحصل له بيد ثانية كما يحصل بيده فكان نصاب الزكاة لهذا، وكذلك الضالة وما سقط منه في البحر من مال التجارة إذا وصلت يده إليه بعد الحول فليس عليه الزكاة لما مضى؛ لأن معنى المالية في النمو والانتفاع، وذلك منعدم فكان مستهلكا معنى، وإن كان قائما صورة وكذلك الدين المجحود (المبسوط للسرخسي، ج ۲ ص ۱۷۱، كتاب الزكاة، باب زكاة الأبل)

(وسمائی مسألة ابن السبيل في الباب الآتي)

۱ عَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ يَقُولُ: هَذَا شَهْرُ زَكَاةِكُمْ، فَمَنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَلْيَقْضِهِ، وَزَكُوا بِقِيَّةِ أَمْوَالِكُمْ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۱۰۶۵۸)

قال البوصيري:

رواه مسند موقوفاً بسند صحيح (اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، للبوصيري، باب لا زكاة في مال حتى يحول عليه الحول ولا على من عليه دين حتى يقضى عنه وما جاء في العمال وتعجيل الصدقة)

اور اسی طرح غیر سرکاری اور پرائیویٹ واجبات کی طرح سرکاری و نیم سرکاری واجبات مثلاً فون، بجلی، گیس وغیرہ کے یوٹیلیٹی بلز جو عید الفطر کے دن صبح صادق کے وقت اپنے ذمہ واجب و لازم ہو چکے ہیں، اگرچہ ابھی ادا نہ کئے ہوں، وہ بھی قرض کا حکم رکھتے ہیں۔

اس قسم کی رقوم صدقہ فطر کے نصاب سے مستثنیٰ ہیں۔ ۱

مسئلہ:..... نصاب کے بقدر مال ہونے کی وجہ سے صدقہ فطر واجب ہونے کے بعد اگر مال جاتا رہا تب بھی صدقہ فطر ذمہ میں رہے گا۔ ۲

صدقہ فطر کی ادائیگی کا وقت اور اس کے مصارف

مسئلہ:..... صدقہ فطر کے واجب ہونے کا وقت اگرچہ عید کے دن کا صبح صادق ہے، لیکن اگر کوئی اس سے پہلے رمضان میں کسی تاریخ کو پیشگی دیدے تب بھی اداء ہو جاتا ہے۔ ۳
اگر کسی نے نہ رمضان میں اداء کیا اور نہ عید کے دن تو بعد میں جب بھی اداء کرے گا وہ اداء ہو جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ جب تک صدقہ فطر ادا نہیں کرے گا، معاف نہ ہوگا خواہ کتنا ہی زمانہ گزر جائے،

۱۔ وقد عللوا سقوط الزكاة بالدين بأن المدين محتاج إلى هذا المال حاجة أصلية لأن قضاء الدين من الحوائج الأصلية والمال المحتاج إليه حاجة أصلية لا يكون مال الزكاة (رد المحتار، ج ۲ ص ۲۶۱، کتاب الزکاة)

۲۔ كالأكل تسقط بهلاك النصاب، بخلاف صدقة الفطر فإنها لا تسقط بهلاك المال بعدما طلع الفجر من يوم الفطر (رد المحتار، ج ۶ ص ۵، کتاب الأضحية)

و أما مكان الأداء روى عن محمد أنه قال زكاة المال من حيث المال وصدقة الفطر عن نفسه وعبده من حيث هو وروى عن أبي يوسف أنه يؤدي عن نفسه من حيث هو وعن عبدة من حيث هم، والأول أصح لأن صدقة الفطر لا تعلق لها بالمال حتى إذا هلك المال بعد الوجوب لا تسقط الفطرة بخلاف الزكاة والله أعلم (تحفة الفقهاء، ج ۱ ص ۳۴۰، باب صدقة الفطر)

۳۔ صدقہ فطر کا سبب وجوب ایسا اس ہے جس کا نفقہ اس کے ذمہ ہے اور اس کی ولایت اس کو حاصل ہے، اور وہ یوم فطر سے پہلے موجود ہے، اور یوم فطر وجوب ادا کی شرط ہے، لہذا جس طرح سال پورا ہونے سے پہلے پیشگی زکاة دینا جائز ہے، اسی طرح صدقہ فطر بھی عید سے پہلے سبب وجوب پائے جانے پر دینا جائز ہے (نور الانوار ص ۵۶، بحث الامر، الامر نوعان، مطبوعہ:

مکتبہ امدادیہ، ملتان، عمدة الفقہ حصہ سوم، صفحہ ۱۶۶، بتحیر)

عمر بھریہ واجب اس کے ذمہ رہے گا اور جب بھی ادا کرے گا یہ ادا ہو جائے گا، لیکن تاخیر ہونے پر استغفار کرنا چاہئے۔ ۱

مسئلہ:..... سنت و افضل طریقہ یہ ہے کہ عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دیا جائے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

مِنَ السَّنَةِ أَنْ لَا تَخْرُجَ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى تُخْرِجَ الصَّدَقَةَ (المعجم الكبير

للطبرانی) ۲

ترجمہ: یہ بات سنت سے تعلق رکھتی ہے کہ آپ عید الفطر کے دن (عید کی نماز کے لئے) نکلنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دیں (ترجمہ ختم)

مسئلہ:..... اگر کسی نے رمضان سے بھی پہلے صدقہ فطر ادا کر دیا تو رمضان آنے کے بعد

۱ (قوله: (وصححه في البدائع) أقول: ليس ذلك مصرحاً به في البدائع وإنما يفهم منه، وعبارة البدائع: وأما وقت أدائها فجميع العمر عند عامة مشايخنا، ولا يسقط بالتأخير عن يوم الفطر وقال الحسن بن زياد وقت أدائها يوم الفطر من أوله إلى آخره فإذا لم يؤدها حتى مضى اليوم سقطت؛ لأن هذا حق يعرف بيوم الفطر فيختص أداؤه به كالأضحية وجه قول العامة أن الأمر بأدائها مطلق عن الوقت فيجب في مطلق الوقت وإنما يتعين بتعيينه فعلاً أو آخر العمر كالأمر بالزكاة والعشر والكفارات ففي أي وقت أدى كان مؤدياً لا قاضياً كما في سائر الواجبات الموسعة غير أن المستحب أن يخرج قبل الخروج إلى المصلى؛ لأنه -عليه الصلاة والسلام- كذا كان يفعل ولقوله -عليه الصلاة والسلام- أغنوهم عن المسألة في هذا اليوم (أمر منحة الخالق على هامش البحر الرائق، ج ۲ ص ۲۷۰، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

(قال): وإذا لم يخرج الرجل صدقة الفطر فعليه إخراجها، وإن طالت المدة إلا على قول الحسن بن زياد فإنه يقول: تسقط بمضى يوم الفطر؛ لأنها قرينة اختصت بأحد يومي العيد فكانت قياساً للأضحية تسقط بمضى أيام النحر.

(ولنا) أن هذه صدقة مالية فلا تسقط بعد الوجوب إلا بالأداء كزكاة المال، ولا نقول: الأضحية تسقط بل ينتقل الواجب إلى التصديق بالقيمة؛ لأن إراقة الدم لا تكون قرينة إلا في وقت مخصوص أو مكان مخصوص فأما التصديق بالمال قرينة في كل وقت (المبسوط للسرخسي، ج ۳ ص ۱۱۰، باب صدقة الفطر)

۲ حدیث نمبر ۱۱۲۹۶، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ، واللفظ لہ، سنن دارقطنی،

حدیث نمبر ۱۷۰۹، وحدیث نمبر ۲۱۳۶، المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث نمبر

اسے دوبارہ صدقہ فطر ادا کرنے کی ضرورت نہیں، پہلے ادا کیا ہوا ہی کافی ہو جائے گا۔ ۱۔
مسئلہ:..... صدقہ فطر کیونکہ عید الفطر کی صبح صادق کے وقت واجب ہوتا ہے، لہذا عید کے دن

۱۔ رمضان سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے میں اختلاف ہے، اگرچہ رائج تو یہی ہے کہ ادا ہو جاتا ہے، لیکن کچھ حضرات رمضان سے پہلے صدقہ فطر ادا ہونے کے قائل نہیں، اس لیے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ رمضان شروع ہونے سے پہلے صدقہ فطر ادا نہ کیا جائے اور اگر ادا کر دیا گیا تو اختلاف سے بچنے کے لیے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ رمضان شروع ہونے کے بعد دوبارہ ادا کیا جائے؛ لیکن اگر کسی نے دوبارہ ادا نہیں کیا تو گنجائش اس کی بھی ہے کہ پہلا ادا کیا ہوا کافی ہے۔

ولو عجل الصدقة على يوم الفطر لم يذكر في ظاهر الرواية وروى الحسن عن أبي حنيفة أنه يجوز التعجيل سنة وسنتين وعن خلف بن أيوب أنه يجوز تعجيلها إذا دخل رمضان ولا يجوز قبله، وذكر الكرخي في مختصره أنه يجوز التعجيل بيوم، أو يومين.
وقال الحسن بن زياد: لا يجوز تعجيلها أصلاً.

وجہ قولہ ان وقت وجوب هذا الحق هو يوم الفطر فكان التعجيل أداء الواجب قبل وجوبه وإنه ممتنع كتعجيل الأضحية قبل يوم النحر.

وجہ قول خلف هذه فطرة عن الصوم فلا يجوز تقديمها على وقت الصوم، وما ذكره الكرخي من اليوم، أو اليومين فقد قيل إنه ما أراد به الشرط فإن أراد به الشرط فوجهه أن وجوبها لإغناء الفقير في يوم الفطر وهذا المقصود يحصل بالتعجيل بيوم، أو يومين؛ لأن الظاهر أن المتعجل يبقى إلى يوم الفطر فيحصل الإغناء يوم الفطر وما زاد على ذلك لا يبقى فلا يحصل المقصود، والصحيح أنه يجوز التعجيل مطلقاً وذكر السنة، والسنتين، في رواية الحسن ليس على التقدير بل هو بيان لاستكثار المدة أي يجوز وإن كثرت المدة كما في قوله تعالى (إن تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم) (التوبة: ٨٠) ووجهه أن الوجوب إن لم يثبت فقد وجد سبب الوجوب وهو رأس يموئه ويلى عليه، والتعجيل بعد وجود السبب جائز كتعجيل الزكاة، والعشور وكفارة القتل والله أعلم (بدايع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ۲ ص ۷۴، فصل وقت وجوب صدقة الفطر)

ولو عجل صدقة الفطر على يوم الفطر ذكر الكرخي أنه إذا عجل بيوم أو يومين جاز ولم يذكر أنه لو عجل بأكثر من ذلك هل يجوز

وروى الحسن عن أبي حنيفة أنه يجوز التعجيل بسنة وسنتين وعن خلف بن أيوب أنه يجوز التعجيل بشهر لا غير.

وعن الحسن أنه قال لا يجوز التعجيل ولا يجوز دون يوم الفطر ولو لم يؤد يوم الفطر تسقط عنه. والصحيح رواية الحسن بن زياد لأن سبب الوجوب هو رأس يموئه لو لا يته عليه والوقت شرط الوجوب والتعجيل بعد سبب الوجوب جائز كما في الزكاة (تحفة الفقهاء، ج ۱ ص ۳۳۹، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

وإن قدموها على يوم الفطر جاز ولا تفضيل بين مدة ومدة وهو الصحيح (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۹۲، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر)

صبح صادق سے پہلے صاحبِ نصاب شخص کے یہاں جو بچہ پیدا ہوا، یا کافر صاحبِ نصاب مسلمان ہو گیا یا فقیر مالدار ہو گیا تو ان پر صدقہ فطر واجب ہے۔

اسی طرح صبح صادق کے بعد صاحبِ نصاب شخص کا کوئی بچہ فوت ہوا یا مالدار فقیر بن گیا تب بھی صدقہ فطر واجب ہے اور صبح صادق سے پہلے صاحبِ نصاب شخص کا بچہ فوت ہو گیا یا مالدار فقیر ہو گیا تو ان پر صدقہ فطر واجب نہیں، اسی طرح صبح صادق کے بعد جو بچہ پیدا ہوا یا مالدار کافر مسلمان ہوا تو ان پر بھی صدقہ فطر واجب نہیں۔ ۱

۱۔ وأما وقت الوجوب فعند أصحابنا وقت الفجر الثاني من يوم الفطر.

وعلى قول الشافعي ليلة الفطر. وفائدة الخلاف أن من ولد له ولد قبل طلوع الفجر تجب عليه صدقة فطره ومن ولد له بعد ذلك لا تجب ولو أسلم قبله تجب عليه وبعده لا وكذلك الفقير إذا أيسر قبله تجب ولو أفقر الغنى قبله لا تجب (تحفة الفقهاء، ج ۱ ص ۳۳۹، باب صدقة الفطر) (قال) : ومن مات من مماليكه وولده ليلة العيد فلا صدقة عليه عنهم، ومن مات بعد الصبح فالصدقة واجبة عنهم.

ولا خلاف أن وجوب الصدقة يتعلق بالفطر من رمضان : وإنما الخلاف في وقت الفطر من رمضان عندنا وقت الفطر عند طلوع الفجر من يوم الفطر، وعنده وقت غروب الشمس من الليلة التي يهل بها هلال شوال حجته لإثبات هذا الأصل أن حقيقة الفطر عند غروب الشمس وكذلك انسلاخ شهر رمضان يكون عن رؤية هلال شوال، وذلك عند غروب الشمس، وحجتنا ما روى عن النبي - صلى الله عليه وسلم - أنه قال : أنهاكم عن صوم يومين يوم تفطرون فيه من صومكم ويوم تأكلون فيه لحماً نسككم ؛ ولأن حقيقة الفطر عند غروب الشمس كما يكون في هذا اليوم كذلك فيما قبله، والفطر من رمضان إنما يتحقق بما يكون مخالفاً لما تقدم، وذلك عند طلوع الفجر؛ لأن فيما تقدم كان يلزمه الصوم في هذا الوقت، وفي هذا اليوم يلزمه الفطر، وهذا اليوم يسمى يوم الفطر فينبغي أن يكون الفطر من رمضان فيه ليتحقق هذا الاسم كيوم الجمعة تجب فيه الجمعة، وتؤدي فيه ليتحقق هذا الاسم فيه إذا عرفنا هذا فنقول كل من أسلم من الكفار ليلة الفطر فعليه صدقة الفطر عندنا؛ لأن وقت الوجوب جاء، وهو مسلم وكل من يولد ليلة الفطر فعليه صدقة الفطر عندنا؛ لأنه جاء وقت الوجوب، وهو منفصل ومن مات من أولاده ومماليكه ليلة الفطر فليس عليه الصدقة عنه؛ لأنه جاء وقت الوجوب وهو ميت ومن مات بعد طلوع الفجر منهم فعليه الصدقة عنه؛ لأن وقت الوجوب جاء، وهو حي وصدقة الفطر بعد ما وجبت لا تسقط بموت المؤدى عنه بخلاف الزكاة فإن الواجب هناك جزء من المال وبهلاكه يفوت محل الواجب، وهنا الصدقة تجب في ذمة المؤدى فموت المؤدى عنه لا يفوت محل الواجب فلهذا لا تسقط حتى روى عن أبي يوسف - رحمه الله تعالى - في الأمالي أن من قال : لبعده إذا جاء يوم الفطر فأنت حر فعليه صدقة الفطر عنه؛

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... صدقہ فطر کو اس کے صحیح شرعی مصرف میں لگانا صدقہ فطر ادا کرنے والوں کی شرعی ذمہ داری ہے، اس بارے میں آج کل بہت کوتاہی پائی جا رہی ہے۔

مسئلہ:..... صدقہ فطر کسی مستحق غریب کو مالکانہ طور پر دینا چاہیے، جس میں اس کو ہر طرح

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

لأنه إنما عتق بعد طلوع الفجر فلا تسقط به الصدقة الواجبة عنه والدليل على أن وقت الوجوب عند طلوع الفجر حديث ابن عمر كان النبي -صلى الله عليه وسلم- يأمرنا بآداء صدقة الفطر قبل الخروج إلى المصلى والمقصود بهذا الأمر المسارعة إلى الأداء لا التأخير عن وقت الوجوب (المبسوط للسرخسي، ج ۳ ص ۱۰۵، باب صدقة الفطر)

وآما وقت وجوب صدقة الفطر فقد اختلف فيه، قال أصحابنا: هو وقت طلوع الفجر الثاني من يوم الفطر، وقال الشافعي: هو وقت غروب الشمس من آخر يوم من رمضان حتى لو ملك عبدا، أو ولد له ولد، أو كان كافرا فأسلم، أو كان فقيرا فاستغنى إن كان ذلك قبل طلوع الشمس تجب عليه الفطرة، وإن كان بعده لا تجب عليه وكذا من مات قبل طلوع الفجر لم تجب فطرته وإن مات بعده وجبت، وعند الشافعي إن كان ذلك قبل غروب الشمس تجب عليه وإن كان بعده لا تجب وكذا إن مات قبله لم تجب وإن مات بعده وجبت (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ۲ ص ۷۴، فصل وقت وجوب صدقة الفطر)

ووقت الوجوب بعد طلوع الفجر الثاني من يوم الفطر فمن مات قبل ذلك لم تجب عليه الصدقة ومن ولد أو أسلم قبله وجبت ومن ولد أو أسلم بعده لم تجب وكذا الفقير إذا أيسر قبله تجب ولو افتقر الغني قبله لم تجب كذا في محيط السرخسي ومن مات بعد طلوع الفجر فهي واجبة عليه وكذا إذا افتقر بعد يوم الفطر كذا في الجوهرة النيرة (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۹۲، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر)

وإن أخروها عن يوم الفطر لم تسقط وكان عليهم إخراجها كذا في الهداية ولو عجل صدقة الفطر قبل النصاب ثم ملكه صح كذا في البحر الرائق وفي تجنيس الملتقط من سقط عنه صوم الشهر لكبر أو لمرض لا تسقط عنه صدقة الفطر كذا في المضمرات (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۹۲، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر)

والمستحب للناس أن يخرجوا الفطرة بعد طلوع الفجر يوم الفطر قبل الخروج إلى المصلى كذا في الجوهرة النيرة وآما أدائها فجميع العمر عند عامة مشايخنا رحمهم الله كذا في البدائع (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۹۲، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر)

ولا يؤدي عن الجنين لأنه لا تعرف حياته (الجوهرة النيرة، ج ۱ ص ۱۳۳، باب صدقة الفطر)

ولا يؤدي عن الجنين؛ لأنه لا يعرف حياته هكذا في السراج الوهاج (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۹۲، الباب الثامن في صدقة الفطر)

کا اختیار ہو چاہے وہ اس کو خود استعمال کرے یا کسی دوسرے سے خرید و فروخت یا ہبہ کرے۔ ۱۔
مسئلہ:..... صدقہ فطر صرف انہی غریبوں کو دینا جائز ہے جنہیں زکاۃ دینا جائز ہو، جن لوگوں کو زکاۃ دینا جائز نہیں، انہیں یہ صدقہ دینا بھی جائز نہیں۔ ۲۔

۱۔ مستحق کو بطور تملیک صدقہ فطر ادا کرنے کی غرض سے ایت کا حساب لگا کر کھانا دیدیا جائے، کہ وہ اس کھانے کو اپنی ملک سمجھے، چاہے خود یا کسی اور کو کھلا دے یا فروخت کر دے، تو اس طرح صدقہ فطر ادا ہو جائے گا، لیکن اگر بطور اباحت کھانا دیا جائے کہ مثلاً بچتا کھا سکو، ٹھیک، اور باقی بچا ہو، معطلی کی ملک ہو، اس طرح صدقہ فطر ادا نہ ہوگا۔

الخامسة: معرفة ركنها، فالتمليك..... السادس: معرفة شرط جوازها بكون المصروف إليه فقير (عمدة القاری، ج ۹ ص ۱۰۷، کتاب الزکاۃ، أبواب صدقة الفطر)
و أما ركنها فالتمليك لقول النبي - صلى الله عليه وسلم - أدا عن كل حر وعبد الحديث، والأداء هو التملك فلا يتأدى بطعام الإباحة وبما ليس بتمليك أصلاً ولا بما ليس بتمليك مطلق، والمسائل المبنية عليه ذكرناها في زكاة المال وشرائط الركن أيضاً ما ذكرنا هناك (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ۲ ص ۷۴، کتاب الزکاۃ، فصل ركن صدقة الفطر)

۲۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَاذًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: اذْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمُهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خُمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمُهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَعْيَانِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ (بخاری، حدیث نمبر ۱۳۹۵)

(و صدقہ الفطر کا زکاۃ فی المصارف) وفي كل حال (إلا في) جواز (الدفع إلى الذمي) وعدم سقوطها بهلاك المال وقد مر (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة الفطر)
(قوله في المصارف) أي المذكورة في آية الصدقات إلا العامل الغني فيما يظهر ولا تصح إلى من بينهما أولاد أو زوجة ولا إلى غني أو هاشمي ونحوهم ممن مر في باب المصروف، وقدمنا بيان الأفضل في المتصدق عليه (قوله: وكل حال) ليس المراد تعميم الأحوال مطلقاً من كل وجه فإن لكل شروطاً ليست للأخرى؛ لأنه يشترط في الزكاة الحول والنصاب النامي والعقل والبلوغ وليس شيء من ذلك شرطاً هنا بل المراد في أحوال الدفع إلى المصارف من اشتراط النية واشتراط التملك فلا تكفي الإباحة كما في البدائع هذا ما ظهر لي تأمل .

(فرع) قدمنا في المصروف عن التارخانية لو دفع الفطرة إلى الطبال الذي يوقظهم وقت السحر جاز إلا أن الأحوط والأبعد عن الشبهة أن يقدم إليه قرصات هدية ثم يعطيه الحنطة . اهـ . (قوله: إلا في جواز الدفع إلى الذمي) في الخانية جاز ويكره . وعند الشافعي وإحدى الروایتين عن أبي يوسف لا يجوز تارخانية وقدم عن الحاوي أن الفتوى على قول أبي يوسف ومر الكلام فيه (رد المحتار، ج ۲ ص ۳۶۹، کتاب الزکاۃ، باب صدقة الفطر)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... غیر مسلم کو صدقہ فطر دینا جائز نہیں، البتہ جو غیر مسلم مسلمانوں کے ملک میں رہتا سہتا ہو، اسے صدقہ فطر دینے کے جائز و ناجائز ہونے میں اختلاف ہے، احتیاط اس میں ہے کہ اسے بھی صدقہ فطر نہ دیا جائے، اور اس کے بجائے کسی مسلمان مستحق کو دیا جائے۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

واعلم أنه لا يجوز دفعها إلى ثمانية الغنى وولد الغنى الصغير وزوجة الغنى إذا كان لها مهر عليه وعبد الغنى القن ودفعها إلى ولده وولد ولده وأبويه وأجداده وأحد الزوجين إلى الآخر وبنی هاشم والكافر سواء كان ذميا أو حربيا فقله إلى غنى يعني غنيا يمكنه الانتفاع بماله حتى لا يدخل عليه ابن السبيل والغنى هو من يملك نصابا من النقدين أو ما قيمته نصاب فاضلا عن حوائجه الأصلية من ثيابه ودار سكنه وأثاثه وعبيد خدمته ودواب ركوبه وسلاح استعماله (الجوهرة النيرة، ج ۱ ص ۱۲۹، كتاب الزكاة، باب مصارف الزكاة)

۱۔ بعض علماء نے صدقہ فطر غریب ذمی کافر کو دینے کی اجازت دی ہے مگر دیگر علماء نے ناجائز قرار دیا ہے، لہذا کافر کو نہ دینے میں ہی احتیاط ہے، لیکن دارالکفر میں رہنے والے کافر اور اسی طرح مرتد کو بالاتفاق صدقہ فطر دینا جائز نہیں، آغا خانی اور قادیانی وغیرہ زنادقہ کافر اور ان کا حکم دوسرے کفار سے زیادہ سخت ہے، ان کو صدقہ فطر دینا بالاتفاق جائز نہیں (امداد المقتنین ص ۴۶۲، احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۸۳، آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۳ ص ۳۱۶ تا ۳۱۸)

(قال) : ويجوز أن يدفع صدقة الفطر إلى أهل الذمة وعلى قول الشافعي - رحمه الله تعالى - لا يجوز وعن أبي يوسف - رحمه الله تعالى - ثلاث روايات في رواية قال : كل صدقة مذكرة في القرآن لا يجوز دفعها إلى أهل الذمة فعلى هذه الرواية يجوز دفع صدقة الفطر إليهم، وفي رواية قال : كل صدقة واجبة بإيجاب الشرع ابتداء من غير سبب من العبد لا يجوز دفعها إلى أهل الذمة فعلى هذا لا يجوز دفع صدقة الفطر إليهم، ويجوز دفع الكفارات والنذور إليهم وفي رواية قال : كل صدقة هي واجبة لا يجوز دفعها إليهم فعلى هذا لا يجوز دفع الكفارات وإنما يجوز دفع التطوعات والشافعي - رحمه الله تعالى - يقيس هذا بركة المال بركة أنها صدقة واجبة فإن الصدقة المالية صلة واجبة للمحاييج المناسبين له في الملة فلا يملك صرفها إلى غيرهم والمقصود منه أن يتقوى به على الطاعة، ويتفرغ عن السؤال لإقامة صلاة العيد، ولا يحصل هذا المقصود بالصرف إلى أهل الذمة كما لا يحصل بالصرف إلى المستأمنين فكما لا يجوز صرفها إليهم فكذلك إلى أهل الذمة. (ولنا) أن المقصود سد خلة المحتاج، ودفع حاجته بفعل هو قرينة من المؤدى وهذا المقصود حاصل بالصرف إلى أهل الذمة فإن التصديق عليهم قرينة بدليل التطوعات؛ لأننا لم ننه عن المبرة لمن لا يقاتلنا قال الله تعالى : (لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين) (الممتحنة 8) الآية بخلاف المستأمن فإنه مقاتل وقد نهينا عن المبرة مع من يقاتلنا قال الله تعالى : (إنما ينهاكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين) (الممتحنة 9) الآية، والقياس أن يجوز صرف الزكاة إليهم إنما تركنا القياس فيه بالنص، وهو قوله - صلى الله عليه وسلم - لمعاذ خذها من أغنيائهم وردها في فقرائهم

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

مسئلہ:..... زکاۃ کی طرح صدقہ فطر بھی دل میں نیت کر کے مستحق کو دے دینا کافی ہے، زبان سے یہ بتانا ضروری نہیں کہ یہ صدقہ فطر ہے، بلکہ اگر زبان سے ہدیہ، عطیہ وغیرہ کہہ دے، اور دل میں صدقہ فطر کے ادا کرنے کی نیت ہو، تب بھی صدقہ فطر ادا ہو جاتا ہے۔ ۱

مسئلہ:..... سید اور بنو ہاشم (یعنی جو لوگ حضرت علی، حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عقیل، حضرت حارث بن عبدالمطلب کی اولاد ہوں) کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔

اگر یہ ضرورت مند ہوں تو مسلمانوں کو چاہئے کہ ویسے دوسرے طریقوں (مثلاً عطیہ، نفلی صدقہ وغیرہ) سے ان کی مدد کریں اور ان کی مدد کو اپنی سعادت سمجھیں۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والمراد به الزكاة لا صدقة الفطر والكفارات إذ ليس للساعي فيها ولاية الأخذ ببقی علی أصل القیاس.

(قال) : وفقرء المسلمین أحب إلی؛ لأنه أبعد عن الخلاف؛ ولأنهم یتقون بها علی الطاعة وعبادة الرحمن، والذمی یتقوی بها علی عبادة الشیطان (المیسوط للسرخی، ج ۳ ص ۱۱۱، باب صدقة الفطر)

وأما صرف ما وراء الزكاة والعشر إلی فقراء أهل الذمة فجائز عند أبی حنیفة ومحمد نحو صدقة الفطر والصدقة المنذورة والكفارات ولكن الصرف إلی المسلمین أولى وعن أبی یوسف ثلاث روایات والأصح أنه لا یجوز صرف صدقة ما إلیهم إلا التطوع وأما الحربی فلا یجوز صرف صدقة ما إلیه (تحفة الفقهاء، ج ۱ ص ۳۰۳، کتاب الزكاة، باب من یوضع فیہ الصدقة)

۱۔ ولا یشرط علم الفقیر بأنها زكاة علی الأصح لما فی البحر عن القنیة والمجتبی الأصح أن من أعطی مسکینا دراهم وسماهما هبة أو قرضا ونوی الزكاة فإنها تجزیه لأن العبرة لنیة الدافع لا لعلم المدفوع إلیه (مجمع الانهر، ج ۱ ص ۱۹۶، کتاب الزكاة، شروط صحة اداء الزكاة)

۲۔ (و) لا إلی (بنی هاشم) إلا من أبطل النص قرابته وهم بنو لهب (الدر المختار، کتاب الزكاة) قال -رحمه الله- (أو هاشمی) آی لا یجوز دفعها إلی بنی هاشم لقوله -علیه الصلاة والسلام- إن هذه الصدقات إنما أوساخ الناس وإنما لا تحل لمحمد ولا لآل محمد رواه مسلم وقال -علیه الصلاة والسلام- نحن أهل بیت لا تحل لنا الصدقة رواه البخاری وأطلق الهاشمی هنا وفسرهم القدوری فقال هم آل علی وآل عباس وآل جعفر وآل عقیل وآل الحارث بن عبد المطلب وفائدة تخصیصهم بالذكر جواز الدفع إلی بعض بنی هاشم وهم بنو أبی لهب لأن حرمة الصدقة کرامة لهم استحقوها بنصرهم النبی -صلی الله علیه وسلم- فی الجاهلیة والإسلام ثم سرى ذلك إلی أولادهم وأبو لهب آذى النبی -علیه الصلاة والسلام- وبالغ فی أذیته فاستحق الإهانة قال أبو نصر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... اگر کوئی شخص گھر سے باہر سفر میں ہو، خواہ شرعی مسافت پر ہو، یا اس سے کم پر، اور اس کے گھر میں تو نصاب کے برابر مال ہو، مگر اس کے ساتھ نصاب کے برابر مال نہ ہو، اور جتنا مال اس کے ساتھ ہے، وہ اس کے سفر کی ضروریات (مثلاً کھانے، پینے اور گھر تک پہنچنے کے اخراجات) کے لئے کافی نہیں، تو اس کو اپنی ضرورت کے بقدر صدقہ فطر لینا جائز ہے، بشرطیکہ صرف ضرورت کے بقدر لے۔

(لأنه لا يقدر على الوصول الى ماله فلم يكن في يده)

اور اگر اس کے پاس سفر میں نصاب کے برابر مال ہے، یا اس کے پاس جتنا مال ہے، وہ اس کے سفر کی ضروریات (مثلاً کھانے، پینے اور گھر تک پہنچنے کے اخراجات) کے لئے کافی ہے، تو اس کو صدقہ فطر لینا جائز نہیں۔

(لأنه قادر على الوصول الى ماله فكانه في يده)

اور یہی حکم اس شخص کا بھی ہے، جو سفر میں تو نہیں ہے، بلکہ اپنے وطن اور گھر میں ہے، اور اس کی ملکیت میں نصاب کے برابر مال تو ہے، مگر وہ دوسرے پر قرض و دین ہے، اور اس دین کی ادائیگی میں ابھی وقت باقی ہے، یا جس پر اس کا دین ہے، وہ تنگ دست ہے، اور اس کا دین

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

البغدادی وما عدا المذكورين لا تحرم عليهم الزكاة (تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ۱ ص ۳۰۳، كتاب الزكاة، باب المصروف) والهاشمی منسوب إلى بنی هاشم وهم آل علی وآل عباس وآل جعفر وآل الحارث بن عبد المطلب (البنایة شرح الهدایة، ج ۳ ص ۴۵۰، ۴۵۱، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز)

(ولا تدفع إلى بنی هاشم) ش: أى ولا تدفع الزكاة إلى بنی هاشم. وفى "الإيضاح" الصدقات الواجبات كلها عليهم لا تجوز لإجماع الأئمة الأربعة (البنایة شرح الهدایة، ج ۳ ص ۴۷۱، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز)

(قوله ولا يدفع إلى بنی هاشم) يعنى الأجنبی لا يدفع إليهم بالإجماع وهل يجوز أن يدفع بعضهم إلى بعض عندهما لا يجوز. وقال أبو يوسف يجوز (الجوهرة النيرة، ج ۱ ص ۱۳۰، كتاب الزكاة، باب مصارف الزكاة)

والتفصيل فى امداد الاحكام، جلد ۲، صفحہ ۵۰، بعنوان "الاحتياط اللازم فى التصديق

على بنی هاشم" و"القول الخاتم فى حرمة الزكاة على بنی هاشم"

ادا کرنے پر قادر نہیں، اور خود اس شخص کے قبضہ میں جتنا مال ہے، وہ نصاب کے برابر نہیں، اور اس کو اس حال میں کھانے پینے اور لباس وغیرہ کی ضرورت پیش آگئی ہے، اور اس ضرورت کے پوری کرنے کے لئے اس کے ہاتھ میں مال نہیں ہے، تو اس کو بھی بقدر ضرورت صدقہ فطر لینا جائز ہے، یہاں بھی یہ شرط ہے کہ وہ صرف ضرورت کے بقدر لے، ضرورت سے زیادہ لینا جائز نہیں۔ ۱

۱۔ فقولہ الی غنی یعنی غنیا ممکنہ الانتفاع بمالہ حتی لا یدخل علیہ ابن السبیل (الجوہرۃ النیرۃ، ج ۱ ص ۱۲۹، کتاب الزکاة، باب مصارف الزکاة)

(ومن له مال في وطنه لا معه) وهو المراد من ابن السبیل فکل من یكون مسافرا علی الطريق یسمى ابن السبیل كما یسمى ابن الفقیر للفقیر كما فی المبسوط والأولی أن یتقرر أن قدر علیہ للأداء فی بلده والحق به کل من هو غائب عن ماله وإن کان فی بلده ولا یلزم أن یتصدق بما فضل فی یدہ عند قدرته علی ماله کالفقیر إذا استغنی والمکاتب إذا عجز كما فی الفتح. (مجمع الانهر، ج ۱ ص ۲۲۱، کتاب الزکاة، باب فی بیان احکام المصروف)

(ومنها ابن السبیل) ، وهو الغریب المنقطع عن ماله کذا فی البدائع . جاز الأخذ من الزکاة قدر حاجته، ولم یحل له أن يأخذ أكثر من حاجته والحق به کل من هو غائب عن ماله، وإن کان فی بلده؛ لأن الحاجة هی المعبرة ثم لا یلزمه أن یتصدق بما فضل فی یدہ عند قدرته علی ماله کالفقیر إذا استغنی کذا فی التبیین . والاستقراض لابن السبیل خیر من قبول الصدقة کذا فی الظهيرية(الفتاویٰ الهندية، ج ۱ ص ۱۸۸، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف)

(قوله: وابن السبیل) هو المسافر سمي به للزومه الطريق زیلی (قوله: من له مال لا معه) أى سواء کان هو فی غیر وطنه أو فی وطنه وله دیون لا یقدر علی أخذها كما فی النهر عن النقایة لكن زیلی جعل الثانی ملحقا به حیث قال : والحق به کل من هو غائب عن ماله وإن کان فی بلده؛ لأن الحاجة هی المعبرة وقد وجدت؛ لأنه فقیر یدا وإن کان غنیا ظاهرا . اهـ. وتبعه فی الدرر والفتح وهو ظاهر کلام الشارح وقال فی الفتح أيضا : ولا یحل له أى لابن السبیل أن يأخذ أكثر من حاجته والأولی له أن یتقرر أن قدر ولا یلزمه ذلك لجواز عجزه عن الأداء ولا یلزمه التصدق بما فضل فی یدہ عند قدرته علی ماله کالفقیر إذا استغنی والمکاتب إذا عجز . وعندهما من مال الزکاة لا یلزمها التصدق اهـ. قلت : وهذا بخلاف الفقیر فإنه یحل له أن يأخذ أكثر من حاجته وبهذا فارق ابن السبیل كما أفاده فی الذخيرة(رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲ ص ۳۳۳، ۳۳۴، باب مصرف الزکاة والعشر) قوله تعالیٰ وَابْنُ السَّبِيلِ وهو المسافر فاعلم ان المسافر اما ان یتكون مالکا لنصاب یمنع أخذ الزکاة اولا وعلى الثانی یعطى له الزکوة اتفاقا سواء کان فی أثناء السفر او مریدا للمسافر کمن لم یکن مسافرا لکونه فقیرا وعلى التقدير الاول إن کان له مال فی یدہ بقدر النصاب وبقدر ما یبلغ بلدا یرید دخوله لا یعطى له الزکوة اتفاقا سواء کان فی أثناء السفر اولا وإن کان له مال کثیر فی وطنه لا معه وهو فی أثناء السفر فقیر یدا لیس عنده ما یبلغ نصابا ولا ما یبلغ ﴿بقية حاشيا﴾ گئے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں ﴿

مسئلہ:..... اپنے اصول یعنی جن کے واسطے سے پیدا ہوا ہے مثلاً اپنے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، پردادا، پردادی، وغیرہ کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

به وطنه الذی فیہ مالہ يعطى له الزکوة اتفاقا وهو المراد بابن السبیل فی هذه الآية عند ابی حنیفة رحمہ اللہ فالفقیر المعتبر لا باحة أخذ الزکوة هو الفقیر یدا فمالکیة المال لا ینافی جواز أخذ الزکوة ان لم یکن المال فی یدہ فالمقیم فی الوطن الذی له مال فی وطنه بمنزلة ابن السبیل والدائن الذی مدیونہ مقر مفلس کابن السبیل کذا فی المحيط وإن کان له مال کثیر فی وطنه وعنده مال قليل لا یبلغ نصابا لکن یمكن ان یبلغ به مکانه الذی فیہ مالہ لا یجوز له أخذ الزکوة اتفاقا لانه قادر علی الوصول الی مالہ فکانه فی یدہ وإن کان له مال فی یدہ یبلغ نصابا لکن لیس بقدر ما یقطع به المسافة المقصورة سواء هو فی أثناء السفر او هو مرید للسفر وسواء کان له مال بعيد منه او لا یكون لا یجوز له أخذ الزکوة عند ابی حنیفة وقال الشافعی یجوز لابی حنیفة ان المبیح لاخذ الزکوة انما هو الفقیر وهو لیس بفقییر وقال الشافعی ارادة السفر ایضا مبیح لاخذ الزکوة ان لم یکن عنده ما یقطع به السفر لان ابن السبیل صنف آخر غیر الفقیر لا یعتبر فیہ الفقیر واللہ اعلم (التفسیر المظهری، ج ۴ ص ۲۳۹، تحت آیت ۶۰ من سورة التوبة)

وَابْنُ السَّبِيلِ وهو المسافر المنقطع عن ماله . والاستقرار له خير من قبول الصدقة علی ما فی الظهیریة . وفى فتح القدير أنه لا یحل له أن يأخذ أكثر من حاجته، وألحق به كل من هو غائب عن ماله وإن کان فی بلده . وفى المحيط وإن کان تاجرا له دين علی الناس لا یقدر علی أخذه ولا یجد شيئا یحل له أخذ الزکاة لأنه فقیر یدا کابن السبیل . وفى الخانية تفصیل فی هذا المقام قال : والذی له دين مؤجل علی إنسان إذا احتاج إلى النفقة یجوز له أن يأخذ من الزکاة قدر کفایتہ إلى حلول الأجل، وإن کان الدين غیر مؤجل فإن کان من علیه الدين معسرا یجوز له أن يأخذ الزکاة فی أصح الأقاويل لأنه بمنزلة ابن السبیل، وإن کان المدیون موسرا معترفا لا یحل له أخذ الزکاة وكذا إذا کان جاحدا وله علیه بینه عادلة، وإن لم تكن عادلة لا یحل له الأخذ أيضا ما لم یرفع الأمر إلى القاضی فیحلفه فإذا حلفه یحل له الأخذ بعد ذلك اهـ، والمراد من الدين ما یبلغ نصابا کما لا یخفى . وفى فتح القدير ولو دفع إلى فقیرة لها مهر دين علی زوجها یبلغ نصابا وهو موسر بحيث لو طلبت أعطاه لا یجوز، وإن کان بحيث لا یعطى لو طلبت جاز اهـ . وهو مقید لمعوم ما فی الخانية، والمراد من المهر ما تعرف تعجیله لأن ما تعرف تأجیله فهو دين مؤجل لا یمنع أخذ الزکاة، ویكون فی الأول عدم إعطائه بمنزلة إعساره، ویفرق بینه وبين سائر الديون بأن رفع الزوج للقاضی مما ینبغی للمرأة بخلاف غیره، لکن فی البزازیة دفع الزکاة إلى أخته وهی تحت زوج إن کان مهرها المعجل أقل من النصاب أو أكثر لکن الزوج معسر له أن یدفع إليها الزکاة وإن کان موسرا والمعجل قدر النصاب لا یجوز عندهما وبه یفتی للاحتياط، وعند الإمام یجوز مطلقا هذا (روح المعانی، ج ۵ ص ۳۱۳، تحت آیت ۶۰ من سورة التوبة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

والدین کی خدمت ویسے ہی اولاد کے ذمہ ہے۔

اسی طرح اپنے فروع یعنی جو اس کے واسطے سے پیدا ہوئے ہیں، مثلاً اولاد بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی وغیرہ کو بھی یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔

اور اسی طرح شوہر اور بیوی کا ایک دوسرے کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں، اس لیے کسی دوسرے طریقے پر ان کی مدد و اعانت کرنی چاہیے۔

مذکورہ افراد کے علاوہ سب رشتہ داروں کو یہ صدقہ دینا جائز ہے، بشرطیکہ وہ زکوٰۃ کے مستحق ہوں بلکہ ان کو دینے میں دو گنا ثواب ہے، ایک صدقہ کا، دوسرا حسن سلوک کا۔

چنانچہ اپنے بھائی، بھابھی، بہن، بہنوئی، چچا، چچی، ماموں، ممانی، خالہ، پھوپھی، اور ان سب کی اولادیں، دودھ کے رشتے کے والدین اور دودھ کے رشتے والی اولاد، سوتیلے والدین،

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

ملاحظہ رہے کہ مندرجہ بالا حکم مال سے دور یا مال پر قادر نہ ہونے اور ضرورت و حاجت پیش آنے کی صورت میں بقدر ضرورت اخذ زکوٰۃ و صدقات کا ہے، جہاں تک ملکیت میں موجود مال پر وجوب زکوٰۃ و صدقہ فطر کا تعلق ہے، تو وہ اپنی شرائط کے ساتھ الگ واجب ہے۔

اگر کوئی اس وقت قادر نہیں، تو بعد میں ادا کر دے۔

یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ وجوب صدقہ و حرمت اخذ صدقہ مجتمع نہیں ہوتے اور مسافر کو اخذ صدقہ جائز ہے، لہذا اس پر صدقہ فطر کیے بغیر واجب ہوگا؟

جواب یہ ہے کہ بذات خود مسافر ہونا اخذ صدقہ کے جواز کا سبب نہیں بلکہ اس کا محتاج اور مال پر قادر نہ

ہونا ہے، یہی وجہ ہے کہ جو مسافر نصاب ساتھ نہ رکھتا ہو مگر بقدر حاجت مال اس کے پاس موجود ہو اس کے لئے

اخذ صدقہ جائز نہیں، معلوم ہوا کہ بذات خود مسافر ہونا اخذ صدقہ کے جواز کا سبب نہیں، ورنہ مسافر ہونا بذات

خود اخذ جواز صدقہ کو مستلزم ہوتا، لہذا فقہی مسافر پر صدقہ فطر واجب ہے اور ضرورت مند مسافر کے حق میں وجوب

صدقہ و حرمت اخذ صدقہ کے عدم اجتماع کا شبہ درست نہیں (کذا فی حاشیہ امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۸۱)

بخلاف الزکوة؛ لأن الزکوة لا يتعلق وجوبها بوقت مخصوص بل جميع العمر وقتها فكان جميع الأوقات وقتاً لأدائها، فإن لم يكن في يده شيء للحال يؤديها إذا وصل إلى المال، وكذا تنادي بكل مال فيأجبها عليه لا يوقعه في الحرج، وكذلك صدقة الفطر لأنها تجب وجوباً موسعاً كالزكاة، وهو الصحيح. وعند بعضهم وإن كانت تتوقف بيوم الفطر لكنها تنادي بكل مال فلا يكون في الوجوب عليه حرج (بدائع والصنائع، ج ۵ ص ۶۳، كتاب التضحية، فصل في شرائط وجوب الاضحية)

سوتیلی اولاد، بہو، داماد اور سر و غیرہ کو صدقہ فطر دینا جائز ہے، بشرطیکہ یہ مستحق اور غریب ہوں۔ ۱

مسئلہ:..... رشتہ داروں میں جب مختلف قسم کے رشتہ دار ضرورت مند اور مستحق ہوں، تو صدقہ فطر دینے میں پہلے حق دار بہن بھائی، پھر ان کی اولاد، پھر چچا اور پھوپھیاں، پھر ان کی اولاد، پھر ماموں اور خالہ، پھر ان کی اولاد، پھر دوسرے رشتہ دار ہیں، اور اس کے بعد پڑوسیوں کا حق ہے۔ اور اس کے بعد اپنے علاقے و شہر کے ضرورت مندوں کا حق ہے۔

اور اگر کسی نے اس کے برعکس کسی بھی مستحق کو دے دیا، تب بھی صدقہ فطر ادا ہو جاتا ہے۔ ۲

۱۔ والشرط الآخر أن لا يكون منافع الأملاك متصلة بين صاحب المال وبين المدفوع إليه لأن الواجب هو التملك من الغير من كل وجه فإذا كانت المنافع بينهما متصلة عادة فيكون صرفا إلى نفسه من وجه فلا يجوز.

بیان ذلك أنه لو دفع الزكاة إلى الوالدین وإن علوا أو إلى المولودین وإن سفلا لا يجوز لاتصال منافع الأملاك بينهم ولهذا لا تقبل شهادة بعضهم لبعض، ولو دفع إلى سائر الأقارب سواهم من الإخوة والأخوات وغيرهم جاز لانقطاع المنافع بينهم من حيث الغالب ولهذا تقبل شهادة بعضهم لبعض، ولو دفع إلى الزوج أو الزوجة لا يجوز عند أبي حنيفة لما قلنا من اتصال المنافع بينهم من حيث الغالب وعلى قول أبي يوسف ومحمد يجوز للزوجة أن تدفع إلى زوجها الفقير ولا يجوز للزوج أن يدفع إلى زوجته الفقيرة (تحفة الفقهاء، ج ۱ ص ۳۰۳، ۳۰۴، باب من يوضع فيه الصدقة) قوله وأصله، وإن علا وفرعه، وإن سفلا بالجراى لا يجوز الدفع إلى أبيه وجده، وإن علا، ولا إلى ولده وولد ولده، وإن سفلا؛ لأن المنفعة لم تنقطع عن الملك من كل وجه كما قدمه فى تعريف الزكاة؛ لأن الواجب عليه الإخراج عن ملكه رقية ومنفعة، ولم يوجد فى الأصول والفروع الإخراج عن ملكه منفعة وإن وجد رقية، وفى عبده وجد الإخراج منفعة لا رقية كذا فى المستصفى، وفيه إشارة إلى أن هذا الحكم لا يخص الزكاة بل كل صدقة واجبة لا يجوز دفعها لهم كأحد الزوجين كالکفارات وصدقۃ الفطر والندور، وقيد بأصله وفرعه؛ لأن من سواهم من القرابة يجوز الدفع لهم وهو أولى لما فيه من الصلة مع الصدقة كالإخوة والأخوات والأعمام والعمات والأخوال والخالات الفقراء ولهذا قال فى الفتاوى الظهيرية: يبدأ فى الصدقات بالأقارب ثم الموالى ثم الجيران وذكر فى موضع آخر معزيا إلى أبى حفص الكبير: لا تقبل صدقة الرجل، وقرابته محاريج فيسد حاجتهم (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲ ص ۲۶۲، كتاب الزكاة، باب مصرف الزكاة)

۲۔ واعلم أن الأفضل فى الزكاة والفطرة والندور الصرف أولا إلى الإخوة والأخوات ثم إلى أولادهم ثم إلى الأعمام والعمات ثم إلى أولادهم ثم إلى الأخوال والخالات ثم إلى أولادهم ثم إلى ذوى الأرحام من بعدهم ثم إلى الجيران ثم إلى أهل حرفته ثم إلى أهل مصره أو قريته ولا ينقلها إلى

﴿بقية حاشية الگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... کسی کے حالات میں غور و فکر کرنے کے بعد اسے مستحق سمجھ کر صدقہ فطر دے دیا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مستحق نہیں، مثلاً مالدار ہے یا ہاشمی ہے یا اپنے اصول و فروع میں نکلا تو صدقہ فطر ادا ہو گیا۔

اور اگر غور و فکر کئے بغیر صدقہ فطر دے دیا اور بعد میں غیر مستحق نکلا تو صدقہ فطر ادا نہ ہوا۔
البتہ یہ الگ مسئلہ ہے کہ لینے والا اگر مستحق نہیں ہے اور اسے معلوم ہو گیا کہ جو چیز یا رقم مجھے دی گئی ہے یہ صدقہ فطر کی ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ چیز یا رقم مالک کو واپس کر دے اور مالک اسے صحیح مصرف میں ادا کرے۔ ۱۔

مسئلہ:..... ایک شخص کا فطرانہ کئی غریب مستحقین کو یا کئی شخصوں کا فطرانہ ایک غریب مستحق کو دینا جائز ہے۔

﴿گزشتہ صفحہ کا نتیجہ حاشیہ﴾

بلد آخری إلا إذا كانوا أحوج إليها من أهل بلده أو قريته والله أعلم (الجوهرة النيرة، ج ۱ ص ۱۳۲، کتاب الزکاة، باب مصارف الزکاة)

والأفضل في الزكاة والفطر والنذر الصرف أولا إلى الإخوة والأخوات ثم إلى أولادهم ثم إلى الأعمام والعلمات ثم إلى أولادهم ثم إلى الأخوال والخالات ثم إلى أولادهم ثم إلى ذوی الأرحام ثم إلى الجيران ثم إلى أهل حرفته ثم إلى أهل مصره أو قريته كذا في السراج الوهاج (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۹۰، کتاب الزکاة، الباب السابع في المصارف)

وقالوا الأفضل في صرف الصدقة أن يصرفها إلى إخوته ثم أولادهم ثم أعمامهم الفقراء ثم أخواله الفقراء ثم ذوی الأرحام ثم جيرانه ثم أهل سكنه ثم أهل مصره (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ۱ ص ۳۰۵، کتاب الزکاة، باب المصارف)

۱۔ فوق في أكبر رأيه أنه محل الصدقة فدفع إليه أو سأل منه فدفع أو رآه في صف الفقراء فدفع فإن ظهر أنه محل الصدقة جاز بالإجماع، وكذا إن لم يظهر حاله عنده، وأما إذا ظهر أنه غني أو هاشمي أو كافر أو مولى الهاشمي أو والدان أو المولدون أو الزوج أو الزوجة فإنه يجوز وتسقط عنه الزكاة في قول أبي حنيفة ومحمد -رحمهما الله تعالى-، ولو ظهر أنه عبده أو مديونه أو أم ولده أو مكاتبه فإنه لا يجوز عليه أن يعيدها بالإجماع، وكذا المستسعى عند أبي حنيفة -رحمه الله تعالى- هكذا في شرح الطحاوي.

وإذا دفعها، ولم يخطر بباله أنه مصرف أم لا فهو على الجواز إلا إذا تبين أنه غير مصرف، وإذا دفعها إليه، وهو شاك، ولم يتحرر أو تحرى، ولم يظهر له أنه مصرف أو غلب على ظنه أنه ليس بمصرف فهو على الفساد إلا إذا تبين أنه مصرف هكذا في التبيين (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۹۰، کتاب الزکاة، الباب السابع في المصارف)

البتہ احتیاط و افضلیت اس میں ہے کہ ایک شخص کا فطرانہ ایک سے زیادہ غریبوں کو نہ دیا جائے (امداد الاحکام جلد ۲ صفحہ ۴۱) ۱۔

مسئلہ:..... صدقہ فطر ادا کرنے والا جس علاقہ میں ہے، اُسے اپنا صدقہ فطر وہیں کے فقراء و مستحقین کو دینا افضل ہے، بلا ضرورت دوسرے علاقہ میں بھیجنا مناسب نہیں۔ ۲۔

۱۔ (وجاز دفع کل شخص فطرته إلى) مسکین أو (مسکین علی) ما علیہ اکثر وہ جزم فی الولوالجیة والخانیة والبدائع والمحیط وتبعهم الزیلعی فی الظہار من غیر ذکر خلاف وصحہ فی البرہان فکان ہو (المذہب) کتفریق الزکاة والأمر فی حدیث "أغنہم" للندب فیفید الأولیة (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر)

ويجوز أن يعطى ما يجب في صدقة الفطر عن إنسان واحد جماعة مساکین ويعطى ما يجب عن جماعة مسکینا واحدا؛ لأن الواجب زکاة فجاز جمعها وتفریقها کزکاة المال (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۲ ص ۷۵، کتاب الزکاة، فصل رکن صدقة الفطر)

ولم يتعرض فی الكتاب لجواز تفریق صدقة شخص علی مساکین، وظاهر ما فی التبيين وفتح القدير أن المذهب المنع وأن القائل بالجواز إنما هو الکرخی وصرح الولوالجی وقاضی خان وصاحب المحیط والبدائع بالجواز من غیر ذکر خلاف فکان هو المذهب کجواز تفریق الزکاة (البحر الرائق ج ۲ ص ۷۵، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر)

(قال) : وله أن يجمع صدقة نفسه ومماليكه فيعطيه مسکینا واحدا لقوله -صلى الله عليه وسلم - اغنوهم عن المسألة فی مثل هذا اليوم والإغناء يحصل بصرف الكل إلى واحد فوق ما يحصل بالتفريق؛ ولأن المعتبر القدر المنصوص عليه وصفة الفقر فی المصروف إليه، وذلك لا يختلف بالتفريق، والجمع فجاز الكل وهذا بخلاف الكفارة فإنه لو صرف الكل إلى مسکین واحد جملة لا يجوز؛ لأن العدد فی المصروف إليه منصوص عليه فلا بد من وجوده صورة ومعنى (المبسوط للسرخسی، ج ۳ ص ۱۰۷، باب صدقة الفطر)

۲۔ ثم المعتبر فی الزکاة مکان المال حتی لو کان هو فی بلد، وماله فی بلد آخر یفرق فی موضع المال، وفی صدقة الفطر يعتبر مکانه لا مکان أولاده الصغار وعبيده فی الصحيح کذا فی التبيين. وعليه الفتوى کذا فی المصنوعات (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۹۰، کتاب الزکاة، الباب السابع فی المصارف)

ثم المعتبر فی الزکاة مکان المال حتی لو کان هو فی بلد وماله فی بلد أخرى یفرق فی موضع المال وفی صدقة الفطر يعتبر مکانه لا مکان أولاده الصغار وعبيده فی الصحيح والفرق أن الزکاة محلها المال ولهذا تسقط بهلاکة وصدقہ الفطر فی الذمة ولهذا لا تسقط بهلاکهم (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ۱ ص ۳۰۵، کتاب الزکاة، باب المصروف)

(قوله: مکان المؤدی) أى لا مکان الرأس الذى يؤدى عنه: قوله: وهو الأصح) بل صرح فی النهاية ﴿بقية حاشية الگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہاں اگر دوسرے علاقہ کے مستحقین اپنے رشتہ دار ہوں یا وہاں کے مستحقین زیادہ محتاج ہوں یا زیادہ نیک و پرہیزگار ہوں یا وہاں بھیجنا مسلمانوں کے حق میں زیادہ نفع مند ہو، مثلاً وہاں دین کے طلبہ مستحق ہوں، تو علاقہ سے باہر بھیجنے میں بھی حرج نہیں، اسی طرح اگر کوئی مسلمان غیر مسلم ملک میں رہتا ہے، اگر وہ صدقہ فطر اسلامی ملک میں بھیجے تو بھی حرج نہیں۔ ۱۔

مسئلہ:..... اگر کسی کا باپ مالدار ہو تو اس کے نابالغ بچوں کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں اور بالغ بچے اگر خود مالدار نہ ہوں تو انہیں یہ صدقہ دینا جائز ہے۔ اسی طرح اگر کسی مالدار شخص کی بیوی

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

والعناية بأنه ظاهر الرواية كما في الشرنبلالية وهو المذهب كما في البحر فكان أولى مما في الفتح من تصحيح قولهما باعتبار مكان المؤدى عنه.

قال الرحمتي: وقال في المنح في آخر باب صدقة الفطر: الأفضل أن يؤدي عن عبده وأولاده وحشمه حيث هم عند أبي يوسف وعليه الفتوى وعند محمد حيث هو اه تأمل. قلت: لكن في التارخانية يؤدي عنهم حيث هو وعليه الفتوى وهو قول محمد ومثله قول أبي حنيفة وهو الصحيح (رد المحتار، ج ۲ ص ۳۵۵، ۳۵۶، كتاب الزكاة، فروع في مصرف الزكاة)

۱۔ ويكره نقل الزكاة من بلد إلى بلد إلا أن ينقلها الإنسان إلى قرابته أو إلى قوم هم أحوج إليها من أهل بلده، ولو نقل إلى غيرهم أجزأه، وإن كان مكروها، وإنما يكره نقل الزكاة إذا كان الإخراج في حينها بأن أخرجها بعد الحول أما إذا كان الإخراج قبل حينها فلا بأس بالنقل والأفضل في الزكاة والفطر والنذر الصرف أولا إلى الإخوة والأخوات ثم إلى أولادهم ثم إلى الأعمام والعلمات ثم إلى أولادهم ثم إلى الأخوال والخالات ثم إلى ذوى الأرحام ثم إلى الجيران ثم إلى أهل حرفته ثم إلى أهل مصره أو قرينته كذا في السراج الوهاج (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۹۰، كتاب الزكاة وفيه ثمانية أبواب، الباب السابع في المصارف)

(و) كره (نقلها) أى الزكاة بعد تمام الحول من بلد (إلى بلد آخر) غير البلد الذى فيه المال وإن كان المزكى فى بلد، والملك فى بلد آخر فالمعتبر مكان الملك لا المالك بخلاف صدقة الفطر حيث يعتبر عنه محمد مكان المؤدى وهو الأصح خلافا لأبى يوسف (إلا) أن ينقلها (إلى قرينه) أى المزكى فلا يكره لما فيه من الصلة قال أبو حفص الكبير لا تقبل صدقته وقرابته محاييج حتى يبدأ بهم قالوا: الأفضل صرف الصدقة إلى أخواته ذكورا أو إناثا ثم إلى أولادهم ثم إلى أعمامه ثم إلى أولادهم نازلين ثم إلى أخواله ثم إلى ذوى الأرحام ثم إلى جيرانه ثم إلى أهل سكنه ثم إلى أهل مصره والمراد من ذوى الأرحام بعد ذكر أخواله ذورحم أبعد مما ذكر قبله (أو) شخص (أحوج من أهل بلده) لدفع شدة الحاجة هذا إذا لم يكن فقراء غير البلدة أروع أو أنفع بتعليم الشرائع وتعلمها وإلا فلا يكره، ولو مكث مسلم فى دار الحرب سنين بأمان فعليه الزكاة فى ماله يفتى بأدائها إلى من يسكن فى دار الإسلام وإن وجد مصرفا فى دار الحرب (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، ج ۱ ص ۲۲۶، كتاب الزكاة، باب فى بيان أحكام المصروف)

خود مالدار نہ ہو تو اس عورت کو بھی دینا جائز ہے۔

اور اگر نابالغ بچوں کی ماں تو مالدار ہے، باپ مالدار نہیں تو ان نابالغ بچوں کو بھی یہ صدقہ دینا جائز ہے۔ ۱

اسی طرح اولاد کے امیر و مال دار ہونے سے اس کا والد مال دار شمار نہیں کیا جاتا، لہذا اگر کسی کی اولاد تو مال دار ہے، مگر والد مال دار نہیں، تو اس کے والد کو صدقہ فطر دینا جائز ہے۔ ۲

مگر ملحوظ رہے کہ جو نابالغ بچہ سمجھدار ہے، اس کو تو براہ راست صدقہ فطر پر قبضہ دیدینا کافی ہے، لیکن جو بچہ نا سمجھ ہے، تو اس کا قبضہ کرنا معتبر نہیں، ایسی صورت میں اس کے والد یا سرپرست کو صدقہ فطر حوالے کرنا چاہئے۔ ۳

۱۔ وكذا لا يجوز صرف الصدقات الواجبة إلى ولد الغنى إذا كان صغيرا وإذا كان كبيرا يجوز لأن الصغير يعد غنيا بمال أبيه بخلاف الكبير، وقال أبو حنيفة ومحمد يجوز الدفع إلى امرأة الغنى إذا كانت فقيرة وكذلك إلى البنت الكبيرة الفقيرة لغنى، وهو إحدى الروايتين عن أبي يوسف لأن الزوج لا يدفع جميع حوائج الزوجة والبنت الكبيرة (تحفة الفقهاء، ج ۱ ص ۳۰۰، كتاب الزكاة، باب من يوضع فيه الصدقة)

وفى قنية السنية إن لم يكن للصغير أب وله أم غنية يجوز الدفع إليه اه غاية (تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ۱ ص ۳۰۳، كتاب الزكاة، باب المصروف)

ولا يجوز دفعها إلى ولد الغنى الصغير كذا فى التبيين. ولو كان كبيرا فقيرا جاز، ويدفع إلى امرأة غنى إذا كانت فقيرة، وكذا إلى البنت الكبيرة إذا كان أبوها غنيا؛ لأن قدر النفقة لا يغنيها وبغنى الأب والزوج لا تعد غنية كذا فى الكافى (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۸۹، كتاب الزكاة، الباب السابع فى المصارف)

۲۔ ويجوز صرفها إلى الأب المعسر، وإن كان ابنه موسرا كذا فى شرح الطحاوى (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۸۹، كتاب الزكاة، الباب السابع فى المصارف)

۳۔ وإذا دفع الزكاة إلى الفقير لا يتم الدفع مالم يقبضها الفقير أو من له ولاية على الفقير نحو الأب والوصى يقبضان للصبي والمجنون أو من كان فى عياله من الأقارب أو الأجانب الذين يعولونه والمملوك يقبض للقيط ولو دفع الزكاة إلى صبي لا يعقل أو مجنون فدفع الصبي إلى أبويه أو وصيه قالوا لا يجوز ولو قبض الصبي وهو مراهق جاز وكذا لو كان يعقل القبض بأن كان لا يرمى به ولا يخدع عنه ولو دفع إلى معتوه فقير جاز (فتاوى قاضى خان، كتاب الزكاة)

ولم يشترط البلوغ والعقل؛ لأنهما ليس بشرط؛ لأن تملك الصبي صحيح لكن إن لم يكن عاقلا، فإنه يقبض عنه وصيه أو أبوه أو من يعوله قريبا أو أجنبيا أو المملوك كما فى الولوالجية، وإن كان عاقلا فقبض من ذكر، وكذا قبضه بنفسه، والمراد أن يعقل القبض بأن لا يرمى به، ولا يخدع عنه والدفع إلى المعتوه يجوز كذا فى فتح القدير وحكم المجنون المطبق معلوم من حكم الصبي الذى لا يعقل (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲ ص ۲۱۷، كتاب الزكاة)

مسئلہ:..... کسی کی مزدوری و تنخواہ کے طور پر یہ صدقہ دینا جائز نہیں، اسی وجہ سے امام و مؤذن کی خدمت و تنخواہ کے طور پر ان کو صدقہ فطر دینا جائز نہیں۔

البتہ مستحق ہونے کی صورت میں ان کی مزدوری و خدمت اور تنخواہ یا اس کا حصہ بنائے بغیر دینا جائز ہے، کہ اگر ان کو نہ دیا جائے تب بھی وہ اپنا کام جاری رکھیں۔ ۱

مسئلہ:..... صدقہ فطر غریب مستحق کو مالک بنائے بغیر مسجد، مدرسہ، شفا خانہ، کنوئیں، پل یا کسی اور فائمی ادارے کی تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ وہ ادارہ غریبوں ہی کی خدمت کے لئے وقف ہو، کیونکہ اس صورت میں کسی غریب کو مالک بنانا اور اس کے قبضہ میں دینا نہیں پایا گیا، اسی طرح کسی میت کے کفن دفن یا کسی میت کا قرض ادا کرنے میں خرچ کرنا جائز نہیں۔

کسی ایسے مدرسہ یا انجمن وغیرہ کو دینا بھی جائز نہیں جہاں غریبوں کو مالکانہ طور پر وہ صدقہ نہ دیا جاتا ہو۔ بلکہ ملازمین کی تنخواہوں یا تعمیر اور فرنیچر وغیرہ انتظامی امور پر خرچ کر دیا جاتا ہو۔ البتہ اگر کسی ادارے میں غریب طلبہ یا دوسرے غریبوں کو مفت کھانا، کپڑا وغیرہ دیا جاتا ہو تو وہاں یہ صدقہ دینا جائز ہے، جبکہ عموماً مستند دینی مدارس میں ایسا ہی ہے۔ ۲

۱۔ وان فرضها عليه فدفعها ينوي الزكاة لا يجوز لانه أداء واجب في واجب آخر فلا يجوز (تبيين الحقائق، ج ۱ ص ۳۰۲، کتاب الزکاة، باب المصروف)

ولو نوى الزكاة بما يدفع المعلم إلى الخليفة ولم يستأجره إن كان الخليفة بحال لو لم يدفعه يعلم الصبيان أيضاً أجزأه وإلا فلا وكذا ما يدفعه إلى الخدم من الرجال والنساء في الأعياد وغيرها بنية الزكاة كذا في معراج الدراري (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۹۰، کتاب الزکاة، الباب السابع في المصارف) ۲ (قوله: نحو مسجد) كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه زيلعي (قوله: ولا إلى كفن ميت) لعدم صحة التملك منه؛ ألا ترى أنه لو أفرسه سبع كان الكفن للمتعبر لا للورثة نهر (رد المحتار، ج ۲ ص ۳۴۴، کتاب الزکاة، باب مصرف الزکاة والعشر)

وأما ركنها فالتمليك لقول النبي - صلى الله عليه وسلم - أدوا عن كل حر وعبد الحديث، والأداء هو التملك فلا يتأدى بطعام الإباحة وبما ليس بتمليك أصلاً ولا بما ليس بتمليك مطلق، والمسائل المبنية عليه ذكرناها في زكاة المال وشرائط الركن أيضاً ما ذكرنا هناك (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ۲ ص ۷۴، کتاب الزکاة، فصل ركن صدقة الفطر)

مسئلہ:..... اہل حق علماء کی زیر نگرانی دینی مدارس و جامعات دین کی اشاعت اور بقاء کا ذریعہ ہیں، اور دشمنان اسلام ان کو مٹانے کے درپے ہیں، ان حالات میں ان کے ساتھ تعاون بہت بڑی نیکی ہے اور ان کی طرف سے کسی کا عطیہ و صدقہ فطر قبول کر لینا، دینے والے کی نیک بختی اور خوش نصیبی ہے نہ کہ ان پر کوئی احسان ہے مسلمان کی سعادت اور خوش بختی کی نشانی یہ ہے کہ از خود ان کو اپنا مال پیش کرے۔ ۱۔

مسئلہ:..... آج کل جو مختلف لوگوں نے رفاہی کمیٹیاں اور ادارے قائم کر رکھے ہیں، ان کو صدقہ فطر دینا خلاف احتیاط ہے، کیونکہ ان کے ذمہ داران عام طور پر شرعی مسائل سے واقف نہیں ہوتے، اور شرعی طریقہ پر مصارف میں استعمال کرنے کا اہتمام نہیں کرتے۔

(کذافی امداد الاحکام ج ۲ ص ۴۵)

صدقہ فطر کے بارے میں چند کوتاہیاں اور غلط فہمیاں

(۱)..... بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جو شخص روزہ نہ رکھے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں، حالانکہ صدقہ فطر ہر صاحب نصاب مسلمان پر واجب ہے خواہ اس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں، اور روزے نہ رکھنا کسی عذر کی وجہ سے ہو جیسے بڑھاپا، یا بیماری، سفر وغیرہ یا

۱۔ طلب العلم ليس إلا استفادة الأحكام وهل يبلغ طالب رتبة من لازم صحبة النبي - صلى الله عليه وسلم - لتلقى الأحكام عنه كأصحاب الصفة، فالتفسير بطالب العلم وجهه خصوصاً وقد قال في البدائع في سبيل الله جميع القرب فيدخل فيه كل من سعى في طاعة الله وسبيل الخيرات إذا كان محتاجاً. اهـ (رد المحتار، ج ۲ ص ۳۴۳، كتاب الزكاة، باب مصرف الزكاة والعشر)
(قوله: أو طلب العلم) ذكره في البحر بحشا بقوله وينبغي أن يلحق به أي بالغازي طالب العلم لا اشتغاله عن الكسب بالعلم، ولهذا قالوا: إن نفقته على أبيه وإن كان صحيحاً مكتسباً كما لو كان زماً (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲ ص ۳۵۵، كتاب الزكاة، باب مصرف الزكاة والعشر)
وفي الحاوي للزاهدي رامن للأسرار لنجم الدين قال الشيخ الإمام أبو منصور الماتريدي لزم على المسلمين كفاية طالب العلم إذا خرج للطلب حتى لو امتنعوا عن كفايته يجبرون كما يجبرون في دين الزكاة إذا امتنعوا عن أدائها والتصدق على العالم الفقير أفضل منه على الجاهل وعن أبي حفص الدفع إلى من عليه دين ليقضى دينه أحب إلى من الدفع إلى فقير لم يكن عليه دين اهـ (العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الطلاق، باب النفقة)

بلا عذر ہو، بہر حال صدقہ فطر واجب ہے۔

(۲)..... بعض خواتین سمجھتی ہیں کہ سونا، چاندی اگر استعالیٰ ہو تو اس پر صدقہ فطر یا زکوٰۃ لازم نہیں خواہ کتنا زیادہ ہو اور اگر استعالیٰ نہ ہو تو لازم ہے، یہ غلط فہمی ہے۔

(۳)..... بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر کا نصاب ایک ہی ہے اور ہم پر چونکہ زکوٰۃ فرض نہیں، لہذا صدقہ فطر بھی واجب نہیں، حالانکہ دونوں کا نصاب الگ الگ ہے زکوٰۃ صرف ان چار قسم کی چیزوں پر فرض ہوتی ہے:

(۱) سونا (۲) چاندی (۳) روپیہ پیسہ (۴) تجارت کا سامان

اور صدقہ فطر میں ان چار چیزوں کے علاوہ ضرورت سے زیادہ چیزوں کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ پس عید کے دن جس شخص کے پاس زکوٰۃ والا نصاب ہو اس پر صدقہ فطر واجب ہے اور اگر کسی شخص کے پاس زکوٰۃ والا نصاب نہ ہو لیکن ضرورت سے زیادہ مال یا سامان ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے اگرچہ اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۴)..... عام طور پر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ جب تک ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی نہ ہو تو اس پر کسی حال میں صدقہ فطر واجب نہیں، حالانکہ وزن کا اعتبار اس صورت میں ہے کہ جب کسی کی ملکیت میں صرف سونا یا صرف چاندی ہو، تجارت کا سامان ذرا سا بھی نہ ہو، نقدی ایک پیسہ بھی نہ ہو، اور ضرورت سے زیادہ کوئی چیز نہ ہو (اور آج کل کچھ نہ کچھ نقدی اور فالتو سامان ہوتا ہی ہے) اور اگر کسی مرد یا عورت کی ملکیت میں دو یا زیادہ طرح کی چیزیں ہوں تو ہر ایک کا علیحدہ نصاب پورا ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس صورت میں سب کی مالیت (ویلیو) ملا کر دیکھی جائے گی، اگر سب کی مالیت ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ ہو جائے تو صدقہ فطر واجب ہے، چنانچہ بہت سی خواتین کے پاس کئی کئی تولے سونا، چاندی ہوتا ہے، کچھ نہ کچھ نقدی بھی ضرور ہوتی ہے

ضرورت سے زیادہ اور فالتو سامان کے ڈھیر ہوتے ہیں مگر وہ نہ زکوٰۃ ادا کرتی ہیں، نہ صدقہ فطر، اس کی اصلاح ضروری ہے۔

(۵)..... بعض خواتین پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے اس کے باوجود یہ سمجھتی ہیں کہ ہمارا صدقہ فطر ہمارے شوہروں کے ذمہ لازم ہے اور اگر ان کے شوہر ادا نہ کریں تو وہ خود بھی ادا نہیں کرتیں، جبکہ عورت کے صاحب نصاب ہونے کی صورت میں اس کا صدقہ فطر اس کے شوہر پر لازم نہیں، بلکہ عورت پر خود اپنے مال سے لازم ہے، خواہ اس کے لئے زیور وغیرہ کیوں نہ بیچنا پڑے۔ البتہ اگر کسی عورت کا شوہر اپنی رقم سے اس کی طرف سے بخوشی صدقہ فطر ادا کر دے تو جائز ہے۔ ۱

(۶)..... بعض جگہ گھر کا سربراہ صرف اپنی طرف سے ایک صدقہ فطر ادا کر دے تو اسے سب افراد خانہ کی طرف سے کافی سمجھا جاتا ہے، حالانکہ سربراہ کے علاوہ گھر کا کوئی اور بالغ

۱۔ البتہ اگر میاں بیوی میں ناراضگی ہو، اور دونوں الگ الگ رہتے ہوں، تو ایسی صورت میں شوہر کا اپنی بیوی کی طرف سے اجازت لئے بغیر صدقہ فطر ادا کرنے سے ادا نہ ہوگا، بلکہ اس کی اجازت ضروری ہوگی۔

(لاعن زوجته) وولده الكبير العاقل، ولو أدى عنهما بلا إذن أجزأ استحساناً للإذن عادة أى لو فى عياله وإلا فلا قهستانى عن المحيط فليحفظ (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر) (قوله: ولو أدى عنهما) أى عن الزوجة والولد الكبير.

وقال فى البحر: وظاهر الظهيرية أنه لو أدى عن فى عياله بغير أمره جاز مطلقاً بغير تقييد بالزوجة والولد. اهـ. (قوله: أجزأ استحساناً) وعليه الفتوى خانية وأفاد بقوله للإذن عادة إلى وجود النية حكماً وإلا فقد صرح فى البدائع بأن الفطرة لا تتأدى بدون النية تأمل (قوله: أى لو فى عياله) انظر هل المراد من تلزمه نفقته أو أعم؟ ظاهر ما مر عن البحر الثانى، وهو مفاد التعليل أيضاً تأمل (ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۶۳، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

وإذا أدى عن الزوجة والولد الكبير بغير إذنهما جاز وظاهر الظهيرية أنه لو أدى عن فى عياله بغير أمره جاز مطلقاً بغير تقييد بالزوجة والولد. (البحر الرائق، ج ۲ ص ۲۷۱، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر) ولو أدى عنه بغير إذن فالحق عدم الإجزاء كالزكاة وفى الاستحسان الإجزاء لثبوت الأذن عادة ذكره العلامة نوح قوله: "وزوجه" لعدم الولاية الكاملة عليها ولو أدى عنها بلا إذن جاز استحساناً للأذن عادة كالولد الكبير وإن كان فى عياله وقيد به إشارة إلى أنه لو دفع عن الزوجة الناشئة والصغيرة التى لم تزف وعن الابن الكبير الذى لم يكن فى عياله لا يجوز عنهم إلا بالأمر كما يفيد القهستانى وهل حكم الأجنبي إذا كان فى عياله حكم الولد الكبير ومقتضى ما فى البحر عن الظهيرية الجواز كذا فى كتابه الدر (حاشية الطحطاوى على مرقى الفلاح، ص ۷۲۳، باب صدقة الفطر)

فرد یا افراد نصاب کے مالک ہوں تو ان پر الگ سے اپنا صدقہ فطر واجب ہے، اور نابالغ اولاد کا تو ویسے بھی والد کے ذمہ واجب ہے ہی خواہ وہ نابالغ اولاد مالدار نہ بھی ہو۔

(۷)..... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ زندگی میں ایک شخص کی طرف سے ایک دفعہ صدقہ فطر ادا ہو جائے تو پھر صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں رہتا، یہ بھی غلط ہے۔

صدقہ فطر ہر سال عید الفطر کے موقع پر واجب ہوتا ہے، جبکہ ہر سال صدقہ فطر کے دنوں میں اس شخص کے اندر صدقہ فطر واجب ہونے کی شرائط موجود ہوں۔

(۸)..... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ شادی سے پہلے انسان پر اپنا صدقہ فطر واجب نہیں ہوتا۔ حالانکہ صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے مرد یا عورت کا شادی شدہ ہونا ضروری نہیں کنوارے بالغ لڑکے، بالغ لڑکی، بلکہ بیوہ عورت پر بھی صدقہ فطر واجب ہے جب کہ نصاب کے مالک ہوں۔

(۹)..... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ صدقہ فطر جب لازم ہوتا ہے جبکہ کوئی برسر روزگار ہو۔ حالانکہ صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے کسی شخص کا برسر روزگار ہونا ضروری نہیں۔ اگر کوئی شخص نصاب کا مالک ہے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے اگرچہ وہ برسر روزگار نہ ہو۔

(۱۰)..... بعض لوگ مستحق ہونے کے لئے صرف بیوہ، یتیم یا بے روزگار ہونے کو دیکھتے ہیں خواہ وہ کتنا ہی مالدار ہو؛ یہ غلط فہمی پڑی ہے۔ ا۔

(۱۱)..... بعض لوگ پیشہ ورسائل کو مستحق سمجھتے ہیں اور جو سوال نہیں کرتے ان کو مستحق نہیں سمجھتے۔ حالانکہ آج کل عام طور پر پیشہ ورسائلین مستحق نہیں ہوتے بلکہ مالدار ہوتے ہیں، اور پیشہ ورسائل کو تو مانگنے پر ویسے بھی دینا جائز نہیں خواہ وہ مستحق ہی کیوں نہ ہوں، پیشہ ورسائل

۱۔ ويدل على أن الصحيح الجسم جائز أن يعطى من الزكاة ؛ لأن الله تعالى أمر بإعطاء هؤلاء القوم ، وكانوا من المهاجرين الذين كانوا يقاتلون مع النبي صلى الله عليه وسلم المشركين ولم يكونوا مرضى ولا عميانا .(احکام القرآن جصاص ، ج ۱ ص ۵۶۰ ، سورة البقرة ، باب إعطاء المشرك من الصدقة)

سے مراد وہ شخص ہے جس نے اپنا پیشہ مانگنا، کھانا ہی بنا رکھا ہو۔

(۱۲)..... اسی طرح بعض لوگ مستحق ہونے کے لئے عورت کا بیوہ ہونا، یا کسی شخص کا معذور ہونا یا کمانے سے قاصر ہونا کافی سمجھتے ہیں، حالانکہ مستحق ہونے کے لئے صرف یہ چیزیں کافی نہیں بلکہ غریب ہونا ضروری ہے، بعض اوقات یہ لوگ خود صاحبِ نصاب اور مالدار ہوتے ہیں، لہذا اگر کوئی بیوہ یا معذور مگر مالدار ہے یا ہاشمی و سید ہے تو اس کو صدقہ فطر دینا جائز نہیں۔

(۱۳)..... بعض علاقوں میں صدقہ فطر مسجد کے مؤذنون، خادموں، اماموں کو دے دیا جاتا ہے، جبکہ وہ مستحق بھی نہیں ہوتے اور اگر مستحق بھی ہوں تب بھی ان کی خدمات کے معاوضے اور اجرت میں صدقہ فطر دینا جائز نہیں اگر پہلے سے ان کی خدمت کے معاوضے میں صدقہ فطر دینا طے کر لیا گیا ہو تب تو اس کے معاوضہ ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں اور اگر طے نہ کیا گیا ہو مگر کسی علاقہ میں اس کا رواج ہو کہ صدقہ فطر ان لوگوں کو دینا ضروری سمجھا جاتا ہو، اور یہ لوگ بھی صدقہ فطر کو اپنا حق سمجھتے ہوں، اور اگر ان کو نہ دیا جائے تو اعتراض ہوتا ہو، اور ان خدمات کے لئے آمادہ نہ ہوتے ہوں، تب بھی یہ معاوضے اور اجرت میں داخل ہے، اور ناجائز ہے اور اس طرح صدقہ فطر ادا نہیں ہوتا (لان المعروف کالمشروط)

(۱۴)..... عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ صدقہ فطر آدھا صاع گندم یا اُس کی قیمت کے ساتھ خاص ہے، حالانکہ یہ بات تفصیل کے ساتھ پہلے گزر چکی ہے کہ شریعت کی طرف سے صدقہ فطر آدھا صاع گندم یا اُس کی قیمت کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وزن کے اعتبار سے چار چیزوں میں سے کسی ایک چیز سے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم بیان فرمایا:

(۱) کشمش سے: ایک صاع (۲) کھجور سے: ایک صاع (۳) جو یا اس کے آٹے

سے: ایک صاع (۴) گندم یا اس کے آٹے سے: آدھا صاع۔

لہذا مذکورہ چار چیزوں میں سے کسی ایک چیز یا اُس کی قیمت کے ساتھ صدقہ فطر ادا

کیا جاسکتا ہے، بلکہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق اور وسعت دی ہو انہیں چاہیے کہ وہ ان چار چیزوں میں سے مالیت کے اعتبار سے اعلیٰ چیز (مثلاً کشمش، کھجور) کے ساتھ صدقہ فطر ادا کر کے زیادہ ثواب حاصل کریں۔

(۱۵)..... بعض لوگ صدقہ فطر کی قیمت کی تعیین کے بارے میں تھوڑا بہت اختلاف یا فرق ہو جانے پر آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں، حالانکہ اگر کبھی قیمت میں تھوڑا بہت فرق ہو تو زیادہ دیدینے میں احتیاط ہے؛ کیونکہ زیادہ دیدینے کی صورت میں وہ نفلی صدقہ ہو کر نامہ اعمال میں ذخیرہ بن جاتا ہے، اور کم ادائیگی کی صورت میں واجب ذمہ میں باقی رہ جاتا ہے۔

(۱۶)..... آج کل بہت سے دنیا دار لوگوں نے ویلفیئر اور رفاهی عنوان سے ادارے قائم کر لیے ہیں، اور وہ صدقہ فطر وغیرہ لوگوں سے حاصل اور اکٹھا کرتے ہیں، اولاً تو بعض لوگوں نے آج کل یہ ایک پیشہ اور کاروبار بنا لیا ہے، دوسرے ان لوگوں کو صدقہ فطر کو شرعی طریقہ پر خرچ کرنے کے شرعی اصول و قواعد بھی معلوم نہیں ہوتے، اس لیے ایسے غیر معتبر لوگوں اور اداروں کو صدقہ فطر دے کر مطمئن ہو جانا درست نہیں، بلکہ احتیاط ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ اس قسم کی سب کوتاہیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

شبِ عید یعنی چاند رات کے فضائل و احکام

کیونکہ شوال کا مہینہ بابرکت مہینہ ہے، لہذا اس مہینہ کی برکتوں کا آغاز اس مہینہ کے شروع ہوتے ہی پہلی رات سے ہو جاتا ہے، کیونکہ ہر رات آنے والے دن کے تابع ہوتی ہے اور شوال کی پہلی تاریخ کو عید الفطر ہوتی ہے اور عید الفطر کے فضائل بے بہا ہیں، اس وجہ سے عید کے دن کے تابع رات یعنی چاند رات کی بھی شریعت کی طرف سے فضیلت ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْفِطْرِ سَمِيتَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ لَيْلَةَ الْجَائِزَةِ (شعب الإيمان)

ترجمہ: پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام (آسمانوں پر) لیلۃ الجائزہ (یعنی انعام کی رات) رکھا جاتا ہے (ترجمہ ختم)

عید الفطر کی رات کے انعام کی رات ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رمضان المبارک کی عبادت کا اجر و ثواب اس رات میں طے کیا جاتا ہے۔

جس سے عید الفطر کی رات کی فضیلت معلوم ہوئی۔

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَامَ لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ مُحْتَسِبًا

لِلَّهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ (سنن ابن ماجہ) ۲

۱۔ کتاب الصیام، التماس لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الأواخر من شهر رمضان، مکتبۃ الرشید للنشر والتوزیع بالریاض، وفضائل الاوقات للبیہقی رقم حدیث ۱۰۷۔
وسیاتی الکلام علی سندہ۔

۲۔ حدیث نمبر ۱۷۸۲، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب ما جاء فی القنوت قبل الركوع وبعده۔
قال المنذرى: رواه ابن ماجه ورواته ثقات إلا أن بقية مدلس وقد عنعنه (الترغيب والترهيب، ج ۲ ص ۹۸، کتاب العیدین والأضحیۃ الترغیب فی إحياء لیلۃ العیدین)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے عیدین (یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتوں میں اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی خاطر (عبادت کے ساتھ) قیام کیا، تو اُس کا دل اُس دن مُردہ نہیں ہوگا، جس دن (لوگوں کے) دل مُردہ ہو جائیں گے (ترجمہ ختم)

اس حدیث کی سند پر اگرچہ بعض محدثین کو کلام ہے، مگر اولاً تو اس کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے، اور دوسرے ضعیف حدیث بعض شرائط کے ساتھ کسی عمل کی فضیلت کے لئے قابلِ قبول ہوتی ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ ۱۔

قیام سے مراد عبادت ہے، جس میں نماز بھی داخل ہے، اور اُس دن سے مراد قیامت کا دن ہے، کہ جس کی دہشت سے لوگوں کے دل مُردہ ہو جائیں گے۔ ۲۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ. يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ (سورة الحج، آیت ۲۰۱)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔

۱۔ قال الکناہی:

هذا إسناد ضعيف لتدليس بقیة ورواته ثقات لكن لم ینفرد به بقیة عن ثور بن یزید فقد رواه الأصبهانی فی کتاب الترغیب من طریق عمر بن ہارون البلخی وهو ضعيف عن ثور به وله شاهد من حدیث عبادة بن الصامت رواه الطبرانی فی الأوسط والكبیر والأصبهانی من حدیث معاذ بن جبل فیقوی بمجموع طرقہ (مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجہ، ج ۲ ص ۸۵، باب من قام لیلتي العیدین)

۲۔ قوله (من قام لیلتي العیدین) ظاہرہ أن یحیی کل اللیلة بالعبادة والمرجو أن قیام التہجد یکفی. (یوم تموت القلوب) أى لکثرة الذنوب والمراد أن أدرکہ ذلک الیوم یکون هو مخصوصا من بین الناس بحیاة القلب وفی الزوائد إسناده ضعيف لتدليس بقیة واللہ تعالیٰ أعلم (حاشیة السندی علی ابن ماجہ، ج ۱ ص ۵۴۲، باب من قام لیلتي العیدین)

جس دن آپ اس (قیامت کے دن) کو دیکھو گے، بھول جائے گی ہر دودھ پلانے والی اس کو جس کو کہ اس نے دودھ پلایا تھا، اور ڈال دے گی ہر حمل والی اپنے حمل کو، اور آپ دیکھیں گے لوگوں کو نشہ کی حالت میں، حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہونگے، لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن کی دہشت اور ہیبت کی وجہ سے انسانوں پر یہ حالات پیش آئیں گے، اور لوگوں پر بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہو جائے گی۔ ۱

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحْيَا لَيْلَتِي الْعِيدِ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ حَتَّى تَمُوتَ الْقُلُوبُ (الترغيب والترهيب) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے عید (یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتوں کو ایمان اور اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی خاطر زندہ رکھا، تو اس کا دل اس دن مُردہ نہیں ہوگا، جس دن (لوگوں کے) دل مُردہ ہو جائیں گے (ترجمہ ختم)

عیدین کی راتوں کو زندہ رکھنے سے مراد ان میں عبادت کرنا ہے۔

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

۱ (يَا أَيُّهَا النَّاسُ) یا اہل مکہ وغیرہم (اتقوا رَبَّكُمْ) اُی عقابہ بأن تطيعوه (إِنَّ زُلْزَلَةَ السَّاعَةِ) اُی الحرکة الشدیدة للأرض التي يكون بعدها طلوع الشمس من مغربها الذي هو قرب الساعة (شَيْءٌ عَظِيمٌ) فی إزعاج الناس الذي هو نوع من العقاب .

(يَوْمَ تَرْوُفُهُمْ تَذَهَلُ) بسببها (كُلُّ مُرْضِعَةٍ) بالفعل (عَمَّا أَرْضَعَتْ) اُی تنساه (وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ) اُی حبلی (حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى) من شدة الخوف (وَمَا هُمْ بِسُكَارَى) من الشراب (وَلَكِنْ عَذَابُ اللَّهِ شَدِيدٌ) فهم يخافونه (تفسير الجلالين، تحت آیت ۲۰۱ من سورة الحج)

۲ للافصحاني، حديث نمبر ۳۷۳، ج ۱ ص ۲۲۸، فصل فی فضل لیلتي العید، دار الحديث، القاهرة.

وفيه عمر بن هارون البلخي، وسيأتي الكلام عليه.

مَنْ قَامَ لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ لِلَّهِ مُحْتَسِبًا لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ حِينَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ
(شعب الإيمان للبيهقي) ۱

ترجمہ: جس شخص نے دونوں عیدوں (یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتوں میں اللہ کی رضا اور ثواب کی نیت سے قیام کیا، اس کا دل اس دن نہیں مرے گا جس دن لوگوں کے دل مرجائیں گے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَلَّى لَيْلَةَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى، لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ (المعجم الاوسط) ۲

۱۔ حدیث نمبر ۳۴۳۸، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع بالریاض.

۲۔ للطبرانی، حدیث نمبر ۱۵۹، دار الحرمین، القاهرة.

قال الطبرانی:

لَمْ يَرَوْ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ نُورٍ إِلَّا غَمَرُ بْنُ هَارُونَ، تَفَرَّدَ بِهِ: جَرِيرٌ (المعجم الاوسط)

وقال ابن حجر:

عمر بن ہارون بن یزید الثقفی مولاهم البلخی متروک وکان حافظا من کبار التاسعة

مات سنة أربع وتسعين (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۷۲)

قد علم به ان عمر بن ہارون کان حافظا الحدیث واما متروکہ فهو عندنا یعتبر اذا کان علیہ الاجماع، ولا اجماع علیہ.

قال یعقوب وقال لی أحمد مذهبی فی الرجال انی لا أترك حدیث محدث حتی یجتمع

أهل مصر علی ترک حدیثه (تہذیب التہذیب، حرف العین، جزء ۵ صفحہ ۳۳۰)

قلت: وعند بعض النقاد لا یتروک حدیث الراوی حتی یجتمع الجمیع علی ترک

حدیثه، وعلی هذا فمن لم یتفق علی ترک حدیثه فهو عند هذه الطائفة صالح للاعتبار.

وهذه طريقة أحمد بن صالح المصری. قال یعقوب بن سفیان: سمعت أحمد بن صالح

، وذكر مسلمة بن علی، قال: " لا یتروک حدیث رجل حتی یجتمع الجمیع علی

ترک حدیثه (تحریر علوم الحدیث للجدیع، جزء ۳ صفحہ ۲۸۴؛ تألیف عبد اللہ بن

یوسف الجدید)

وقال الترمذی:

هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ غَمَرُ بْنُ هَارُونَ مُقَارِبُ الْحَدِيثِ لَا

أَعْرِفُ لَهُ حَدِيثًا لَيْسَ لَهُ أَصْلٌ أَوْ قَالَ يَنْفَرِدُ بِهِ إِلَّا هَذَا الْحَدِيثُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی رات میں نماز پڑھی (اور نفل عبادت کی) تو اس کا دل اس دن مُردہ نہیں ہوگا، جس دن (لوگوں کے) دل مُردہ ہو جائیں گے (ترجمہ ختم)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْ لَحْيَتِهِ مِنْ عَرْضِهَا وَطَوْلِهَا لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عُمَرَ بْنِ هَارُونَ وَرَأَيْتُهُ حَسَنَ الرَّأْيِ فِي عُمَرَ وَ سَمِعْتُ قُتَيْبَةَ يَقُولُ عُمَرُ بْنُ هَارُونَ كَانَ صَاحِبَ حَدِيثٍ وَكَانَ يَقُولُ الْإِيمَانُ قَوْلٌ وَعَمَلٌ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا وَكَيْعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ رَجُلٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصَبَ الْمُنَجِّبِ عَلَى أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ قُتَيْبَةُ قُلْتُ لَوْ كَيْعُ مِنْ هَذَا قَالَ صَاحِبُكُمْ عُمَرُ بْنُ هَارُونَ (ترمذی، باب مَا جَاءَ فِي الْأَخَذِ مِنَ اللَّحْيَةِ)

وان كان جرحه عليه بمرجئة، فان كان بالحنفية، فلا يعتبر .

ولم يقبل جرح بعضهم في الامام ابی حنیفہ وشیخہ حماد بن ابی سلیمان و صاحبہ محمد وأبی یوسف وغيرهم من أهل الكوفة بانهم كانوا من المرجئة (الرفع والتكميل في الجرح والتعديل صفحہ ۲۱، مشمولہ: مجموعة رسائل اللكنوى جلد ۵)

وقال الحاكم روى (ای عمر بن ہارون) عن أبی جریج مناکیر وقال في التاريخ كان من أهل السنة والذابين عن أهلها وقال الخليلي يتفرد عن سليمان لكن الاجلاء رووا عنه روى عن ابن جریج حديثا لا يتابع عليه. (تهذيب التهذيب ج ۷ ص ۴۴۴)

وعمر بن ہارون البلخی کان من شیوخ احمد، رواہ احمد فی مسنده (راجع لمسنده احمد حدیث رقم ۱۶۹۷۷ حدیث نواس بن سمعان الکلابی، و حدیث رقم ۱۷۷۵، حدیث یعلیٰ بن امیة رضی اللہ عنہ)

وقال المنذرى:

رواه أحمد عن شيخه عمر بن هارون وفيه خلاف وبقيّة رواه ثقات (الترغيب والترهيب للمنذرى، تحت حدیث رقم ۴۴۵۹، کتاب الادب)

وقال الهيئى:

رواه احمد عن شيخه عمر بن هارون وقد وثقه قتيبة وغيره وضعفه ابن معين وغيره (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۲۲)

وقال المزى:

عمر بن هارون بن يزيد بن جابر بن سلمة الثقفي، مولا هم، أبو حفص البلخي روى عنه : إبراهيم بن الأشعث البخاري خادم الفضيل بن عياض وإبراهيم بن عيسى، وإبراهيم بن هارون البلخي البزاز وأحمد بن حاتم الطويل، وأحمد بن حنبل، وأبو الطاهر أحمد بن عمرو بن السرح المصري، وأبو بكر أحمد بن محمد بن سهل البلخي، وأحمد بن ناصح المصيصي، وأبو الحسن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة

﴿بقية حاشيا کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت کر دوس سے مرسل مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحْيَا لَيَاتِي الْعِيدِ وَلَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ (معرفة الصحابة) ۱

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

الجعفی والد البخاری ذکرہ خلیفہ بن خیاط فی الطبقة الخامسة من أهل خراسان. وقال محمد بن سعد: كتب الناس عنه كتابا كبيرا، وتركوا حديثه. وقال البخاری: تكلم فيه يحيى بن معين. وقال أحمد بن علي الأبار، عن أبي غسان محمد بن عمرو قال: عمر بن هارون: ألقيت من حديثي سبعين ألفا، لابي جزء عشرين ألفا ولعثمان البري كذا وكذا. قال: فقلت له: يا أبا غسان ما كان حاله؟ قال: قال بهز: أرى يحيى بن سعيد حسده، قال: أكثر عن ابن جريج. من لزم رجلا اثني عشر سنة لا يريد أن يكثر عنه؟ قال أبو غسان: وبلغني أن أمه كانت تعينه على الكتاب. قال أبو بكر الخطيب: وذكر مسلم بن عبد الرحمن البلخي أن ابن جريج تزوج أم عمر بن هارون فمن هناك أكثر السماع منه. وقال أبو أحمد بن عدى: يقال: إنه لقي ابن جريج بمكة، وكان حسن الوجه، فسأله ابن جريج: ألك أخت؟ قال: نعم. فتزوج بأخته، فقال: لعل هذا الحسن يكون في أخته كما هو في أخيها، فتفرد عن ابن جريج، وروى عنه أشياء لم يروها غيره.

وقال أبو بكر بن أبي داود، عن سعيد بن زنجل: سمعت صاحبنا لنا يقال له: بور بن الفضل. قال: سمعت أبا عاصم ذكر عمر بن هارون. قال: كان عمر عندنا أحسن أخذا للحديث من ابن المبارك. وقال أحمد بن سيار المروزي: عمر بن هارون البلخي كان كثير السماع، روى عنه عفان بن مسلم، وقتيبة بن سعيد، وغير واحد من أهل الحديث ويقال: إن مرجئة بلخ كانوا يقعون فيه وكان أبو رجاء، يعني قتيبة - يطريه ويوثقه. وذكر عن وكيع أنه قال: عمر بن هارون مربنا وبات عندنا وكان يزن بالحفظ، وسمعت أبا رجاء يقال: كان عمر بن هارون شديدا على المرجئة، وكان يذكر مساوئهم وبلایاهم. قال: وإنما كانت العداوة فيما بينه وبينهم من هذا السبب. قال: وكان من أعلم الناس بالقراءات، وكان القراء يقرؤن عليه ويختلفون إليه في حروف القرآن. وسمعت أبا رجاء يقول: سألت عبد الرحمن بن مهدي، فقلت: إن عمر ابن هارون قد أكثرنا عنه، وبلغنا أنك تذكره. فقال: أعوذ بالله ما قلت فيه إلا خيرا. قال: وسمعت أبا رجاء يقول: قلت لعبد الرحمن: بلغنا أنك قلت أنه روى عن فلان ولم يسمع منه. فقال: يا سبحان الله ما قلت أنا ذاقط، ولو روى، ما كان عندنا بمتهم (تهذيب الكمال، ج ۲۱ ص ۵۲۰ تا ۵۲۵)

۱. لأبى نعيم، حديث نمبر ۵۹۰۸، دار الوطن للنشر - الرياض، واللفظ له، معجم ابن الاعرابی،

حديث نمبر ۲۱۹۳.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عیدین کی راتوں کو اور پندرہویں شعبان کی رات کو (عبادت کے ساتھ) زندہ رکھا، تو اس کا دل اس (قیامت کے) دن مُردہ نہیں ہوگا، جس دن کہ (لوگوں کے) دل مُردہ ہو جائیں گے (ترجمہ ختم)

اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

وَبَلَّغْنَا أَنَّهُ كَانَ يُقَالُ: إِنَّ الدُّعَاءَ يُسْتَجَابُ فِي خَمْسِ لَيَالٍ فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ، وَلَيْلَةِ الْأَضْحَى، وَلَيْلَةِ الْفِطْرِ، وَأَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَّجَبٍ، وَلَيْلَةِ النِّصْفِ مِّنْ شَعْبَانَ قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَأَنَا أَسْتَحِبُّ كُلَّ مَا حَكَيْتُ فِي هَذِهِ اللَّيَالِي مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونَ فَرَضًا (كتاب الام) ۱

ترجمہ: اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یہ کہا جاتا تھا کہ پانچ راتوں میں دعا (زیادہ) قبول کی جاتی ہے، جمعہ کی رات میں اور عید الاضحیٰ کی رات میں، اور عید الفطر کی رات میں، اور رجب کی پہلی رات میں، اور نصف شعبان کی رات میں (اس روایت کے بعد) امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے جو کچھ ان راتوں کے بارے میں بیان کیا ان سب کو میں مستحب سمجھتا ہوں، فرض نہیں سمجھتا (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بسندِ ضعیف روایت ہے کہ:

خَيْرُ مَا يُمُوتُ عَلَيْهِ الْعَبْدُ أَنْ يَكُونَ قَافِلًا مِنْ حَجٍّ أَوْ مُفْطِرًا مِنْ رَمَضَانَ

(کنز العمال) ۲

۱۔ جزء ۱، صفحہ ۲۶۲، کتاب صلاة العیدین، بیان العبادۃ لیلۃ العیدین، واللفظ لہ، سنن البیہقی، تحت حدیث رقم ۶۲۹۳ باب عبادۃ لیلۃ العیدین من کتاب الصلوۃ ج ۳ ص ۴۳۵، معرفۃ السنن والاثار تحت حدیث رقم ۲۰۱۰، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی، ج ۶ ص ۳۸، تحت حدیث رقم ۸۳۴۲، اتحاف السادة المتقین فی مسائل العیدین للزبیدی ج ۳ ص ۴۱۔
۲۔ جزء ۵، صفحہ ۶، حدیث نمبر ۱۱۷۹۸، الجامع الصغیر للسيوطی بحوالہ دیلمی فی مسند الفردوس، رقم حدیث ۶۶۷۲۔

ترجمہ: بہترین موت بندے کی وہ ہے جو کہ حج کے سفر میں ہو یا رمضان کا افطار کرنے کے بعد ہو (ترجمہ ختم)

رمضان کا افطار کرنے کے بعد سے رمضان کے کسی بھی دن روزہ افطار کرنے کے بعد کا وقت بھی مراد ہو سکتا ہے اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ رمضان سے فارغ ہونے کے بعد شوال کا چاند نظر آنے کا وقت یعنی چاند رات ہو۔ ۱

اور جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ لِلْمُعْتَكِفِ أَنْ يَبِيتَ لَيْلَةَ الْفِطْرِ فِي مَسْجِدِهِ ، حَتَّى يَكُونُ غَدُوهُ مِنْهُ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ) ۲

ترجمہ: صحابہ کرام و تابعین اعتکاف کرنے والے کے لیے اس بات کو پسند کرتے تھے کہ وہ عید الفطر کی رات اپنی (اعتکاف گاہ والی) مسجد میں گزارے، یہاں تک کہ وہ وہاں سے صبح کو جائے (ترجمہ ختم)

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الالبانی: (خیر ما یموت علیہ العبد أن یكون قافلاً من حج، أو مفطراً من رمضان) ضعیف أخرجه الدیلمی (۱۱۴/۲) من طریق أبی نعیم، عن سلمة بن سواية، عن ابن حدر الکلبی، عن أبی الزبیر، عن جابر مرفوعاً.

قلت: وهذا إسناد ضعيف؛ أبو الزبير مدلس وقد عنعنه. وسلمة بن سواية. لم أعرفه.

ومثله ابن حدر الکلبی. لكن ذكر المناوی أن فی إسناده الدیلمی "أبو جناب الکلبی،

ضعفه النسائی والدارقطنی. "فالظاهر أنه تحرف على الناسخ، فكتب "ابن حدر"،

وإنما هو "أبو جناب" (سلسلة الأحاديث الضعيفة، تحت رقم روایت ۳۵۸۳)

۱ (خیر ما یموت علیہ العبد أن یكون قافلاً) أى راجعاً (من حج) بعد فراغ أعماله (أو مفطراً من رمضان) یحتمل أن المراد عقب إفطاره فی يوم منه أى عند الغروب ویحتمل أن المراد عقب فراغ رمضان عند استهلال شوال.

(فرع جابر) وفيه أبو جناب الکلبی أورده الذهبی فی الضعفاء وضعفه النسائی والدارقطنی ورواه عنه أيضاً الطبرانی وعنه ومن طريقه أورده الدیلمی مصرحاً فلو عزاه المصنف للأصل لكان أولى (فیض القدير للمناوی، تحت حدیث رقم ۲۶۷۷)

۲ حدیث نمبر ۹۷۷۱، کتاب الصیام، من كان یحب أن یغدو المَعْتَكِفَ كما هو من مَسْجِدِهِ إِلَى الْمُصَلَّى.

اس قسم کی روایت اور محدثین کے بارے میں بھی مروی ہے۔ ۱

اس کی وجہ بھی بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ عید الفطر کی رات بابرکت اور مبارک رات ہے، اس لیے اس رات کو بھی معتکف عبادت میں خرچ کرے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر حضرات سے عید کی رات میں تکبیر کہنے (یعنی اللہ اکبر وغیرہ کا ذکر کرنے) کا مستحب ہونا مروی ہے۔ ۲

۱۔ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ؛ أَنَّهُ أُوتِيَ يَوْمَ الْفِطْرِ فِي مَسْجِدِ قَوْمِهِ، وَاعْتَكَفَ فِيهِ بِجُورِيَّةٍ مُزَيْنَةٍ فَأَقْعَدَهَا فِي حُجْرِهِ، ثُمَّ اغْتَسَقَهَا وَخَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى كَمَا هُوَ مِنَ الْمَسْجِدِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۹۷۷۰، مَنْ كَانَ يُحِبُّ أَنْ يَغْدُوَ الْمُعْتَكِفُ كَمَا هُوَ مِنْ مَسْجِدِهِ إِلَى الْمُصَلَّى)

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ عِمْرَانَ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، قَالَ: بَيْتُ لَيْلَةِ الْفِطْرِ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي اغْتَسَقْتُ فِيهِ، حَتَّى يَكُونَ غَدُوكَ إِلَى مُصَلَّاكَ مِنْهُ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۹۷۷۲، مَنْ كَانَ يُحِبُّ أَنْ يَغْدُوَ الْمُعْتَكِفُ كَمَا هُوَ مِنْ مَسْجِدِهِ إِلَى الْمُصَلَّى)

۲۔ حَدَّثَنِي يُونُسُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ زَيْدٍ، كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ "حَقٌّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ إِذَا نَظَرُوا إِلَى هَلَالِ شَوَّالٍ أَنْ يُكَبِّرُوا اللَّهَ حَتَّى يَقْرَعُوا مِنْ عِيدِهِمْ؛ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى ذِكْرُهُ يَقُولُ: (وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَذَاكُمْ) قَالَ ابْنُ زَيْدٍ: يَنْبَغِي لَهُمْ إِذَا غَدَوْا إِلَى الْمُصَلَّى كَبَرُوا، فَإِذَا جَلَسُوا كَبَرُوا، فَإِذَا جَاءَ الْإِمَامُ صَمَتُوا، فَإِذَا كَبَّرَ الْإِمَامُ كَبَرُوا، وَلَا يُكَبِّرُونَ إِذَا جَاءَ الْإِمَامُ إِلَّا بِتَكْبِيرِهِ، حَتَّى إِذَا قَرَعَ وَانْقَضَتِ الصَّلَاةُ فَقَبِدَ انْقَضَى الْعِيدُ قَالَ يُونُسُ، قَالَ ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدٍ وَالْجَمَاعَةُ عِنْدَنَا عَلَى أَنْ يَغْدُوا بِالتَّكْبِيرِ إِلَى الْمُصَلَّى (تَفْسِيرُ طَبْرِي، ج ۳ ص ۲۲۲، تَحْتَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: ثَنَا سُفْيَانُ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: (وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَذَاكُمْ) قَالَ: "نَرْجُو أَنْ يَكُونَ التَّكْبِيرُ لَيْلَةَ الْفِطْرِ" وَزَعَمَ الْمَكِّيُّونَ أَنَّهُمْ رَأَوْا مَسَاحِيخَهُمْ يُكَبِّرُونَ لَيْلَةَ الْفِطْرِ إِلَى خُرُوجِ الْإِمَامِ يَوْمَ الْعِيدِ، وَيُظْهِرُونَ التَّكْبِيرَ، وَيَرَوْنَهُ سَنَةً، وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ الْيَوْمِ (أَخْبَارُ مَكَّةَ لِلْفَاكِهِ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۱۷۰۳)

قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَمِنْ السَّنَةِ إِظْهَارُ التَّكْبِيرِ لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ، مُقِيمِينَ وَسَفَرًا فِي مَنَازِلِهِمْ، وَمَسَاجِدِهِمْ، وَأَسْوَاقِهِمْ، وَبَعْدَ الْغَدْوِ فِي الطَّرِيقِ، وَبِالْمُصَلَّى إِلَى أَنْ يَخْضُرَ الْإِمَامُ.

رَوَى عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يَغْدُو إِلَى الْمُصَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ، فَيُكَبِّرُ حَتَّى يَأْتِيَ الْمُصَلَّى، ثُمَّ يُكَبِّرُ بِالْمُصَلَّى حَتَّى إِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ تَرَكَ التَّكْبِيرَ.

وَعَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَغُرُورَةَ، وَأَبِي سَلَمَةَ، وَأَبِي بَكْرٍ: يُكَبِّرُونَ لَيْلَةَ الْفِطْرِ فِي الْمَسْجِدِ يَجْهَرُونَ بِالتَّكْبِيرِ (شرح السنة، ج ۳ ص ۳۰۱، كِتَابُ الْجُمُعَةِ، بَابُ لَا أَذَانَ وَلَا إِقَامَةَ لِلصَّلَاةِ الْعِيدِ وَتَقْدِيمِ الصَّلَاةِ) وَفِيهِ: اسْتِحْبَابُ التَّكْبِيرِ يَوْمَ الْعِيدِ، وَكَذَا فِي لَيْلَتِهِ فِي طَرِيقِ الْمُصَلَّى (عمدة القارى، ج ۶ ص ۲۹۵،

كِتَابُ الْعِيدَيْنِ، بَابُ حَمْلِ الْعِزَّةِ أَوْ الْحَرَبَةِ بَيْنَ يَدَيِ الْإِمَامِ يَوْمَ الْعِيدِ)

ملفوظ رہے کہ عیدین کی راتوں کی فضیلت کے بارے میں بعض روایتوں کی سند ضعیف ہے، لیکن ایک تو ان روایات کے مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہونے کی وجہ سے ضعف کسی درجہ میں دور ہو جاتا ہے، دوسرے محدثین و فقہاء کے راجح قول کے مطابق فضائل اعمال کے سلسلہ میں ضعیف حدیث بھی بعض شرائط کے ساتھ قابل عمل ہو جاتی ہے۔ ۱۔
جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب کسی ضعیف حدیث سے کسی عمل کی ترغیب و فضیلت ثابت ہو، اور اس کے خلاف اس سے کوئی قوی دلیل موجود نہ ہو، تو اس سے اس عمل کا مستحب ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

لیکن اس مستحب کا درجہ اس مستحب سے کمزور ہوتا ہے، جس کا مستحب ہونا اس سے قوی (صحیح و حسن) حدیث سے ثابت ہو۔
البتہ ضعیف حدیث سے کسی عمل کے مستحب ہونے کے ثبوت کے لئے مجموعی طور پر چار شرائط ہیں۔

(۱)..... پہلی شرط یہ ہے کہ اس کے خلاف اس سے کوئی قوی دلیل موجود نہ ہو (جیسا کہ پہلے گزرا)

۱۔ ضعیف حدیث کے بارے میں اس سلسلہ میں تین قسم کے اقوال ہیں، ایک مطلقاً غیر معمولی ہونے کا، دوسرا مطلقاً معمولی ہونے کا، اور تیسرا بعض شرائط کے ساتھ فضائل میں معمولی ہونے کا، اور یہی قول راجح ہے۔
فتحہ حاصل ان فی العمل بالحديث الضعیف ثلاثة مذاهب، لا يعمل به مطلقاً، يعمل به مطلقاً، يعمل به فی الفضائل بشروطه (الاجوبة الفاضلة عن الاسئلة العشرة الكاملة، ص ۱۰، مشمولہ: مجموعہ رسائل اللکنوی، ج ۴)
هذه العبارات ونحوها الواقعة في كتب الثقات تشهد بتفرقهم في ذلك، فمنهم من منع العمل بالضعيف مطلقاً، وهو مذهب ضعيف، ومنهم من جوزه مطلقاً، وهو توسع سخيف، ومنهم من فصل وقيد وهو المسلك المسدد (ايضاً ص ۱۱)
قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم: يجوز ويستحب العمل في الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعیف ما لم يكن موضوع (كتاب الاذكار للنووي ص ۷)
والاستحباب يثبت بالضعيف غير الموضوع (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۳، باب الجنائز، فصل فی الصلاة علی الميت)

(۲)..... دوسری شرط یہ ہے کہ یہ حدیث شدید ضعیف نہ ہو، بایں طور کہ اس میں کوئی کذاب، اور فاحش الغلط و فاحش المغفل راوی نہ ہو۔

کیونکہ اس صورت میں یہ معدوم (موضوع و مخترع حدیث) کے درجہ میں ہوتی ہے، جس پر کسی حال میں عمل جائز نہیں۔ ۱

(۳)..... تیسری شرط یہ ہے کہ اس ضعیف حدیث سے ثابت شدہ حکم شریعت کے اصولوں میں سے کسی اصول و قاعدے کے تحت داخل ہو، اور دینی قواعد کے خلاف نہ ہو۔

(۴)..... چوتھی شرط یہ ہے کہ اس پر عمل کرنے والا اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ رکھے، بلکہ صرف احتیاط کی وجہ سے اس پر عمل کرے۔ ۲

۱۔ تاہم اس میں اختلاف کی گنجائش ہے کہ ایک راوی بعض کے نزدیک شدید ضعیف ہو، اور بعض کے نزدیک شدید ضعیف نہ ہو، پس ایسی صورت میں کسی جرح کے مؤثر و غیر مؤثر ہونے میں اجتہادی طور پر اختلاف ممکن ہے۔ محمد رضوان۔

۲۔ والذی یظهر بعد التامل الصادق، هو قبول الضعیف فی ثبوت الاستحسان و جوازہ، فاذا دل حدیث ضعیف علی استحباب شیء او جوازہ، ولم یدل دلیل آخر صحیح علیہ، و لیس ہناک مایعارضہ و رجح علیہ، قبل ذلک الحدیث و جاز العمل بما افادہ و اقول باستحباب ما دل علیہ او جوازہ۔

غایۃ مافی الباب ان یکون مثل هذا الاستحباب والجواز ادون رتبة من الاستحباب والجواز الثابت بالاحادیث الصحیحة والحسنة ویشترط قبولہ بشرط:

احداها: ما اشرنا الیہ من فقدان دلیل آخر اقوی منه معارضا له، فان دل حدیث صحیح او حسن، علی کراهة عمل او حرمتہ، والضعیف علی استحبابہ و جوازہ، فالعمل یکون بالاقوی، والقول بمفادہ احرى۔

وثانیہا: ان لا یکون الحدیث شدید الضعف، بان تفرد بروایتہ شدید الضعف، کالکذاب، وفاحش الغلط، والمغفل، وغیر ذلک، او کثرت طرقہ، لکن لم یخل طریق من طرقہ عن شدۃ الضعف، وذلك لان کون السند شدید الضعف، مع عدم ما یجبر بہ نقصانہ، یمجله فی حکم العدم، و یقر بہ الی الموضوع والمخترع، الذی لا یجوز العمل بہ بحال۔

وثالثہا: ان یکون ماثبت بہ داخلا تحت اصل کلی من الاصول الشرعیۃ غیر مخالف للقواعد الدینیۃ، لئلا یلزم اثبات مالم یشترع بہ، فانه اذا کان ما دل علیہ داخلا فی الاصول الشرعیۃ، غیر مناقض لہا، فنفس جوازہ ثابت بہا۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ تفصیل اعمال کی فضیلت کے بارے میں ہے۔

جہاں تک حلال و حرام اور عقائد، نیز اللہ تعالیٰ کی صفات کا معاملہ ہے، تو ان میں ضعیف

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

والحدیث الضعیف الدال علیہ یكون مؤکدا علیہ، کذا الاستحباب، فان الجائزات تصیر بحسن النية عبادة، فكيف اذا وجد ما فيه شبهة ثبوت الاستحباب.

ورابعها: ان لا يعتد العامل به بثبوته بل الخروج عن العهدة بيقين، فانه ان كان صحيحا في نفس الامر فذاك، والا لم يترتب علی العمل به فساد شرعی.

وقس علیہ اذا دلیل الحدیث الضعیف علی کراهة عمل، لم يدل علی استحبابه دلیل آخر، فیؤخذ به ويعمل بمفاده احتیاطا، فان ترک المکروه مستحب، وترک المباح لأبأس فیہ شرعا.

وبهذا كله يظهر لك دفع الاشكال الذي تصدى للجواب عنه الدواني والخفاجي، وسلك كل منهما مسلكا مغایرا لمسلك الآخر.

وخلاصة الكلام، الرفع للارهام، هو ان ثبوت الاستحباب، او الكراهة التي هي في قوة الاستحباب، او الجواز بالحدیث الضعیف مع الشروط المتقدمة: لا ينافي قولهم: انه لا يثبت الاحكام الشرعية، فان الحكم باستحباب شيء دل علیہ الضعیف او كراهته: احتیاطی، والحكم بجواز شيء دل علیہ تأكيد لما ثبت بدلائل اخر، فلا يلزم منه ثبوت شيء من الاحكام في نفس الامر، ومن حيث الاعتقاد. نعم لو لم تلاحظ الشروط المتقدمة، لزم الاشكال البتة (ظفر الأمانی فی مختصر الجرجانی فی مصطلح الحدیث، ص ۹۸ تا ۲۰۰، لمولانا عبدالحی اللکنوی رحمہ اللہ)

فالحق فی هذا المقام: انه اذا لم يثبت ندب شيء او جوازه بخصوصه بحدیث صحيح، وورد بذلك حدیث ضعیف ليس شديد الضعف، يثبت استحبابه وجوازه به، بشرط ان يكون مندرجا تحت اصل شرعی، ولا يكون مناقضا للاصول الشرعية والدالة الصحيحة.

وما احسن كلام المحقق جلال الدين الدواني في رسالته "انموذج العلوم" التي جمع فيها الفوائد المتفرقة حيث قال في صدرها: المسألة الاولى في اصول الحدیث: اتفقوا علی ان الحدیث الضعیف لا يثبت به الاحكام الشرعية، ثم ذكروا انه يجوز بل يستحب العمل بالاحاديث الضعيفة في فضائل الاعمال، ومن صرح به النووي في كتبه لاسيما كتاب "الاذكار" وفيه اشكال، لان جواز العمل واستحبابه كلاهما من الاحكام الخمسة الشرعية، فاذا استحب العمل بمقتضى الحدیث الضعیف كان ثبوته بالحدیث الضعیف، وذلك ينافي ما تقرر من عدم ثبوت الاحكام بالاحاديث الضعيفة. وقد حاول بعضهم التفصی عن ذلك وقال: ان مراد النووي انه اذا ثبت حدیث صحيح او حسن في فضيلة عمل من الاعمال تجوز رواية الحدیث الضعیف في هذا الباب.

ولا يخفى ان هذا لا يرتبط بكلام النووي فضلا عن ان يكون مراده ذلك، فكم من فرق بين جواز العمل واستحبابه، وبين مجرد نقل الحدیث، علی انه لو لم يثبت الحدیث الصحيح او الحسن في فضيلة عمل من الاعمال يجوز نقل الحدیث الضعیف فیها، لاسيما مع التنبيه علی ضعفه، ومثل

﴿بقية حاشية الگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حدیث معتبر نہیں ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذلک فی کتب الحدیث وغیرہ کثیر شائع، یشهد بہ من تتبع ادنی تتبع۔
والذی یصلح للتعویل: انہ اذا وجد حدیث ضعیف فی فضیلة عمل من الاعمال، ولم یکن هذا العمل مما یحتمل الحرمة او الکراهة فانه یجوز العمل به ویستحب، لانه مامون بالخطر ومرجو النفع، اذ هو دائر بین الاباحة والاستحباب، فالاحتیاط العمل به رجاء الثواب۔
واما اذا دار بین الحرمة والاستحباب فلا وجه لاستحباب العمل به۔
واما اذا دار بین الکراهة والاستحباب، فمجال النظر فیہ واسع، اذ فی العمل دغدغة الوقوع فی المکروه، وفی ترک مظنة ترک المستحب۔ فلینظر۔
ان کان خطر الکراهة اشد بان تكون الکراهة المحتملة شديدة، والاستحباب المحتمل ضعيفا، فحينئذ يرجع ترک علی العمل، فلا یستحب العمل به۔
وان کان خطر الکراهة اضعف بان تكون الکراهة علی تقدير وقوعها کراهة ضعيفة دون مرتبة ترک العمل علی تقرير استحبابه، فالاحتیاط العمل به۔
وفی صورة المساواة یحتاج الی نظر تام، والظن انه یسحب ایضا، لان المباحات تصیر بالنیة عبادة، فکیف مافیہ شبهة الاستحباب لاجل الحدیث الضعیف۔ (.....وبعد اسطر.....)
وحاصل الجواب، ان الجواز معلوم من خارج والاستحباب ایضا معلوم من القواعد الشرعیة الدالة علی استحباب الاحتیاط فی امر الدین، فلم یثبت شیء من الاحکام بالحدیث الضعیف، بل اوقع الحدیث الضعیف شبهة الاستحباب، فصار الاحتیاط ان یعمل به، واستحباب الاحتیاط معلوم من قواعد الشرع، انتهی کلام الدوانی (الاجوبة الفاضلة عن الاسئلة العشرة الكاملة، ص ۱۳، ۱۴، مشمولہ: مجموعہ رسائل اللکنوی، ج ۴)
اقول: قال فی البناية:

ثم إن تزین المسجد لما دار مرة بین الاستحباب و بین الکراهة، قال أصحابنا بالجواز، ولم یقولوا بالاستحباب كما قال به بعضهم (البناية شرح الهدایة ج ۲ ص ۴۷۱، کتاب الصلاة، باب احکام المساجد)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ضعیف حدیث سے ثابت شدہ استحباب کا درجہ احتیاطی ہے اور یہ اس استحباب سے کم ہوتا ہے، جو حسن و صحیح حدیث سے ثابت ہو۔

اور پھر یہ استحباب بھی ان شرعی قواعد کے ماتحت ہو کر ثابت ہوتا ہے، جو کہ قوی دلائل سے ثابت ہیں۔

لہذا ضعیف حدیث سے اس تفصیل کے مطابق استحباب ثابت ہونے پر یہ شبہ نہیں ہوتا کہ ضعیف حدیث سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا، جبکہ کسی چیز کا مستحب ہونا بھی شرعی حکم ہی کی ایک قسم ہے۔

۱۔ (لا فی صفات اللہ) فان وجد حدیث ضعیف دل علی صفة من صفات اللہ تعالیٰ ولم یثبت ذلک بدلیل معتبر، لم یعتبر به، فان صفات اللہ واسماءہ لا یجتزأ علی القول بها بدون دلالة دلیل معتمد، لانها من باب العقائد لا من باب الاعمال، ویلتحق بها جمیع العقائد الدینیة، فلا تثبت الا بحدیث صحیح او حسن لذاته او لغيره۔
﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور عیدین کی راتوں اور ان میں نفلی عبادت کی فضیلت کے سلسلہ میں مندرجہ بالا شرائط پائی جاتی ہیں۔

اس لیے عیدین کی راتوں میں نفلی عبادت مستحب ہے۔
جیسا کہ متعدد فقہاء و محدثین نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔
چنانچہ صحیح مسلم کے شارح امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اتَّفَقُوا عَلَى اسْتِحْبَابِ إِحْيَاءِ لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ (شرح النووی) ۱
ترجمہ: (ہمارے) فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عیدین کی راتوں میں
(عبادت کے لئے) جاگنا مستحب ہے (ترجمہ ختم)
اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وَاتَّفَقَ أَصْحَابُنَا عَلَى إِحْيَاءِ لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ (المجموع) ۲
ترجمہ: ہمارے اصحاب کا عیدین کی راتوں میں جاگنے پر اتفاق ہے (ترجمہ ختم)
اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

اعْلَمْ أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ إِحْيَاءُ لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ فِي ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى،
وَالصَّلَاةِ، وَغَيْرِهِمَا مِنَ الطَّاعَاتِ، لِلْحَدِيثِ الْوَارِدِ فِي ذَلِكَ "مَنْ
أَحْيَا لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ، لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ" وَرَوَى "مَنْ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

کیف وقد صرحوا بان اخبار الآحاد وان كان صحيحة ، لاتكفي في باب العقائد، فما بالك
بالضعيفة منها؟ والمراد بعدم كفايتها انها لاتفيد القطع ، فلايعتبر بها مطلقا في العقائد التي كلف
الناس بالاعتقاد الجازم فيها، لانها لاتفيد الظن ايضا، ولا انها لاغيره بها رأسا في العقائد مطلقا، كما
توهمه من ابناء عصرنا..... (واحكام الحلال والحرام) فلايثبت بالحديث الضعيف تحريم شيء
ولا تحليله (ظفر الأمانى في مختصر الجرجاني في مصطلح الحديث، لمولانا عبدالحی اللکنوی ،
ص ۲۰۰ تا ۲۰۳، ملخصا)

۱ علی مسلم، ج ۸ ص ۷۱، باب صوم عشر ذی الحجۃ، دار إحياء التراث العربی - بیروت.

۲ شرح المہذب، ج ۲ ص ۴۵، باب صلاة التطوع، دار الفکر، بیروت.

قَامَ لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ لِلَّهِ مُحْتَسِبًا لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ " هَكَذَا جَاءَ فِي رِوَايَةِ الشَّافِعِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ، وَهُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ رَوَيْنَاهُ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي أُمَامَةَ مَرْفُوعًا وَمَوْقُوفًا، وَكَلاَهُمَا ضَعِيفٌ، لَكِنْ أَحَادِيثُ الْفَضَائِلِ يُتَسَامَحُ فِيهَا، كَمَا قَدَّمْنَاهُ فِي أَوَّلِ الْكِتَابِ. وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي الْقَدْرِ الَّذِي يَحْصُلُ بِهِ الْإِحْيَاءُ، فَلَا ظَهْرَ أَنَّهُ لَا يَحْصُلُ إِلَّا بِمُعْظَمِ اللَّيْلِ، وَقِيلَ: يَحْصُلُ بِسَاعَةٍ (الآذكار النووية، ۱۷۱) ۱۔

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہئے کہ عیدین کی راتوں میں جاگ کر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اور نماز اور دوسرے نیک اعمال (توبہ و استغفار وغیرہ) میں مشغول رہنا مستحب ہے، اس حدیث کی وجہ سے، جو اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہے کہ جس نے عیدین کی راتوں کو زندہ رکھا، اس کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا، جس دن (لوگوں کے) دل مردہ ہو جائیں گے، اور یہ بھی مروی ہے کہ جس نے عیدین کی راتوں میں اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی خاطر قیام کیا، تو اس کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا، جس دن (لوگوں کے) دل مردہ ہو جائیں گے، اسی طرح امام شافعی اور ابن ماجہ کی روایت میں آیا ہے، اور یہ حدیث ضعیف ہے، جس کو ہم نے ابوامامہ کی روایت سے مرفوعاً اور موقوفاً روایت کیا ہے، اور یہ دونوں ضعیف ہیں، لیکن فضائل کی احادیث میں چشم پوشی اختیار کی جاتی ہے، جیسا کہ ہم شروع کتاب میں ذکر کر چکے ہیں۔

اور علماء کا اس مقدار کے بارے میں اختلاف ہے، جس کے ذریعہ سے رات کو زندہ رکھنے کی فضیلت حاصل ہوتی ہے، زیادہ رائج یہ ہے کہ یہ رات کے بڑے حصہ کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوتی ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ایک ساعت

کے ذریعہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے (ترجمہ ختم)

اور امام نووی رحمہ اللہ ایک مقام پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

قَالَ أَصْحَابُنَا: يُسْتَحَبُّ إِحْيَاءُ لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ بِصَلَاةٍ أَوْ غَيْرِهَا مِنَ الطَّاعَاتِ وَاحْتَجَّ لَهُ أَصْحَابُنَا بِحَدِيثِ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ أَحْيَا لَيْلَتِي الْعِيدِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ" وَفِي رَوَايَةِ الشَّافِعِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ "مَنْ قَامَ لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلَّهِ تَعَالَى لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ حِينَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ" رَوَاهُ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ مَوْقُوفًا، وَرَوَى مِنْ رَوَايَةِ أَبِي أُمَامَةَ مَوْقُوفًا عَلَيْهِ وَمَرْفُوعًا كَمَا سَبَقَ، وَأَسَانِيدُ الْجَمِيعِ ضَعِيفَةٌ، قَالَ الشَّافِعِيُّ فِي الْأَمِّ: وَبَلَّغْنَا أَنَّهُ كَانَ يُقَالُ: إِنَّ الدُّعَاءَ يُسْتَجَابُ فِي خَمْسِ لَيَالٍ: فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ، وَلَيْلَةِ الْأَضْحَى، وَلَيْلَةِ الْفِطْرِ، وَأَوَّلِ لَيْلَةٍ فِي رَجَبٍ، وَلَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَأَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: رَأَيْتُ مَشِيخَةً مِنْ خِيَارِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ يَظْهَرُونَ عَلَى مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعِيدَيْنِ فَيَدْعُونَ وَيَذْكُرُونَ اللَّهَ تَعَالَى، حَتَّى تَذْهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ، قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَبَلَّغْنَا أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُحْيِي لَيْلَةَ النَّحْرِ، قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَأَنَا أَسْتَحِبُّ كُلَّ مَا حَكَيْتُ فِي هَذِهِ اللَّيَالِي مِنْ غَيْرِ أَنْ تَكُونَ فَرَضًا هَذَا آخِرُ كَلَامِ الشَّافِعِيِّ، وَاسْتَحَبَّ الشَّافِعِيُّ وَالْأَصْحَابُ الْإِحْيَاءَ الْمَذْكُورَ، مَعَ أَنَّ الْحَدِيثَ ضَعِيفٌ، لِمَا سَبَقَ فِي أَوَّلِ الْكِتَابِ أَنَّ أَحَادِيثَ الْفَضَائِلِ يُتَسَامَحُ فِيهَا، وَيُعْمَلُ عَلَى وَفْقِ ضَعِيفِهَا وَالصَّحِيحُ أَنَّ فَضِيلَةَ هَذَا الْإِحْيَاءِ لَا تَحْصُلُ إِلَّا بِمُعْظَمِ اللَّيْلِ، وَقِيلَ تَحْصُلُ بِسَاعَةٍ، وَيُؤَيِّدُهُ مَا سَبَقَ فِي

نَقَلَ الشَّافِعِيُّ عَنْ مَشِيخَةِ الْمَدِينَةِ، وَنَقَلَ الْقَاضِي حُسَيْنٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ إِحْيَاءَ لَيْلَةِ الْعِيدِ أَنْ يُصَلِّيَ الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ، وَيَغْزِمَ أَنْ يُصَلِّيَ الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ وَالْمُخْتَارُ مَا قَدَّمْتُهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ (المجموع) ۱

ترجمہ: ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ عیدین کی راتوں کو نماز اور دوسرے نیک اعمال کے ذریعہ سے زندہ رکھنا مستحب ہے، اور اس کے لئے ہمارے اصحاب نے حضرت ابوامامہ کی حدیث سے حجت پکڑی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے عید کی راتوں کو زندہ رکھا، تو اس کا دل اس دن مُردہ نہیں ہوگا، جس دن لوگوں کے دل مُردہ ہو جائیں گے، اور امام شافعی اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ ہے کہ جس نے عیدین کی راتوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب کے حصول کی خاطر قیام کیا، تو اس کا دل اس دن مُردہ نہیں ہوگا، جس دن لوگوں کے دل مُردہ ہو جائیں گے، اس کو ابوالدرداء سے موقوفاً روایت کیا ہے، اور حضرت ابوامامہ کی موقوف روایت بھی اس سلسلہ میں مروی ہے، اور مرفوع بھی، جیسا کہ پہلے گزرا، اور تمام روایتوں کی سندیں ضعیف ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام میں فرمایا کہ اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یہ کہا جاتا تھا کہ پانچ راتوں میں دعا (زیادہ) قبول کی جاتی ہے، جمعہ کی رات میں اور عید الاضحیٰ کی رات میں، اور عید الفطر کی رات میں، اور رجب کی پہلی رات میں، اور نصف شعبان کی رات میں، اور ہمیں ابراہیم بن محمد نے خبر دی کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے مدینہ کے نیک لوگوں میں سے مشائخ کو دیکھا کہ وہ مسجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں عیدین کی راتوں میں حاضر ہوتے تھے، پھر دعائیں کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے، یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گزر جاتا تھا، امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں یہ

۱۔ شرح المہذب، ج ۵، ص ۴۲، ۴۳، باب صلاة العیدین، فرع فی مسائل تتعلق بالعیدین، دار الفکر، بیروت.

بات بھی پہنچی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ عید الاضحیٰ کی رات میں عبادت کرتے تھے (اس کے بعد) امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے جو کچھ ان راتوں کے بارے میں بیان کیا ان سب کو میں مستحب سمجھتا ہوں، فرض نہیں سمجھتا، یہ امام شافعی کا آخری کلام تھا۔

اور امام شافعی، اور ان کے اصحاب نے مذکورہ راتوں میں عبادت کو مستحب قرار دیا ہے، باوجودیکہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ کتاب کے شروع میں یہ بات گزر چکی ہے کہ فضائل کی احادیث میں چشم پوشی سے کام لیا جاتا ہے، اور اُس کے ضعیف ہونے کے موافق اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

اور صحیح بات یہ ہے کہ ان راتوں میں جاگنے کی فضیلت رات کے بڑے حصہ ہی کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک ساعت کے لئے جاگ لینے سے بھی حاصل ہو جاتی ہے، اور اس کی تائید امام شافعی کی اس نقل کردہ روایت سے بھی ہوتی ہے، جو انہوں نے مدینہ کے مشائخ کے بارے میں نقل کی ہے، اور قاضی حسین نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ عید کی رات کو زندہ رکھنا یہ ہے کہ عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے، اور یہ پختہ ارادہ رکھے کہ وہ فجر کی نماز بھی جماعت کے ساتھ پڑھے گا، اور مختار وہ ہے، جو میں نے پہلے بیان کیا (یعنی رات کا بڑا حصہ جاگنے سے پوری فضیلت حاصل ہوگی) واللہ اعلم (ترجمہ ختم)

اور امام زکریا بن محمد بن زکریا انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَالدُّعَاءُ فِيهِمَا وَفِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَتِي أَوَّلِ رَجَبٍ وَلِصَفِ شَعْبَانَ
مُسْتَحَابٌّ فَيُسْتَحَبُّ (أَسْنَى الْمَطَالِبِ) ۱

ترجمہ: اور عیدین کی راتوں میں اور جمعہ کی رات میں اور رجب کی پہلی رات میں اور نصف شعبان کی رات میں دعا مستحب ہے (ترجمہ ختم)
اور علامہ ابن حاج مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

إِحْيَاءُ اللَّيْلَتَيْنِ الشَّرِيفَتَيْنِ بِعِبَادَةِ الْمَوْلَى سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى الْمُنْدُوبِ إِلَى إِحْيَائِهِمَا كَمَا هُوَ مَعْلُومٌ مَشْهُورٌ (المدخل لابن الحاج) ۱

ترجمہ: عیدین کی مبارک راتوں کو مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ زندہ رکھنا مستحب ہے، جن میں عبادت کرنے کا معاملہ معلوم اور مشہور ہے (ترجمہ ختم)
اور ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن محمد طرابلسی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَقَالَ ابْنُ الْفَرَاتِ: أُسْتَحَبَّ إِحْيَاءُ لَيْلَةِ الْوَعِيدِ بِذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَالصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا مِنَ الطَّاعَاتِ لِلْحَدِيثِ مَنْ أَحْيَا لَيْلَةَ الْوَعِيدِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ وَرَوَى مَرْفُوعًا وَمَوْقُوفًا وَكِلَاهُمَا ضَعِيفٌ لَكِنْ أَحَادِيثُ الْفَضَائِلِ يُتَسَامَحُ فِيهَا (مواعظ الجلیل) ۲

ترجمہ: اور ابن فرات نے فرمایا کہ عید کی رات کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز اور اس کے علاوہ دوسرے نیک اعمال کے ذریعہ سے زندہ رکھنا مستحب ہے، اس حدیث کی وجہ سے کہ جس نے عید کی رات کو زندہ رکھا، تو اس کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا، جس دن (لوگوں کے) دل مردہ ہو جائیں گے، یہ مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح سے مروی ہے، اور دونوں ضعیف ہیں، لیکن فضائل کی احادیث میں چشم پوشی سے کام لیا جاتا ہے (ترجمہ ختم)

اور فقہ حنبلی کے مشہور فقیہ علامہ شیخ منصور بن یونس بہوتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

۱۔ جلد ۱، صفحہ ۲۸۹، الموسوم الثانی عید الفطر، دار التراث، بیروت.

۲۔ فی شرح مختصر الخلیل، ج ۲ ص ۹۳، کتاب الصلاة، فصل صلاة العیدین، دار الفکر، بیروت.

(وَفِي اسْتِحْبَابِ قِيَامِهَا) اَي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ (مَافِي) اَحْيَاءِ
(لَيْلَةِ الْعِيدِ) (كشاف القناع عن متن الاقناع) ۱

ترجمہ: اور نصف شعبان کی رات کی عبادت کا مستحب ہونا عیدین کی رات کی طرح
ہے (ترجمہ ختم)

اور علامہ ابن نجیم مصری حنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۷۰ھ) فرماتے ہیں کہ:

وَمِنْ الْمَنْدُوبَاتِ اَحْيَاءُ لَيَالِي الْعَشْرِ مِنْ رَمَضَانَ وَلَيَاتِي الْعِيدَيْنِ
وَلَيَالِي عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ وَلَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ كَمَا وَرَدَتْ بِهِ
الْاَحَادِيثُ (البحر الرائق شرح كنز الدقائق) ۲

ترجمہ: اور مستحبات میں سے ہے رمضان کی آخری دس راتوں میں، اور عیدین کی
راتوں میں اور ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں اور شعبان کی پندرہویں رات میں
شب بیداری (اور بکثرت عبادت) کرنا جیسا کہ احادیث میں آیا ہے (ترجمہ ختم)
اور علامہ علاء الدین حنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۰۸ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:

وَمِنْ الْمَنْدُوبَاتِ اَحْيَاءُ لَيْلَةِ الْعِيدَيْنِ وَالنِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ
وَالْعَشْرِ الْاٰخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَالْاَوَّلِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ (الدر المختار) ۳
ترجمہ: اور مستحبات میں سے ہے عیدین کی رات میں اور شعبان کی
پندرہویں رات میں اور رمضان کے آخری عشرہ میں اور ذی الحجہ کے پہلے عشرہ
میں عبادت کرنا (ترجمہ ختم)

اور علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

۱ ج ۱ ص ۴۴۴، کتاب الصلاة، باب صلاة التطوع، فصل صلاة الضحیٰ، دار الکتب العلمیة، بیروت.

۲ ج ۲ ص ۵۶، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل.

۳ مع شرح ردالمحتار ج ۲ ص ۲۵، ۲۴، دار الفکر، بیروت.

وَيُسْتَحَبُّ إِحْيَاءُ لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ (البنابة شرح الهداية) ۱
ترجمہ: اور عیدین کی راتوں کو (عبادت کے ساتھ) زندہ رکھنا مستحب ہے (ترجمہ ختم)

اور علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی مصری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
وَنُدَبَ إِحْيَاءُ لَيْلِي الْعَشْرِ الْأَخِيرِ مِنْ رَمَضَانَ وَإِحْيَاءُ لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ
وَلَيْلِي عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ (نور الإيضاح) ۲
ترجمہ: اور رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں کو اور عیدین کی راتوں کو اور ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی راتوں کو (عبادت کے ساتھ) زندہ رکھنا مستحب ہے (ترجمہ ختم)
خلاصہ یہ کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتیں مبارک راتیں ہیں، اور ان راتوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہنا چاہئے، نفل نماز، ذکر، تلاوت، تسبیح، دعا و استغفار کی کثرت اور منکرات اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے، اور اہل و عیال کے ساتھ انس و محبت سے پیش آنا چاہئے۔

غرضیکہ خیر کے کاموں میں یہ رات گزارنی چاہئے، اگر زیادہ عبادت کی توفیق اور ہمت نہ ہو سکے تو کم از کم عشاء اور فجر کی نماز اپنے اپنے وقت پر پڑھ لی جائے اور درمیان میں کوئی گناہ نہ کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

۱ ج ۲ ص ۵۲۱، کتاب الصلاة، باب النوافل، دار الکتب العلمیہ، بیروت.

۲ ص ۸۰، فصل فی تحیة المسجد وصلاة الضحیٰ وإحياء الليالي، المكتبة العصرية، بیروت.

عید کی رات کی مروجہ خرابیاں اور اس کو ضائع کرنے کی صورتیں

عید کی رات بڑی اہم اور فضیلت والی رات ہے مگر افسوس کہ آج عام طور پر لوگوں نے اپنے آپ کو ان سب فضیلتوں سے محروم کیا ہوا ہے اور نہ صرف محروم بلکہ اس مبارک رات کو طرح طرح کی لغویات، فضولیات، سیر و تفریح، گانے بجانے، بے پردگی اور بدنظری وغیرہ جیسی خرافات کی نظر کر کے ”نیکی برباد گناہ لازم“ کا مصداق کیا ہوا ہے۔ ۱۔

(۱)..... بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہیں اس رات کی عظمت و فضیلت ہی معلوم نہیں اس لئے وہ اپنی لاعلمی اور نادانی سے بیسیوں راتیں فضول گنوا چکے ہیں اور ان کی اس لاعلمی نے انہیں آخرت کے عظیم ثواب سے محروم کیا ہوا ہے، جو محرومی کی بات ہے۔

(۲)..... بعض لوگ اس رات کی عظمت اور فضیلت کو تو جانتے ہیں لیکن وہ بھی اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور سمجھتے ہیں کہ اس رات میں عبادت فرض و واجب نہیں؟ بے شک اس رات میں عبادت فرض، واجب تو نہیں لیکن ان لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا ترغیبات فضول اور اس قابل ہیں کہ انھیں غیر فرض قرار دے کر رد کر دیا جائے، آخر یہ ترغیبات کن کے لئے ہیں؟ اور ان کا کون مکلف ہے؟

(۳)..... بعض لوگ اس مبارک رات میں آتش بازی اور اسلحہ چلا کر خوشی کا اظہار کرتے ہیں جبکہ آتش بازی یا اسلحہ سے خوشی کا اظہار کرنا بذات خود گناہ ہے اور اس سے دوسروں کو ایذا و تکلیف بھی ہوتی ہے اور بعض اوقات جانی یا مالی نقصان بھی ہو جاتا ہے، لہذا اس طرز عمل سے بچنا چاہیے۔

۱۔ وفي ليلة العيد من البدع سهر بعض الناس فيهما، أو في بعضهما لا لعبادة، بل للشغل بزخارف الدنيا وما شاكلها وإضاعة المال بصقل القماش الذي يفضى إلى تقطيعه وترك إحياء الليلتين الشريفتين بعبادة المولى سبحانه وتعالى المنسوب إلى إحيائهما كما هو معلوم مشهور، وقد تقدم في عيد الأضحى ما فيه من بنات العيد، وزيارة القبور، وتأخير الرجوع إلى البيوت وتفرقة اللحم بتلك المقاصد الذميمة، فكل ذلك موجود هنا، فتفرقة اللحم هاهنا مقابلة لتفرقة اللحم في الأضحى (المدخل لابن الحاج، ج ۱ ص ۲۸۹، الموسم الثاني عيد الفطر)

(۴)..... بعض لوگ عین اس مبارک رات میں عید کی تیاریوں میں مشغول ہو جاتے ہیں اول تو آج کل جن بے شمار فضول خرچیوں کے سیلاب کو عید کے لوازمات میں سے سمجھ لیا گیا ہے، اس کا دین و شریعت سے تعلق نہیں، دوسرے شریعت کی حد میں رہتے ہوئے تیاری خاص اس رات سے پہلے بھی کی جاسکتی ہے۔

(۵)..... بعض لوگ یہ مبارک رات مختلف کھیلوں میں مصروف ہو کر گزار دیتے ہیں، مثلاً شطرنج، لوڈو، کیرم بورڈ اور دیگر جدید ہار جیت والے کھیلوں میں، جن میں شطرنج تو گناہ ہے ہی، اور باقی کھیلوں میں بھی شرعی حدود کی رعایت نہیں ہوتی، بالفرض اگر کوئی کھیل جائز بھی ہو تب بھی یہ مبارک رات لہو و لعب کے لئے نہیں، عبادت و طاعت کے لئے ہے، اس کو عبادت ہی میں مشغول رکھنا چاہئے، اور جائز اور مباح کھیلوں سے بھی بچنا چاہئے۔

(۶)..... بہت سے لوگ اس مبارک رات میں ٹی وی کے پروگرام دیکھنے میں مصروف رہتے ہیں حالانکہ موجودہ شکل میں ٹی وی بہت سے گناہوں اور کئی خرابیوں کا مجموعہ ہے، جس کی وجہ سے اس کو دیکھنا منع ہے، پھر اس مقدس رات میں مبتلا ہونا اس کے گناہ کو اور بھی سخت کر دیتا ہے، اس لئے ٹی وی دیکھنے سے عام دنوں میں اور خاص کر اس مبارک رات میں بچنا چاہیے۔

(۷)..... بعض لوگ اس مبارک رات میں بازاروں کی سجاوٹ، چمک دک، خریداروں کی کثرت اور نامحرم عورتوں کو دیکھنے جیسے گناہوں میں گھوم پھر کر رات کا قیمتی وقت ضائع کر دیتے ہیں، جبکہ بازار اکثر بڑے بڑے گناہوں کا مرکز ہیں، مثلاً عورتوں کا بن سنور کر بے پردہ خرید و فروخت کرنا اور بازاروں میں گھومنا، گانا بجانا عام ہونا، دھوکہ فریب، جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا ہونا، کم تولنا اور نا پنا، ملاوٹ وغیرہ کرنا، اس لئے بازار میں تو تمام گناہوں سے حتی الامکان بچتے ہوئے ضرورت کے وقت بقدر ضرورت ہی جانا چاہیے، بلا ضرورت بازاروں میں تفریح کرنے والے بھی طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے

ہیں، اس طرح اس مبارک رات میں بجائے کچھ حاصل کرنے کے اپنے آپ کو اور گناہوں میں مشغول کرنا، اور بازار جیسی گناہوں کی جگہ میں بلا ضرورت جانا اپنے آپ کو حق تعالیٰ کی رحمت و مغفرت سے محروم کرنے والی بات ہے۔

(۸)..... بعض لوگ اس مبارک رات میں ہوٹلوں میں بیٹھ کر کھانے پینے اور فضول گوئی میں وقت ضائع کر دیتے ہیں، جو محرومی کی بات ہے، اور گناہوں کا وبال الگ ہے۔

(۹)..... بعض خواتین و حضرات گھروں میں بیٹھ کر ہی ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گنوا دیتے ہیں اور خاص طور پر خواتین کھانے پینے کی تیاریوں میں پوری پوری رات تک گزار دیتی ہیں اور اس رات کی فضیلت حاصل کرنے کا کوئی اہتمام نہیں کرتیں، خواتین کو بھی چاہئے کہ کم از کم کام میں مصروف رہتے ہوئے کچھ نہ کچھ ذکر و فکر تو کر لیا کریں۔

(۱۰)..... بعض تاجر بھی اس مبارک رات میں دنیوی مصروفیات کو کم کرنے کے بجائے بڑھا لیتے ہیں اور اس میں اس قدر منہمک و مصروف ہو جاتے ہیں کہ بعض اوقات نمازیں تک ضائع کر دیتے ہیں، جو کہ جائز نہیں، ایسے تاجر اگر کاروباری مصروفیت کم نہیں کر سکتے اور اس رات کو ذکر و تلاوت اور عبادت و طاعت میں نہیں گزار سکتے تو کم از کم فجر اور عشاء کی نماز باجماعت ادا کر کے اور نظر و زبان اور دیگر اعضاء کی حفاظت کرتے ہوئے چلتے پھرتے ذکر و دعا کے ذریعہ کسی نہ کسی درجہ میں وہ بھی اس رات کی فضیلت حاصل کر سکتے ہیں۔

بات اصل میں فکر و طلب اور قدر و قیمت کی ہے، جس کے دل میں اس کی اہمیت ہے اور فکر ہے، وہ مشغولیت میں بھی اس فضیلت کو حاصل کرنے کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال لے گا اور جس کو طلب نہیں، دنیا اور دنیاوی منافع ہی اس کی نظر میں اصل مقصود ہیں تو اس کا نفس طرح طرح کے حیلے بہانے پیش کر کے بالآخر اس کو اس رات کی برکات سے محروم کر دے گا۔

(۱۱)..... بعض لوگ اس کے برعکس وہ ہیں جو اس رات کی فضیلت معلوم ہونے پر تمام رات جاگنا ضروری سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اگر کوئی اس رات میں گناہوں سے بچتے

ہوئے اور دنوں کی بہ نسبت تھوڑی سی زیادہ عبادت کر لے اس کو بھی اس رات کی فضیلت کا حصہ حاصل ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں گھنٹے شمار نہیں ہوتے بلکہ اخلاص دیکھا جاتا ہے اگر اخلاص کے ساتھ چند لمحات بھی اللہ تعالیٰ کے خاص دربار میں میسر آ گئے تو وہ بہت بڑی نعمت اور دولت ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ (مسلم) ۱

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کر لی تو گویا کہ اس نے آدھی رات کے قیام کا ثواب پالیا اور جس نے صبح کی نماز بھی جماعت سے ادا کر لی تو گویا کہ اس نے پوری رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب حاصل کر لیا (ترجمہ ختم)

رات کو گناہ سے بچ کر آرام کرنا اور فجر کی نماز باجماعت پڑھنا حکمی عبادت ہے اور جاگ کر عبادت کرنا حقیقی عبادت ہے۔

بعض لوگ عید کی رات کی فضیلت سن کر فرض نماز تو پڑھتے نہیں اور اس رات کی عشاء اور فجر باجماعت کا اہتمام تو درکنار وہ سرے سے فرض نماز ہی چھوڑ دیتے ہیں اور رات بھر کسی نہ کسی طرح جاگ کر خیال کرتے ہیں کہ انہوں نے اس رات کی فضیلت کو حاصل کر لیا، جو کہ سراسر لاعلمی کی بات ہے۔

(۱۲)..... آج کل بعض مقامات پر عید کی رات اور دوسری مبارک راتوں میں مسجدوں یا کسی گھر وغیرہ میں اجتماعی انداز میں شب گزاری اور جاگنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس کے لئے

لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے۔

بعض جگہ وقفہ وقفہ سے چائے اور قہوؤں کا دور چلتا ہے اور ادھر ادھر کی غپ شبپ ہوتی ہے جس میں اکثر لطف اندوزی اور مزے اڑانا اور عبادت کا صرف بہانہ کرنا ہی مقصد ہوتا ہے۔ یہ بھی دین پر زیادتی ہے، اس طرح اجتماعی انداز میں جاگنے کا اہتمام ثواب کے بجائے گناہ ہے، اس رات میں عبادت نفلی درجہ رکھتی ہے، اور نفل عبادت کے لئے اجتماع اور اس کے لئے مساجد یا دوسری جگہوں کا انتخاب، نیز اس غرض کے لئے لوگوں کو بلانا یہ تمام کام شریعت پر زیادتی ہیں۔

شریعت کا مزاج یہ ہے کہ اس رات کی عبادت تنہا اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرائض اور واجبات کے علاوہ نفلی عبادت عموماً گھر میں ادا فرمایا کرتے تھے باوجودیکہ آپ کا حجرہ مبارک بہت چھوٹا تھا، مگر مبارک راتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفلی عبادت گھر سے متصل مسجد میں تشریف لا کر کرنا ثابت نہیں۔ اسی وجہ سے کئی فقہائے کرام نے فضیلت کی راتوں میں عبادت کرنے کی غرض سے مسجدوں میں جمع ہونے کو مکروہ اور بدعت فرمایا ہے۔ ۱

۱۔ ویکرہ الاجتماع علی احياء ليلة من هذه الليالي في المساجد (البحر الرائق ج ۲ ص ۵۶، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

(ویکرہ الاجتماع علی احياء ليلة من هذه الليالي) المتقدم ذكرها (في المساجد) وغيرها لانه لم يفعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا اصحابہ فانکرہ اکثر العلماء من اهل الحجاز منهم عطاء وابن ابی ملیکة وفقهاء اهل المدينة واصحاب مالک وغيرهم وقالوا ذالک کله بدعة (مراقی الفلاح شرح نور الايضاح، ص ۱۵۱، کتاب الصلاة، باب فی النوافل)

والثانی انه یکرہ الاجتماع فی المساجد للصلوة والقصص والدعاء ولا یکرہ ان یصلی الرجل فیها لخاصة نفسه وهذا قول الاوزاعي امام اهل الشام وفقیہم وعالمہم وهذا هو الاقرب ان شاء اللہ تعالیٰ (لطائف المعارف ص ۱۳۷، وظائف شهر شعبان، المجلس الثانی فی نصف شعبان)

ویحصل القيام بالصلاة نفلاً فرادی من غیر عدد مخصوص، وبقرأة القرآن، والأحادیث وسماعها، وبالتسبیح والثناء، والصلاة والسلام علی النبی - صلی اللہ علیہ وسلم - الحاصل ذلک فی معظم اللیل وقیل بساعة منه (رد المحتار، ج ۲ ص ۲۶، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

پس صحیح طریقہ یہی ہے کہ اپنے یہاں رہ کر تنہائی میں جتنی عبادت اخلاص کے ساتھ ہو جائے، کر لینی چاہیے۔

(۱۳)..... بعض مسجدوں میں معتکف حضرات عید کی رات کو بھی سنت اعتکاف میں شامل کر لیتے ہیں، یعنی یہ لوگ عید کا چاند نظر آنے پر اپنے سنت اعتکاف سے نکلنے کو ناجائز سمجھتے ہیں اور یہ رات مسجد میں گزار کر صبح اپنے گھروں کو جانا ضروری سمجھتے ہیں۔

اس بارے میں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ سنت اعتکاف شوال کا چاند نظر آنے یا تیسویں رمضان کو غروب ہونے پر ختم ہو جاتا ہے، اس کے بعد اگر کوئی اپنی مرضی سے مسجد میں ٹھہرنا چاہے تو یہ نفلی اعتکاف کے طور پر تو ہو سکتا ہے مگر اس کو سنت اعتکاف سمجھنا یا سنت اعتکاف کا حصہ سمجھنا یا گھر جانے کو ناجائز سمجھنا غلط ہے۔

خلاصہ یہ کہ زندگی کے لمحات کو غنیمت جانتے ہوئے اس مبارک رات کی قدر کرنی چاہئے اور لغو و لایعنی اور بدعت و گناہ کے کاموں میں مشغول ہونے کے بجائے شرعی حدود میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت میں لگنا چاہئے۔

زیادہ عبادت اس رات میں کوئی نہ کر سکے تو کم از کم عشاء باجماعت پڑھ کر جتنی دیر عبادت کر سکے کر لے پھر سو جائے اور فجر باجماعت اٹھ کر ادا کر لے یہ بھی غنیمت ہے، عید کے دن اکثر لوگ عموماً فجر کی نماز باجماعت نہیں پڑھتے بلکہ بہت سے مردوں اور عورتوں کی نماز قضاء تک ہو جاتی ہے اور اس طرح عید کی ایک اہم اور پہلی سنت یعنی صبح سویرے اٹھنا بھی فوت ہو جاتی ہے، اس طرز عمل سے بچنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

چاند کے بارے میں چند مسائل و احکام

اسلامی مہینے کے آغاز کا معیار اور چند متعلقہ مسائل

شرعی اعتبار سے مہینے کے آغاز و اختتام کا تعلق چاند کے نظام پر مبنی ہے، اور اسی وجہ سے چاند کے مہینے اور تاریخوں کو یاد رکھنے کی کوشش کرنا انتہائی ضروری ہے۔

مگر آج کل بہت سے لوگوں کی یہ حالت ہے کہ انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ چاند کا کونسا مہینہ چل رہا اور کونسا آنے والا ہے، بلکہ عیدین اور رمضان وغیرہ کی تعیین اور پہچان کے لئے بھی انگریزی و عیسوی تاریخوں اور مہینوں کو بنیاد بنایا جاتا ہے کہ رمضان فلاں عیسوی مہینہ کی فلاں تاریخ سے شروع ہو رہا ہے اور عید عیسوی مہینہ کی فلاں تاریخ میں آ رہی ہے وغیرہ وغیرہ۔ چاند کی تاریخوں اور مہینوں سے اتنی غفلت بہت افسوس ناک بات ہے۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ هَذِهِ الْأَهْلَةَ مَوَاقِيتَ لِلنَّاسِ، صُومُوا لِرُؤْيَيْتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَيْتِهِ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأْتِمُوا الْعِدَّةَ (مسند احمد) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ عز و جل نے اس چاند کو لوگوں کے لئے اوقات پہچاننے کا ذریعہ بنایا ہے، تم چاند کو دیکھ کر روزہ رکھو (یعنی رمضان شروع کرو) اور چاند کو دیکھ کر ہی افطار کرو (یعنی عید الفطر مناؤ) پھر اگر تم پر آبر لود ہو جائے، تو تم (تیس کی) تعداد پوری کرو (ترجمہ ختم)

۱۔ حدیث نمبر ۱۶۲۹۴، مؤسسة الرسالة، بیروت۔

فی حاشیہ مسند احمد: حدیث صحیح لغیرہ۔

اسی قسم کی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ ۱۔
اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی مہینوں کا آغاز و اختتام چاند کے نظام پر مبنی ہے۔
اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

أَحْضُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ وَلَا تُقَدِّمُوا الشَّهْرَ بِصَوْمٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ
فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا، فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ
ثَلَاثِينَ يَوْمًا ثُمَّ أَفْطِرُوا فَإِنَّ الشَّهْرَ هَكَذَا وَهَكَذَا (سنن الدار
قطنی) ۲۔

ترجمہ: تم رمضان کے لیے شعبان کے دنوں کو صحیح شمار کر کے رکھو، اور تم رمضان کا
مہینہ شروع ہونے سے پہلے روزہ نہ رکھو، پس جب تم چاند دیکھ لو، تو روزہ رکھو، اور
جب (اس کے بعد اگلا) چاند دیکھ لو، تو روزے رکھنے چھوڑ دو، اور اگر تم پر موسمِ ابر
آلود ہو جائے (جس کی وجہ سے چاند نہ دیکھا جاسکے) تو تم تیس دن پورے کر لو،
پھر اس کے بعد روزے رکھنے چھوڑ دو، کیونکہ مہینہ اس طرح اور اس طرح اور اس
طرح ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

مہینہ اس طرح اور اس طرح اور اس طرح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کبھی انتیس دن کا
ہوتا ہے، اور کبھی تیس دن کا، اگر شرعی اصولوں کے مطابق انتیس کو چاند کی رؤیت ہو جائے، تو
انتیس دن کا، ورنہ تیس دن کا ہوتا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

۱۔ عن نافع، عن ابن عمر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله جعل
الآهلة مواقيت للناس، فصوموا لرؤيته، وأفطروا لرؤيته، فإن غم عليكم فعدوا ثلاثين
يوماً (حدیث ابن عمر فی ترائی الھلال للخطیب البغدادی، حدیث نمبر ۱۸، ص ۲۶)

۲۔ حدیث نمبر ۲۱۷۶، کتاب الصیام، مؤسسة الرسالة، بیروت۔
وفیه الواقدی۔ وهو فی الحدیث ضعیف، ولكن له شواهد كثيرة.

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحْصُوا هَلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ وَلَا تَخْلُطُوا بَرَمَضَانَ إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ ذَلِكَ صِيَامًا كَانَ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ وَصُومُوا لِرُؤْيَيْهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَيْهِ فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَإِنَّهَا لَيَسَّ تَغْمَى عَلَيْكُمْ الْعِدَّةُ (سنن دارقطنی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم شعبان کے چاند کو رمضان کے لیے محفوظ کرو (تا کہ رمضان کی ابتداء میں دشواری اور گر بڑ نہ ہو) اور تم (شعبان کے آخر میں روزہ رکھ کر) رمضان کے ساتھ خلط ملط نہ کرو، مگر یہ کہ یہ دن کسی کے اُس روزے کے موافق ہو جائے کہ تم میں سے کوئی اُس دن کا (نفل) روزہ رکھتا تھا، اور تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو (یعنی رمضان کو شروع کرو) اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو (یعنی شوال کو شروع کرو) پھر اگر تم پر موسمِ اُبرد آلود ہو جائے (جس کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے) تو تم پر تعداد غائب نہیں ہوئی (یعنی تم کو تیس دن پورے کرنا مشکل نہیں) (ترجمہ ختم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے روزوں کو شعبان کا مہینہ ختم ہونے کے بعد رمضان کا مہینہ شروع ہونے پر مقرر فرمایا ہے، اور رمضان کے مہینے کے شروع ہونے کی پوری وضاحت بھی اس طرح فرمادی ہے کہ ایک تو یہ قاعدہ مقرر فرمایا کہ اسلامی مہینہ کبھی انتیس دن کا اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے، نہ تیس سے زیادہ ہوتا، اور نہ انتیس سے کم، اور اسلامی مہینہ کے انتیس دن گزرنے کے بعد غروب ہونے پر (تیسویں رات میں) چاند کی معتبر رویت ہونے پر اگلے مہینے کا آغاز ہوتا ہے، ورنہ بصورتِ دیگر تیس دنوں کی تعداد پوری کی جاتی ہے۔

۱۔ حدیث نمبر ۲۱۷۴، کتاب الصیام، مؤسسة الرسالة، بیروت.

قال الالبانی:

الحديث حسن. والله أعلم (السلسلة الصحيحة الكاملة، تحت حدیث رقم ۵۶۵)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا مہینہ شروع ہونے، بلکہ شعبان کے اختتام سے پہلے ہی رجب کا مہینہ ختم ہونے کے وقت شعبان کے آغاز پر چاند کی حفاظت کے اہتمام کا حکم فرمادیا، تاکہ شعبان کے مہینے کے دنوں کی تعداد اور رمضان کے مہینے کا چاند دیکھنے اور رمضان کے مہینے کے دنوں کی تعداد اور پھر شوال کا چاند دیکھنے یا شوال کے مہینے کے آغاز میں دشواری پیدا نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کردہ یہ طریقہ انتہائی منظم و مستحکم ہے، جس پر عمل کرنے سے ہر قسم کے فتنوں اور دشواریوں سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

پس اگر رمضان کے انتیس دن پورے ہونے پر چاند کی معتبر رویت ہو جائے، تو شوال کے مہینے کا آغاز سمجھا جائے گا، ورنہ تیس دن پورے کئے جائیں گے۔

مگر یہ اس وقت ہے کہ جب کہ پہلے سے (شعبان و رمضان) کے مہینوں کا آغاز شرعی قواعد کے مطابق ہوا ہو۔

اور شرعی قواعد کو نظر انداز کر کے اپنی طرف سے تعداد پوری کر لینے کا اعتبار نہیں۔

اور اسی وجہ سے جس طرح شوال کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا ضروری ہے، اسی طرح اس سے پہلے شعبان اور رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔

اگر کوئی بھی کوشش نہ کرے گا تو سب گناہ گار ہوں گے۔ ۱۔

۱۔ (قوله ويجب التماس الهلال إلخ) هو واجب على الكفاية ۱۰۱۔ فتح (حاشية الشلبی علی تبیین الحقائق، ج ۱ ص ۳۱۷، کتاب الصوم)

(قَوْلُهُ وَيَنْبَغِي لِلنَّاسِ أَنْ يَلْتَمِسُوا الْهَلَالَ فِي الْيَوْمِ التَّاسِعِ وَالْعَشْرِينَ مِنْ شَعْبَانَ) أَيْ يَجِبُ وَكَذَا يَنْبَغِي أَنْ يَلْتَمِسُوا هَلَالَ شَعْبَانَ أَيْضًا فِي حَقِّ إِتْمَامِ الْعِدَّةِ (الجوهرية النيرة، ج ۱ ص ۱۳۷، کتاب الصوم)

يجب أن يلتمس الناس الهلال في التاسع والعشرين من شعبان وقت الغروب فإن رآوه صاموه وإن غم أكملوه ثلاثين يوما كذا في الاختيار شرح المختار وكذا ينبغي أن يلتمسوا هلال شعبان أيضا في حق إتمام العدد (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۹۷، کتاب الصوم، الباب الثاني في رؤية الهلال)

ويلتمس هلال شوال في التاسع والعشرين من رمضان (المختار للفتوى مع شرحه الاختيار لتعليل المختار، ج ۱ ص ۱۳۰، کتاب الصوم)

اور اس کی وجہ یہی ہے کہ انیسواں دن گزرنے کے بعد چاند نظر آنے پر اگلے مہینے کا آغاز، اور بصورت دیگر تیس دنوں کی تعداد پر عمل اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک پہلے مہینے کا آغاز شریعت کے قاعدے پر نہ ہو۔

مگر افسوس ہے کہ آج کل بہت سے لوگ شعبان کا چاند دیکھنے کا ذرا اہتمام نہیں کرتے، اور پھر انتیس یا تیس شعبان ہی کو یکم رمضان قرار دے کر رمضان کے روزے شروع کر دیتے ہیں، اور پھر اس کے بعد انتیس یا تیس رمضان کو عید بھی منا لیتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

احادیث میں کیونکہ چاند کی رویت کا ذکر ہے، جس سے معلوم ہوا کہ قمری مہینے کے شروع اور ختم ہونے کا معیار فلکیات وغیرہ کے حساب پر نہیں بلکہ رویت پر ہے، جبکہ وہ معتبر اور صحیح ہو اور رویت یا تو انتیس دن کے بعد ہوتی ہے یا پھر تیس دن مکمل ہونے پر شرعاً معتبر سمجھی جاتی ہے، اس لئے شرعاً مہینے کے ثبوت کے لئے اصل اعتماد رویت ہلال پر ہوگا، البتہ فلکی حسابات اور فلکی رصدگاہوں سے مدد حاصل کی جاسکتی ہے، تاکہ احادیث نبوی پر بھی عمل ہو، اور سائنسی حقائق کی بھی رعایت ہو سکے (جدہ فقہ اکیڈمی کی قراردادیں اور سفارشات صفحہ ۴۹)

فلکیات کے فن سے اس میں اتنی مدد تو لی جاسکتی ہے کہ آج چاند ہونے کا امکان ہے یا نہیں، لیکن جب تک رویت کے ذریعے چاند ہونے کا ثبوت نہ ہو جائے، محض فلکیات کے حساب سے چاند ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا (آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد سوم، صفحہ ۲۶۱)

شوال کے چاند کا معاملہ انتہائی نازک ہے، اگر شرعی قواعد کے مطابق انتیس دن گزرنے کے بعد کوئی چاند دیکھنے کی گواہی دے، اور موسم بھی صاف ہو، تو اتنی بڑی مختلف لوگوں کی تعداد کی گواہی ضروری ہے کہ جس سے قاضی یا مجاز حاکم کو اطمینان حاصل ہو جائے۔ ۱۔

۱۔ وأما الثاني: وهو بيان ما يعرف به وقته، فإن كانت السماء مصحية يعرف برؤية الهلال، وإن كانت متغيمه يعرف بإكمال شعبان ثلاثين يوماً، لقول النبي -صلى الله عليه وسلم -: صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فإن غم عليكم فأكملوا شعبان ثلاثين يوماً ثم صوموا .

وكذلك إن غم على الناس هلال شوال أكملوا عدة رمضان ثلاثين يوماً، لأن الأصل بقاء الشهر

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رمضان اور عیدین وغیرہ کا معاملہ چونکہ ایک اجتماعی حیثیت رکھتا ہے جس میں انتظامی مضبوطی اور فیصلے کی بھی ضرورت ہے۔

لہذا شریعت نے مسلمان حاکم یا قاضی (یا اس کے قائم مقام) کو چاند کی گواہی لینے کے بعد شرعی اصولوں کے مطابق فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے پس جہاں اس کا انتظام ہو وہاں اس کے فیصلے کو ہی اجتماعی اعتبار سے معیار قرار دیا جائے گا (مگر یہ کہ وہ فیصلہ ہی شرعی اصولوں کے خلاف ہو، جس کی تحقیق اہل علم حضرات کا کام ہے)

آج کل پاکستان میں ”مرکزی رویت ہلال کمیٹی“ کو یہ ذمہ داری سپرد کی گئی ہے (اور اہل علم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

و کمالہ، فلا یتروک هذا الأصل إلا بیقین علی الأصل المعهود، أن ما ثبت بیقین لا یزول إلا بیقین مثله، فإن كانت السماء مصحیة ورأى الناس الهلال صاموا وإن شهد واحد برؤية الهلال لا تقبل شهادته ما لم تشهد جماعة یقع العلم للقاضی بشهادتهم، فی ظاهر الروایة ولم یقدر فی ذلك تقدیر (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۸۰، کتاب الصوم، فصل شرائط انواع الصیام)

یاد رہے کہ رمضان کے علاوہ شوال اور دوسرے ہلالوں کے متعلق شہادت ضروری ہے، اور شہادت کے لئے قاضی (بیج) کے روبرو گواہی دینا ضروری ہے، اور قاضی کا فیصلہ ہی اُس کی حدود و ولایت میں عوام و علماء تمام رعایا پر (جس میں حاکم کے خلاف فیصلہ و اعلان کرنے اور گواہی دینے والے حضرات بھی داخل و شامل ہیں) حجت ملزمہ ہے۔

اس کے مقابلہ میں کسی دوسرے کا شہادت سنا اور اعلان کرنا خبر کی حیثیت رکھتا ہے، جو حجت ملزم نہیں اور ایسا کرنا شرعاً جائز بھی نہیں، قاضی کے لیے صاحب حکومت ہونا قضاء کا رکن ہے اور صاحب حکومت مسلمان قاضی کے مقابلے میں دوسروں کے فیصلے کو قضاء کا درجہ نہیں دیا جاسکتا (کمانی حاشیہ امداد الاحکام جلد ۴ صفحہ ۹۴) بدائع الصنائع میں ہے کہ:

الشهادة لاتصیر حجة ملزمة الا بقضاء القاضی فتنخص بمجلس القضاء (بدائع الصنائع

ج ۶ ص ۲۷، کتاب الشهادات، فصل فی شرائط رکن الشهادة)

مبسوط شرحی میں ہے کہ:

الشهادة لم تکن ملزمة بدون القضاء (المبسوط ج ۱ ص ۷۸، کتاب الاستحسان)

حاشیہ تبیین الحقائق للشرع النہالیہ میں ہے کہ:

اما الشهادة فی غیر مجلس القاضی غیر ملزمة کذا قاله قاضیخان (حاشیہ الشلبی علی

تبیین الحقائق ج ۳ ص ۲۱۴، کتاب الشهادات، باب ما یشرط للشهادة)

علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

شہادت معتبر ہونے کے لیے المجلس قضاء بھی شرط ہے (امداد الاحکام جلد ۴ صفحہ ۶۵، کتاب الدعوی والشهادات والقضاء)

حضرات کے فتوے کی رو سے عموماً اس کمیٹی کا فیصلہ شرعی اصولوں کے مطابق ہوتا ہے) پاکستان کی موجودہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی جو رمضان و عیدین اور دیگر قمری مہینوں کے چاند کے نظر آنے کا فیصلہ کرتی ہے، اس کی حیثیت قضاءِ قاضی کی ہے جو ملک کے باشندگان کے لئے حجت شرعیہ ہے، اس لئے اس کے برخلاف باشندگانِ ملک کا انفرادی یا کسی متوازی کمیٹی کے فیصلے کی بنیاد پر چاند کی رویت کا عمومی فیصلہ صادر کرنا بالخصوص عید کروا کر روزہ چھڑانا درست نہیں ہے۔ ۱۔ ملحوظ رہے کہ اگر کسی نے رمضان کا چاند دیکھا مگر اس کی گواہی قاضی یا مجاز حاکم نے قبول نہیں کی تھی اور اب اس کے حساب سے اکتیسواں روزہ ہے تو وہ اکتیسواں روزہ رکھے گا اور حاکم کے فیصلے کے مطابق دوسروں کے ساتھ ہی عید کرے گا۔

اسی طرح اگر کسی نے انتیس رمضان کو عید کا چاند دیکھا لیکن اس کی گواہی کسی شرعی وجہ سے قبول نہیں کی گئی تو اس کو دوسروں کے ساتھ تیس تاریخ کا روزہ رکھنا پڑے گا۔ ۲۔

۱۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(۱)..... رویتِ ہلال کمیٹی اہل علم پر مشتمل ہے، یہ حضرات ثبوتِ رویت کے مسائل ہم سے تو بہر حال زیادہ

ہی جانتے ہیں، اس لیے ہمیں ان پر اعتماد کرنا چاہیے (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد سوم، صفحہ ۲۵۶)

(۲)..... جہاں تک مجھے معلوم ہے رویتِ ہلال کا فیصلہ شرعی قواعد کے مطابق ہوتا ہے، اور یہ پورے ملک کے لیے واجب العمل ہے، اور جب تک یہ کام لائق اعتماد ہاتھوں میں رہے اور وہ شرعی قواعد کے مطابق فیصلے کریں، ان کے اعلان کے مطابق عمل لازم ہے (ایضاً صفحہ ۲۵۷)

(۳)..... مردان وغیرہ علاقوں میں ایک دودن پہلے رویت کیسے ہو جاتی ہے؟

یہ معصہ ہماری سمجھ میں بھی نہیں آیا؛ بہر حال جب ملک میں رویتِ ہلال کمیٹی مقرر ہے اور سرکاری طور پر مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کو چاند ہونے یا نہ ہونے کے فیصلے کا اختیار دیا گیا ہے، تو مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے فیصلے کے خلاف کسی عالم کا فیصلہ شرعاً حجت ملزمہ نہیں، اس لیے ان علاقوں کے لوگوں کا فرض ہے کہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے فیصلے کی پابندی کریں اور ان علاقوں میں چاند نظر آ جائے تو باضابطہ شہادت مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی یا اس کے نامزد کردہ نمائندہ کے سامنے پیش کر کے اس کے فیصلے کی پابندی کریں (ایضاً صفحہ ۲۵۷)

۲۔ اگر ایک شخص کا رمضان مثلاً سعودی عرب میں موجود ہوتے ہوئے شروع ہوا، اور رمضان کے درمیان وہ شخص مثلاً پاکستان یا ہندوستان میں آ گیا۔

اور سعودی عرب میں رمضان کا آغاز ایک یا دودن پہلے ہو چکا تھا، اب یہاں پر آنے کے بعد یہاں والوں کے ساتھ روزے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چاند کے بڑا دکھائی دینے یا دیر تک باقی رہنے کی حیثیت

حضرت ابوالخثری سے روایت ہے کہ:

خَرَجْنَا لِلْعُمْرَةِ، فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَحْلَةَ قَالَ: تَرَاءَ يَنَا الْهِلَالُ، فَقَالَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رکھے گا (خواہ اس کے روزے اکتیس ہو جائیں) اور فاضل روزے نقلی شمار ہونگے۔ اگر کوئی اس کے برعکس رمضان میں سعودی عرب چلا گیا تو وہ وہاں کے اعتبار سے عید کرے گا اور باقی ماندہ روزہ کی بعد میں قضاء بھی کرے گا (احسن الفتاویٰ، ج ۳ ص ۴۳۳؛ غیر الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۵؛ آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۳ ص ۳۲۷)

(رأى) مکلف (ہلال رمضان أو الفطر ورد قوله) بدلیل شرعی (صام) مطلقا وجوبا وقیل ندبا (فإن أفطر قضی فقط) فیہما لشبهة الرد (الدر المختار)

(قوله رأى مکلف) أى مسلم بالغ عاقل ولو فاسقا كما فى البحر عن الظهيرية، فلا يجب عليه لو صيبا أو مجنونا، وشمل ما لو كان الرائي إماما فلا يأمر الناس بالصوم، ولا بالفطر إذا رآه وحده ويصوم هو كما فى الإمداد، وأفاد الخیر الرملى أنه لو كانوا جماعة وردت شهادتهم لعدم تكامل الجمع العظيم فالحكم فيهم كذلك (قوله: بدلیل شرعی) هو إما فسقه أو غلظه نهر وفى القهستانی بفسقه لو السماء متغيمة أو تفرده لو كانت مصحية (قوله: صام) أى صوما شرعيا؛ لأنه المراد حيث أطلق شرعا، ويدل عليه ما بعده وفيه إشارة إلى رد قول الفقيه أبى جعفر إن معناه فى هلال الفطر لا يأكل ولا يشرب، ولكن ينبغى أن يفسده؛ لأنه يوم عيد عنده وإلى رد قول بعض مشايخنا من أنه يفطر فيه سرا كما فى البحر وإلى أشار الشارح بقوله: مطلقا أى فى هلال رمضان والفطر. (تنبيه): لو صام رائي هلال رمضان وأكمل العدة لم يفطر إلا مع الإمام لقوله -عليه الصلاة والسلام- صومكم يوم تصومون وفطرکم يوم تفطرون رواه الترمذی وغيره والناس لم يفطروا فى مثل هذا اليوم فوجب أن لا يفطر نهر. (قوله وجوبا وقیل ندبا) قال فى البدائع المحققون قالوا: لا رواية فى وجوب الصوم عليه، وإنما الرواية أنه يصوم وهو محمول على النذب احتیاطا. اهـ.

قال فى التحفة: يجب عليه الصوم. وفى المبسوط عليه صوم ذلك اليوم وهو ظاهر استدلالهم فى هلال رمضان بقوله تعالى (فمن شهد منكم الشهر فليصمه) (البقرة: ۱۸۵) وفى العيد بالاحتیاط نهر وما فى البدائع مخالف لما فى أكثر المعترات من التصريح بالوجوب نوح.

قلت: والظاهر أن المراد بالوجوب المصطلح لا الفرض؛ لأن كونه من رمضان ليس قطعيًا ولذا ساغ القول بنذب صومه وسقطت الكفارة بفطره ولو كان قطعيًا للزم الناس صومه. على أن الحسن وابن سيرين وعطاء قالوا لا يصوم إلا مع الإمام كما نقله فى البحر فافهم (قوله: قضی فقط) أى بلا كفارة (قوله: لشبهة الرد) علة لما تضمنته قوله فقط من عدم لزوم الكفارة أى أن القاضى لما رد قوله بدلیل شرعی أوث شبهة وهذه الكفارة تندرع بالشبهات هداية، ولا يخفى أن هذه علة لسقوط الكفارة فى هلال رمضان. أما فى هلال الفطر فلكونه يوم عيد عنده كما فى النهر وغيره وكأنه تركه لظهوره (رد المحتار، ج ۲ ص ۳۳۸، كتاب الصوم، سبب صوم رمضان)

بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ، وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ، قَالَ: فَلَقِينَا ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقُلْنَا: إِنَّا رَأَيْنَا الْهَلَالَ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ، وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ، فَقَالَ: أَيُّ لَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوهُ؟ قَالَ فَقُلْنَا: لَيْلَةَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ مَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ، فَهُوَ لِلَّيْلَةِ رَأَيْتُمُوهُ (مسلم) ۱

ترجمہ: ہم عمرہ کے لئے نکلے، پس جب ہم وادی نخلہ میں آئے، تو ہمیں چاند دکھائی دیا، تو بعض لوگوں نے کہا کہ یہ تیسری رات کا چاند ہے، اور بعض نے کہا کہ دوسری رات کا چاند ہے، پھر ہماری حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، ہم نے ان سے عرض کیا کہ ہم نے چاند دیکھا تھا، بعض لوگوں نے کہا کہ یہ تیسری رات کا چاند ہے، اور بعض لوگوں نے کہا کہ دوسری رات کا چاند ہے، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے معلوم کیا کہ تم نے کس رات میں چاند دیکھا تھا؟ تو ہم نے کہا کہ فلاں فلاں رات میں دیکھا تھا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس (چاند) کو دیکھنے کے لئے لمبا کر دیا، پس وہ اسی رات کا ہے جس میں تم نے دیکھا ہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ پہلی رات کے چاند کو بعض اوقات اللہ تعالیٰ دیکھنے کے لئے زیادہ وقت تک ظاہر فرماتے ہیں۔

لہذا چاند کے کچھ بڑا نظر آنے یا کچھ دیر تک باقی رہنے کی صورت میں اس پر دوسری یا تیسری رات کے چاند کا حکم لگانا درست نہیں۔

نیز اس حدیث میں رات کے وقت چاند دیکھنے کی قید ہے، جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہینے

۱۔ حدیث نمبر ۱۰۸۸، کتاب الصیام، باب بیان أنه لا اعتبار بکبر الهلال وصغره، وأن الله تعالى أمده للرؤية فإن غم فليكمل ثلاثون، دار احیاء التراث العربی، بیروت.

کے آغاز کی بنیاد رات کو (یعنی سورج کے غروب ہونے کے بعد) چاند دیکھنے پر ہے، دن میں دیکھنے پر نہیں، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔ ۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ انْتِفَاحُ الْأَهْلِ، حَتَّى يَرَى الْهَلَالَ لِلَّيْلَةِ، فَيَقَالُ: هُوَ لِلَّيْلَتَيْنِ (المعجم الاوسط

للطبرانی) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی چاند کا بڑا دکھائی دینا ہے، یہاں تک کہ چاند اسی رات کا نظر آئے گا، مگر یہ کہا جائے گا کہ وہ دور اتوں کا ہے (ترجمہ ختم)

اس قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ ۳

۱۔ واستفید منه قوله لليلة رأيتوه أن لا عبرة برؤية الهلال قبل الغروب، وإنه لو رأى ليلة ثلاثين شعبان أو رمضان نهاراً قبل الزوال أو بعده لم يحكم لليلة الماضية ولا المستقبلية، فلا يفطره من رمضان ولا يمسه من شعبان، بل إن رأى بعد الغروب حكم به للمستقبلية، وإلا فلا للخبر السابق: "صوموا لرؤيته (مرقاۃ المفاتیح، ج ۳ ص ۱۳۸۰، کتاب الصوم، باب رؤية الهلال)

۲۔ حدیث نمبر ۶۸۶۳، دار الحرمین، القاہرۃ، واللفظ لہ، المعجم الصغیر للطبرانی، حدیث نمبر ۸۷۷، مسند الشامیین للطبرانی، حدیث نمبر ۳۳۵۶۔

قال الالبانی: الحدیث صحیح عندی علی کل حال، فإن له شواهد تقويه (السلسلة الصحيحة للالبانی، تحت حدیث رقم ۲۲۹۲)

۳۔ عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ انْتِفَاحُ الْأَهْلِ (المعجم الكبير للطبرانی، حدیث نمبر ۱۰۴۵۱) عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ انْتِفَاحُ الْأَهْلِ (الكامل لابن عدى، ج ۵ ص ۵۱۳، تحت ترجمة عبد الرحمن بن واقد ابو مسلم الواقدي)

عن أبي الوداك، عن أبي سعيد الخدري، قال: من اقتراب الساعة انتفاخ الأهلة، يراه الرجل لليلة يحسبه لليلتين (السنن الواردة في الفتن للداني، حدیث نمبر ۳۹۷) عن أنس بن مالك، -رفعه إلى النبي صلى الله عليه وسلم- قال: من اقتراب الساعة أن يرى الهلال قبلاً، فيقال: لليلتين، وأن تتخذ المساجد طرقات، وأن يظهر موت الفجاءة لم يرو هذا الحديث عن العباس بن ذريح إلا شريك، تفرد به عبد الكبير بن المعافى (المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۹۳۷۶)

خلاصہ یہ کہ چاند کے بڑا دکھائی دینے یا دیر تک نظر آنے پر اس کو دوسری یا تیسری رات کا چاند قرار دینا درست نہیں۔

اور آج کل بعض لوگ جو چاند کو دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ چاند بہت بڑا ہے کل کا معلوم ہوتا ہے۔ ایسا کہنا شریعت کی نظر میں بُرا ہے۔

چاند نظر آنے کا اعتبار غروب کے بعد ہے، نہ کہ دن میں

دن کے وقت (یعنی صبح صادق کے بعد سے لے کر سورج غروب ہونے سے پہلے تک) چاند نظر آنے کا اعتبار نہیں، بلکہ سورج غروب ہونے کے بعد ہی نظر آنے کا اعتبار ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا صُبْحَ ثَلَاثِينَ يَوْمًا

فَرَأَى هَلَالَ شَوَّالٍ فَلَمْ يُفْطِرْ حَتَّى أَمْسَى (سنن الدارقطني) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (رمضان کے) تیسویں دن کا روزہ رکھ کر

صبح کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن میں شوال کا چاند دیکھا، تو شام

ہونے تک روزہ افطار نہیں کیا (ترجمہ ختم)

اور امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ الْهَلَالَ رُئِيَ فِي زَمَانِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ بِالْعَشِيِّ، فَلَمْ يُفْطِرْ عُثْمَانُ

حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ (معرفة السنن والآثار للبيهقي) ۲

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں زوال کے بعد چاند

دیکھا گیا، تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے روزہ افطار نہیں کیا، جب

تک کہ سورج غروب نہیں ہو گیا (ترجمہ ختم)

۱۔ حدیث نمبر ۲۲۱۹، کتاب الصیام، باب الشهادة على رؤية الهلال، مؤسسة الرسالة، بيروت.

۲۔ حدیث نمبر ۸۶۱۶، کتاب الصیام، باب الهلال يرى بالنهار، دار الوفاء، القاهرة.

اور حضرت عبدالرحمن بن حرمہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّاسَ رَأَوْا هِلَالَ الْفِطْرِ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ ، فَأَفْطَرَ بَعْضُهُمْ ،
فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، فَقَالَ : رَأَى النَّاسُ فِي زَمَنِ
عُثْمَانَ فَأَفْطَرَ بَعْضُهُمْ ، فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ : أَمَّا أَنَا فَمُتِمُّ صِيَامِي إِلَى
اللَّيْلِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: لوگوں نے زوال کے بعد عید الفطر کا چاند دیکھ لیا، تو بعض لوگوں نے روزہ
افطار کر لیا، میں نے اس بات کا حضرت سعید بن مسیب سے ذکر کیا، تو انہوں نے
فرمایا کہ لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (دن میں) چاند دیکھا
تھا، پھر بعض لوگوں نے روزہ افطار کر لیا تھا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے
ہوئے اور فرمایا کہ میں تو اپنے روزہ کو رات تک پورا کروں گا (ترجمہ ختم)

اور حضرت یحییٰ بن ابی اسحاق فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ الْهِلَالَ ، هِلَالَ الْفِطْرِ قَرِيبًا مِّنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ ، فَأَفْطَرَ نَاسٌ ،
فَاتَيْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ ، فَذَكَرْنَا لَهُ رُؤْيَا الْهِلَالِ وَإِفْطَارَ مَنْ أَفْطَرَ ،
قَالَ : وَأَمَّا أَنَا فَمُتِمُّ يَوْمِي هَذَا إِلَى اللَّيْلِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: میں نے عید الفطر کا چاند ظہر کی نماز کے قریب دیکھ لیا، تو بعض لوگوں نے
روزہ افطار کر لیا، پھر ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور ان
سے دن میں چاند دیکھنے کا ذکر کیا، اور جنہوں نے روزہ افطار کیا، ان کا بھی ذکر کیا،
تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو اپنے اس دن کا روزہ
رات تک پورا کروں گا (ترجمہ ختم)

ان احادیث و روایات سے معلوم ہوا کہ دن میں چاند نظر آنے کا اعتبار نہیں، اور اسی وجہ سے

۱۔ حدیث نمبر ۹۵۴۵، کتاب الصیام، باب فی الْهِلَالِ یُرَى نَهَارًا ، أَيْفَطْرُ أَمْ لَا ؟

۲۔ حدیث نمبر ۹۵۴۲، کتاب الصیام، باب فی الْهِلَالِ یُرَى نَهَارًا ، أَيْفَطْرُ أَمْ لَا ؟

اگر انیس یا تیس رمضان کو دن میں چاند نظر آ جائے، تو روزہ افطار نہیں کرنا چاہیے۔
حضرت سالم سے روایت ہے کہ:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ: إِنَّ نَاسًا يَقْطِرُونَ إِذَا رَأَوْا الْهَالَالَ نَهَارًا، وَإِنَّهُ لَا يَصْلُحُ لَكُمْ أَنْ تَفْطَرُوا حَتَّى تَرَوْهُ لَيْلًا مِنْ حَيْثُ يُرَى (سنن البيهقي) ۱
ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ (بعض) لوگ دن میں چاند دیکھ کر روزہ افطار کر لیتے ہیں، حالانکہ تمہارے لئے یہ بات درست نہیں کہ تم روزہ افطار کر لو، جب تک کہ تم چاند کو رات کے وقت اس جگہ سے نہ دیکھ لو، جہاں سے چاند نظر آیا کرتا ہے (یعنی مغرب سے) (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

رَأَى هَالَالٌ شَوَّالٍ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَفْطَرُوا حَتَّى تَرَوْا الْهَالَالَ مِنْ حَيْثُ يُرَى (سنن الدارقطنی) ۲
ترجمہ: شوال کا چاند دن میں دیکھ لیا گیا، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ تم روزہ افطار کرو، یہاں تک کہ تم چاند کو اس جگہ سے دیکھ لو، جہاں سے نظر آیا کرتا ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ أَنَسًا رَأَى الْهَالَالَ نَهَارًا فَأَتَمَّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ صِيَامَهُ إِلَى اللَّيْلِ وَقَالَ: لَا، حَتَّى يُرَى مِنْ حَيْثُ يُرَى بِاللَّيْلِ (سنن البيهقي) ۳
ترجمہ: لوگوں نے عید کا چاند دن میں دیکھ لیا، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

۱۔ حدیث نمبر ۷۹۸۷، کتاب الصیام، باب الهلال یری بالنهار، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

۲۔ حدیث نمبر ۲۲۲۰، کتاب الصیام، باب الشهادة علی رؤية الهلال، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ له، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۹۵۲۳، کتاب الصیام، باب فی الهلال یری نهارًا، أی فطر أم لا؟

۳۔ حدیث نمبر ۷۹۸۶، کتاب الصیام، باب الهلال یری بالنهار، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

نے اپنا روزہ رات تک پورا کیا، اور فرمایا کہ تم اس دن کے چاند کا اعتبار نہ کرو، جب تک کہ اس کو اس جگہ سے نہ دیکھ لیا جائے، جہاں سے رات کو دیکھا جاتا ہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جب تک رات کے وقت اپنے مقام سے چاند نظر نہ آئے، اس وقت تک اس کا اعتبار نہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرعاً مہینہ شروع ہونے کے لئے جس طرح رات کے وقت چاند نظر آنے کا اعتبار ہے، اسی طرح چاند کے اپنے مخصوص مقام سے بھی نظر آنے کا اعتبار ہے۔ اور اسی وجہ سے قاضی یا گواہی قبول کرنے والے مجاز حاکم کو چاند دیکھنے والے سے اس کے نظر آنے کے مقام کا فنی تزکیہ کرنا بھی شریعت کی نظر میں معتبر ہے۔ اور حضرت نافع سے مروی ہے کہ:

أَنَّ هَلَالَ شَوَّالٍ رُئِيَ مِنَ النَّهَارِ وَلَمْ يُفْطَرْ عَبْدُ اللَّهِ حَتَّى أَمْسَى،
وَخَرَجُوا إِلَى الْمُصَلَّى مِنَ الْغَدِ (الفوائد الشهير بالغيلانيات) ۱
ترجمہ: شوال کا چاند دن میں دیکھ لیا گیا، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے
شام ہونے تک روزہ افطار نہیں کیا، اور اگلے دن عید کی نماز کے لئے تشریف لے
گئے (ترجمہ ختم)

اور حضرت قاسم بن عبدالرحمن سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

إِذَا رَأَيْتُمُ الْهَالَ نَهَارًا فَلَا تُفْطَرُوا، فَإِنَّ مَجْرَاهُ فِي السَّمَاءِ، لَعَلَّهُ
أَنْ يَكُونَ أَهْلٌ سَاعَتَهُ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

۱۔ لابی بکر الشافعی، حدیث نمبر ۱۹۹، باب رؤیة الهلال لشهر رمضان، دار ابن الجوزی -
السعودية / الرياض.

۲۔ حدیث نمبر ۹۵۳۶، کتاب الصیام، باب فی الهلال یرى نهارًا، أیْفُطَرُ أم لا؟

ترجمہ: جب تم چاند کو دن میں دیکھو، تو روزہ افطار نہ کرو، کیونکہ چاند آسمان میں اپنے چلنے کی جگہ (یعنی اپنے مدار اور اپنی منزل) میں ہوتا ہے، شاید وہ اسی وقت میں پیدا ہوا ہو (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ شرعی اعتبار سے دن کے وقت چاند دیکھنے کا اعتبار نہیں، اور دن کے وقت چاند نظر آنے کی فنی وجہ یہ ہے کہ چاند اس وقت بھی اپنے مدار میں ہوتا ہے، اور پیدائش کے بعد اس کے نظر آنے کا امکان ہوتا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فلکیات کے فن سے بقدر ضرورت واقف تھے۔

اور حضرت زبیر قان سے مروی ہے کہ:

فَأَتَيْتُ أَبَا وَائِلٍ ، فَقُلْتُ : إِنِّي رَأَيْتُ الْهَالَ نِصْفَ النَّهَارِ ، فَقَالَ :

(أَتَمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ) (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: میں حضرت ابو وائل رحمہ اللہ کے پاس آیا، اور میں نے کہا کہ میں نے چاند کو دوپہر کے وقت میں دیکھ لیا ہے، تو حضرت ابو وائل نے فرمایا کہ تم روزہ کو رات تک پورا کرو (ترجمہ ختم)

اور حضرت حسن بن عبید اللہ سے مروی ہے کہ:

رَأَيْتُ الْهَالَ قَبْلَ نِصْفِ النَّهَارِ ، فَأَتَيْتُ أَبَا بُرْدَةَ ، فَأَمَرَنِي أَنْ أُتِمَّ

صَوْمِي (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: میں نے دوپہر سے پہلے چاند دیکھ لیا، تو میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، تو انہوں نے مجھے اپنے روزہ کو مکمل کرنے کا حکم فرمایا (ترجمہ ختم)

اور حضرت شقیق سے مروی ہے کہ:

۱۔ حدیث نمبر ۹۵۴۴، کتاب الصیام، باب فی الْهَالَ یُرَى نَهَارًا ، أَيْفَطْرُ أَمْ لَا ؟

۲۔ حدیث نمبر ۹۵۵۲، کتاب الصیام، باب فی الْهَالَ یُرَى نَهَارًا ، أَيْفَطْرُ أَمْ لَا ؟

كُنَّا مَعَ عُتْبَةَ بْنِ فَرْقِدٍ السُّلَمِيِّ فِي أَنَاسٍ بِالْجَبَلِ، فَأَرَيْنَا هَلَالَ شَوَالٍ نَهَارًا، فَأَفْطَرْنَا، وَكُتِبَ إِلَيَّ عُمَرُ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِ فِي ذَلِكَ، فَكَتَبَ عُمَرُ: أَنَّ الْأَهْلَةَ بَعْضُهَا أَعْظَمُ مِنْ بَعْضٍ، فَإِذَا أَصْبَحْتُمْ صِيَامًا، فَلَا تَفْطَرُوا حَتَّى تُمْسُوا، إِلَّا أَنْ يَشْهَدَ رَجُلَانِ مُسْلِمَانِ يَشْهَدَانِ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَنَّهُمَا أَهْلَةٌ بِالْأَمْسِ عَشِيًّا (تهذيب الآثار للطبري) ۱

ترجمہ: ہم حضرت عتبہ بن فرقہ سلمیٰ اور چند لوگوں کے ساتھ پہاڑ پر موجود تھے، تو ہم نے شوال کا چاند دن میں دیکھ لیا، اور ہم نے روزہ افطار کر لیا، اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس واقعہ کو تحریر کر کے بھیجا گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ بعض (مرتبہ کا) چاند بعض (مرتبہ کے) چاند سے بڑا ہوتا ہے، پس جب تم روزہ رکھ کر صبح کرو، تو (دن میں چاند دیکھنے سے) روزہ افطار نہ کرو، یہاں تک کہ شام نہ ہو جائے، مگر یہ کہ دو مسلمان جو اس بات کی گواہی دیتے ہوں کہ ”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمد عبدہ ورسولہ“ وہ یہ گواہی دیں کہ انہوں نے اس چاند کو گزشتہ شام دیکھا ہے (ترجمہ ختم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ حضرت ابووائل سے بھی مروی ہے۔ ۲

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ ہر مہینہ میں چاند کی ایک کیفیت نہیں ہوتی، بلکہ بعض اوقات اس کی عمر زیادہ اور بڑی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اس کی ولادت

۱۔ حدیث نمبر ۱۱۳۰، ج ۲ ص ۷۳، مطبعة المندى - القاهرة.

۲۔ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: جَاءَنَا كِتَابُ عُمَرَ وَنَحْنُ بِخَانِقَيْنِ: إِنَّ الْأَهْلَةَ بَعْضُهَا أَكْبَرُ مِنْ بَعْضٍ "، فَإِذَا رَأَيْتُمُ الْهَلَالَ نَهَارًا فَلَا تَفْطَرُوا حَتَّى تُمْسُوا، إِلَّا أَنْ يَشْهَدَ رَجُلَانِ مُسْلِمَانِ أَنَّهُمَا أَهْلَةٌ بِالْأَمْسِ عَشِيًّا" (سنن البيهقي، حدیث نمبر ۷۹۸۲، واللفظ لہ، معرفة السنن والآثار للبيهقي، حدیث نمبر ۲۵۹۶، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۹۵۳، کتاب الصیام، باب فی الہلالِ یُری نهارًا، اُفْطَرُ أَمْ لَا؟)

جلدی ہو جاتی ہے، اور اس کے دن میں نظر آنے کا بھی امکان ہوتا ہے، مگر شریعت کی نظر میں دن کے وقت چاند کے نظر آنے کا اعتبار نہیں ہے۔

البتہ اگر گزشتہ شام (مثلاً تیسویں شب) کو نظر آنا معتبر اور ثقہ گواہوں سے ثابت ہو جائے، تو اس کا معاملہ الگ ہے۔ ۱

اور حضرت معاذ بن محمد انصاری سے مروی ہے کہ:

سَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ هِلَالِ شَوَّالٍ إِذَا رُؤِيَ بَاكِراً قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ
بْنَ الْمُسَيْبِ يَقُولُ: إِنَّ رُؤْيَ هِلَالِ شَوَّالٍ بَعْدَ أَنْ طَلَعَ الْفَجْرُ إِلَى
الْعَصْرِ أَوْ إِلَى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَهُوَ مِنَ اللَّيْلَةِ الَّتِي تَجِيءُ (سنن
الدارقطني) ۲

ترجمہ: میں نے حضرت زہری سے شوال کے چاند کے بارے میں سوال کیا، جب کہ وہ (غروب سے پہلے) جلدی نظر آ جائے، تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت سعید بن مسیب سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر شوال کا چاند طلوع فجر سے عصر تک یا سورج غروب ہونے تک نظر آئے، تو وہ آنے والی رات کا ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ اگر مہینے کے تیسویں دن نظر آئے، تو وہ آنے والی رات کا چاند ہے، اور اگر

۱ (أو عشية): في النهاية: العشي ما بعد الزوال إلى المغرب. وفي القاموس: العشي والعشية آخر النهار (مرقاة المفاتيح، ج ۶ ص ۲۵۱، كتاب الجهاد، باب آداب السفر)
قلت وقد يراد بالعشي الليل لمكان العشاء وهي الظلمة وبه فسر قول الشاعر هيفاء عجزاء خريد بالعشي *تضحك عن ذي أشر عذب نقى أراد المبالغة في استحياها لان الليل قد يعدم فيه الرقباء أي إذا كان ذلك مع عدم هؤلاء فما ظنك بتجردها نهار أو يجوز أن يريد استحياءها عند المبالغة لانها أكثر ما تكون ليلا (تاج العروس، فصل العين)
والعشي والعشيّة: آخر النهار، يقال جنته عشيّة وعشيّة، حكى الأخيرة سيويه (المحكم والمحيط الأعظم لابن سيده، باب العين والشين والواو)
۲ حديث نمبر ۲۲۱، كتاب الصيام، باب الشهادة على رؤية الهلال، مؤسسة الرسالة، بيروت.

اثنیسویں دن نظر آئے، تو شام ہونے پر نظر آنے کا اعتبار ہوگا۔
اور حضرت ابن جریج سے مروی ہے کہ:

كَانَ عَطَاءٌ يَقُولُ: إِنْ رُئِيَ هَلَالُ شَوَّالٍ نَهَارًا، فَلَا تُفْطَرُوا، وَتَلَوْا (ثُمَّ
اتَّمُوا الصَّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ) (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: حضرت عطاء یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر شوال کا چاند دن میں نظر آ جائے، تو
تم روزہ افطار نہ کرو، اور (دلیل میں یہ آیت) تلاوت فرماتے تھے کہ ”ثُمَّ اتَّمُوا
الصَّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ“ یعنی تم روزہ کو رات تک پورا کرو (ترجمہ ختم)

اس قسم کی احادیث و روایات سے استدلال کرتے ہوئے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سمیت متعدد
فقہائے کرام کا یہ قول ہے کہ دن میں چاند نظر آنے کا اعتبار نہیں، خواہ چاند زوال سے پہلے نظر
آئے یا زوال کے بعد، پھر اگر مہینہ کا اثنیسواں دن ہے، تو غروب کے بعد چاند دیکھنے کی
کوشش کی جائے گی، اگر نظر آ گیا تو فحما، ورنہ تیس دن پورے کیے جائیں گے (جیسا کہ
شریعت کا اصول ہے)

اور دلائل کے لحاظ سے یہی رائج ہے، جیسا کہ گزشتہ احادیث و روایات سے معلوم ہوا۔ ۲

۱۔ حدیث نمبر ۹۵۵۱، کتاب الصیام، باب فی الہلال یرى نہارًا، اُفْطَرُ أَمْ لَا؟

۲۔ مطلب فی رؤیة الہلال نہارا (قوله: ورؤیتہ بالنہار للیلۃ الآتیۃ مطلقا) اُی سواء رئی قبل الزوال
أو بعده (وقوله علی المذہب): اُی الذی ہو قول أبی حنیفۃ ومحمد قال فی البدائع فلا یكون
ذلک الیوم من رمضان عندهما وقال أبو یوسف إن کان بعد الزوال فکذلک وإن کان قبلہ فهو
للیلۃ الماضیۃ ویكون الیوم من رمضان۔

وعلیٰ هذا الخلاف ہلال شوال فعندہما یكون للمستقبلۃ مطلقا ویكون الیوم من رمضان وعنده لو
قبل الزوال یكون الماضیۃ ویكون الیوم یوم الفطر؛ لأنہ لا یرى قبل الزوال عادة إلا أن یكون للیلۃین
فیجب فی ہلال رمضان کون الیوم من رمضان، وفی ہلال شوال کونہ یوم الفطر، والأصل عندهما
أنہ لا تعتبر رؤیتہ نہارًا، وإنما العبرۃ لرؤیتہ بعد غروب الشمس لقوله -صلی اللہ علیہ وسلم-
صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ أمر بالصوم والفطر بعد الرؤیۃ ففیما قالہ أبو یوسف مخالفة النص اہ
ملخصا۔

وفی الفتح: أوجب الحدیث سبق الرؤیۃ علی الصوم والفطر، والمفہوم المتبادر منہ الرؤیۃ عند

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چاند دیکھنے کے وقت کی مسنون دعائیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند دیکھنے کے وقت کی کئی دعائیں منقول ہیں۔
چاند نظر آنے کا وقت دعاء کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے، اس لیے چاند دیکھنے کے وقت ان
دعاؤں میں سے کسی بھی دعا کو پڑھ لینا چاہیے۔

اگر عربی میں نہ ہو سکے تو اردو میں ان کا ترجمہ پڑھ لے، یا کوئی اور اسی قسم کی دعاء کر لے۔
چاند دیکھنے کے وقت کی چند مسنون دعائیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱)..... اَللّٰهُمَّ اِهْلَ عَلَيْنَا بِالْاِيْمَانِ وَالْاِسْلَامِ
وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ.

ترجمہ: یا اللہ! اس چاند کو ہم پر برکت، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ ظاہر
فرمائیے (اے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ ہی ہے (مسند احمد) ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عشية آخر كل شهر عند الصحابة والتابعين ومن بعدهم بخلاف ما قبل الزوال من الثلاثين
والمختار قولهما اه..... وأما عندهما فلا يكون للماضية مطلقاً بل هو للمستقبلية وليس كونه
للمستقبلية ثابتاً برويته نهاراً؛ لأنه لا عبرة عندهما برويته نهاراً وإنما ثبت بإكمال العدة؛
وقد صرح أئمة المذاهب الأربعة بأن الصحيح أنه لا عبرة بروية الهلال نهاراً وإنما المعتبر رويته
ليلاً وأنه لا عبرة بقول المنجمين (رد المحتار، ج ۲ ص ۳۹۲، ۳۹۳، ملخصاً، كتاب الصوم)
يسئلونك عن الأهلة قل هي مواقيت للناس والحج مع قوله تعالى وجعلنا الليل والنهار رأيتين
فمحونا آية الليل وجعلنا آية النهار مبصرة لتبتغوا فضلاً من ربكم ولتعلموا عدد السنين والحساب
والمراد بآية الليل هي القمر وبآية النهار الشمس إلا نور فدل ذلك على أن القمر إنما هو آية الليل
لا آية النهار فلا عبرة برويته بالنهار وأن كونه مواقيت للناس والحج والصيام وغيرها وعلم عدد
السنين والحساب وغيرها إنما هو إذا اطلع في الليلة لا في غيرها الأمر الرابع أن المذهب والمختار
وظاهر الرواية على مافي عامة الكتب الحنفية هو عدم عبرة الروية النهارية مطلقاً عشيّاً كانت أو
صباحاً (الفلک الدوار فی رأیة الهلال بالنهار للكنوى، ص ۱۸)

۱۔ حدیث نمبر ۱۳۹۷، مؤسسة الرسالة، بیروت، ترمذی، حدیث نمبر ۳۳۵۱، الدعوات الكبير
للبيهقي، حدیث نمبر ۵۱۸، مسند ابويعلى الموصلي، حدیث نمبر ۶۶۱، مسند عبد بن حميد،
حدیث نمبر ۱۰۴. عن طلحة بن عبيد الله .

حسن لشواهدہ (حاشیہ مسند احمد)

(۲)..... اَللّٰهُمَّ اِهْلِهٖ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ، وَالسَّلَامَةِ

وَالِاسْلَامِ، وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی، رَبُّنَا وَرَبُّكَ اللّٰهُ.

ترجمہ: یا اللہ! اس چاند کو ہم پر امن اور ایمان، اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جسے آپ پسند کرتے ہیں، اور آپ راضی ہوتے ہیں، ظاہر فرمائیے (اے چاند) ہمارا اور آپ کا رب اللہ ہی ہے (صحیح ابن حبان) ۱

(۳)..... اَللّٰهُ اَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ

اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هَذَا الشَّهْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ الْقَدْرِ

وَمِنْ سُوءِ الْحَشْرِ.

ترجمہ: اللہ سب سے بڑا ہے، تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اللہ کے علاوہ کوئی طاقت اور قدرت نہیں ہے، اے اللہ میں آپ سے اس مہینہ کی خیر اور بھلائی کو چاہتا ہوں اور تقدیر کے شر سے اور قیامت کے دن کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں (مسند احمد) ۲

(۴)..... هَلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدِ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ

خَيْرِ هَذَا اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذَا الشَّهْرِ وَخَيْرِ

الْقَدْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهِ.

۱۔ حدیث نمبر ۸۸۸، ج ۳ ص ۱۷۱، باب الادعیۃ، عن ابن عمر، مؤسسة الرسالة، بیروت.

قال شعيب الارنؤوط: حدیث صحیح لغیرہ (حاشیۃ صحیح ابن حبان)

۲۔ حدیث نمبر ۲۲۷۹۱، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لہ، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر

۹۸۲۰، السنۃ لابن ابی عاصم حدیث نمبر ۳۸۷. عن عبادة بن الصامت .

قال الالبانی:

وهذا إسناده رجاله كلهم ثقات رجال الشيخين ؛ غير تابعيه ؛ فإنه لم يسم ، فهو مجهول ،

غير أن الراوى عنه ذكر أنه غير متهم عنده ، والله أعلم (سلسلة الاحاديث الضعيفة

للالبانی حدیث نمبر ۳۵۰۲)

ترجمہ: یہ خیر اور ہدایت کا چاند ہے، اے اللہ! بے شک میں تجھ سے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! بے شک میں تجھ سے اس مہینے اور تقدیر کی خیر کا سوال کرتا ہوں، اور تقدیر کے شر سے پناہ چاہتا ہوں (الحکم الکبیر للطبرانی) ۱۔
یہ دعائیں مرتبہ پڑھے تو بہتر ہے۔

اور بعض اہل علم حضرات نے عید کا چاند نظر آنے کے بعد سے لے کر رات میں حسب موقع تکبیر کہنے کو مستحب قرار دیا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔
اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چاند نظر آنے پر شریعت نے دعاؤں کی تعلیم دی ہے۔
مگر آج کل بعض لوگ چاند نظر آنے (یا چاند کا اعلان ہونے پر) مسنون دعاؤں کے بجائے آتش بازی یا اسلحہ سے چاند کا اعلان یا خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔
یہ طرز عمل گناہ ہے۔

نیز چاند دیکھتے وقت بلا ضرورت اس کی طرف اشارہ کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کے عمل کے مشابہ ہے۔ ۲۔

۱۔ حدیث نمبر ۴۴۰۹، عن رافع بن خدیج، مکتبہ ابن تیمیہ، القاهرة۔

قال الہیثمی:

رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ، وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ (مَجْمَعُ الزَّوَائِدِ ج ۱۰ ص ۱۳۹، باب ما یقول إذا رأى الهلال)

۲۔ وتكره الإشارة إلى الهلال عند رؤيتها (المحيط البرهاني، ج ۵ ص ۴۰۷، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الثاني والثلاثون في المتفرقات)
ويكره الإشارة إلى الهلال عند رؤيته لأنه من عادة الجاهلية كانوا يفعلونه تعظيماً له. أما إذا أشار إليه ليريه صاحبه فلا بأس به (الاختيار لتعليل المختار، ج ۴ ص ۱۷۹، كتاب الكراهية)

وتكره الإشارة عند رؤية الهلال تحريزاً عن التشبه بأهل الجاهلية (البحر الرائق، ج ۲ ص ۲۸۴، كتاب الصوم)

وتكره الإشارة إلى الهلال عند رؤيته لأنه فعل أهل الجاهلية ۱. هـ. فتح (حاشية الشلبی على التبيين الحقائق، ج ۱ ص ۳۲۲، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد)

عید الفطر کے فضائل و احکام

شوال کے مہینہ کے پہلے دن کا آغاز ”عید الفطر“ کے ساتھ ہوتا ہے، اور ”عید الفطر“ دو لفظوں کا مجموعہ ہے:

(۱)..... عید (۲)..... الفطر

اور عید الفطر کے جملہ میں عید کی نسبت فطر کی طرف ہو رہی ہے۔

فطر کے معنی ”افطار کرنے“ کے ہیں جس سے یہاں مراد روزوں کی فرضیت کے بعد افطار یعنی روزے نہ رکھنے کی اجازت مل جانا ہے کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں جو روزے رکھنے کی پابندی تھی وہ شوال کے آغاز پر ختم ہو جاتی ہے۔

”عید“ عربی کا لفظ ہے، جس کے عربی میں کئی معنی آتے ہیں۔ ایک معنی خوشی کے ہیں اور کیونکہ عیدین کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشی کا موقع حاصل ہوتا ہے اس لئے اس کو عید کہا جاتا ہے۔ اور عید کے ایک معنی لوٹ کر آنے والی چیز کے ہیں، اور کیونکہ عیدین کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر سال بندوں پر مختلف قسم کے احسانات لوٹ کر آتے ہیں مثلاً روزے میں کھانے پینے کی ممانعت کے بعد افطار کی اجازت، صدقہ فطر، بڑی عید پر حج کی عبادت اور قربانی کا گوشت وغیرہ اس لئے ان تہواروں کا نام عید رکھا گیا۔

اس کے علاوہ اور وجوہات بھی عید کا نام رکھنے کی بیان کی گئی ہیں۔ ۱۔

۱۔ ای: الفطر والأضحی. قيل: إنما سمي العيد عيداً لأنه يعود كل سنة، وهو مشتق من العود، فقلبت الواو ياء لسكونها وانكسار ما قبلها. وفي الأزهار: كل اجتماع للسرور، فهو عند العرب عيد لعود السرور بعوده. وقيل: لأن الله تعالى يعود على العباد بالمغفرة والرحمة، ولذا قيل: ليس العيد لمن لبس الجديد، إنما العيد لمن أمن الوعيد، وجمعه أعياد وإن كان أصله الواو لا الياء للزومها في الواحد، أو للفرق بينه وبين أعواد الخشب (مرقاة المفاتيح، ج ۳ ص ۱۰۶، باب صلاة العیدین) سمي العيد بهذا الاسم لأن لله تعالى فيه عوائد الاحسان ای انواع الاحسان العائدة على عباده في

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہر قوم اور ملت میں سال کے کچھ دن خوشی کا جشن منانے کے لئے مقرر ہوتے ہیں، جنہیں عام بول چال میں تہوار کہا جاتا ہے، تہوار منانے کے لئے ہر قوم کا مزاج و مذاق، انداز اور طور طریقے مختلف ہو سکتے ہیں، لیکن ان سب میں ایک بات مشترک طور پر پائی جاتی ہے اور وہ ”خوشی منانا“ ہے۔

اسلام میں بھی سال میں دو دن اس غرض کے لئے دوسری قوموں سے علیحدہ عبادت کے طور پر مقرر کئے گئے ہیں۔

مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اس وقت شروع ہوتی ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دونوں تہواروں کا سلسلہ بھی اسی وقت سے شروع ہوا ہے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا، فَقَالَ: مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَبْدَلَ لَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا: يَوْمَ الْأَضْحَى، وَيَوْمَ الْفِطْرِ (ابوداؤد) ۱

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

کل عام: منها الفطر بعد المنع عن الطعام وصدقة الفطر وتمام الحج بطواف الزيارة ولحوم الاضاحی وغیر ذلك، ولان العادة فيه الفرح والسرور والنشاط والحبور غالباً بسبب ذلك. او تفاؤلاً ای بعودہ علی من ادركه كما سميت القافلة قافلة تفاؤلاً بقفولها ای رجوعها بحر (رد المحتار ج ۲ ص ۱۶۵ و ۱۶۶، باب العیدین)

سمى العيد عيداً لأنه يعود ويتكرر لأوقاته وقيل يعود به الفرح على الناس وكلاهما متقارب المعنى وقيل تفاؤلاً لأن يعود ثانية على الإنسان (مشارك الانوار على صحاح الآثار، ج ۲ ص ۱۰۵، حرف العين، مادة ع و د)

۱۔ حدیث نمبر ۱۱۳۳، کتاب الصلاة، باب صلاة العیدین، المكتبة العصرية، بیروت، واللفظ له، سنن نسائی، حدیث نمبر ۱۵۵۶، مسند احمد، حدیث نمبر ۱۲۸۲۷۔

فی حاشیة مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين من جهة يزيد بن هارون، وأما متابعه سهل بن يوسف، فمن رجال البخاري وأصحاب السنن.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر) مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینے کے لوگ (جن میں بہت سے لوگ پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکے تھے) دو دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ یہ دو دن کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم جاہلیت میں (اسلام سے پہلے) ان دو دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے (بس وہی رواج اب تک چل رہا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان دو دنوں کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن عطا فرمادیئے ہیں (اب وہی تمہارے قومی اور مذہبی تہوار ہیں) ایک عید الاضحیٰ کا دن، اور دوسرا عید الفطر کا دن (ترجمہ ختم)

وہ دو دن جن میں مدینہ کے لوگ کھیل کود کیا کرتے تھے ان کے نام ”نیروز“ اور ”مہرجان“ تھے۔

چنانچہ اسلام نے ان دو دنوں کے بدلے میں پورے سال میں اُمتِ مسلمہ کے لئے عید کے یہ دو دن مقرر کئے ہیں، ایک عید الاضحیٰ کا دن اور دوسرے عید الفطر کا دن۔ اور دوسری قوموں کے تہواروں کے منانے سے اسلام نے منع فرمادیا۔ بلکہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں اسلامی عید کے دن مقرر فرمائے، اور اسی وجہ سے مسلمانوں کو عیدین کے دن منانا عبادت ہے، اور کافروں کے مذہبی تہواروں میں شرکت گناہ ہے۔

۱۔ آج کل بہت سے مسلمان غیر قوموں کے مذہبی تہوار (مثلاً کرسمس ڈے، بسنت، ہولی دیوالی وغیرہ) مناتے ہیں یا ان میں کسی حیثیت سے شرکت کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو اپنے دین کی حفاظت کی فکر کرنی چاہیے۔

(عن أنس قال: قدم النبي -صلى الله عليه وسلم - المدينة) أى: من مكة بعد الهجرة. (ولهم) قال الطيبي: أى: لأهل المدينة، ولولا استدعاء الرّاجع من الحال أعنى: ولهم لكانت لنا مندوحة عن التقدير اه. يعنى: ولقلنا للأتصار أو للأصحاب. (يوما ن يلعبون فيهما) : وهما: يوم النيروز، ويوم المهرجان. كذا قاله الشراح. وفي القاموس: النيروز: أول يوم السنة معرب نوروز. قدم إلى علي -رضي الله عنه - شيء من الحلوى فسأل عنه فقالوا: للنيروز. فقال: نيروزنا كل يوم، وفي المهرجان قال: مهرجاننا كل يوم اه. والنوروز مشهور، وهو أول يوم تتحول الشمس فيه إلى برج الحمل، وهو أول السنة الشمسية، كما أن غرة شهر المحرم أول السنة القمرية. وأما مهرجان،

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

فالظاهر بحکم مقابلته بالنیروز أن یكون أول يوم المیزان، وهما یومان معتدلان فی الهواء، لا حر ولا برد، ویستوی فیهما) اللیل والنهار، فكان الحکماء المتقدمین المتعلقین بالهیئة اختاروهما للعید فی آیامهم، وقلدهم أهل زمانهم؛ لا اعتقادهم بکمال عقول حکمائهم، فجاء الأنبیاء، وأبطلوا ما بنی علیه الحکماء. (فقال: ما هذان الیومان؟ قالوا: کنا نلعب فیهما أی: فی الیومین). (فی الجاهلیة) أی: فی زمن الجاهلیة قبل آیام الإسلام. (فقال رسول الله -صلی الله علیه وسلم- قد) للتحقیق. (أبدلکم الله بهما خیرا): الباء هنا داخله علی المتروک، وهو الأفصح أی: جعل لکم بدلا عنهما خیرا. (منهما) أی: فی الدنیا والأخری، وخیرا لیست أفعال تفضیل؛ إذ لا خیریة فی یومیهما. (یوم الأضحی و یوم الفطر): وقدم الأضحی؛ فإنه العید الأكبر قاله الطیبی. نهی عن اللعب والسرور فیهما أی: فی النیروز والمہرجان، وفیه نہایة من اللطف، وأمر بالعبادة؛ لأن السرور الحقیقی فیها. قال الله تعالی: (قل بفضل الله وبرحمته فبذلک فلیفرحوا) (یونس: 58): قال المظهر: فیه دلیل علی أن تعظیم النیروز والمہرجان وغیرهما أی: من أعیاد الکفار منہی عنه. قال أبو حفص الکبیر الحنفی: من أهدی فی النیروز بیضة إلی مشرک تعظیما للیوم فقد کفر بالله تعالی، وأحبط أعماله. وقال القاضی أبو المحاسن: الحسن بن منصور الحنفی: من اشترى فیه شیئا لم یکن یشتریه فی غیره، أو أهدی فیه ہدیة إلی غیره فإن أراد بذلک تعظیم الیوم کما یعظمه الکفرة فقد کفر، وإن أراد بالشراء التمتع والتزہ، وبالإهداء التحاب جریا علی العادة، لم یکن کفرا لکنه مکروه کراهة التشبه بالکفرة، حینئذ فیحترز عنه اهـ.

وأما أهل مكة فیجعلون أیضا آیام دخول الکعبة عیدا، ولیس داخلا فی النهی، إلا أن یوم عاشوراء فیه تشبه بالخوارج، بإظهار السرور، کما أن إظهار آثار الحزن من شیم الروافض، وإن کان الثانی أهون من الأول، ولكن الأولى ترکهما؛ فإنهما من البدع الشنیعة، ظهرت فی آیام مناصب النواصب، وزمان غلبة الشیعة، وأهل مكة بحمد الله غافلون عنهما، غیر عالمین بأحوالهما، وشارکت الرافضة المجوسیة أیضا فی تعظیم النیروز؛ معللین بأن فی مثل هذا الیوم قتل عثمان، وتقررت الخلافة لعلی -رضی الله عنهما-، وإنما ذكرت هذا مع ما فیه من الشناعة للاحتراز والاحتباس عن الشبهة، قال ابن حجر: قد وقع فی هذه الورطة أهل مصر ونحوهم، فإن لمن بها من الیهود والنصارى تعظیما خارجا عن الحد فی أعیادهم، وكثیر من أهلها یوافقونهم علی صور تلك التعظیسات، کالتوسع فی الماکول، والزینة علی طبق ما یفعله الکفار، ومن ثم أعلن النکیر علیهم فی ذلک ابن الحاج المالکی فی مدخله، وبین تلك الصور، وکیفیه موافقة المسلمین لهم فیها، بل قال: إن بعض علمائہا قد تحکم علیه زوجته فی أن یفعل لها نظیر ما یفعله الکفار فی أعیادهم فیطعمها، ویفعل ذلک (مرقاة المفاتیح، ج ۳ ص ۱۰۶۹، کتاب الصلاة، باب صلاة العیدین)

وکذلک کثیر من مسلمی الهند، یوافقون أهل الاوثن من الهند فی اعیادهم ویفعلون ما یفعلون فالی الله المشتکی وانا لله الیہ راجعون (بذل المجہود فی حل ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۰)

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ صَوْمِ هَذَيْنِ
الْيَوْمَيْنِ، أَمَّا يَوْمُ الْفِطْرِ فَفِطْرُكُمْ مِنْ صَوْمِكُمْ وَعِيدٌ لِلْمُسْلِمِينَ،
وَأَمَّا يَوْمُ الْأَضْحَى فَكُلُوا مِنْ لَحُومِ نُسُكِكُمْ (سنن الترمذی) ۱

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے ان دو دنوں میں
روزہ رکھنے سے منع فرمایا، عید الفطر کا دن تو روزے کے افطار کا دن ہے، اور
مسلمانوں کی عید ہے، اور عید الاضحیٰ کا دن تمہاری قربانیوں کے گوشت کھانے کا
دن ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى عَنْ صَوْمِ خَمْسَةِ أَيَّامٍ فِي السَّنَةِ:
يَوْمُ الْفِطْرِ وَيَوْمُ النَّحْرِ وَثَلَاثَةِ أَيَّامٍ التَّشْرِيقِ (سنن الدارقطنی) ۲

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سال میں پانچ دنوں کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا،
ایک عید الفطر کے دن کا، اور دوسرے عید الاضحیٰ کے دن کا، اور تین دن ایام تشریق
(یعنی گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ) کا (ترجمہ ختم)

اور بعض روایتوں میں عید کے دن سمیت ایام تشریق (یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی الحجہ)
کو کھانے پینے کے دن قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد

۱۔ حدیث نمبر ۷۷۱، ابواب الصوم، باب ما جاء في كراهية الصوم يوم الفطر والنحر، شركة
مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر.
قال الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

۲۔ حدیث نمبر ۲۴۰۹، کتاب الصیام، باب طلوع الشمس بعد الافطار، مؤسسة الرسالة،
بيروت، واللفظ له، مسند ابی یعلیٰ، حدیث نمبر ۲۹۱۳، و حدیث نمبر ۳۱۱۷، الحجۃ علی اهل
المدينة، ج ۱، ص ۳۹۰، کتاب الصیام، باب الرجل ينسى صیام ثلاثة ايام في الحج وقد وجب
عليه.

وله شواهد كثيرة فلا يضر الضعف في بعض الاسناد.

مروی ہے کہ:

وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلِ وَشُرْبٍ (سنن الترمذی) ۱

ترجمہ: اور یہ کھانے اور پینے کے دن ہیں (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَلَا وَإِنَّ هَذِهِ الْأَيَّامُ أَيَّامُ أَكْلِ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (ابوداؤد) ۲

ترجمہ: خبردار ہو جاؤ، یہ دن کھانے پینے اور اللہ عزوجل کے ذکر کے دن ہیں

(ترجمہ ختم)

ملاحظہ رہے کہ بعض روایات میں عرفہ (نوذی الحجہ) کے دن کو بھی کھانے پینے کا دن قرار دیا گیا ہے، اور اس دن میں روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، تو اس بارے میں سمجھ لینا چاہیے کہ یہ حکم حجاج کرام کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ وہ اپنے حج کے اعمال میں مشغول ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے انہیں عرفہ کے دن یعنی نوذی الحجہ کو روزہ رکھنے کی وجہ سے اپنے حج کے اعمال و مناسک انجام دینے میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔

جہاں تک غیر حجاج کرام کا معاملہ ہے، تو ان کے لئے نوذی الحجہ کو روزہ رکھنے میں کوئی حرج

۱۔ حدیث نمبر ۷۷۳، ابواب الصوم، باب ما جاء في كراهية الصوم في أيام التشريق، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر.

قال الترمذی: وفي الباب عن علي، وسعد، وأبي هريرة، وجابر، ونبيشة، وبشر بن سحيم، وعبد الله بن خذافة، وأنس، وحمرزة بن عمرو الأسلمي، وكعب بن مالك، وعائشة، وعمرو بن العاص، وعبد الله بن عمرو. وحديث عتبة بن عامر حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند أهل العلم: يَكْرَهُونَ الصَّيَامَ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ.

۲۔ حدیث نمبر ۲۸۱۳، کتاب المضحایا، باب فی حبس لحوم الأضاحی، المكتبة العصرية، بيروت.

قال الالبانی:

قلت: إسناده صحيح على شرط مسلم، وكذا قال الحاكم، ووافقه الذهبي، وصححه

الترمذی وابن خزيمة وابن حبان والحاكم والذهبي (صحيح ابی داؤد، تحت حدیث

رقم ۲۰۹۰)

نہیں، بلکہ عظیم ثواب ہے۔ ۱

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْفِطْرِ سَمِيتَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ الْجَائِزَةَ، فَإِذَا كَانَتْ
غَدَاةُ الْفِطْرِ يَبْعَثُ اللَّهُ الْمَلَائِكَةَ فِي كُلِّ بَلَدٍ فَيَهْبِطُونَ إِلَى الْأَرْضِ
فَيَقُومُونَ عَلَى أَفْوَاهِ السَّكَّكِ، فَيَنَادُونَ بِصَوْتٍ يَسْمَعُ مَنْ خَلَقَ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا الْجِنَّ وَالْإِنْسَ فَيَقُولُونَ: يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ، أُخْرِجُوا إِلَى
رَبِّ كَرِيمٍ يُعْطِي الْجَزِيلَ، وَيَعْفُو عَنِ الذَّنْبِ الْعَظِيمِ، فَإِذَا بَرَزُوا

۱۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَوْشَبُ بْنُ عُقَيْلٍ، عَنْ مَهْدِيٍّ الْهَجَرِيِّ، حَدَّثَنَا
عُكْرِمَةُ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ، فِي بَيْتِهِ فَحَدَّثَنَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نَهَى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ (ابوداؤد، حدیث نمبر ۲۳۳۰)

(وعن أبي هريرة أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - نهى) أى نهى تنزيه (عن صوم يوم عرفة
بعرفة) أى فى عرفات لئلا يضعف عن الدعاء ولئلا يسيء خلقه مع الرفقاء ، وفى معناه أن يكون
مثله، ولو من أهل الحضر، قال ابن الملك :وليس هذا نهى تحريم، روى عن عائشة أنها كانت
تصوم، وقال عطاء :أصومه فى الشتاء ولا أصومه فى الصيف (رواه أبو داود) وقال الحاكم :إنه
على شرط البخارى، وأقره الذهبى وصححه ابن خزيمة (مرقاة، ج ۲ ص ۱۲۲۳ ، باب صيام التطوع)
عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ، إِنِّي أُحْسِبُ عَلَى اللَّهِ
أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ .: حَدِيثُ أَبِي قَتَادَةَ
حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ اسْتَحَبَّ أَهْلُ الْعِلْمِ صِيَامَ يَوْمِ عَرَفَةَ، إِلَّا بِعَرَفَةَ (ترمذى، حدیث نمبر
۷۴۹)

وقد جاء تسمية عيدا من حديث مرفوع خرجه أهل السنن من حديث عقبة بن عامر، عن النبي صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :يوم عرفة ويوم النحر وأيام التشريق عيدنا أهل الإسلام، وهى أيام أكل
وشرب "

وقد أشكل وجهه على كثير من العلماء ؛ لأنه يدل على أن يوم عرفة يوم عيد لا يصام، كما روى
ذلك عن بعض المتقدمين، وحمله بعضهم على أهل الموقف وهو الأصح لأنه اليوم الذى فيه أعظم
مجامعهم ومواقفهم بخلاف أهل الأمصار فإن اجتماعهم يوم النحر، وأما أيام التشريق فيشارك
أهل الأمصار أهل الموسم فيها؛ لأنها أيام ضحاياهم وأكلهم من نسكهم. هذا قول جمهور العلماء .
وقال عطاء :إنما هى أعياد لأهل الموسم، فلا ينهى أهل الأمصار عن صيامها . وقول الجمهور أصح
(فتح البارى لابن رجب، ج ۱ ص ۷۳)

لِمَصْلَاهُمْ، يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمَلَائِكَةِ: مَا جَزَاءُ الْأَجِيرِ إِذَا عَمِلَ عَمَلَهُ؟ قَالَ: فَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ: إِلَهِنَا وَسَيِّدُنَا جَزَاؤُهُ أَنْ تُوفِّيَهُ أَجْرَهُ، قَالَ: فَيَقُولُ: فَإِنِّي أَشْهَدُكُمْ يَا مَلَائِكَتِي أَنِّي قَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَهُمْ مِنْ صِيَامِهِمْ شَهْرَ رَمَضَانَ وَقِيَامَهُ رِضَائِي وَمَغْفِرَتِي، وَيَقُولُ: يَا عِبَادِي، سَلُونِي فَوَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا تَسْأَلُونِي الْيَوْمَ شَيْئًا فِي جَمْعِكُمْ لِأَخْرَجْتُكُمْ إِلَّا أَعْطَيْتُكُمْ، وَلَا لِدُنْيَاكُمْ إِلَّا نَظَرْتُ لَكُمْ فَوَعِزَّتِي لَا أُسْتَرَنَّ عَلَيْكُمْ عَثَرَاتِكُمْ مَا رَاقَبْتُمُونِي، فَوَعِزَّتِي لَا أَخْزِيكُمْ وَلَا أَفْضَحُكُمْ بَيْنَ يَدَيِ أَصْحَابِ الْحُدُودِ، انْصَرِفُوا مَغْفُورًا لَكُمْ قَدْ أَرْضَيْتُمُونِي وَرَضِيتُ عَنْكُمْ، فَتَفْرَحُ الْمَلَائِكَةُ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِمَا يُعْطَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ إِذَا أَفْطَرُوا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ (شعب

الإيمان للبيهقي) ۱

ترجمہ: پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام (آسمانوں پر) لیلۃ الجائزہ (یعنی انعام کی رات) رکھا جاتا ہے، اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں (راستوں) کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات و انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کریم رب کی (بارگاہ) کی جانب چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے پھر جب لوگ عید گاہ (یعنی عید کی نماز پڑھنے

۱۔ حدیث نمبر ۳۶۹۵، کتاب الصیام، التماس لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الآخر من شهر رمضان، مکتبۃ الرشید للنشر والتوزیع بالرياض، واللفظ لہ، فضائل الاوقات للبیہقی حدیث نمبر ۱۰۷، تاریخ مدینۃ دمشق، تحت ترجمۃ، محمد بن الحسن بن أحمد بن الصباح بن عبد الحمید ابو بکر المعروف بابن ابی الذیال الثقفی الاصبہانی الجواربی الزاہد.

والے مقام) کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ عز و جل فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے، تو اللہ عز و جل ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ ان کو رمضان کے روزوں اور اس کے قیام (یعنی تراویح) کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی، اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا، میری عزت کی قسم! کہ جب تک تم میرا (یعنی میرے احکام کا) خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں کی ستاری کرتا رہوں گا (اور ان کو چھپاتا رہوں گا) میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم! میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رسوا اور فضیحت نہیں کروں گا، بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا، پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو رمضان کے مہینے کے افطار (یعنی عید الفطر) کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں (ترجمہ ختم)

(اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ)

اس حدیث کا مضمون تھوڑے بہت فرق کے ساتھ مختلف سندوں سے مروی ہے، اور بعض سندوں میں اگرچہ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن مجموعی طور پر فی نفسہ قابل اعتبار ہے۔ ۱۔

۱۔ چنانچہ بیہقی کی سند درج ذیل ہے:

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْخَافِضُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَبْدُ الصَّمَدِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ مُكْرَمِ الْبُرْزِ، بِبَغْدَادَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ يُونُسَ الْقَزْوِينِيُّ، حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ الْحَكَمِ الْعَرَنِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت عبید اللہ بن محسن انصاری رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْفِطْرِ وَقَفْتَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بُنُ الْوَلِيدِ، عَنْ حَمَادِ بْنِ سُلَيْمَانَ السُّدُوسِيِّ، شَيْخٍ لَنَا يَكْنَى أبا الْحَسَنِ، عَنِ الضُّحَاكِ بْنِ مُزَاهِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ (شعب الإيمان، رقم حدیث ۳۲۹۵، فضائل الاوقات للبيهقي رقم حدیث ۱۰۷)

اور ابن عساکر کی سند درج ذیل ہے:

أخبرنا أبو الحسن الفرضي حدثنا عبد العزيز بن أحمد حدثنا الحسن بن علي بن إبراهيم حدثنا عمر بن داود الأنطروسي حدثنا أبو بكر محمد بن الحسن بن أبي الذیال الأصبهانی المعروف بالجوابی حدثنا أبو عبد الله محمد بن إسحاق الشعار حدثنا سلمة ابن شبيب حدثنا القاسم بن الحكم حدثنا هشام بن الوليد حدثنا حماد بن سليمان السدوسي عن الضحاک بن مزاحم عن عبد الله بن عباس انه سمع النبي (صلى الله عليه وسلم) (تاريخ مدينة دمشق، تحت ترجمة، محمد بن الحسن بن أحمد بن الصباح بن عبد الحميد أبو بكر المعروف بابن أبي الذیال الثقفي الأصبهانی الجوابی الزاهد) امام منذری رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

رواه الشيخ بن حبان في كتاب الثواب، والبيهقي واللفظ له وليس في اسناده من اجمع على ضعفه (الترغيب والترهيب ج ۲ ص ۶۱ تا ۶۲)

مگر تہذیبی کی مندرجہ بالا حدیث کو ابن جوزی نے غیر صحیح کہا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

وهذا حديث لا يصح قال يحيى بن سعيد الضحاک عندنا ضعيف وقال أبو حاتم الرازي والقاسم بن الحكم مجهول وقال ابن حبان لا يجوز الاحتجاج بالعلاء بن عمرو (العلل المتناهية ج ۲ ص ۵۳۵ تحت حدیث رقم ۸۸۰)

لیکن اولاً تو ابن جوزی جرح کے معاملے میں متعدد شمار کئے جاتے ہیں، جو جرح کی جرح کے معتر ہونے کے لئے مانع ہے، دوسرے جن وجوہات کی بنا پر انہوں نے اس حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے وہ بھی واقعہ کے مطابق نہیں چنانچہ اس حدیث میں ضحاک بن مزاحم ہیں، جن کو متعدد حضرات نے ثقہ اور صدوق قرار دیا ہے، لیکن ساتھ ہی مدلس بھی قرار دیا ہے جو کہ ہمارے نزدیک معتر نہیں، اور ابن جوزی کا قاسم بن حکم کو مجہول قرار دینا بھی صحیح نہیں، کیونکہ ان کو متعدد حضرات نے ثقہ قرار دیا ہے، اور ہاعلاء بن عمر کا معاملہ تو وہ اس روایت میں موجود نہیں ہیں۔

البتہ اس قسم کی دوسری روایت میں ہیں، جو اس وقت ہمارے زیر بحث نہیں۔

قال الذهبي:

(الضحاک بن مزاحم) الهالکی، أبو محمد، وقيل أبو القاسم، صاحب التفسير.

کان من أوعية العلم، وليس بالموجود لحديثه، وهو صدوق في نفسه، وكان له أخوان:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

الْمَلَايِكَةُ فِي أَفْوَاهِ الطُّرُقِ، فَيَنَادُونَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، اُعْذُوا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

محمد و مسلم، وکان یكون ببلخ وبسمرقند . (سیر اعلام النبلاء تحت ترجمہ نمبر ۲۳۸، ج ۳ ص ۵۹۸)

وقال ابن حبان :

الضحاک بن مزاحم الهلالي من بنی هلال بن عامر بن صعصعة كنيته أبو القاسم وقد قيل أبو محمد لقي جماعة من التابعين ولم يشافه أحدا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن زعم أنه لقي بن عباس فقد وهم (ثققات ابن حبان، ج ۶ ص ۴۸۰)

وقال المزی:

قال عبد الله بن أحمد بن حنبل، عن أبيه: ثقة، مأمون. وقال أبو بكر بن أبي خيثمة عن يحيى بن معين، وأبو زرعة ثقة. قال زيد بن الحباب، عن سفيان الثوري: خلدوا التفسير من أربعة: سعيد بن جبیر، ومجاهد، وعكرمة، والضحاک. (تهذيب الكمال؛ ج ۱۳ ص ۲۹۱، تحت رقم الترجمة ۲۹۲۸)

وقال ابن حجر:

وقال العجلي ثقة وليس بتابعي قال الدارقطني ثقة (تهذيب التهذيب ج ۴ ص ۳۹۷، تحت رقم الترجمة ۷۹۲)

وقال الصفدي:

وثقه أحمد بن حنبل وابن معين، وضعفه يحيى القطان وغيره، واحتج به النسائي وغيره وکان مدلساً (الوافي بالوفيات؛ تحت ترجمہ الضحاک بن مزاحم)

وقال ابن حجر في تقريب التهذيب:

القاسم بن الحكم بن كثير العرني بضم المهملة وفتح الراء بعدها نون أبو أحمد الكوفي قاضي همدان صدوق فيه لين من التاسعة مات سنة ثمان ومائتين (تقريب التهذيب، ج ۲ ص ۱۸)

وقال في تهذيب التهذيب:

وقال عبد الله بن علي بن الجارود حدثنا أبو صالح أحمد ابن خلف قال حدثنا القاسم بن الحكم وسألت أحمد ويحيى وأبا خيثمة وخلف بن سالم ومحمد بن عبد الله بن نمير عنه فقالوا ثقة وقال النسائي ثقة وقال أبو زرعة صدوق وقال أبو حاتم محله الصدق يكتب حديثه ولا يحتج به وذكره ابن حبان في الثقات وقال مستقيم الحديث (تهذيب التهذيب، ج ۸ ص ۲۸۰، تحت رقم الترجمة ۵۶۵)

بہر حال اس حدیث کو زیادہ سے زیادہ ضعیف کہا جاسکتا ہے، اور موضوع کہنا مشکل ہے، اور اس حدیث کے مضامین کی تائید دوسری روایات سے ہوتی ہے، اور فضائل کے باب میں کسی قدر ضعف قابلِ تحمل ہوتا ہے، جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

إِلَى رَبِّ رَحِيمٍ، يَمُنُّ بِالْخَيْرِ وَيُثِيبُ عَلَيْهِ الْجَزِيلَ، أَمْرُكُمْ بِصِيَامِ
النَّهَارِ، فَصُمْتُمْ وَأَطَعْتُمْ رَبَّكُمْ، فَأَقْبَضُوا جَوَائِزَكُمْ، فَإِذَا صَلَّوْا الْعِيدَ
نَادَى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ ارْجِعُوا إِلَى مَنَازِلِكُمْ رَاشِدِينَ، فَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ
لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ، وَيُسَمَّى ذَلِكَ الْيَوْمُ الْيَوْمَ الْجَائِزَةَ (معرفۃ الصحابة، لابی

نعیم حدیث نمبر ۷۷۷۷، باب الیاء من باب العین، دار الوطن للنشر - الرياض)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے، تو
فرشتے راستوں کے منہ (سر و کناروں) پر کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر وہ یہ
آواز لگاتے ہیں کہ اے مسلمانو کی جماعت! رب رحیم کی (عبادت کی) طرف
جلدی چلو، جو خیر کے کاموں پر انعام و احسان فرمائیں گے، اور اس پر پائیدار اجر
و ثواب عطا فرمائیں گے، تمہیں دن میں روزوں کا حکم دیا گیا، تو تم نے روزہ رکھا،
اور اپنے رب کی اطاعت کی، لہذا تم اپنے انعامات کو حاصل کرو، پھر جب مسلمان
عید کی نماز پڑھ لیتے ہیں، تو آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اپنے
گھروں کی طرف ہدایت یافتہ ہو کر لوٹ جاؤ، اللہ نے تمہارے گناہوں کو معاف
فرمادیا، اور اس دن کا نام یوم الجائزہ (یعنی انعام کا دن) رکھا جاتا ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث کا مضمون بھی پہلی حدیث کے مطابق ہے۔ ۱۔

۱۔ اس حدیث کی سند درج ذیل ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْغَطْرِيفِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ طَاهِرِ بْنِ أَبِي الدُّمَيْكِ، ثنا
سُلَيْمَانُ بْنُ الْفَضْلِ الزُّهْرِيُّ، ثنا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي شُمَيْلَةَ
الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ :

اور اس حدیث کی سند کے راویوں کا حال بالترتیب درج ذیل ہے۔

(۱) الغطريفی أبو أحمد محمد بن أحمد بن حسين، الإمام، الحافظ، المجود، الرحال، مسند
وقته، أبو أحمد محمد بن أحمد بن حسين بن القاسم بن السري بن الغطريف بن الجهم العبدي،
الغطريفی الجرجاني، الرباطی، الغازی..... وكان مع علمه وحفظه صواما قواما متعبدا، صنف
(الصحيح على المسانيد)، وعمر دهرًا. حدث عنه: أبو نعيم الحافظ، وحمزة السهمي، ورضي بن

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت سعید بن اوس انصاری اپنے والد حضرت اوس بن ثابت انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ غَدَاةُ الْفِطْرِ، وَقَفْتَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إسحاق النصری، وأبو العلاء السری بن إسماعیل بن الإمام الإسماعیلی، والقاضی أبو الطیب الطبری، وآخرون (سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۳۵۴، ۳۵۵)

(۲)..... محمد بن طاهر بن خالد بن البختری، أبو العباس المعروف بابن أبي الدميک .
سمع عبد الله بن محمد بن عائشة، وإبراهيم بن زياد سيلان، وعلي بن المدینی، وسليمان بن الفضل الزیدی . روى عنه : جعفر بن محمد الخالدي، وعبد العزيز بن جعفر الخرقی، وعمر بن نوح البجلي، ومخلد بن جعفر، ومحمد بن المظفر، وكان ثقة .

أخبرنا علي بن محمد بن عبد الله المعدل، أخبرنا جعفر بن محمد بن نصير، حدثنا أبو العباس محمد بن طاهر بن أبي الدميک، حدثنا سليمان بن الفضل الزیدی، حدثنا عبد الله بن المبارك، عن همام، عن قتادة، عن أنس : أن النبي صلى الله عليه وسلم قال : من حسن عبادة المرء حسن ظنه . بلغني أن ابن أبي الدميک مات في يوم الثلاثاء لسبع خلون من جمادى الآخرة سنة خمس وثلاثمائة (تاريخ بغداد ج ۲ ص ۴۵۳)

(۳)..... سليمان بن الفضل الزیدی ليس بمستقيم الحديث (الكامل لابن عدى، ج ۳ ص ۲۹۱)
(۴)..... مروان بن معاوية بن الحارث الفزاري (ع) ابن عثمان بن أسماء بن خارجة بن حصن بن حذيفة بن بدر، الإمام، الحافظ، الثقة، أبو عبد الله الفزاري، الكوفي، ثم الدمشقي..... روى : أبو بكر الأسدي، عن أحمد بن حنبل، قال : ثبت، حافظ . وروى : أبو داود، عن أحمد، قال : ما كان أحفظه ! كان يحفظ حديثه، وروى : عثمان الدارمي، عن يحيى : ثقة . وكذا وثقه : النسائي، وغير واحد . وقال علي بن المديني : ثقة فيما روى عن المعروفين، وضعفه فيما روى عن المجتهولين . قلت : إنما الضعف من قبلهم، كان يروى عن كل ضرب، وقد كان سفيان الثوري مع جلالتهم يفعل كذلك . وقال علي بن الحسين بن الجنيد : قال ابن نمير : كان مروان يلتقط الشيوخ من السكك . وقال العجلي : ثقة، ثبت، ما حدث عن المعروفين، وما حدث عن المجتهولين ففيه ما فيه، وليس بشيء . وقال أبو حاتم : صدوق، لا يدفع عن صدق، وتكثر روايته عن الشيوخ المجتهولين (سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۵۱ تا ۵۳ ملخصاً)

(۵)..... عبد الرحمن بن أبي شميلة الأنصاري المدني القباي، روى عن : سعيد الصراف (صد) ، وسلمة بن غنيد الله بن محصن الأنصاري الخطمي (بخ ت ق) روى عنه : حماد بن زيد (صد) ، ومروان بن معاوية الفزاري (بخ ت ق) قال علي بن المديني : لا أعلم أحداً روى عنه غيرهما . وقال عباس الدوري عن يحيى بن معين : مشهور . وقال أبو حاتم : مشهور برواية حماد بن زيد عنه . وذكره ابن جبان في كتاب "الفتا" روى له البخاري في كتاب "الأدب" ، وأبو داود في

﴿بقية حاشيا گے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

الْمَلَائِكَةُ فِي أَفْوَاهِ الطُّرُقِ، فَنَادَوْا: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ اُغْدُوا إِلَى رَبِّ رَحِيمٍ يَمُنُّ بِالْخَيْرِ، وَيُثِيبُ عَلَيْهِ الْجَزِيلَ، أُمِرْتُمْ بِصِيَامِ النَّهَارِ فَصُمْتُمْ، وَأَطَعْتُمْ رَبَّكُمْ، فَاقْبِضُوا جَوَائِزَكُمْ، فَإِذَا صَلَّوْا الْعِيدَ نَادَى مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ: ارْجِعُوا إِلَى مَنَازِلِكُمْ رَاشِدِينَ، قَدْ غَفَرْتُ ذُنُوبَكُمْ كُلَّهَا، وَيُسَمَّى ذَلِكَ الْيَوْمُ فِي السَّمَاءِ يَوْمَ الْجَائِزَةِ (المعجم الكبير للطبرانی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عید الفطر کی صبح ہوتی ہے تو فرشتے راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر پکارتے ہیں کہ اے مسلمانو کی جماعت! صبح سویرے اپنے رب کریم کی طرف چلو، جو تمہارے اوپر خیر اور بھلائی کے عظیم احسانات فرمائیں گے، اور پھر اس پر لامحدود اور پائیدار ثواب بخشیں گے، تمہیں (رمضان کے) دنوں میں روزوں کا حکم دیا گیا، تو تم نے روزہ رکھا اور اپنے رب کی اطاعت کی، لہذا تم اپنے انعامات کو حاصل کرو، اور جب بندے عید کی نماز پڑھ کر فارغ ہوتے ہیں تو آسمان سے ایک پکارنے

﴿ گزشتہ صفحہ کا نتیجہ حاشیہ ﴾

"فضائل الانصار"، والتَّوْمِذِيُّ، وابن ماجه، وقد كتبنا حديثه في ترجمة شيخيه (تهذيب الكمال ج ۱ ص ۱۷۵، ۱۷۶)

(۲)..... سلمة بن عبد الله، ويقال: ابن عبيد الله بن محصن الأنصاري الخطمي المدني روى عن أبيه (بخ ت ق) ويقال: له صحبة. رَوَى عَنْهُ: عبد الرحمن بن أبي شملة الأنصاري (بخ ت ق) ذكره ابن حبان في كتاب "اللفات" روى له البخاري في كتاب "الأدب"، والتَّوْمِذِيُّ، وابن ماجه حديثاً واحداً (تهذيب الكمال ج ۱ ص ۲۹۶)

اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند میں سلیمان بن فضل، ابن عدی کے بقول ضعیف ہیں، اور یہ حدیث فی نفسہ ضعیف ہے، جو دوسری سندوں کے ساتھ مل کر قابلِ تحسین ہو سکتی ہے، بالخصوص جبکہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی اپنی شرائط کے ساتھ قابلِ قول ہوتی ہے، جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ محمد رضوان۔

۱۔ حدیث نمبر ۶۱۸، مکتبۃ ابن تیمیہ، القاہرہ، واللفظ لہ، و حدیث نمبر ۶۱۷، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، حدیث نمبر ۹۹۴، و حدیث نمبر ۹۹۵، و حدیث نمبر ۹۹۶۔

والا پکارتا ہے کہ تم اپنے گھروں کی طرف ہدایت یافتہ ہو کر لوٹ جاؤ، بے شک تمہارے رب نے تمہارے سب (صغیرہ) گناہ معاف فرمادیئے، اور اس دن کا نام آسمان میں ”یوم الجائزۃ“ (یعنی انعام والادن) رکھا جاتا ہے (ترجمہ ختم)

حضرت اوس بن ثابت کی یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے، اور گزشتہ روایات اس کی مؤید ہیں، اور یہ مسئلہ باب الفضائل سے تعلق رکھتا ہے، اس لئے بعض راویوں پر محدثین کا کلام نقصان دہ نہیں ہے۔ ۱۔

۱۔ معجم کبیر طبرانی کی ایک سند میں عمرو بن شرا اور جابر جعفی ہیں، جن کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔
قال المنذری:

رواہ الطبرانی فی الکبیر من روایۃ جابر الجعفی وتقدم فی الصیام ما یشہد لہ (التاریخ والترہیب، ج ۲ ص ۹۸)
وقال الہیثمی:

رواہ الطبرانی فی الکبیر وفيہ جابر الجعفی وثقه الثوری وروی عنہ ہو وشعبۃ وضعفہ الناس وهو متروک (مجمع الزوائد ج ۲ رقم ۳۲۲۵ ابواب العیدین، باب فضل یوم العید)
اور معجم کبیر طبرانی کی دوسری سند، اور معرفۃ الصحابہ کی سند میں مسلم بن سالم، یاسلم بن سالم ہیں، جن پر محدثین نے جرح فرمائی ہے، لیکن ابن عدی نے ان کے بارے میں ”لابأس بہ“ فرمایا ہے، مگر معرفۃ الصحابہ کی دوسری سند میں یہ راوی موجود نہیں ہیں۔

سلم بن سالم البلخی الزاهد..... قال ابن عدی: أرجو أنه لا بأس به (میزان الاعتدال، ج ۲ ص ۱۸۵، تحت رقم الترجمة، ۳۳۷۱)
اور سعید بن اوس اور ان کے والد اوس بن ثابت کو بعض حضرات کا مجہول سمجھنا درست نہیں، جیسا کہ جناب ناصر الدین البانی صاحب نے سلسلۃ الضعیفہ میں سعید بن اوس کے بارے میں فرمایا ہے، کہ ان پر کلام نہیں ملا۔
ومدار الطریقین علی سعید بن اوس الأنصاری، ولم أجد من ترجمہ (سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ للالبانی، تحت حدیث رقم ۵۴۷۰)
علامہ ذہبی اور امام مزی، اور ابن ابی حاتم کا ان پر کلام درج ذیل ہے۔
البتہ اس روایت کو مرسل قرار دیا جاسکتا ہے۔

أبو زید الأنصاری سعید بن أوس * (د، ت) الإمام، العلامة، حجة العرب، أبو زید سعید بن أوس بن ثابت بن بشیر ابن صاحب رسول الله - صلى الله عليه وسلم - أبي زید الأنصاری، البصری، النحوی، صاحب التصانیف..... قال ابن ابی حاتم: سمعت أبا یجمل القول فیہ، ویرفع شأنہ، ویقول: هو صدوق. وقال صالح جزرة: ثقة (سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۴۹۲، ۴۹۵ ملخصاً)
﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

فَإِذَا اسْتَهْلَ شَهْرُ شَوَّالٍ نُودِيَ الْمُؤْمِنُونَ: أَنْ اْعْذُوا إِلَى جَوَائِزِكُمْ، فَإِنَّهُ يَوْمٌ جَائِزَةٌ، فَأَقْلُ مَا يُجَازَى بِهِ الرَّجُلُ أَنْ يُكْتَبَ لَهُ أَلْفُ أَلْفٍ حَسَنَةٍ، وَيُمْلَى عَنْهُ أَلْفُ أَلْفٍ سَيِّئَةٍ (مجلس من امالی ابن فنجويه فی

فضل رمضان، حدیث نمبر ۴)

ترجمہ: پھر جب شوال کا چاند نظر آتا ہے، تو مومنوں کو ندادی جاتی ہے کہ تم اپنے انعامات حاصل کرنے کی طرف صبح صبح چلو، کیونکہ یہ انعام کا دن ہے، پس سب سے کم آدمی کو جو انعام دیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ ہزار ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اور ہزار ہزار برائیاں معاف کی جاتی ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو جعفر سے ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْفِطْرِ نَادَى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ، الْيَوْمُ يَوْمُ الْجَائِزَةِ، فَأَعْذُوا فَبَادِرُوا خُذُوا جَوَائِزَكُمْ (فضائل رمضان لابن ابی الدنیا) ۱

ترجمہ: یہاں تک کہ جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے، تو آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ یہ دن انعام کا دن ہے، پس تم صبح سویرے نکلو، اور جلدی کرو، اپنے

﴿گزشتہ صفحہ کا نتیجہ حاشیہ﴾

د: سَعِيدُ بْنُ أَوْسٍ بْنِ ثَابِتٍ بْنِ بَشِيرٍ بْنِ أَبِي زَيْدٍ، أَبُو زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ، النَّحْوِيُّ، الْبَصْرِيُّ قَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الرَّازِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ: كَانَ صَدُوقًا. وَقَالَ صَالِحُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغْدَادِيُّ: ثِقَةٌ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي حَاتِمٍ: سَمِعْتُ أَبِي يَجْمَلُ الْقَوْلَ فِيهِ وَيَرْفَعُ شَأْنَهُ وَيَقُولُ: هُوَ صَدُوقٌ. (تَهْذِيبُ الْكَمَالِ ج ۱ ص ۳۳۰ تا ۳۳۱ ملخصاً)

اوس بن ثابت الانصارى والد ابى زيد النحوى روى عن حكيم بن عقيل القرشى روى عنه شعبة وحماد بن سلمة سمعت ابى يقول ذلك. حدثنا عبد الرحمن قال ذكره ابى عن اسحاق بن منصور عن يحيى بن معين انه قال: اوس بن ثابت الانصارى ثقة (الجرح والتعديل، لا بن أبى حاتم، تحت رقم الترجمة، ۱۱۳۸)

۱ ص ۴۶، حدیث نمبر ۲۰، دار السلف، الرياض - السعودية.

انعامات کو حاصل کرو (ترجمہ ختم)

عید کے دن اور عید کی نماز کے کتنے عظیم الشان فضائل ہیں، یہ فضائل اسی وقت حاصل ہو سکتے ہیں جبکہ عید کے دن اور عید کی نماز کو شریعت کے مطابق گناہوں سے بچ کر بجالایا جائے۔

عید الفطر کا دن مسلمانوں کے لئے بڑی مسرت اور خوشی کا دن ہے اور یہ خوشی اس بناء پر ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے رمضان شریف کے روزے رکھنے کی توفیق بخشی اور شب میں تراویح ادا کرنے اور اس میں کلام الہی پڑھنے اور سننے کی سعادت عطا فرمائی۔

عید کے دن میں ایک طرف انسانی نفسیات کے تقاضے (خوشی منانے) کی رعایت ہے، اور ساتھ ساتھ اس کے مقرر کرنے اور اس کو منانے کے انداز میں بہت سے عملی سبق بھی ہیں۔

عید کا دن مسلمانوں کے لئے عیسائیوں، یہودیوں یا دوسری قوموں کے تہواروں کی طرح کا صرف ایک تہوار نہیں، بلکہ یہ دن مسلمانوں کی عبادت کا دن بھی ہے اور خوشی کا دن بھی، ان خوشیوں کا افتتاح ایک خاص شان کی عبادت عید کی نماز سے کیا جاتا ہے، جسے تمام مسلمان مل کر اپنے رب کے سامنے ایک ساتھ ادا کرتے ہیں مسلمانوں کی یہ اجتماعی عبادت جہاں اللہ تعالیٰ کے حضور شکرانے کے طور پر ادا کی جاتی ہے وہاں یہ عبادت اسلامی بھائی چارے کا بھی سبق دیتی ہے کہ تمام مسلمان رنگ و نسل سے بالاتر ہو کر علاقائیت، قومیت اور تعصب کے تصورات کو چھوڑ کر ایک صف میں شانہ بشانہ اپنے رب کریم کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں عید کے دن مسلمانوں کا یہ عظیم الشان اجتماع اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ مسلمان ایک قوم ہیں ان کے اندر رنگ و نسل اور علاقائیت و قومیت کی کوئی تفریق نہیں اور تمام مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔

قوموں کے تہوار دراصل ان کے عقائد و تصورات اور ان کی تاریخ و روایات کے ترجمان اور ان کے قومی مزاج کے آئینہ دار ہوتے ہیں، اس لئے ظاہر ہے کہ اسلام سے پہلے اپنی جاہلیت کے دور میں اہل مدینہ جو دو تہوار مناتے تھے وہ جاہلی مزاج و تصورات اور جاہلی

روایات ہی کے آئینہ دار ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ حدیث کے صریح الفاظ کے مطابق خود اللہ تعالیٰ نے ان پرانے تہواروں کو ختم کرا کے ان کی جگہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ دو تہوار اس امت کے لئے مقرر فرمادیئے جو اس کے توحیدی مزاج اور اصولِ حیات کے عین مطابق اور اس کی تاریخ و روایات اور عقائد و تصورات کے پوری طرح آئینہ دار ہیں۔

کاش اگر مسلمان اپنے ان تہواروں ہی کو صحیح طور پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و تعلیم کے مطابق منائیں تو اسلام کی روح اور اس کے پیغام کو سمجھنے سمجھانے کے لئے صرف یہ دو تہوار ہی کافی ہو سکتے ہیں۔

پھر عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے یہ دو دن ایسے وقت پر مقرر کئے گئے جن میں پوری امت ایک ایسی اجتماعی عبادت مکمل کر کے فارغ ہوتی ہے جو سال میں ایک ایک بار ہی انجام دی جاتی ہے۔

عید الفطر رمضان المبارک کے ختم ہونے پر یکم شوال کو منائی جاتی ہے، جب مسلمان رمضان المبارک میں نہ صرف روزوں کی تکمیل کرتے ہیں، بلکہ اس مقدس مہینے کے ایک تربیتی دور سے گذر کر اپنی روحانیت کو تازگی بخشتے ہیں۔

رمضان المبارک دینی و روحانی حیثیت سے سال کے بارہ مہینوں میں سب سے مبارک مہینہ ہے۔ اسی مہینہ میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر قرآن مجید نازل ہوا، اسی پورے مہینے کے روزے امت مسلمہ پر فرض کئے گئے، اس کی راتوں میں مستقل نماز تراویح کا اضافہ کیا گیا اور ہر طرح کی نیکیوں میں اضافہ کی ترغیب دی گئی، الغرض یہ پورا مہینہ خواہشات کی قربانی اور مجاہدہ کا اور ہر طرح کی طاعات و عبادات کی کثرت کا مہینہ قرار دیا گیا۔

ظاہر ہے کہ اس مہینہ کے خاتمہ پر جو دن آئے ایمانی اور روحانی برکتوں کے لحاظ

سے وہی سب سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو اس امت کے جشن و مسرت کا دن اور تہوار بنایا جائے، چنانچہ اسی دن کو عید الفطر قرار دیا گیا۔

اور عید الاضحیٰ اس وقت منائی جاتی ہے جب ایک دوسری سالانہ عبادت یعنی حج کی تکمیل ہوتی ہے اور لاکھوں مسلمان عرفات کے میدان میں اپنے پروردگار سے مغفرت کی دعائیں اور توبہ کر کے ایک نئی زندگی کا آغاز کر چکے ہوتے ہیں اور جو لوگ براہ راست حج میں شریک نہیں ہو سکے وہ قربانی کی عبادت انجام دیتے ہیں۔

۱۰۔ ارزی الحجہ وہ مبارک تاریخی دن ہے جس میں امت مسلمہ کے مؤسس و مورث اعلیٰ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دانست میں اللہ تعالیٰ کا حکم و اشارہ پا کر اپنے لخت جگر سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ان کی رضا مندی سے قربانی کے لئے اللہ کے حضور میں پیش کر کے اور ان کے گلے پر چھری رکھ کر اپنی سچی وفاداری اور کامل تسلیم و رضا کا ثبوت دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے محبت و جاثاری اور قربانی کے اس امتحان میں ان کو کامیاب قرار دے کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زندہ سلامت رکھ کر ان کی جگہ ایک جانور کی قربانی قبول فرمائی تھی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سر پر ”اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا“ کا تاج رکھ دیا تھا، اور ان کی اس ادا کی نقل کو قیامت تک کے لئے نمونہ قرار دیا تھا۔

پس اگر کوئی دن کسی عظیم تاریخی واقعہ کی یادگار کی حیثیت سے تہوار قرار دیا جاسکتا ہے تو اس امت مسلمہ کے لئے جو ملت ابراہیمی کی وارث اور اسوہ خلیلی کی نمائندہ ہے ۱۰۔ ارزی الحجہ کے دن کے مقابلے میں کوئی دوسرا دن اس کا مستحق نہیں ہو سکتا، اس لئے دوسری عید ۱۰۔ ارزی الحجہ کو قرار دی گئی جس ”وَادِیْ غِیْرَ ذِیْ زَرْعٍ“ (بیابان جنگل) میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا یہ واقعہ پیش آیا تھا اسی

وادی میں پورے عالم اسلام کا حج کا سالانہ اجتماع اور اس کے مناسک قربانی وغیرہ اس واقعہ کی گویا اصل اور اول درجے کی یادگار ہیں، اور ہر اسلامی شہر اور بستی میں عید الاضحیٰ کی تقریبات نماز اور قربانی وغیرہ بھی اسی کی گویا نقل اور دوم درجہ کی یادگار ہیں۔

بہر حال ان دونوں دنوں (یعنی یکم شوال اور دس ذی الحجہ) کی ان خصوصیات کی وجہ سے ان کو یوم العید اور امت مسلمہ کا تہوار قرار دیا گیا ہے۔
عید کے دن اللہ پاک کی مہمانی کے دن ہیں۔ اسی وجہ سے ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام اور کھانا پینا عبادت ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مہمان کو میزبان کی طرف سے جو سہولیات دی جائیں، ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے، اور جو اصول ٹھہرنے اور کھانے پینے وغیرہ کے مقرر کیے جائیں، اُن کی پابندی کرنی چاہیے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی میزبانی کے دنوں میں صحیح مہمان بننے اور باری تعالیٰ کے دربار کے آداب بجالانے کی توفیق عطا فرمائیں؛ اور ہر ایسے طرز عمل سے بچائیں جو اللہ تعالیٰ کے مہمان بننے کے آداب کے خلاف ہے۔ آمین۔

عید کے دن مسنون و مستحب اعمال

عید کا دن چونکہ عبادت اور خوشی کے مجموعے کا دن ہے، اس لیے شریعت کی طرف سے اس دن ایسے کام عبادت قرار دیے گئے ہیں جو ان دونوں عناصر کو شامل ہوں؛ یعنی ان میں عبادت کا پہلو بھی ہو، اور خوشی و مسرت کا پہلو بھی ہو۔ چنانچہ احادیث و روایات سے چند اعمال کا سنت و مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے، جن کا خلاصہ یہ ہے:

(۱)..... عید کی رات میں حسبِ توفیق نفلی عبادت و ذکر کرنا، اور بطورِ خاص گناہوں سے بچنا۔

(۲)..... عید کے دن صبح کو سویرے اٹھنا، اور فجر کی نماز اپنے وقت پر ادا کرنا، اور مرد حضرات کو فجر کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھنا۔

(۳)..... شریعت کے موافق طہارت و نظافت اور صفائی ستھرائی اور زیب و زینت اختیار کرنا۔

(۴)..... خوب اہتمام کے ساتھ میل کچیل دور کر کے غسل کرنا۔

(۵)..... خاص اہتمام کے ساتھ مرد و عورت سب کو مسواک کرنا۔

(۶)..... فاضل (یعنی زیرِ ناف و بغلوں اور مونچھوں کے) بال اور ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے ناخن وغیرہ کاٹنا۔

(۷)..... پاک و صاف عمدہ لباس جو میسر ہو پہننا۔

(۸)..... خوشبو لگانا (مگر خواتین تیز خوشبو لگانے سے پرہیز کریں)

(۹)..... صدقہ فطر ادا نہ کیا ہو، تو عید کی نماز سے پہلے پہلے ادا کر دینا۔

(۱۰)..... عید کی نماز کے لئے جلدی پہنچنا۔

- (۱۱)..... کوئی عذر نہ ہو تو عید کی نماز ادا کرنے کے لیے پیدل جانا۔
 (۱۲)..... کوئی عذر نہ ہو تو عید کی نماز، عید گاہ میں ادا کرنا۔
 (۱۳)..... عید کی نماز کے لیے جاتے ہوئے راستے میں تکبیر کہنا، اور تکبیر ان الفاظ میں کہنا بہتر ہے:

”اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ“

- (۱۴)..... عید الفطر کی نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھالینا۔
 (۱۵)..... جس راستہ سے عید کی نماز کے لئے جائیں اس کے علاوہ سے واپس آنا۔
 (۱۶)..... اپنی وسعت و حیثیت کے مطابق صحیح مستحقین و مساکین کو صدقہ کرنا۔
 (۱۷)..... حسبِ حیثیت اپنے اہل و عیال اور گھر والوں کی ضروریات (لباس، اور کھانے پینے وغیرہ) میں وسعت و فراخی کرنا۔
 (۱۸)..... گھر والوں، عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا۔
 آگے ان امور کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

(۱)..... عید کی رات میں حسبِ توفیق نفلی عبادت کرنا

عید کی رات میں حسبِ توفیق نفلی عبادت و ذکر کرنا، اور بطورِ خاص گناہوں سے بچنا سنت و مستحب ہے۔

(جس کی تفصیل ”شبِ عید یعنی چاند رات کے فضائل و احکام“ کے ذیل میں گزر چکی ہے)

(۲)..... صبح سویرے اُٹھنا اور فجر کی نماز وقت پر ادا کرنا

عید کے دن صبح کو سویرے اُٹھنا چاہیے، اور فجر کی نماز اپنے وقت پر ادا کرنی چاہیے، اور مرد حضرات کو فجر کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھنی چاہیے۔

کیونکہ عید کا دن عبادت کا دن ہے، اور اس دن کا آغاز عبادت کے ساتھ ہونا چاہیے۔
صحابہ کرام کے حالات میں بھی یہ چیز ملتی ہے۔
بلکہ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو فجر کی نماز سے پہلے ہی تیاری کر کے فجر کی نماز کے لیے مسجد میں پہنچ جاتے تھے، اور فجر کی نماز کے بعد وہیں سے ہی عید گاہ تشریف لے جاتے تھے۔
چنانچہ حضرت یزید بن ابی عبید فرماتے ہیں کہ:

خَرَجْتُ أَقْوَدَ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ يَوْمَ عِيدٍ فَشَهِدَ صَلَاةَ الصُّبْحِ مَعَ
الْإِمَامِ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى
الْمُصَلَّى (احکام العیدین للفریابی) ۱

ترجمہ: میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے پیچھے عید کے دن نکلا، تو وہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں فجر کی نماز میں امام کے ساتھ شریک ہوئے،
پھر ہم عید گاہ کی طرف نکلے (ترجمہ ختم)

اور حضرت محمد بن زیاد فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ أَبَا أُمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ وَرَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، إِذَا صَلَّوْا الْفَجْرَ فِي الْعِيدَيْنِ مَعَ الْجَمَاعَةِ، فَسَلَّمَ الْإِمَامُ،
عَجَلُوا الْخُرُوجَ حَتَّى يَقْعُدُوا قَرِيبًا مِنَ الْمَنْبَرِ (احکام العیدین للفریابی) ۲
ترجمہ: میں نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ جب وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن جماعت
کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ لیتے تھے، تو وہ (عید کی نماز کے لئے) جلدی نکلا کرتے
تھے، تاکہ منبر (یعنی امام) کے قریب بیٹھیں (ترجمہ ختم)

۱۔ حدیث نمبر ۳۳، باب وقت الخروج الى العیدین، مكتبة العلوم والحكم - المدينة المنورة.
۲۔ حدیث نمبر ۲۸، باب وقت الخروج الى العیدین، مكتبة العلوم والحكم - المدينة المنورة،
واللفظ له، شرح السنة، تحت حدیث رقم ۱۱۰۳.

اور حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي الصُّبْحَ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَغْدُو كَمَا هُوَ إِلَى الْمُصَلَّى (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱
ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں فجر کی نماز پڑھتے تھے، پھر اسی حال میں عید گاہ کی طرف نکل پڑتے تھے (ترجمہ ختم)
لہذا عید کے دن صبح سویرے اٹھنا چاہیے، اور فجر کی نماز اپنے وقت پر اور مرد حضرات کو باجماعت ادا کرنی چاہیے۔ ۲

(۳)..... طہارت و نظافت اور زیب و زینت اختیار کرنا

عید کے دن شریعت کے موافق طہارت و نظافت اور صفائی ستھرائی اور زیب و زینت اختیار کرنا سنت و مستحب ہے، کیونکہ شریعت کی طرف سے عید کے دن کے ساتھ صفائی ستھرائی کا بھی خاص تعلق ہے۔

اور اسی وجہ سے جمعے کے دن بھی اس قسم کے بہت سے کام سنت و مستحب ہیں۔

چنانچہ حضرت ابن السباق سے مرسل روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ هَذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللَّهُ تَعَالَى عِيدًا لِلْمُسْلِمِينَ فَأَغْتَسِلُوا وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طِبْتُ فَلَا يَضُرُّهُ أَنْ يَمْسَ مِنْهُ وَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَاكِ (موطا امام محمد) ۳

۱۔ حدیث نمبر ۵۶۵۶، کتاب الصلاة، باب السَّاعَةُ الَّتِي يَتَوَجَّهُ فِيهَا إِلَى الْعِيدِ، أَيُّ سَاعَةٍ هِيَ؟

۲۔ بعض اہل علم حضرات نے عید کے دن فجر کی نماز کو اپنے محلے کی مسجد میں پڑھنا مستحب قرار دیا ہے، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محلہ کی قید، عید گاہ سے احتراز کرنے کے لیے ہے، کہ کہیں تکبر کی فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے لوگ فجر کی نماز بھی عید گاہ میں جا کر نہ پڑھنے لگیں، جو کہ شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان۔

ومن المندوبات صلاة الصبح في مسجد حية (رد المحتار ج ۲ ص ۱۶۹، باب العیدین)

۳۔ رقم حدیث ۵۹، باب الاغتسال يوم الجمعة، دار القلم، دمشق، واللفظ له؛ موطا امام مالک، حدیث نمبر ۲۱۳۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے اس دن کو مسلمانوں کے لئے عید بنا دیا ہے لہذا تم (اس دن) غسل کرو اور جس کو خوشبو (عطر) میسر ہو تو اس کو بھی استعمال کرے اور تم مسواک کا بھی اہتمام کرو (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

إِنَّ هَذَا يَوْمٌ عِيدٌ جَعَلَهُ اللَّهُ لِلْمُسْلِمِينَ فَمَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ
وَأِنْ كَانَ طَيْبٌ فَلْيَمْسَسْ مِنْهُ وَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَاكِ (ابن ماجہ) ۱
ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس دن کو مسلمانوں کے لئے عید بنا دیا ہے لہذا جو جمعہ

﴿ گزشتہ صفحہ کا نتیجہ حاشیہ ﴾

قال البيهقي:

هذا هو الصحيح مرسل، ولا يصح وصله (السنن الكبرى للبيهقي ج ۳ ص ۳۴۵، تحت حديث رقم ۵۹۵۹)

قال احمد هذا مرسل (معرفة السنن والآثار ج ۲ ص ۲۱۲، باب الهيئة للجمعة)

وقال الهيثمي:

رواه مسدد والبيهقي مرسل بسند رجاله ثقات، رواه البيهقي مرفوعاً من حديث أبي هريرة ومن حديث أنس وقال الصحيح انه مرسل (اتخاف الخيرة المهمة، ج ۲ ص ۲۷۶، كتاب الجمعة، باب الزينة والطيب والسواك يوم الجمعة)

وقال ابن عبد البر:

ابن السباق هذا عبيد روى عنه ابن شهاب وابنه سعيد بن عبيد بن اسحاق وهو من ثقات التابعين ومن اشرافهم من بنى عبدالدار بن قصي (التمهيد لابن عبد البر، ج ۱ ص ۲۰۹، باب الميم)

۱۔ حديث نمبر ۱۰۹۸، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في الزينة يوم الجمعة، واللفظ له، معجم اوسط للطبراني حديث نمبر ۳۵۵۔

قال المنذرى:

رواه ابن ماجه بإسناد حسن وستأتي أحاديث تدل لهذا الباب فيما يأتي من الأبواب إن شاء الله تعالى (الترغيب والترهيب، تحت حديث نمبر ۱۰۵۸، كتاب الجمعة، الترغيب في صلاة الجمعة والسعي إليها وما جاء في فضل يومها وساعتها)

(وعید) کی نماز کے لئے آئے تو اسے چاہئے کہ غسل کرے اور اگر خوشبو (عطر) میسر ہو تو اس کو بھی استعمال کرے اور تم مسواک کا بھی اہتمام کرو (ترجمہ ختم)

یہ حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ ۱۔

ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعے کو عید کا دن قرار دیا ہے، کیونکہ عید اور جمعے کے کئی احکام مشترک اور ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔

چنانچہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں دو رکعت اجتماعی انداز میں بڑے بڑے مجموعوں کے ساتھ ادا کی جاتی ہے، اسی طرح جمعہ کی نماز بھی ادا کی جاتی ہے۔

اور عیدین کی نماز دو رکعت ہے، اسی طرح جمعہ کی نماز بھی دو رکعت فرض ہے۔ اور عیدین کی نماز کے ساتھ خطبہ پڑھا جاتا ہے، اسی طرح جمعہ کی نماز کے ساتھ بھی خطبہ پڑھا جاتا ہے (پہلے اور بعد کے فرق کے ساتھ) اور عیدین کی نماز شہروں اور قصبات میں ادا کی جاتی ہے، دیہات اور عام گاؤں میں عیدین کی نماز کا حکم نہیں، یہی حکم جمعہ کی نماز کا بھی ہے۔ اور عیدین کی نماز کے لئے جلدی جانا سنت ہے، اسی طرح جمعہ کی نماز کے لئے بھی جلدی جانا سنت ہے۔

اور عیدین کی نماز پڑھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش اور مغفرت

۱۔ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي جُمُعَةٍ مِنَ الْجُمُعِ مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِينَ إِنَّ هَذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللَّهُ لَكُمْ عِيدًا فَاغْتَسِلُوا وَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَاكِ لَمْ يَرَوْهُ عَنْ مَالِكٍ إِلَّا يَزِيدُ بْنُ سَعِيدٍ وَمَعْنُ بْنُ عِيسَى (المعجم الصغير للطبرانی، حدیث نمبر ۳۵۸)

عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي مَنْ، لَا أَتَاهُمْ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي جُمُعَةٍ مِنَ الْجُمُعِ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ إِنَّ هَذَا يَوْمٌ عِيدٌ، جَعَلَهُ اللَّهُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ، فَاغْتَسِلُوا بِالْمَاءِ، وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طِيبٌ فَلَا يَضُرُّهُ أَنْ يَمَسَّ مِنْهُ، وَعَلَيْكُمْ بِهَذَا السَّوَاكِ (مسند الشاميين للطبرانی، حدیث نمبر ۱۸۲۳)

اور مختلف انعامات عطا کئے جانے کا ذکر ہے، اسی طرح جمعہ کی نماز پڑھنے والوں کے لئے بھی ہے، اور جمعہ کے دن بھی بے شمار لوگوں کی مغفرت ہوتی ہے۔
اور عیدین کی راتیں مبارک راتیں ہیں، اسی طرح جمعہ کی رات بھی مبارک رات ہے۔
اور عیدین کے دنوں میں غسل کرنا، مسواک کرنا اور اچھا لباس پہننا، صفائی ستھرائی اختیار کرنا اور فاضل بال و ناخن وغیرہ کا ثنا سنت و مستحب ہے، اسی طرح جمعہ کے دن بھی یہ اعمال سنت و مستحب ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعے کے دن غسل اور مسواک اور خوشبو کا حکم فرماتے وقت اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ عید کا دن ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ جمعے کا دن جزوی اعتبار سے عید کا دن ہے۔

جس سے عید کے دن بدرجہ اولیٰ ان چیزوں کا شریعت کی طرف سے حکم ہونا ثابت ہوا۔ ۱

۱۔ قوله هذا يوم جعله الله عيدا يقتضى ظاهره أنه شرع فيه الغسل لأنه عيد وهذا يدخل فيه كل ما يقع عليه هذا الاسم في الحكم وذلك أن الأعياد مشروع فيها التجميل والمباهاة والنظافة من أفضل التجميل (المنتقى شرح الموطأ، تحت حديث رقم ۱۳۱، كتاب الطهارة، باب ما جاء في السواك)

وممن روى عنه الغسل للعید -أيضا- من الصحابة: علي بن أبي طالب، وابن عباس، وسلمة بن الأكوع، والسائب بن يزيد. وقال ابن المسيب: هو سنة الفطر. وروى مالك، عن الزهري، عن عبيد بن السباق، أن رسول الله -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قال في الجمعة من الجمع (يا معشر المسلمين، إن هذا اليوم جعله الله عيدا، فاغتسلوا، ومن كان عنده طيب فلا يضره أن يمس منه، وعليكم بالسواك). وهذا تنبيه على أن ذلك مأمور به في كل عيد للمسلمين (فتح الباری لابن رجب، ج ۸، ص ۴۱۶، أبواب العیدین، باب فی العیدین والتجمل فیهما)

ثم يستحب لصلاة العيد ما يستحب للجمعة من الاغتسال والاستياك والتطيب ولبس احسن الثياب والتكبير الى المصلى لانه يوم اجتماع للعبادة كالجمعة فيستحب التنظيف و اظهار النعمة والمسارعة وذكر السروجي على الجوهري قال يغتسل بعد الفجر فان فعله قبله اجزاه ويتطيب بازالة الشعر وقلم الاظفار ومس الطيب وقال المالكية والشافعية يستوى في ذلك الذاهب الى الصلاة والقاعد لانهم يوم الزينة بخلاف الجمعة قال السروجي وهذا صحيح (حلبی كبير صفحه ۵۶۲، فصل فی صلاة العید)

(۴)..... اہتمام کے ساتھ غسل کرنا

عید کے دن خوب اہتمام کے ساتھ میل کچیل دور کر کے غسل کرنا سنت و مستحب ہے۔
چنانچہ حضرت زاذان سے روایت ہے کہ:

سَأَلَ رَجُلٌ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ الْغُسْلِ؟ فَقَالَ اغْتَسِلْ كُلَّ يَوْمٍ إِنَّ
شِئْتَ فَقَالَ الْغُسْلُ الَّذِي هُوَ الْغُسْلُ، قَالَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَوْمَ عَرَفَةَ
وَيَوْمَ النَّحْرِ وَيَوْمَ الْفِطْرِ (مسند الشافعی) ۱

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے غسل کے بارے میں سوال کیا؟
تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو ہر دن غسل
کر سکتے ہیں (یعنی ہر روز غسل کرنا جائز ہے) پھر اس نے کہا کہ جو غسل کہ
(شریعت کی نظر میں ثواب والا) غسل ہے (میں اس غسل کے بارے میں معلوم
کرنا چاہتا ہوں) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ جمعہ کے دن
اور عرفہ کے دن، اور عید الاضحیٰ کے دن اور عید الفطر کے دن (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

الْغُسْلُ يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲
ترجمہ: عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن غسل (ثواب) ہے (ترجمہ ختم)

معلوم ہوا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن غسل کرنا سنت و مستحب ہے۔ ۳
اور حضرت محمد بن علی بن حسین سے روایت ہے کہ:

۱۔ حدیث نمبر ۹۸۸، باب غسل يوم عرفه ويوم النحر، شركة غراس للنشر والتوزيع، الكويت.

قال الالباني: وسنده صحيح (ارواء الغليل، تحت حديث رقم ۱۴۶)

۲۔ كتاب الصلاة، حديث نمبر ۵۸۲۲، في الغسل يوم العيدین.

۳۔ (كان يغتسل يوم الجمعة ويوم الفطر ويوم النحر ويوم عرفه) فيه أنه يندب الاغتسال في هذه
الأيام ولهذه الأربعة وعليه الإجماع (فيض القدير للمناوي، تحت حديث رقم ۷۱۷)

أَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَوْمَ عَرَفَةَ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ (مسند الشافعی) ۱
ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن، اور جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن اور احرام شروع کرنے کا ارادہ کرتے وقت غسل کرتے تھے (ترجمہ ختم)
اور حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ؛ أَنَّهُ كَانَ يَغْتَسِلُ فِي الْعِيدَيْنِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲
ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن غسل کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)
اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ؛ أَنَّهُ كَانَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ أَنْ يَغْدُوَ (موطا امام محمد) ۳
ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن صبح نکلنے سے پہلے غسل کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
الْغُسْلُ يَوْمَ الْعِيدِ حَسَنٌ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ
اللَّهُ (موطا امام محمد) ۴
ترجمہ: جمعہ کے دن غسل کرنا مستحسن عمل ہے، واجب نہیں ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے (ترجمہ ختم)

۱۔ حدیث نمبر ۷۸۵، ج ۲ ص ۱۸۲، باب الغسل والطيب للاحرام .
۲۔ حدیث نمبر ۵۸۲۵، وحدیث نمبر ۵۸۲۳، کتاب الصلاة، فی الغسل یوم العیدین .
۳۔ حدیث نمبر ۷۰، ابواب الصلاة، باب الاغتسال یوم العیدین، واللفظ له، دار القلم، دمشق؛ احکام العیدین للقریابی، روایت نمبر ۱۳ .
۴۔ حدیث نمبر ۷۰، ابواب الصلاة، باب الاغتسال یوم العید، دار القلم، دمشق .

اور حلیل القدر تابعی حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ:

كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يَغْتَسِلُوا يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱
ترجمہ: صحابہ کرام عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن غسل کرنے کو مستحب (و پسندیدہ
عمل) قرار دیتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابراہیم تمیمی اپنے والد حضرت یزید بن شریک کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:
أَنَّهُ كَانَ يَسْتَحِبُّ الْغُسْلَ لِلْجُمُعَةِ وَالْعِيدَيْنِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲
ترجمہ: حضرت یزید بن شریک جمعہ اور عیدین کے دن غسل کو مستحب (و باعہ)
ثواب) قرار دیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت یزید بن شریک صحابہ کرام کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ۳
اور حضرت سعید بن مسیب کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:
الْإِغْتِسَالُ يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ حَقٌّ (مصنف ابن
ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۸۲۹، کتاب الصلاة، فی الْغُسْلِ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ)
ترجمہ: عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن (عید الفطر کی نماز کے لیے) نکلنے سے
پہلے غسل کرنا حق ہے (ترجمہ ختم)
حق ہونے سے مراد سنت و مستحب ہونا ہے۔

۱۔ حدیث نمبر ۵۸۲۸، کتاب الصلاة، فی الْغُسْلِ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ.

۲۔ حدیث نمبر ۵۸۳۲، کتاب الصلاة، فی الْغُسْلِ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ.

۳۔ یزید بن شریک بن طارق التیمی، تیم الرباب الکوفی، والد ابراہیم التیمی. رَوَى عَنْ :
حذیفہ بن الیمان (م)، و ابی معمر عبد اللہ بن سخبرة الأزدي، و عبد اللہ بن مسعود، و علي بن ابی
طالب (خ م د ت س)، و غمر بن الخطاب (بخ)، و ابی ذر الغفاری (ع)، و ابی مسعود الأنصاری
(م د ت). رَوَى عَنْهُ : ابنه ابراہیم التیمی (ع)، و ابراہیم النخعی، و جواب التیمی (ر عس)،
و الحكم بن عتية (س)، و همام بن عبد الله التیمی: الکوفیون. قال إسحاق بن منصور، عن يحيى
بن معين: ثقة. و ذكره ابن حبان في كتاب "الثقات" روى له الجماعة (تهذيب الكمال، جزء ۳۲،
صفحة ۱۶۰)

اس کے علاوہ دیگر صحابہ و تابعین اور جلیل القدر محدثین سے بھی اسی قسم کی روایات مروی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن غسل کرنا سنت و مستحب عمل ہے۔ ۱۔ اصل میں تو عید کے دن غسل کرنا سنت ہے، اور اس کو مستحب اس معنی میں کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ واجب یا تاکید درجے کی سنت نہیں۔ ۲۔

۱۔ أخبرنا إبراهيم بن محمد بن أبي يحيى الأسلمي أخبرني يزيد بن أبي عبيد مولى سلمة بن الأكوع عن سلمة بن الأكوع أنه كان يغتسل يوم العيد (مسند الشافعي، رواية نمبر ۴۷۲) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اغْتَسَلَ فِي الْعِيدَيْنِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نمبر ۵۸۲۳، فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ) عَنْ أَبِي بَكْرٍ؛ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ كَانَ يَغْتَسِلُ لِلْعِيدِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نمبر ۵۸۳۰، فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ) عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ أَنَّهُ قَالَ: سَنَةُ الْفِطْرِ ثَلَاثٌ: الْمَشْيُ إِلَى الْمَصَلِيِّ، وَالْأَكْلُ قَبْلَ الْخُرُوجِ، وَالِاغْتِسَالُ (أَحْكَامُ الْعِيدَيْنِ لِلْفَرَايِبِيِّ، حَدِيثُ نمبر ۱) عَنْ يَزِيدَ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: الْغُسْلُ يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نمبر ۵۸۲۱، فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ) عَنْ الْحَسَنِ؛ أَنَّهُ كَانَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ النَّحْرِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نمبر ۵۸۲۶، فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ) عَنْ الْحَسَنِ، وَمُحَمَّدٍ؛ أَنَّهُمَا كَانَا يَغْتَسِلَانِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ النَّحْرِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نمبر ۵۸۲۷، فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ) عَنْ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ لِلْعِيدَيْنِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نمبر ۵۸۳۱، فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ) عَنْ مُحَمَّدٍ؛ أَنَّهُ كَانَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْعِيدِ قَبْلَ أَنْ يَغْدُو (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نمبر ۵۸۳۳، فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ)

۲۔ (قَوْلُهُ وَنَدَبَ يَوْمَ الْفِطْرِ الْخ) النَّدْبُ قَوْلُ الْبَعْضِ وَعَدُّ الْمُصَنِّفِ الْغُسْلَ سَابِقًا مِنَ السَّنَةِ وَالصَّحِيحُ أَنَّ الْكُلَّ سَنَةٌ لِخُصُوصِ الرِّجَالِ فَهُسْتَانِي عَنْ الزَّاهِدِيِّ ط وَزَادَ فِي الْبَحْرِ عَنْ الْمُجْتَبَى وَإِنَّمَا سَمَاءُ مُسْتَحَبًّا لِاشْتِمَالِ السَّنَةِ عَلَى الْمُسْتَحَبِّ قَالَ نَوْحُ أَفْنَدِي وَحَاصِلُهُ تَجْوِيزُ إِطْلَاقِ اسْمِ الْمُسْتَحَبِّ عَلَى السَّنَةِ وَعَكْسُهُ وَلِهَذَا أُطْلِقَ فِي الْهَدَايَةِ اسْمُ الْمُسْتَحَبِّ عَلَى الْغُسْلِ ثُمَّ قَالَ قَيْسٌ فِيهِ الْغُسْلُ أَهْ وَفِي الْفَهْرَسْتَانِيِّ أَيْضًا أَنَّ هَذِهِ الْأُمُورَ مَنْدُوبَةٌ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَمِنْ آدَابِهَا لَا مِنْ آدَابِ الْيَوْمِ كَمَا فِي الْجَلَابِيِّ لَكِنْ فِي التَّخْفَةِ أَنَّ فِي غُسْلِهِ اخْتِلَافَ الْجُمُعَةِ ۱-هـ۔ (رد المحتار، جزء ۲، صفحہ ۱۶۸، باب العیدین، مَطْلَبُ يُطْلَقُ الْمُسْتَحَبُّ عَلَى السَّنَةِ وَبِالْعَكْسِ)

قلت: اختلفت عبارات المشايخ، ففي بعضها جعله مستحباً، وفي بعضها سنة والصحيح أنه سنة، وسماه مستحباً لاشتغال السنة على المستحب (البنية شرح الهداية، ج ۳، ص ۱۰۰، باب صلاة العیدین)

مسئلہ:..... اگر عید اور جمعہ کا دن ایک ساتھ جمع ہو جائے یا کسی پر غسل فرض ہو تو دونوں کے لئے ایک ہی غسل کافی ہے، اور بہتر یہ ہے کہ ایک غسل میں سب کی نیت کر لی جائے، تاکہ ثواب پورا پورا حاصل ہو۔ ۱

مسئلہ:..... اس بارے میں اہل علم حضرات کا اختلاف ہے کہ عید کے دن غسل کرنا عید کے دن کی سنت ہے، یا عید کی نماز کی سنت ہے۔

اور بہتر یہ ہے کہ عید کا غسل صبح صادق کے بعد کیا جائے اور اس کے بعد وضو ٹوٹنے سے پہلے اسی غسل سے عید کی نماز ادا کی جائے (تاکہ عید کے دن اور عید کی نماز کے لیے سنت ہونے کے دونوں قولوں پر عمل ہو جائے)

اور جو شخص (کسی عذر یا عید کی نماز واجب نہ ہونے کی وجہ سے جیسا کہ عورت اور نابالغ بچہ) عید کی نماز ادا نہ کرے اس کو بھی غسل کر لینا بہتر ہے، کیونکہ یہ دن صفائی اور زینت کا بھی ہے (فتاویٰ رحمیہ مبوب، جلد ۶ صفحہ ۱۷۲، باب الجمعة والعیدین)

آج کل مرد حضرات تو عید کی نماز سے پہلے غسل اور شرعی طریقہ پر صفائی وغیرہ کر کے فارغ ہو جاتے ہیں، مگر خواتین اس میں کوتاہی کرتی ہیں، اور اگر کہیں آنا جانا ہوتا ہے، تو اس غرض سے غسل و صفائی کر لیتی ہیں، ورنہ نہیں کرتیں؛ حالانکہ یہ امور عید کے دن کی وجہ سے عبادت ہیں، کسی کو دکھانے کی غرض سے نہیں اور اگر نامحرموں کو دکھانا مقصود ہو تو یہ مستقل گناہ ہے۔ ۲

۱۔ وَيَغْفِي غُسْلٌ وَاحِدٌ لِّعِيدٍ وَجُمُعَةٍ اجْتَمَعَا مَعَ جَنَابَةٍ كَمَا لِفَرَضِي جَنَابَةٍ وَحَيْضٍ (و) لِأَجَلٍ (اخرواح و) فِي جَبَلٍ (عَرَفَةَ) بَعْدَ الزَّوَالِ (الدر المختار مع شرحه رد المحتار، جزء ۱، صفحہ ۱۶۹، کتاب الطهارة، سنن الغسل)

(قَوْلُهُ: اجْتَمَعَا مَعَ جَنَابَةٍ) أَقُولُ: وَكَمَا لَوْ كَانَ مَعَهُمَا كُسُوفٌ وَاسْتِسْقَاءٌ، وَهَذَا كُلُّهُ إِذَا نَوَى ذَلِكَ لِيَحْضَلَ لَهُ ثَوَابُ الْكُلِّ تَأْمَلْ (رد المحتار، جزء ۱، صفحہ ۱۶۹، سنن الغسل) وَلَوْ اتَّفَقَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَيَوْمُ الْعِيدِ أَوْ عَرَفَةُ وَجَامِعٌ ثُمَّ اغْتَسَلَ يَنْتُوبُ عَنِ الْكُلِّ كَذَا فِي مِعْرَاجِ الدَّرَايَةِ (البحر الرائق، جزء ۱، صفحہ ۶۸، احکام الغسل)

۲۔ (وَسَنَّ لِمَصَلَاةِ جُمُعَةٍ وَ) لِمَصَلَاةِ (عِيدٍ) هُوَ الصَّحِيحُ كَمَا فِي غُرَرِ الْأَذْكَارِ وَغَيْرِهِ. وَفِي الْخَائِيَةِ لَوْ اغْتَسَلَ بَعْدَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ لَا يُعْتَبَرُ إِجْمَاعًا (الدر المختار)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... سنت کے مطابق غسل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو گتوں تک تین مرتبہ دھوئیں، اس کے بعد اپنی دونوں شرمگاہوں والے حصوں کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قَوْلُهُ: هُوَ الصَّحِيحُ) أَيْ كَوْنُهُ لِلصَّلَاةِ هُوَ الصَّحِيحُ، وَهُوَ ظَاهِرُ الرَّوَايَةِ. ابْنُ كَمَالٍ: وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ. وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ: إِنَّهُ لِلْيَوْمِ، وَنُسِبَ إِلَى مُحَمَّدٍ وَالْخِلَافِ الْمَذْكُورِ جَارٍ فِي غُسْلِ الْعِيدِ أَيْضًا كَمَا فِي الْفَهْرَسْتَانِ عَنِ الْحَفْظَةِ، وَأَثَرُ الْخِلَافِ فِيمَنْ لَا جُمُعَةَ عَلَيْهِ لَوْ اغْتَسَلَ وَفِيمَنْ أَخَذَتْ بَعْدَ الْغُسْلِ وَصَلَّى بِالْوُضُوءِ نَالَ الْفَضْلُ عِنْدَ الْحَسَنِ لَا عِنْدَ الثَّانِي. قَالَ فِي الْكَافِي: وَكَذَا فِيمَنْ اغْتَسَلَ قَبْلَ الْفَجْرِ وَصَلَّى بِهِ يَنَالُ عِنْدَ الثَّانِي لَا عِنْدَ الْحَسَنِ؛ لِأَنَّهُ اشْتَرَاطُ إِيقَاعِهِ فِيهِ إِظْهَارًا لِشَرْفِهِ وَمَزِيدَ اخْتِصَاصِهِ عَنْ غَيْرِهِ كَمَا فِي النَّهْرِ، قِيلَ وَفِيمَنْ اغْتَسَلَ قَبْلَ الْغُرُوبِ. وَاسْتَظْهَرَ فِي الْبَحْرِ مَا ذَكَرَهُ الشَّارِحُ عَنِ الْخَانِيَّةِ مِنْ أَنَّهُ لَا يُعْتَبَرُ إِجْمَاعًا؛ لِأَنَّ سَبَبَ مَشْرُوعِيَّتِهِ دَفْعُ حُصُولِ الْأَذَى مِنَ الرَّائِحَةِ عِنْدَ الْاجْتِمَاعِ وَالْحَسَنُ وَإِنْ قَالَ هُوَ لِلْيَوْمِ، لَكِنْ بِشَرْطِ تَقْدِيمِهِ عَلَى الصَّلَاةِ، وَلَا يَضُرُّ تَخَلُّلُ الْحَدَثِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْغُسْلِ عِنْدَهُ. وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يَضُرُّ. اهـ. وَلِسَيِّدِي عَبْدُ الْغَنِيِّ النَّابُلُسِيُّ هُنَا بَحْثُ نَفِيسٍ ذَكَرَهُ فِي شَرْحِ هَذَا يَابِ ابْنِ الْعِمَادِ. حَاصِلُهُ أَنَّهُمْ صَرَّحُوا بِأَنَّهُ هَذِهِ الْإِغْتِسَالَاتُ الْأَرْبَعَةُ لِلنَّظَافَةِ لَا لِلطَّهَارَةِ مَعَ أَنَّهُ لَوْ تَخَلَّلَ الْحَدَثُ تَزَادَا النَّظَافَةُ بِالْوُضُوءِ ثَانِيًا، وَلَكِنْ كَانَتْ لِلطَّهَارَةِ أَيْضًا فَهِيَ حَاصِلَةٌ بِالْوُضُوءِ ثَانِيًا مَعَ بَقَاءِ النَّظَافَةِ فَلَا أَوْلَى عِنْدِي بِالْأَجْزَاءِ وَإِنْ تَخَلَّلَ الْحَدَثُ؛ لِأَنَّ مُقْتَضَى الْأَحَادِيثِ الْوَارِدَةِ فِي ذَلِكَ طَلَبُ حُصُولِ النَّظَافَةِ فَقَطْ. اهـ. أَقُولُ: وَيُؤَيِّدُهُ طَلَبُ التَّكْبِيرِ لِلصَّلَاةِ، وَهُوَ فِي السَّاعَةِ الْأُولَى أَفْضَلُ وَهِيَ إِلَى طُلُوعِ الشَّمْسِ، فَرُبَّمَا يَغْسِرُ مَعَ ذَلِكَ بَقَاءَ الْوُضُوءِ إِلَى وَقْتِ الصَّلَاةِ وَلَا سِيَّمَا فِي أَطْوَلِ الْأَيَّامِ، وَإِعَادَةُ الْغُسْلِ أَعْسَرُ - (وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ) (الحج: ٤٨) وَرُبَّمَا أَذَاهُ ذَلِكَ إِلَى أَنْ يُصَلِّيَ حَافِئًا وَهُوَ حَرَامٌ، وَيُؤَيِّدُهُ أَيْضًا مَا فِي الْمَعْرَاجِ: لَوْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْخُمَيْسِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اسْتَنَّ بِالسَّنَةِ لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ وَهُوَ قَطْعُ الرَّائِحَةِ اهـ. (رد المحتار ج ١ ص ١٢٩، كتاب الطهارة، سنن الغسل)

ثم يستحب لصلاة العيد ما يستحب للجمعة من الاغتسال والاستياك والتطيب ولبس احسن الثياب والتكبير الى المصلى لانه يوم اجتماع للعبادة كالجمعة فيستحب التنظيف واطهار النعمة والمسارعة وذكر السروجى على الجواهرى قال يغتسل بعد الفجر فان فعله قبله اجزاه ويتطيب بازالة الشعر وقلم الاظفار ومس الطيب وقال المالكية والشافعية يستوى فى ذلك المذهب الى الصلاة والقاعد لانهم يوم الزينة بخلاف الجمعة قال السروجى وهذا صحيح (حلبى كبير صفحه ٥٢٢، فصل فى صلاة العيد)

قوله " وتقدم أنه للصلاة " ذكر السرخسى عن الجواهر يغتسل بعد الفجر فان فعل قبله اجزاه ويستوى فى ذلك المذهب الى الصلاة والقاعد لأنه يوم زينة واجتماع بخلاف الجمعة قال السروجى وهذا صحيح وبه قالت المالكية والشافعية كما فى الحبلى واختار فى الدرر أيضا كون الغسل والنظافة فيه لليوم فقط وعلمه فى النهار بأن السورور فيه عام فيندب فيه التنظيف لكل قادر

﴿بقية حاشية الگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دھوئیں (اگرچہ ان پر بظاہر کوئی ناپاکی نہ لگی ہو) اس کے بعد اگر بدن پر کہیں ناپاکی لگی ہو تو اس کو دھوئیں، اور اس کے بعد سنت کے مطابق پورا وضو کریں (اگر اُس نہانے والی جگہ پر نیچے جہاں پاؤں موجود ہیں، پانی جمع ہے تو پیروں کو بعد میں اُس جگہ سے ہٹ کر دھوئیں) اس کے بعد سر پر پانی ڈالیں، پھر جسم کے دائیں حصے پر اور اس کے بعد بائیں حصے پر پانی ڈالیں، اور اس عمل کو تین مرتبہ دہرائیں، تاکہ تین مرتبہ پورے جسم پر پانی بہہ جائے۔

ویسے جس طرح بھی پورے جسم پر پانی بہا لیا جائے، اور کھٹی کر لی جائے اور ناک میں پانی ڈال لیا جائے، تو غسل کے فرائض ادا ہو جاتے ہیں، مگر اس میں سنت کے مطابق غسل کرنے کا ثواب نہیں ملتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علیہ صلی أم لا اھـ وفی السید عن الأنھر الأصح أنه سنة وسماء مندوبا بالاشتغال السنة علیہ (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، جزء ۱، صفحہ ۵۲۹، باب الجمعة) وَنُدِبَ أَحِبَاءُ لَيْلَتِهِ وَغُسْلُ بَعْدَ الصُّبْحِ وَتَطْيِيبُ وَتَزْيِينُ وَإِنْ لَغِيْرُ مُصَلٍّ وَمَشَى فِي ذَهَابِهِ وَفَطَرَ قَبْلَهُ فِي الْفِطْرِ وَتَأْخِيرُهُ فِي النَّعْرِ (الفواكه الدوانی، جزء ۱، صفحہ ۲۷۵، بَابُ فِي الْكَلَامِ عَلَى صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ)

قوله: (وسن غسل للعیدین) ولو لغیر ممیز فیغسلہ ولیہ، کما قیل بہ فی غسل إسلام الکافر الصغیر تبعاً لأبیہ .

قوله: (لأنه يوم زينة) مقتضاه أنه يطلب من الحائض والنفساء كما في غسل الإحرام، وهو كذلك اھـ (حاشیة البجیرمی علی الخطیب، جزء ۲ صفحہ ۲۲۲، کتاب الصلاة، فصل فی صلاة العیدین)

ووقت الغسل بعد طلوع الفجر فی ظاهر کلام الخرقی لقوله فاذا اصبحوا تطهروا قال القاضي والأمدی ان اغتسل قبل الفجر لم یصب سنة الاغتسال لانه غسل الصلاة فی اليوم فلم یجز قبل الفجر کغسل الجمعة وقال ابن عقیل المنصوص عن احمد انه قبل الفجر وبعده لان زمن العید اضیق من وقت الجمعة فلو وقف علی الفجر ربما فات ولان المقصود منه التنظيف وذلك یحصل بالغسل فی اللیل لقربه من الصلاة والافضل ان یکون بعد الفجر لیخرج من الخلاف ویکون ابلغ فی النظافة لقربه من الصلاة وقول الخرقی: تطهر والم یخص به الغسل بل هو ظاهر فی الوضوء وهو غیر مختص بما بعد الفجر (المغنی لابن قدامه ج ۲ ص ۲۲۹)

(۵)..... مسواک کرنا

عید کا دن چونکہ ذکر و عبادت اور صفائی و نظافت کا بھی دن ہے، اور مسواک عبادت اور صفائی و نظافت کا ذریعہ ہے۔

اس لیے عید کے دن خاص اہتمام کے ساتھ مسواک کرنا سنت و مستحب ہے، اور مسواک خواتین کے لیے بھی سنت ہے۔ ۱

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

السَّوَاكُ مِطْهَرَةٌ لِلْفَمِ، وَمَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ (سنن نسائی) ۲

ترجمہ: مسواک منہ کی صفائی اور رب تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

اِسْتَاكُوا وَتَنَظَّفُوا (مصنف ابن ابی شیبہ) ۳

ترجمہ: مسواک کرو، اور نظافت و صفائی حاصل کرو (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ هَذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللَّهُ لَكُمْ عِيْدًا فَاغْتَسِلُوا وَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَاكِ

(المعجم الصغير للطبرانی) ۴

۱۔ ويستحب يوم الفطر للرجل الاغتسال والسواك وليس أحسن ثيابه، كذا في القنية جديداً كان أو غسيلة، كذا في محيط السرخسي (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۳۹، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر في صلاة العيدين)

۲۔ حديث نمبر ۵، كتاب الطهارة، باب الترغيب في السواك، مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب، واللفظ له، مسند احمد، حديث نمبر ۲۴۲۰۳۔

في حاشية مسند احمد: حديث صحيح لغيره، وهذا إسناده حسن (تحت حديث نمبر ۲۴۲۰۳)

۳۔ حديث نمبر ۱۸۱۷، كتاب الطهارة، باب في أي ساعة يستحب السواك؟ المعجم الاوسط للطبرانی حديث نمبر ۷۴۲۲۔

۴۔ حديث نمبر ۳۵۸، مكتبة ابن تيمية، القاهرة، واللفظ له، معجم ابن المقرئ، حديث نمبر ۳۹۰۔

قال الهيثمي: رواه الطبرانی في الأوسط والصغير، رجاله ثقات (معجم الزوائد، ج ۲ ص ۷۳) ۱

ترجمہ: اس دن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے عید بنا دیا ہے، لہذا تم غسل کرو اور تم مسواک کا بھی اہتمام کرو (ترجمہ ختم)

اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِي السَّوَاكِ يَوْمَ الْعِيدِ كَهَيْئَتِهِ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ (مصنف عبد الرزاق) ۱

ترجمہ: عید کے دن کی ایک سنت مسواک کرنا بھی ہے، جس طرح سے کہ جمعہ کے دن مسواک کرنا سنت ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

السَّوَاكُ فِي يَوْمِ الْعِيدِ سُنَّةٌ (مصنف عبد الرزاق) ۲

ترجمہ: عید کے دن مسواک کرنا سنت ہے (ترجمہ ختم)

لہذا عید کے دن مرد و عورت سب کو اور خاص طور پر مرد حضرات کو عید کی نماز سے پہلے مسواک کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اور مسواک کی سنت ادا کرنے کے لیے اگر مسواک موجود نہ ہو تو عید کا دن آنے سے پہلے ہی اس کا انتظام کر لینا چاہئے۔

(۶)..... فاضل بال و ناخن کا ثنا

عید کا دن چونکہ صفائی و نظافت کا بھی دن ہے (جیسا کہ پہلے گزرا) اس لیے عید کے دن فاضل (یعنی زیر ناف و بغلوں اور مونچھوں کے) بال اور ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے ناخن وغیرہ کا ثنا بھی سنت و مستحب عمل ہے۔

۱۔ حدیث نمبر ۵۷۴۵، کتاب صلاة العیدین، باب الاستئذان، المكتبة الاسلامی، بیروت.

۲۔ حدیث نمبر ۵۷۴۴، کتاب صلاة العیدین، باب الاستئذان، المكتبة الاسلامی، بیروت.

کیونکہ یہ چیزیں بھی شرعاً صفائی و نظافت میں داخل ہیں۔ ۱۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ أَمَرْتُ بِيَوْمِ
الْأَضْحَى عَيْدًا جَعَلَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ، فَقَالَ الرَّجُلُ أَرَأَيْتَ
إِنْ لَمْ أَجِدْ إِلَّا مَنِحَةً أَتْنِي أَفَأُضْحِي بِهَا؟ قَالَ لَا، وَلَكِنْ تَأْخُذْ مِنْ
شَعْرِكَ، وَتَقْلِمِ أَظْفَارِكَ، وَتَقْصَّ شَارِبَكَ، وَتَحْلِقَ عَانَتَكَ،
فَذَلِكَ تَمَامُ أَضْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (سنن نسائي) ۲۔

۱۔ ویتطیب بازالۃ الشعر وقلم الاظفار ومس الطیب وقال المالکیۃ والشافعیۃ یتستوی فی ذالک
الذاهب الی الصلاۃ والقاعد لانہم یوم الزینۃ بخلاف الجمعة قال السروجی وهذا صحیح (حلی
کبیر، صفحہ ۵۶۶، فصل فی صلاۃ العید)

و یتستحب إزالۃ الشعر والظفر والریح الکریمۃ (حاشیۃ البجیر می علی الخطیب، جزء ۲، صفحہ
۲۲۲، کتاب الصلاۃ، فصل فی صلاۃ العیدین)

(قَوْلُهُ وَإِزَالَةُ نَحْوِ شَعْرِ الْإِنْسَانِ) أَيُ شَعْرٍ تَطْلُبُ إِزَالَتَهُ كَالْعَانَةِ وَالْإِبْطِ فَلَوْ لَمْ يَكُنْ بِبَدَنِهِ شَعْرٌ فَالظَّاهِرُ بَلْ
الْمُتَعَيِّنُ أَنَّهُ لَا يَسُنُّ لَهُ إِمْرَارُ الْمَوْسَى عَلَى بَدَنِهِ؛ لِأَنَّ إِزَالَةَ الشَّعْرِ لَيْسَتْ هُنَا مَطْلُوبَةً لِذَاتِهَا بَلْ
لِلتَّنْظِيفِ وَبِهَذَا يَفْرُقُ بَيْنَ مَا هُنَا وَبَيْنَ تَحْلِيلِ الْمُحْرَمِ ع ش (حاشیۃ الشروانی علی تحفۃ المحتاج
فی شرح المنہاج، جزء ۳، صفحہ ۴۷، باب صلاۃ العیدین)

۲۔ حدیث نمبر ۴۳۶۵، کتاب الضحایا، باب من لم يجد الاضحیۃ، مکتب المطبوعات
الإسلامیۃ - حلب، واللفظ لہ؛ صحیح ابن حبان، حدیث نمبر ۵۹۱۴؛ مستدرک حاکم، حدیث
نمبر ۷۵۲۹؛ مسند احمد، حدیث نمبر ۶۵۷۵۔

قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ
وقال الذهبی فی التلخیص: هذا حدیث صحیح۔

وفی حاشیۃ ابن حبان:

إسناده صحیح عیسی بن ہلال الصدفی: وثقہ المؤلف، وروی عنہ جمع، وباقی رجالہ
ثقات رجال مسلم غیر یزید - وهو ابنُ خالد بن یزید بن موهب - فقد روى له أبو داود
والنسائی وابن ماجہ، وهو ثقة. وأخرجه النسائی ۲/۲۱۲، ۲۱۳ فی الضحایا: باب من
لم يجد الاضحیۃ، والدارقطنی ۲/۲۸۲، والحاکم ۲/۲۲۳، والبیہقی ۹/۲۶۳ من
طریقین عن ابن وہب، بهذا الإسناد. وصححه الحاکم، ووافقه الذهبی. وأخرجه
أحمد ۲/۱۶۹، وأبو داود ۲/۸۹۹ "فی لأضاحی: باب ما جاء فی إيجاب الأضاحی،
من طریق أبي عبد الرحمن عبد الله بن یزید، عن سعید بن أبی ایوب، به. وأخرجه
الدارقطنی ۲/۲۸۲، والحاکم ۳/۲۲۳، والبیہقی ۹/۲۶۳، ۲۶۴ من طریقین عن عیاش بن
عباس، به. والمنیحة: هي الناقة أو الشاة تعار لينتفع بلبنها، وتعاد إلى صاحبها (حاشیۃ ابن حبان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو فرمایا کہ مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے بقرعید کے دن عید منانے کا جو اللہ عزوجل نے اس امت کے لیے مقرر فرمائی ہے، اس آدمی نے عرض کیا کہ اگر میرے پاس کچھ بھی موجود نہ ہو (یعنی قربانی کے مطابق نصاب موجود نہ ہو) سوائے ایک مادہ (بکری یا اونٹنی) کے، جو کہ دوسرے کی میرے پاس امانتاً ہو (اور میں اس کا مالک نہ ہوں) تو کیا میں اس کی قربانی کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں (آپ اس کی قربانی نہ کریں) بلکہ آپ اپنے بال اور ناخن کاٹ لیں، اور مونچھوں کے بال کاٹ لیں، اور اپنے زیر ناف بال کاٹ لیں، پس اللہ عزوجل کے نزدیک یہی آپ کی پوری قربانی ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ عید کے دن ناخن کاٹنا اور فاضل بال یعنی زیر ناف اور مونچھوں کے بال اور بغلوں کے بال کاٹنا سنت و مستحب ہے۔ ۱۔
اور ایک حدیث میں داڑھی بڑھانے، مونچھیں اور ناخن کاٹنے اور زیر ناف و زیر بغل بالوں کے صاف کرنے کو فطرت اور سنت کے کاموں میں شمار کیا گیا ہے۔ ۲۔

۱۔ وهذا يشعر باستحباب هذه الطهارات في الأعياد كلها، وأنها من تمام النسك المشروع فيها، والجمعة من جملة الأعياد، وهي عيد الأسبوع، كما أن عيد الفطر والأضحى عيد العام (فتح الباری لابن رجب، ج ۸ ص ۱۱۳، کتاب الجمعة، باب الدهن للجمعة)

۲۔ حدثنا قتيبة بن سعيد، وأبو بكر بن أبي شيبة، وزهير بن حرب، قالوا: حدثنا وكيع، عن زكريا بن أبي زائدة، عن مصعب بن شيبة، عن طلق بن حبيب، عن عبد الله بن الزبير، عن عائشة، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "عشر من الفطرة: قص الشارب، وإعفاء اللحية، والسواك، واستنشاق الماء، وقص الأظفار، وغسل البراجم، وتنف الإبط، وحلق العانة، وانتقاص الماء" قال زكريا: قال مصعب: ونسيت العاشرة إلا أن تكون المضمضة زاد قتيبة، قال وكيع: انتقاص الماء: يعني الاستنجاء (مسلم، حديث نمبر ۲۶۱، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة) أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ قَالَ: "عَشْرَةٌ مِنَ السُّنَّةِ: السَّوَاكُ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَالْمُضْمَضَةُ، وَالِاسْتِنْشَاقُ، وَتَوْفِيرُ اللَّحْيَةِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَتَنْفُ الْإِبْطِ، وَالْعِجَانُ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَغَسْلُ الدُّبُرِ (نسائي، حديث نمبر ۵۰۴۲، کتاب الزينة، من السنن الفطرة)

مگر یہ بات یاد رکھیے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر جس شخص کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو، اُس کے لیے بہتر ہے کہ عید الاضحیٰ کا چاند نظر آنے کے بعد سے لے کر قربانی ہونے تک ناخن نہ کاٹے، اور جسم کے کسی حصے کے بال بھی نہ کاٹے۔ ۱

(۷)..... پاک صاف عمدہ لباس پہننا

عید کے دن پاک و صاف عمدہ لباس جو میسر ہو، پہننا سنت ہے۔ مگر شرعی حدود کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہئے، مثلاً مرد ریشمی لباس نہ پہنیں، اور تکبر اور فخر کی نیت نہ ہو اور اس معاملہ میں حد سے نہ بڑھا جائے نہ ہی اس کے لئے قرض وغیرہ لیا جائے، بلکہ اپنی حیثیت کے مطابق میانہ روی ہو۔ ۲

۱ عن أم سلمة، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا رأيتم هلال ذى الحجة، وأراد أحدكم أن يضحى، فليمسك عن شعره وأظفاره (مسلم، حديث نمبر ۱۹۷۷، کتاب الصيد والدبائح، باب نهى من دخل عليه عشر ذى الحجة وهو يريد التضحية أن يأخذ من شعره، أو أظفاره شيئا)

عن عمر بن مسلم بن عمار بن أكيمه الليثي، قال: سمعت سعيد بن المسيب، يقول: سمعت أم سلمة، زوج النبي صلى الله عليه وسلم تقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كان له ذبح يذبحه فإذا أهل هلال ذى الحجة، فلا يأخذ من شعره، ولا من أظفاره شيئا حتى يضحى (مسلم، ۱۹۷۷، کتاب الصيد والدبائح، باب نهى من دخل عليه عشر ذى الحجة وهو يريد التضحية أن يأخذ من شعره، أو أظفاره شيئا) ويندب لمن أراد أن يضحى تأخير تقليم الأظفار وحلق الرأس (منية المصلى وغنية المبتدى، ص ۳۰۶)

۲ (قوله ولو غير أبيض) قال فى البحر: وظاهر كلامهم تقديم الأحسن من الثياب فى الجمعة والعیدین وإن لم يكن أبيض، والدليل دال عليه فقد روى البيهقي أنه -عليه الصلاة والسلام- كان يلبس يوم العيد بردة حمراء وفى الفتح الحلة الحمراء عبارة عن ثوبين من اليمن فيهما خطوط حمراء وخضراء لا أنها أحمر بحت فليكن محمل البردة أحدهما أهـ أى أحد الثوبين اللذين هما الحلة أى فلا يعارض ذلك حديث النهى عن لبس الأحمر.

والقول مقدم على الفعل والحاظر على المبيح إذا تعارضا فكيف إذا لم يتعارض بالحمل المذكور اهـ بزيادة وسيأتى إن شاء الله تعالى تمام الكلام على لبس الأحمر فى كتاب الحظر والإباحة (رد المحتار، جزء ۲، صفحہ ۱۶۸، باب العیدین)

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِّنْ إِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوقِ، فَأَخَذَهَا، فَأَتَى بِهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، ابْنِعْ هَذِهِ تَجْمَلُ بِهَا لِلْعِيدِ وَالْوُفُودِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسٌ مِّنْ لَا خَلَاقَ لَهُ (بخاری) ۱

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ریشمی جبہ لیا جو بازار میں فروخت ہو رہا تھا، اور اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ اسے خرید لیجئے، اور عید کے دن اور وفد کے آنے کے موقع پر اسے پہن کر اپنے کو آراستہ کیا کیجئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس شخص کا لباس ہے جس کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کے دن اچھے لباس سے آراستہ ہونا سنت ہے، اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عید کے موقع پر آراستہ ہونے کے

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

والتزين بأحسن ثيابه، وأفضلها البيض إلا أن يكون غيرها أحسن فهو أفضل منها هنا لا في الجمعة؛ والفرق أن المراد هنا إظهار النعم وثم إظهار التواضع.

وہل التزين هنا أفضل منه في الجمعة أو هو فيها أفضل أو يستويان؟ فيه نظر، والأقرب تفضيل ما هنا على الجمعة؛ بدليل أنه طلب هنا أعلى الثياب قيمة وأحسنها منظرا ولم يختص، التزين فيه بمريد الحضور بل طلب حتى من النساء في بيوتهن كما في ع ش على م ر (حاشية البجيرمي على الخطيب، جزء ۲، صفحہ ۲۲۲، کتاب الصلاة، فصل في صلاة العیدین)

والسنة: أن يغتسل يوم العيد، روى عن علي، أنه كان يغتسل يوم العيد، ومثله عن ابن عمر، وسلمة بن الأكوع. وأن يلبس أحسن ما يجد ويتطيب، روى أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يلبس برد حبرة في كل عيد. وقال نافع: كان ابن عمر يغتسل في يوم العيد، كفسله من الجنابة، ثم يمس من الطيب، إن كان عنده، ويلبس أحسن ثيابه، ثم يخرج حتى يأتي المصلي، فإذا صلى الإمام رجع (شرح السنة للبغوي، ج ۳ ص ۱، ۳۰، ۳۰۲، کتاب الجمعة، باب لا أذان ولا إقامة لصلاة العيد وتقديم الصلاة)

۱۔ حدیث نمبر ۹۴۸، کتاب الجمعة، باب فی العیدین والتجمل فیہ، دار طوق النجاة، بیروت۔

لئے یہ لباس پیش کیا۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اچھے لباس سے آراستہ ہونے کے لئے شرعی حدود کا لحاظ ضروری ہے، اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جبہ کے ریشمی ہونے کی وجہ سے اس کو لینے سے منع فرمادیا، کیونکہ مرد کو ریشمی لباس منع ہے۔ ۱

اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَلْبَسَ أَجْوَدَ مَا نَجِدُ، وَأَنْ نَتَطَيَّبَ بِأَجْوَدَ مَا نَجِدُ، وَأَنْ نَضَحِيَ بِأَسْمَنِ مَا نَجِدُ، وَالْبُقْرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُورَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَأَنْ نُظْهِرَ التَّكْبِيرَ، وَعَلَيْنَا السَّكِينَةُ

وَالْوَقَارُ (شعب الإيمان للبيهقي) ۲

۱۔ ومن فوائده: استحباب التجميل بالثياب في أيام الأعياد والجمع، وملاقة الناس، ولهذا لم ينكر الشارع إلا كونها حريراً، وهذا على خلاف بعض المتقشفين (عمدة القارى للعيني، ج ۶ ص ۲۶۷، كتاب العيدين، باب في العيدين والتجمل فيه)

وقد دل هذا الحديث على التجميل للعيد، وأنه كان معتاداً بينهم. وقد تقدم حديث لبس النبي - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - في العيدين برده الأحمر. وإلى هذا ذهب الأكثرون، وهو قول مالك والشافعي وأصحابنا وغيرهم. وقال ابن المنذر: كان ابن عمر يصلي الفجر وعليه ثياب العيد. وقال مالك: سمعت أهل العلم يستحبون الزينة والطيب في كل عيد. واستحبه الشافعي. وخرج البيهقي بإسناد صحيح، عن نافع، أن ابن عمر كان يلبس في العيدين أحسن ثيابه (فتح الباری لابن رجب، ج ۸ ص ۲۱۳، ۲۱۴، أبواب العيدين، باب في العيدين والتجمل فيهما)

۲۔ حديث نمبر ۳۲۲۲، في كِلَةِ الْعِيدَيْنِ وَيَوْمَهُمَا، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض، واللفظ له، فضائل الاوقات للبيهقي، حديث نمبر ۲۰۹، المعجم الكبير للطبرانی، حديث نمبر ۲۷۵۲، مستدرک حاکم، حديث نمبر ۷۶۰.

قال الحاكم: لَوْلَا جَهْلُ إِسْحَاقَ بْنِ بُزْرِجٍ لَحَكُمْتُ لِلْحَدِيثِ بِالصَّحَّةِ.

وقال ابن الملقن:

قلت لَيْسَ بِمَجْهُولٍ فقد ضعفه الأزدی وَوَقَّعَهُ ابْنُ حَبَانَ (تحفة المحتاج إلى أدلة المنهاج لابن الملقن، ج ۱ ص ۵۴۴، باب صلاة العيدين)

وقال ابن حجر:

إسحاق بن بزرج شيخ للثب بن سعد: له حديث في التجميل للعيد. ضعفه الأزدی

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا کہ ہم اپنی حیثیت کے مطابق اچھا لباس پہنیں، اور اپنی حیثیت کے مطابق اچھی خوشبو لگائیں، اور اپنی حیثیت کے مطابق موٹی تازی قربانی کریں، گائے (بھینس) سات افراد کی طرف سے، اور اونٹ سات افراد کی طرف سے، اور یہ کہ ہم تکبیر کہیں، اور ہم سیکینہ اور وقار کو لازم پکڑیں (ترجمہ ختم)

سیکینہ سے مراد فضول اور بے کار حرکات سے بچنا ہے، اور وقار سے مراد نظر اور زبان وغیرہ کی حفاظت کرنا ہے۔

جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کے دن بے کار، اور فضول حرکات سے بچنا اور نظر اور زبان اور دیگر اعضاء کی حفاظت کا اہتمام بھی کرنا چاہیے۔ ۱۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ يَوْمَ الْعِيدِ بُرْدَةً حُمْرَاءَ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

انتھی .وزاد ابن یونس :أنه طوسی مولى أم حبيبة وأنه روى عنه أيضاً ابن لهيعة .وقال الأزدی :وى عن الحسن بن علی " :أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نلبس أحسن ما نجد . "وذكر في الطيب والأضحية يجب أن نظهر التكبير وعلينا الوقار . وهو عن أبي صالح كاتب الليث .وقد ذكره ابن حبان في الثقات وقال :يروى عن أبي سعيد والحسن بن علی .وذكره ابن أبي حاتم بروايته عن الحسن ورواية الليث عنه فلم يذكر فيه جرحاً .وأخرج الحاكم حديثه في مستدرکه وقال :لولا جهالة إسحاق لحكمت بصحته انتهى كلامه (لسان الميزان، لابن حجر العسقلانی، ج، ۱ ص ۱۷۷)

۱۔ ثم عطف السكينة للتأكيد والبيان كما قال القرطبي بناء على ترادفهما، وقال المصنف بعد ذكر الجامع بينهما :الظاهر أن بينهما فرقاً، فالسكينة :التأني في الحركات واجتناب العبث، والوقار في الهيئة كغض البصر وخفض الصوت وعدم الالتفات .ورجح بأن التأسيس خير من التوكيد وأن الأصل في العطف التغاير قال :قال بعض شراح الجامع الصغير :ويرجع الأول بالاكْتفاء بالسكينة عنه هنا في رواية فذلك ظاهر في ترادفهما .إلا أن يقال إن الفرق بينهما على القول به عند اجتماعهما، أما عند افتراقهما فأحدهما يغني عن الآخر كالفقير والمسكين (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، تحت حديث رقم ۱۷۰۳، كتاب الادب، باب الندب)

(المعجم الاوسط للطبرانی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن سرخ دھاری دارلباس پہنا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یمن کے علاقہ سے خوبصورت دھاری دارلباس آتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کے موقع پر اس کو زیب تن فرماتے تھے۔ ۲ اور حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَلْبَسُ فِي الْعِيدَيْنِ أَحْسَنَ ثِيَابِهِ (سنن البيهقي) ۳
ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اچھا اور عمدہ ترین لباس پہنا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

۱۔ حدیث نمبر ۶۰۹، دارالحرمین، القاہرہ، واللفظ لہ، أخلاق النبی لأبی الشیخ الأصبہانی، حدیث نمبر ۲۷۸، معرفة السنن والآثار للبيهقي، حدیث نمبر ۱۸۹۷۔
قال الهيثمي:

رواه الطبرانی في الأوسط ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، ج ۲ ص ۱۹۸، باب اللباس يوم العيد)
وقال الالبانی:

قلت: وهذا إسناده جيد ورجاله كلهم ثقات معروفون غير سعد بن الصلت وهو البجلي مولاهم ترجمه ابن أبي حاتم (۸۶/۱/۲) من رواية جماعة آخرين عنه ولم يذكر فيه جرحاً ولا تعديلاً، وهو في "ثقات ابن حبان" (السلسلة الصحيحة، تحت حديث رقم ۱۲۷۹)

۲۔ واعلم أن الحلة الحمراء عبارة عن ثوبين من اليمن، فيهما خطوط حمرة وخضر، لا أنه أحمر بحت فليكن محمل البردة أحدهما اهـ. والحبرة على وزن العنبة ضرب من برود اليمن، ويحرك، كذا في القاموس (مراجعة المفاتيح، ج ۳ ص ۱۰۷، كتاب الصلاة، باب صلاة العیدین)
ويندب للرجال وكان للنبي صلى الله عليه وسلم جبة فنك يلبسها في الجمع والاعیاد (حاشية الطحطاوی علی المرقی صفحہ ۲۸۹، باب احکام العیدین)

۳۔ حدیث نمبر ۶۱۳۳، کتاب صلاة العیدین، باب الزينة للعید، دارالکتب العلمیة، بیروت۔
قال ابن حجر:

روی بن أبی الدنيا والبيهقي بإسناد صحيح (فتح الباری لابن حجر، ج ۲ ص ۴۳۹، قوله باب في العیدین والتجمل فيه)

اور حضرت محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ:

قُلْتُ لِنَافِعٍ كَيْفَ كَانَ بَنُ عُمَرَ يَصْنَعُ يَوْمَ الْعِيدِ قَالَ كَانَ يَشْهَدُ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ الْإِمَامِ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى بَيْتِهِ فَيَغْتَسِلُ غُسْلَهُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَيَلْبَسُ أَحْسَنَ ثِيَابِهِ وَيَتَطَيَّبُ بِأَطْيَبِ مَا عِنْدَهُ ثُمَّ يَخْرُجُ حَتَّى يَأْتِيَ الْمُصَلِّيَ فَيَجْلِسُ فِيهِ حِينَ يَجِيءُ الْإِمَامُ فَإِذَا جَاءَ الْإِمَامُ صَلَّى مَعَهُ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَدْخُلُ مَسْجِدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَأْتِي بَيْتَهُ (بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث) ۱

ترجمہ: میں نے حضرت نافع سے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ عید کے دن کیا عمل کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ فجر کی نماز میں امام کے ساتھ شریک ہوتے تھے، پھر اپنے گھر میں لوٹ جاتے تھے، پھر جنابت کے غسل کی طرح اہتمام سے غسل کیا کرتے تھے، اور عمدہ لباس پہنتے تھے، اور اپنے پاس موجود عمدہ خوشبو لگایا کرتے تھے، پھر گھر سے باہر نکلتے تھے، یہاں تک کہ عید گاہ میں تشریف لاتے تھے، پھر امام کے آنے کی جگہ کے قریب بیٹھ جاتے تھے، پھر جب امام آتا تھا، تو اس کے ساتھ عید کی نماز پڑھتے تھے، پھر واپس لوٹتے تھے، اور مسجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوتے تھے، پھر اس میں دو رکعت (نفل) پڑھتے تھے، پھر اپنے گھر میں آ جایا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

۱۔ حدیث نمبر ۲۰۷، باب ما جاء في العيد، مركز خدمة السنة والسيرة النبوية - المدينة المنورة.

قال البوصيري:

رواه الحارث بن أبي أسامة ورجاله ثقات، والبيهقي مختصراً قال: وروينا في ذلك عن سلمة بن الأكوع، ثم عن ابن المسيب وعروة بن الزبير (تحاف الخيرة المهرة، ج ۲ ص ۳۲۴، كتاب صلاة العيدين، باب الغسل والزينة للعيدين)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيُ الْفَجْرَ يَوْمَ الْعِيدِ وَعَلَيْهِ ثِيَابُ الْعِيدِ

(الوسط لابن المنذر) ۱

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے دن فجر کی نماز پڑھتے تھے، اور آپ عید کا لباس پہنے ہوئے ہوتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بعض اوقات فجر کی نماز کے بعد غسل وغیرہ کرتے، اور لباس پہنتے، پھر عید کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے، اور بعض اوقات یہ کام فجر کی نماز سے پہلے ہی کر لیا کرتے تھے، اور فجر کی نماز کے بعد وہاں سے ہی عید کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ لہذا دونوں قسم کی روایات میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔

اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّونَ الزَّيْنَةَ وَالتَّطَيُّبَ فِي كُلِّ عِيدٍ (الوسط

لابن المنذر) ۲

ترجمہ: میں نے اہل علم سے سنا، کہ وہ عید کے دن زینت اور خوشبو کو مستحب (و ثواب کا باعث) قرار دیتے تھے (ترجمہ ختم)

لہذا عید کے دن اچھا لباس پہننا سنت ہے، اور سنت کی نیت سے ہی اچھا لباس پہننا چاہئے، شہرت اور دکھلاوے وغیرہ کی نیت سے نہیں پہننا چاہئے۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

مَنْ لَبَسَ ثَوْبَ شَهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا أَلْبَسَهُ اللَّهُ ثَوْبَ مَدْلَةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ

أَلْهَبَ فِيهِ نَارًا (ابن ماجہ) ۳

۱۔ حدیث نمبر ۲۱۳۲، ج ۴ ص ۲۶۳، کتاب العیدین، دار طیبہ - الرياض - السعودية.

۲۔ حدیث نمبر ۲۱۳۲، ج ۴ ص ۲۶۳، کتاب العیدین، دار طیبہ - الرياض - السعودية.

۳۔ حدیث نمبر ۳۶۰۷، کتاب اللباس، باب من لبس شہرة من الثياب، واللفظ له، مسند احمد، حدیث نمبر ۵۶۶۳.

فی حاشیة مسند احمد: حدیث حسن.

ترجمہ: جس نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا تو اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے، پھر اس ذلت کے لباس میں آگ بھڑکائیں گے (ترجمہ ختم)

اسی طرح خواتین کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اجنبی اور نامحرموں کے سامنے اپنی زیب و زینت کا اظہار کریں۔

البتہ شریعت کی طرف سے خواتین کو اپنے شوہروں کے سامنے حسن و جمال کے اظہار کو جائز بلکہ شوہروں کے لئے زیب و زینت اختیار کرنے کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔

(۸).....خوشبولگانا

عید کے دن خوشبولگانا بھی سنت و مستحب ہے۔

مگر خواتین کو تیز خوشبولگانا منع ہے، اس لیے ان کو ہلکی خوشبولگانی چاہیے، تاکہ نامحرموں تک ان کی لگائی ہوئی خوشبو نہ پہنچے۔ ۱

عید کے دن خوشبولگانے کے متعلق کئی احادیث و روایات پہلے گزر چکی ہیں، جن میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی ہے کہ:

۱۔ وأما بيان ما يستحب في يوم العيد فيستحب فيه أشياء منها ما قال أبو يوسف: إنه يستحب أن يستاك، ويغتسل، ويضع شيناً، ويلبس أحسن ثيابه، ويمس طيباً، ويخرج فطرته قبل أن يخرج، أما الاغتسال والاستياك ومس الطيب ولبس أحسن الثياب -جديداً كان أو غسلاً-؛ فلما ذكرنا في الجمعة (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۷۹، فصل بيان ما يستحب في يوم العيد)

وهي واجبة وهو الأصح، هكذا في محيط السرخسي، ويستحب يوم الفطر للرجل الاغتسال والسواك ولبس أحسن ثيابه، كذا في القنية جديداً كان أو غسلاً، كذا في محيط السرخسي.

ويستحب التخمم والتطيب والتكبير وهو سرعة الانتباه والابتكار وهو المسارعة إلى المصلى وأداء صدقة الفطر قبل الصلاة وصلاة الغداة في مسجد حيه (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۴۹، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر في صلاة العيدين)

ويستحب التطيب للذكر بأحسن ما يجده عنده من الطيب (حاشية البجيرمي على الخطيب، ج ۲، ص ۲۲۲، كتاب الصلاة، فصل في صلاة العيدين)

أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَلْبَسَ أَجْوَدَ مَا نَجِدُ، وَأَنْ نَتَطَيَّبَ بِأَجْوَدِ مَا نَجِدُ (شعب الإيمان للبيهقي) ۱

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا کہ ہم اپنی حیثیت کے مطابق اچھا لباس پہنیں، اور اپنی حیثیت کے مطابق اچھی خوشبو لگائیں (ترجمہ ختم) اور حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَغْتَسِلُ وَيَتَطَيَّبُ يَوْمَ الْفِطْرِ (احکام العیدین للفریابی) ۲

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ عید الفطر کے دن غسل کرتے تھے، اور خوشبو لگاتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ خَيْرَ طِيبِ الرَّجُلِ مَا ظَهَرَ رِيحُهُ وَخَفِيَ لَوْنُهُ، وَخَيْرَ طِيبِ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ رِيحُهُ (ترمذی) ۳

ترجمہ: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کی بہترین خوشبو وہ ہے، کہ جس کی خوشبو ظاہر (وغالب) ہو، اور اس کا رنگ مخفی (ومغلوب) ہو، اور عورتوں کی بہترین خوشبو وہ ہے کہ جس کا رنگ ظاہر (وغالب) ہو، اور خوشبو مخفی (ومغلوب) ہو (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طِيبُ الرَّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيحُهُ،

۱۔ حدیث نمبر ۳۴۴۲، فی لیلۃ العیدین و یومہما، مکتبۃ الرشید للنشر والتوزیع بالریاض۔
۲۔ حدیث نمبر ۱۷، ج ۱ ص ۸۳، باب ماروی فی الاغتسال للفطر، مکتبۃ العلوم والحکم -
المدينة المنورة.

۳۔ حدیث نمبر ۲۷۸۸، ابواب الادب، باب ما جاء فی طیب الرجال والنساء، شرکۃ مکتبۃ
ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر.

وَحَفِیَ لَوْنُهُ، وَطِیْبُ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ، وَحَفِیَ رِیْحُهُ (ابوداؤد) ۱
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کی خوشبو وہ ہے کہ جس کی
خوشبو ظاہر اور رنگ مغلوب ہو، اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے کہ جس کا رنگ ظاہر اور
خوشبو مغلوب ہو (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو ایسی خوشبو استعمال کرنی چاہئے کہ جس کی وجہ سے پسینے وغیرہ کی بو
ختم ہو جائے، اور خوشبو دوسرے نامحرم تک نہ پہنچے۔
اس کی خلاف ورزی کر کے نامحرموں تک اپنی خوشبو پہنچانے والی عورت کو احادیث میں سخت
گناہ گار قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:
كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٍ، وَالْمَرْأَةُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَّاءٌ
وَكَذَّاءٌ يَعْنِي زَانِيَةً (ترمذی) ۲
ترجمہ: ہر آنکھ زنا کرتی ہے، اور جو عورت خوشبو لگا کر کسی مجلس سے گزرتی ہے، تو وہ
ایسی ویسی یعنی زانیہ ہے (ترجمہ ختم)

(۹)..... صدقہ فطر ادا نہ کیا ہو، تو عید کی نماز سے پہلے ادا کر دینا

اگر کسی نے عید الفطر کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا نہ کیا ہو، تو عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر
ادا کر دینا سنت ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

۱۔ حدیث نمبر ۵۱۱۷، کتاب الزینۃ، باب الفصل بین طیب الرجال، و طیب النساء، المکتبۃ
العصریۃ، بیروت، واللفظ لہ، ترمذی، حدیث نمبر ۲۷۸۷، باب مَا جَاءَ فِي طَيْبِ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ.
۲۔ حدیث نمبر ۲۷۸۶، ابواب الادب، باب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ خُرُوجِ الْمَرْأَةِ مُتَعَطِّرَةً، شَرَكَةُ
مکتبۃ ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر، واللفظ لہ، ابوداؤد، حدیث نمبر ۴۱۷۳، سنن،
نسائی، حدیث نمبر ۵۱۲۶، مسند احمد، حدیث نمبر ۱۹۵۷۸.
قال الترمذی: وفي الباب عن أبي هريرة: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ (بخاری) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر لوگوں کے عید کی نماز کی طرف نکلنے سے پہلے ادا کرنے کا حکم فرمایا (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ:

فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طَهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ، مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَهِيَ صَدَقَةٌ مِّنَ الصَّدَقَاتِ (سنن ابی داؤد) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکاة فطر (یعنی صدقہ فطر) روزے داروں کو بے کار اور بے ہودہ باتوں سے پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے اور مساکین کو کھلانے (یعنی ان کی مدد و تعاون کرنے) کے لئے مقرر فرمایا، جس نے (عید کی) نماز سے پہلے ادا کر دیا تو یہ مقبول صدقہ فطر ہے اور جس نے عید کی نماز کے بعد ادا کیا تو پھر یہ صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے (ترجمہ ختم)

ان جیسی احادیث کی روشنی میں اہل علم حضرات نے عید کی نماز کے لئے جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دینے کو سنت و مستحب قرار دیا ہے۔ ۳

۱۔ حدیث نمبر ۱۵۰۹، کتاب الزکاة، باب الصدقة قبل العيد، دار طوق النجاة، بیروت، واللفظ لله، مسلم، حدیث نمبر ۹۸۶، ترمذی، حدیث نمبر ۶۷۷۔

۲۔ حدیث نمبر ۱۶۰۹، کتاب الزکاة، باب زکاة الفطر، المكتبة العصرية، صيدا، بیروت، واللفظ لله، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۱۴۸۸۔

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ، وَلَمْ يُخَرِّجْهُ."

وقال الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري

۳۔ قال الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ، وَهُوَ الَّذِي يَسْتَحِبُّهُ أَهْلُ الْعِلْمِ: أَنْ يُخْرِجَ الرَّجُلُ صَدَقَةَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْغَدْوِ إِلَى الصَّلَاةِ (سنن الترمذی، ابواب الزکاة، باب ما جاء في تقديمها قبل الصلاة)

(۱۰)..... عید کی نماز کے لئے جلدی پہنچنا

عید کی نماز کے لئے فجر کی نماز کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو، پہنچنا سنت ہے۔
چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْدُو إِلَى الْمُصَلَّى (بخاری) ۱
ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کی طرف صبح (جلدی) تشریف لے جاتے تھے
(ترجمہ ختم)

اور حضرت محمد بن زیاد فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ أَبَا أُمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ، وَرَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا صَلَّوْا الْفَجْرَ فِي الْعِيدَيْنِ مَعَ الْجَمَاعَةِ، فَسَلَّمَ الْإِمَامُ، عَجَّلُوا الْخُرُوجَ حَتَّى يَقْعُدُوا قَرِيبًا مِنَ الْمَنْبَرِ (احکام العیدین للفریابی) ۲
ترجمہ: میں نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ جب وہ عید الفطر اور عید الاضیٰ کے دن جماعت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ لیتے تھے، تو وہ جلدی نکلا کرتے تھے، تاکہ منبر (یعنی عید کی نماز پڑھانے والے امام) کے قریب بیٹھیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي الصُّبْحَ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَغْدُو كَمَا هُوَ إِلَى الْمُصَلَّى (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ) ۳

۱۔ حدیث نمبر ۹۷۳، کتاب الجمعة، باب حمل العزّة أو الحرّة بين يدي الإمام يوم العيد، دار طوق النجاة، بيروت.

۲۔ حدیث نمبر ۲۸، ص ۱۰۴، مكتبة العلوم والحكم - المدينة المنورة، واللفظ لله، شرح السنة، تحت حدیث رقم ۱۱۰۳.

۳۔ حدیث نمبر ۵۶۵۶، کتاب الصلاة، باب السّاعَةُ الَّتِي يَتَوَجَّهُ فِيهَا إِلَى الْعِيدِ، أَيُّ سَاعَةٍ هِيَ؟

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں فجر کی نماز پڑھتے تھے، پھر اسی حال میں عید گاہ کی طرف نکل پڑتے تھے (ترجمہ ختم) اور بعض اوقات حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے بعد غسل وغیرہ فرما کر عید کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

چنانچہ حضرت نافع کی یہ روایت پہلے گزر چکی ہے، کہ جس میں ہے کہ:

كَانَ يَشْهَدُ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ الْإِمَامِ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى بَيْتِهِ فَيَغْتَسِلُ غُسْلَهُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَيَلْبَسُ أَحْسَنَ ثِيَابِهِ وَيَتَطَيَّبُ بِأَطْيَبِ مَا عِنْدَهُ ثُمَّ يَخْرُجُ حَتَّى يَأْتِيَ الْمُصَلَّى فَيَجْلِسُ فِيهِ حِينَ يَجِيءُ الْإِمَامُ فَإِذَا جَاءَ الْإِمَامُ صَلَّى مَعَهُ (بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث) ۱

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ (عید کے دن) فجر کی نماز میں امام کے ساتھ شریک ہوتے تھے، پھر اپنے گھر میں لوٹ جاتے تھے، پھر جنابت کے غسل کی طرح اہتمام سے غسل کیا کرتے تھے، اور عمدہ لباس پہنتے تھے، اور اپنے پاس موجود عمدہ خوشبو لگایا کرتے تھے، پھر گھر سے باہر نکلتے تھے، یہاں تک کہ عید گاہ میں تشریف لاتے تھے، پھر امام کے آنے کی جگہ کے قریب بیٹھ جاتے تھے، پھر جب امام آتا تھا، تو اس کے ساتھ عید کی نماز پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

اس کے علاوہ جلیل القدر تابعین و محدثین کے بارے میں بھی اسی طرح کی روایات مروی

ہیں۔ ۲

۱۔ حدیث نمبر ۲۰۷، کتاب الصلاة، باب ما جاء في العيد، مركز خدمة السنة والسيره النبوية - المدينة المنورة.

۲۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُرْمَلَةَ؛ أَنَّهُ كَانَ يَنْصَرِفُ مَعَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مِنَ الصُّبْحِ حِينَ يُسَلِّمُ الْإِمَامُ فِي يَوْمِ عِيدٍ، حَتَّى يَأْتِيَ الْمُصَلَّى عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ، فَيَجْلِسُ عِنْدَ الْمَضْرَاعَيْنِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۶۷، السَّاعَةُ الَّتِي يَتَوَجَّهُ فِيهَا إِلَى الْعِيدِ، أَيُّ سَاعَةٍ هِيَ؟)

پس عید کی نماز کے لیے فجر کی نماز پڑھ کر جتنی جلدی ہو سکے جانا چاہئے، اور امام کے قریب والی جگہ بیٹھنا چاہئے، تاکہ زیادہ سے زیادہ ثواب و انعام حاصل کیا جاسکے۔

(۱۱)..... عید کی نماز کے لئے پیدل جانا

کوئی عذر نہ ہو تو عید کی نماز ادا کرنے کے لیے پیدل جانا سنت و مستحب ہے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

مِنَ السَّنَةِ أَنْ تَخْرُجَ إِلَى الْعِيدِ مَا شِئَا، وَأَنْ تَأْكُلَ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ

(ترمذی) ۱

ترجمہ: سنت یہ ہے کہ آپ عید کے دن (نماز عید کے لئے) پیدل نکلیں، اور آپ نکلنے سے پہلے کچھ کھالیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: صَلَّيْتُ الْفَجْرَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ فِي يَوْمِ فِطْرٍ، فَإِذَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعْقِلٍ، فَلَمَّا قَضَيَا الصَّلَاةَ خَرَجَا، وَخَرَجْتُ مَعَهُمَا إِلَى الْجَبَانَةِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نمبر ۵۶۵۸، السَّاعَةُ الَّتِي يَتَوَجَّهُ فِيهَا إِلَى الْعِيدِ، أَيُّ سَاعَةٍ هِيَ؟)

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: كَانُوا يُصَلُّونَ الْفَجْرَ وَعَلَيْهِمْ نِيَابُهُمْ، يَعْنِي يَوْمَ الْعِيدِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نمبر ۵۶۵۹، السَّاعَةُ الَّتِي يَتَوَجَّهُ فِيهَا إِلَى الْعِيدِ، أَيُّ سَاعَةٍ هِيَ؟)

عَنْ أَبِي مَجْلَزٍ، قَالَ: لَيْكُنْ غَدُوكَ يَوْمَ الْفِطْرِ مِنْ مَسْجِدِكَ إِلَى مُصَلَّاكَ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نمبر ۵۶۶۰، السَّاعَةُ الَّتِي يَتَوَجَّهُ فِيهَا إِلَى الْعِيدِ، أَيُّ سَاعَةٍ هِيَ؟)

عَنْ هِشَامِ بْنِ غُرُورٍ، قَالَ: كَانَ غُرُورٌ لَا يَأْتِي الْعِيدَ حَتَّى تَسْتَقِلَّ الشَّمْسُ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نمبر ۵۶۶۱، السَّاعَةُ الَّتِي يَتَوَجَّهُ فِيهَا إِلَى الْعِيدِ، أَيُّ سَاعَةٍ هِيَ؟)

۱۔ حدیث نمبر ۵۳۰، ابواب العیدین، باب ماجاء فی المشی یوم العید، شرکۃ مکتبۃ و مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی - مصر۔

قال الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ: يَسْتَجِبُونَ أَنْ يَخْرُجَ الرَّجُلُ إِلَى الْعِيدِ مَا شِئَا، وَأَنْ لَا يَرْكَبَ إِلَّا مِنْ غَدْرٍ. (حكم الألبانی) حسن۔

سُنَّةُ الْفِطْرِ ثَلَاثٌ الْمَشْيُ إِلَى الْمُصَلَّى، وَالْأَكْلُ قَبْلَ الْخُرُوجِ ،
وَالْإِغْتِسَالُ (احکام العیدین للفریابی) ۱

ترجمہ: عید الفطر کے دن یہ تینوں کام سنت ہیں، عید کی نماز پڑھنے کی جگہ کی طرف
پیدل جانا، اور نکلنے سے پہلے کچھ کھالینا، اور غسل کرنا (ترجمہ ختم)
اس قسم کی اور بھی روایات مروی ہیں، جن سے عید کی نماز کے لئے پیدل جانے کا سنت
و مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ۲
اس لئے عید کی نماز کے لئے پیدل جانے کی کوشش کرنی چاہئے، البتہ اگر کوئی عذر ہو، تو
سواری پر جانے میں بھی حرج نہیں۔ ۳

۱۔ حدیث نمبر ۲۶، باب ما روى أن السنة المشي إلى العیدین، مكتبة العلوم والحكم - المدينة المنورة.

قال الالبانی: وإسناده صحيح (ارواء الغلیل، تحت حدیث رقم ۶۳۶)

۲۔ عن الزهري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يركب في جنازة قط، ولا في
خروج أضحى ولا فطر (احکام العیدین للفریابی، حدیث نمبر ۲۶)
قال الالبانی:

قلت: وهذا سند صحيح رجاله كلهم ثقات، ولكنه مرسل (ارواء الغلیل، تحت حدیث
رقم ۶۳۶)

عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زُرٍّ، قَالَ: خَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي يَوْمِ فِطْرِ، أَوْ فِي يَوْمِ أَضْحَى،
خَرَجَ فِي رُكُوبٍ قُطْنٍ مُتَلَبِّيًا بِهِ، يَمْشِي (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۶۵۳، فِي
الرُّكُوبِ إِلَى الْعِيدَيْنِ وَالْمَشْيِ)

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيْنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَأْتِيَ
الْعِيدَ مَا شِئًا فَلْيَفْعَلْ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۶۵۱، فِي الرُّكُوبِ إِلَى الْعِيدَيْنِ
وَالْمَشْيِ)

عَنْ إِبْرَاهِيمَ؛ أَنَّهُ كَرِهَ الرُّكُوبَ إِلَى الْعِيدَيْنِ وَالْجُمُعَةِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ
۵۶۵۴، فِي الرُّكُوبِ إِلَى الْعِيدَيْنِ وَالْمَشْيِ)

۳۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ الْحَسَنَ يَأْتِي الْعِيدَ رَاكِبًا (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي
شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۶۵۵، فِي الرُّكُوبِ إِلَى الْعِيدَيْنِ وَالْمَشْيِ)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَشْوَعٍ، عَنْ حَنْشِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا أَتَى بِغَلَّةٍ يَوْمَ الْأَضْحَى
فَرَكِبَهَا، فَلَمْ يَزَلْ يُكَبِّرُ حَتَّى أَتَى الْحَبَانَةَ (شرح معاني الآثار، حدیث نمبر ۵۳۳۵)

﴿بقية حاشية الگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۱۲)..... اگر عذر نہ ہو تو عید کی نماز عید گاہ میں ادا کرنا

کوئی عذر نہ ہو تو عید کی نماز، عید گاہ میں ادا کرنا سنت ہے۔

البتہ عذر کی صورت میں مسجد یا آبادی کے اندر کسی مقام پر پڑھنے میں بھی حرج نہیں، خاص طور پر ضعفاء اور کمزور لوگوں کے لئے آبادی کے اندر یا اپنے محلہ میں پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ۱

چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى (بخاری) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ میں تشریف لے جایا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وَالْخُرُوجُ إِلَى الْمُصَلَّى مَا يَشَاءُ وَالرُّجُوعُ فِي طَرِيقٍ آخَرَ، كَذَا فِي الْقُنْيَةِ. وَلَا بَأْسَ بِالرُّكُوبِ فِي الْجُمُعَةِ وَالْعِيدَيْنِ وَالْمَسْجِدِ الْأَفْضَلُ فِي حَقِّ مَنْ يَقْدِرُ عَلَيْهِ، كَذَا فِي الظَّهْرِيَّةِ (الهندية، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر في صلاة العيدين)

۱ اگر کسی عید گاہ کے امام کا عقیدہ یا عمل صحیح نہ ہو، تو یہ بھی عذر میں داخل ہے۔ کمالاتی۔

(والخروج إليها) أي الجبانة لصلاة العيد (سنة وإن وسعهم المسجد الجامع) هو الصحيح (الدر المختار)

(قوله: هو الصحيح) قال في الظهيرية. وقال بعضهم: ليس بسنة وتعارف الناس ذلك لضيق المسجد وكثرة الزحام والصحيح هو الأول. اهـ.

وفى الخلاصة والخانية السنة أن يخرج الإمام إلى الجبانة، ويستخلف غيره ليصلي في المصبر بالضعفاء بناء على أن صلاة العيدين في موضعين جائزة بالاتفاق، وإن لم يستخلف فله ذلك. اهـ. نوح (ردالمحتار، جزء ۲، صفحہ ۱۶۸، باب العيدين)

۲ حدیث نمبر ۹۵۶، کتاب الجمعة، باب الخروج إلى المصلى بغير منبر، دار طوق النجاة، بيروت.

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْدُو إِلَى الْمُصَلَّى فِي يَوْمِ الْعِيدِ، وَالْعَنْزَةَ تُحْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَإِذَا بَلَغَ الْمُصَلَّى، نُصِبَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَيُصَلِّي إِلَيْهَا، وَذَلِكَ أَنَّ الْمُصَلَّى كَانَ فَضَاءً، لَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ يُسْتَتَرُ بِهِ (سنن ابن ماجه) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن کی صبح، عید گاہ میں تشریف لے جاتے تھے، اور آپ کے ساتھ نیزہ بھی لے جایا جاتا تھا، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ میں پہنچتے، تو نیزہ آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا تھا، پھر آپ اس کے سامنے کھڑے ہو کر (اور اس نیزے کو سترہ بنا کر) نماز پڑھایا کرتے تھے، اور یہ اس وجہ سے تھا کہ عید گاہ خالی میدان تھا، اس میں کوئی آڑکی چیز نہیں تھی (ترجمہ ختم) اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس عید گاہ میں عید کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے، وہ آبادی سے باہر خالی میدان تھی۔

اور حضرت عبدالرحمن بن عابس سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، قِيلَ لَهُ أَشْهَدُ الْعِيدَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ نَعَمْ، وَلَوْلَا مَكَانِي مِنَ الصَّغَرِ مَا شَهِدْتُهُ حَتَّى آتَى الْعِلْمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ، فَصَلَّى، ثُمَّ خَطَبَ (بخاری) ۲

ترجمہ: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا، ان سے یہ کہا گیا کہ کیا آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز میں حاضر ہوئے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ بے شک! اور اگر میرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی رشتہ نہ ہوتا، تو میں (کم عمری کی وجہ سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر نہ ہو سکتا

۱۔ حدیث نمبر ۱۳۰۴، کتاب اقامہ الصلاة والسنة فیہا، باب ما جاء فی الحربة یوم العید، واللفظ لہ، بخاری، حدیث نمبر ۹۷۳۔

۲۔ حدیث نمبر ۹۷۷، کتاب الجمعة، باب العلم الذی بالمصلی، دار طوق النجاة، بیروت۔

تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نشان کے پاس آئے جو کثیر بن صلت کے مکان کے پاس ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید کی نماز پڑھی، پھر خطبہ دیا (ترجمہ ختم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عید گاہ میں آبادی نہیں تھی، جیسا کہ پہلی روایت میں گزرا، اور کثیر بن صلت کا گھر بعد میں تعمیر ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عید گاہ میں صرف نشان نصب تھا۔ ۱

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أَضْحَى إِلَى الْبُقْعِ، فَصَلَّى

۱۔ تقدم في باب الخروج إلى المصلى بغير منبر التعريف بمكان المصلى وأن تعريفه بكونه عند دار كثير بن الصلت على سبيل التقريب للسامع وإلا فدار كثير بن الصلت محدثة بعد النبي صلى الله عليه وسلم وظاهر من هذا الحديث أنهم جعلوا لمصلاه شيئا يعرف به وهو المراد بالعلم وهو بفتح الحين الشيء الشاخص قوله ولولا مكانى من الصغر ما شهدته أى حضرته وهذا مفسر للمراد من قوله فى باب وضوء الصبيان ولولا مكانى منه ما شهدته فدل هذا على أن الضمير فى قوله منه يعود على غير مذکور وهو الصغر ومشى بعضهم على ظاهر ذلك السياق فقال إن الضمير يعود على النبي صلى الله عليه وسلم والمعنى ولولا منزلتى من النبي صلى الله عليه وسلم ما شهدت معه العيد وهو متجه لكن هذا السياق يخالفه وفيه نظر لأن الغالب أن الصغر فى مثل هذا يكون مانعا لا مقتضيا فلعل فيه تقديما وتأخيرا ويكون قوله من الصغر متعلقا بما بعده فيكون المعنى لولا منزلتى من النبي صلى الله عليه وسلم ما حضرت لأجل صغرى ويمكن حمله على ظاهره (فتح البارى لابن حجر، ج ۲ ص ۴۶۵، ۴۶۶، قوله باب العلم الذى بالمصلى)

والعلم الذى عند دار كثير بن الصلت، ودار كثير بن الصلت، الظاهر أن ذلك كله محدث، أحدث بعد النبي - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فى مكان المصلى. وقد تقدم أن المصلى كان فضاء، ليس فيه سترة؛ فلذلك كَانَ النَّبِيُّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - تحمّل له الحربة؛ ليصلى إليها (فتح البارى لابن رجب، ج ۹ ص ۴۳، ابواب العيدين، باب خروج الصبيان إلى المصلى)

فالعلم كان قبل اتخاذ مسجدا ليعرف به المحل ودار كثير كانت قبله للوليد ثم اشتهرت بكثير وهو تابعى فوق التعريف بذلك ليقرب إلى ذهن المخاطب فهمه لقول ابن شبة اتخذ الوليد بن عقبة بن أبى معيط الدار التى صلى إليها النبي صلى الله عليه وسلم العيد وهو يصلى إليها اليوم لآل كثير بن الصلت الكندى فجعل عثمان الوليد فى الشراب فحلف لا يساكنه إلا وبينهما بطن واد فعارض كثير بن الصلت بداره هذه إلى دار كثير بشفير وادى بطحان العدوة الغربية (خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى، للسهمودى، الباب الخامس فى مصلى الأعياد ومساجدها النبوية ومقابرها وفضل أحد الشهداء به)

رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، وَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هَذَا، أَنْ نَبْدَأَ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ نَرْجِعَ، فَتَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ وَافَقَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ ذَلِكَ، فَإِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ عَجَلَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ (بخاری) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ کے دن بقیع کی طرف نکلے، پھر دو رکعتیں پڑھائیں، پھر ہماری طرف رخ کر کے متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ ہمارا اس دن کا سب سے پہلا عمل یہ ہے کہ ہم (عید کی) نماز پڑھیں، پھر ہم لوٹیں اور قربانی کریں، پس جس نے اس طرح کیا، تو اس نے ہمارے طریقہ کی موافقت کی، اور جس نے اس (عید کی نماز) سے پہلے ذبح کر لیا، تو وہ ایسی چیز ہے، جو اس نے اپنے گھر والوں کے لئے جلدی کر لی (یعنی گھر والوں کے لئے عام کھانے کا گوشت ہے) اس کا قربانی سے تعلق نہیں (ترجمہ ختم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیع کے قریب میدان میں نماز پڑھی تھی، اس کو بقیع کہہ دیا گیا۔ ۲
اور بعض نے فرمایا کہ بقیع سے مراد عید گاہ کا قطعہ ہے۔ ۳

۱۔ حدیث نمبر ۹۷۶، کتاب الجمعة، باب استقبال الإمام الناس فی خطبة العيد، دار طوق النجاة، بیروت۔
۲۔ فی هذا الحديث: أن خروجه وصلاته كانت بالبقيع، وليس المراد به: أنه صلى في المقبرة، وإنما المراد: أنه صلى في الفضاء المتصل بها، واسم البقيع يشمل الجميع. وقد ذكر ابن زبالة، بإسناد له، أن النبي -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- صلى العيد خارج المدينة في خمسة مواضع، حتى استقر من صلاته في الموضع الذي عرف به، وصلى فيه الناس بعده (فتح الباری لابن رجب، ج ۹ ص ۴۴، ابواب العیدین، باب استقبال الإمام الناس فی خطبة العيد)

۳۔ فالمراد ببقيع المصلى وبقيع السوق لما سبق في الفصل قبله لا يقبع الغرقد كما سبق لبعض الأوهام حيث حمل الرجم بالمصلى على بقيع الغرقد وقد اشتهر المصلى في الأشعار قال أبو قتيبة فترج رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم أضحي إلى البقيع فصلى الحديث فالمراد ببقيع المصلى وبقيع السوق لما سبق في الفصل قبله لا يقبع الغرقد كما سبق لبعض الأوهام حيث حمل الرجم بالمصلى على بقيع الغرقد (خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى، للسهمودي، الباب الخامس في مصلى الأعياد ومساجدها النبوية ومقابرها وفضل أحد الشهداء به، الفصل السادس عشر، الاول في مصلى الاعياد)

اور حضرت حارث سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

الْجَهْرُ فِي صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ مِنَ السُّنَّةِ وَالْخُرُوجُ فِي الْعِيدَيْنِ إِلَى الْجَبَانَةِ مِنَ السُّنَّةِ (السنن الكبرى للبيهقي) ۱

ترجمہ: عیدین کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کرنا سنت ہے، اور عیدین کے دنوں میں عید گاہ کی طرف نکلنا سنت ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يَمْشِيَ الرَّجُلُ إِلَى الْمُصَلَّى قَالَ وَالْخُرُوجُ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ مِنَ السُّنَّةِ، وَلَا يَخْرُجُ إِلَى الْمَسْجِدِ إِلَّا ضَعِيفٌ أَوْ مَرِيضٌ (السنن الكبرى للبيهقي) ۲

ترجمہ: سنت یہ ہے کہ آدمی عید گاہ کی طرف پیدل چل کر جائے، اور عیدین کے دن عید گاہ میں جانا سنت ہے، اور مسجد میں ضعیف اور مریض ہی نماز پڑھیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابواسحاق سے مروی ہے کہ:

أَنَّ عَلِيًّا، أَمَرَ رَجُلًا أَنْ يُصَلِّيَ بِضَعْفَةِ النَّاسِ يَوْمَ الْعِيدِ فِي الْمَسْجِدِ رَكْعَتَيْنِ (معرفة السنن والآثار للبيهقي) ۳

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم فرمایا کہ وہ کمزور لوگوں کو عید کے دن مسجد میں (عید کی) دو رکعت پڑھائے (ترجمہ ختم)

اس قسم کی احادیث اور روایات کی روشنی میں فقہائے کرام نے فرمایا کہ عیدین کی نماز عید گاہ

۱۔ حدیث نمبر ۶۱۹۶، کتاب صلاة العیدین، باب الجهر بالقراءة فی العیدین، دار الکتب العلمیة، بیروت.

۲۔ حدیث نمبر ۶۲۶۱، کتاب صلاة العیدین، باب الإمام یأمر من یصلی بضعة الناس العید فی المسجد، دار الکتب العلمیة، بیروت.

۳۔ حدیث نمبر ۶۹۷۴، کتاب صلاة العیدین، دار الوفاء، قاہرہ.

میں پڑھنا سنت ہے، مگر یہ کہ عید گاہ میں جانے یا عید گاہ میں پڑھنے میں کوئی عذر ہو۔ ۱
اور عید گاہ کا آبادی سے باہر، مگر آبادی کے متصل بنانا سنت ہے۔ ۲

۱۔ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِنَ الْقُرَوِيِّينَ، وَسَمَاءُ الرَّبِيعِ فِي حَدِيثِهِ عِيسَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى
بْنِ أَبِي قُرَّةٍ، سَمِعَ أَبَا يَحْيَى غُبَيْدَ اللَّهِ التَّمِيمِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ أَصَابَهُمْ مَطَرٌ فِي يَوْمٍ عِيدٍ،
فَصَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعِيدِ فِي الْمَسْجِدِ (سنن أبي داود، حديث نمبر ۱۱۶۰)
فی۔ (شرح السنہ): السنۃ أن یخرج الإمام لصلاة العیدین إلا من عذر، فیصلی فی المسجد، أى
مسجد داخل البلد۔ قال ابن الهمام: والسنۃ أن یخرج الإمام إلى الجبانة، ویستخلف من یدلی
بالضعفاء فی المصر، بناء علی أن صلاة العید فی الموضعین جائزة بالاتفاق۔ قال ابن حجر:
والکلام کلہ فی غیر مسجدی مکة و بیت المقدس، وأما ہما فہی فیہما أفضل مطلقا تبعاً للسلف
والخلف، ولشر فہما مع اتساعہما (مرقاۃ، ج ۳ ص ۱۰۶، کتاب الصلاة، باب صلاة العیدین)

۲۔ (والخروج إليها) أى الجبانة لصلاة العید (سنۃ وإن سعهم المسجد الجامع) ہو
الصحيح (الدر المختار)

(قوله المصلی العام) أى فی الصحراء بحر عن المغرب (قوله والواجب مطلق التوجه) أى لا التوجه
المترتب علی ما ذکر ولا التوجه المقید بالمشی، ولا التوجه إلى خصوص الجبانة، وهذا تکملة
الجواب عن السؤال المقدر (قوله: هو الصحيح) قال فی الظہیریۃ۔ وقال بعضهم: لیس بسنۃ
وتعارف الناس ذلك لضيق المسجد وكثرة الزحام والصحيح هو الأول۔ اھ۔

وفی الخلاصۃ والخانیۃ السنۃ أن یخرج الإمام إلى الجبانة، ویستخلف غیرہ لیصلی فی المصر
بالضعفاء بناء علی أن صلاة العیدین فی موضعین جائزة بالاتفاق، وإن لم یستخلف فله ذلك۔ اھ۔
نوح (رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲ ص ۱۶۹، کتاب الصلاة، باب العیدین)

والخروج إلى الجبانة لصلاة العید سنۃ، وإن کان یسعهم المسجد الجامع علی هذا عامۃ المشایخ۔
وبعضهم قالوا: الخروج إلى الجبانة لیس سنۃ، وإنما تعارف الناس ذلك لضيق المسجد،
والصحيح ما علیہ عامۃ المشایخ: أنهم لا یخرجون عن المصر، بل یقیمونها فی فناء المصر؛ لأن
المصر شرط جواز هذه الصلاة وفناء المصر من المصر۔

ألا ترى أن أفنية البيوت كأجوافها فكذا فناء المصر كجوفه، أما ما زاد علی فناء المصر لیس من
المصر، فلهذا قال یقیمونها فی فناء المصر ثم إذا خرج الإمام إلى الجبانة، لصلاة العید وإن
استخلف رجلاً یصلی بالضعفة فی الجامع، فحسن كما فعل علی رضی اللہ عنہ، فإنه روى أنه لما
قدم الکوفۃ استخلف أباً موسى الأشعري رضی اللہ عنہ لیصلی بالضعفة صلاة العید فی الجامع،
وخرج إلى الجبانة مع خمسين شيخاً یمشی یمشون، ولأنه راعى حق الأقویاء، فیراعى حق
الضعفاء بأن یستخلف علیہم من یصلی بہم فی الجامع کیلا تفوتہم صلاة العید، وإن لم یفعل ذلك
فلا شیء علیہ؛ لأنه لم ینقل عن رسول اللہ علیہ السلام أنه فعل ذلك۔

وتجوز إقامة صلاة العید فی موضعین نص علی هذا فی الأصل، وهذا لما ذکرنا أن السنۃ فی صلاة
العید أن تقام خارج المصر بالجبانة، ولا یمكن للضعفاء الخروج إليها إلا بحر ج عظیم، فجوزنا

﴿بقية حاشية الگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اسی کے ساتھ آبادی کے اندر بھی کمزور اور معذور لوگوں کے لئے عید کی نماز کا انتظام کرنا چاہئے۔ ۱۔

اور آج کل بڑے بڑے شہروں میں آبادی سے باہر نکل کر عید کی نماز ادا کرنا عام طور پر مشکل ہوتا ہے، یہ بھی ایک طرح سے عذر میں داخل ہے۔

ایسے حالات میں آبادی کے اندر متعدد مقامات پر عیدین کی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإقامة في موضعين دفعا للحرج. وأما إقامتها في ثلاث مواضع، فعلى قول محمد يجوز وعلى قول أبي يوسف لا يجوز (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج ۲ ص ۱۰۰، ۱۰۱، الفصل السادس والعشرون في صلاة العیدین) امداد الاحکام میں ہے کہ:

اگر کوئی عید گاہ آبادی کے اندر آجائے تو قواعد کا مقتضاء یہ ہے کہ اگر وہ عید گاہ خاص نماز عید کے لئے وقف نہ ہو بلکہ کسی اور غرض کے لئے مثلاً مصالح عامہ کے لئے وقف ہو تب تو اس کو چھوڑ کر آبادی سے باہر عید کی نماز پڑھنا سنت ہوگا اور اگر وہ جگہ خاص عید کی نماز ادا کرنے کے لئے وقف شدہ ہو تو (آبادی سے باہر عیدین کی نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ۔ ناقل) اس میں بھی عید کی نماز پڑھنا ترک نہ کیا جاوے گا۔ لان تحفظ

الوقف واجب و اتیان الواجب اہم من فعل السنة (کذا فی امداد الاحکام ج ۱ ص ۷۸۸)

۱۔ (ومنها) أنه يستحب للإمام إذا خرج إلى الجبانة لصلاة العيد أن يخلف رجلا يصلي بأصحاب العليل في المصر صلاة العيد؛ لما روى عن علي -رضي الله عنه- أنه لما قدم الكوفة استخلف أبا موسى الأشعري ليصلي بالضعفة صلاة العيد في المسجد، وخرج إلى الجبانة مع خمسين شيخا يمشي ويمشون؛ ولأن في هذا إعانة للضعفة على إحراز الثواب فكان حسنا، وإن لم يفعل لا بأس بذلك؛ لأنه لم ينقل ذلك عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- ولا عن الخلفاء الراشدين سوى علي -رضي الله عنه-؛ ولأنه لا صلاة على الضعفة، ولكن لو خلف كان أفضل (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۸۰، كتاب الصلاة، فصل صلاة العیدین)

امداد الاحکام میں ہے کہ:

”نماز عیدین کا عید گاہ میں پڑھنا سنت ہے، بلا وجہ اس سنت کا چھوڑنا جائز ہے، لیکن اگر کوئی جماعت شہری میں عید کی نماز بلا عذر پڑھ لے، تو اس کو بھی ملامت نہ کرنا چاہئے، کیونکہ صلوٰۃ عید کا متعدد مواقع میں پڑھنا بالاتفاق جائز ہے اور اگر کوئی جماعت بستی میں عید کی نماز اس لئے پڑھے کہ مثلاً عید گاہ کا امام جاہل یا فاسق ہے تو یہ جماعت اس فعل میں معذور ہے۔

(وبعد اسطر) اگر کوئی غرض محمود ہو تو (عید گاہ کے علاوہ صرف۔ ناقل) بستی میں بھی عید کی نماز جائز ہے“

(امداد الاحکام ج ۱ ص ۳۳۳، فصل فی الجمعة والعیدین)

لیکن اسی کے ساتھ کوشش کرنی چاہئے کہ جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے اجتماعات منعقد نہ کئے جائیں۔ ۱

(۱۳)..... عید کی نماز کے لئے جاتے ہوئے تکبیر کہنا

عید کا دن کیونکہ اللہ عز و جل کے ذکر کا بھی دن ہے، اس لئے عید الفطر کی نماز کے لیے جاتے ہوئے راستے میں بلکہ بعض حضرات کے نزدیک عید گاہ پہنچ کر امام کی آمد سے پہلے بھی تکبیر کہنا سنت ہے، اور دلیل کے لحاظ سے رائج یہ ہے کہ عید الفطر کے دن بھی عید الاضحیٰ کی طرح جہراً تکبیر کہنا سنت و مستحب ہے۔ ۲

۱۔ بیان استنباط الأحکام وهو علی وجہ: الأول: فیہ استحباب خروج الإمام مع القوم إلى مصلى العيد في الجبانة لأجل صلاة العيد، ولم يزل الصدر الأول كانوا يفعلون ذلك، ثم تركه أكثرهم لكثرة الجوامع، ومع هذا فإن أهل بلاد شتى لم يتركوا ذلك (عمدة القاری للعینی، ج ۳ ص ۲۷۲، کتاب الحيض، باب ترك الحائض الصوم)

۲۔ وهو قول صاحبين والطحاوی رحمهم الله. ويأتى الدلائل بهذا القول . السنة فى الأضحى التكبير فى الطريق كما سياتى فافهم (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲ ص ۱۶۹، کتاب الصلاة، باب العیدین) ومنها أن يغدو إلى المصلى جاهراً بالتكبير فى عيد الأضحى، فإذا انتهى إلى المصلى ترك؛ لما روى عن النبى - صلى الله عليه وسلم - أنه كان يكبر فى الطريق . وأما فى عيد الفطر فلا يجهر بالتكبير عند أبى حنيفة، وعند أبى يوسف ومحمد يجهر، وذكر الطحاوی أنه يجهر فى العیدین جميعاً (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۷۰، کتاب الصلاة، فصل بیان ما يستحب فى يوم العيد)

قلت: هذا خلاف ما مر عنه آنفاً أنه يكبر، وقال أبو جعفر: والذى عندنا أنه لا ينبغي أن يمنع العامة من ذلك لقلّة رغبتهم فى الخيرات، وقال: وبه نأخذ (البنایة شرح الهدایة، ج ۳ ص ۱۰۴، کتاب الصلاة، باب صلاة العیدین)

وقال الفقيه ابو جعفر: والذى عندنا انه لا ينبغي ان تمنع العامة عن ذلك لقلّة رغبتهم فى الخيرات، وبه نأخذ، يعنى انهم اذا منعوا عن الجهر به لا يفعلونه سرا، فينقطعون عن الخير بخلاف العالم الذى يعلم ان الاسرار هو الافضل، ثم قيل يقطع التكبير اذا انتهى الى المصلى سواء فى الفطر اى على القول بالجهر او الاضحى، وقيل لا يقطعه مالم يفتتح الصلاة (غنية المستملی فى شرح منية المصلى، المعروف بشرح الكبير ص ۵۶۷، صلاة العيد)

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:

أَلَا وَإِنَّ هَذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (ابوداؤد) ۱

ترجمہ: خبردار ہو جاؤ، یہ دن کھانے پینے اور اللہ عزوجل کے ذکر کے دن ہیں

(ترجمہ ختم)

اور حضرت زہری سے مرسل روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ فَيَكْبِرُ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وبقولهما قالت الأئمة الثلاثة ، وهو قول على وأبي أمامة الباهلی وعمر بن عبد العزيز والنخعی وابن أبي لیلی وابن جبیر وأبان بن عثمان والحکم وإسحاق وأبی ثور وحماد قال الطحاوی وبہ نأخذ ، ثم ما أول وقت التكبير ؟ اختلف فيه فذهب سعيد بن المسيب وابن سلمة وعروة وزید بن أسلم والشافعی إلى أن أول وقته إذا غربت الشمس ليلة العيد وقال جمهور الصحابة والتابعين والأئمة الثلاثة ابتداءؤه عند الغدو إلى الصلاة لا قبلها واختاره النووي -والله سبحانه أعلم -قال الكمال الخلاف في الجهر بالتكبير في الفطر لا في أصله ؛ لأنه داخل في عموم ذكر الله تعالى فعندهما يجهر به كالأضحى وعنده لا يجهر وعن أبي حنيفة كقولهما ، وفي الخلاصة ما يفيد أن الخلاف في أصل التكبير وليس بشيء إذ لا يمنع من ذكر الله تعالى بسائر الألفاظ في شيء من الأوقات بل من إيقاعه على وجه البدعة فقال أبو حنيفة رفع الصوت بالذكر بدعة تخالف الأمر من قوله تعالى (واذكر ربك في نفسك تضرعا وخيفة ودون الجهر من القول) (الأعراف 205) فيقتصر فيه على مورد الشرع وقد ورد به في الأضحى ، وهو قوله تعالى (واذكروا الله في أيام معدودات) (البقرة: ۲۰۳) جاء في التفسير أن المراد التكبير في هذه الأيام والأولى الاكتفاء فيه بالإجماع عليه ۱ هـ . (قوله وقال أبو جعفر إلخ) يحتمل أن يراد بأبي جعفر هذا الإمام الطحاوی وأن يكون الفقيه الهندواني إذ في غاية السروجي قال الطحاوی والذي عندنا أنه لا ينبغي أن يمنع العامة من ذلك لقلة رغبتهم في الخيرات قال : وبه نأخذ ، وفي الفتاوى الظهيرية وعن الفقيه أبي جعفر أنه كان يقول سمعت أن مشايخنا كانوا يرون التكبير في الأسواق في الأيام العشر ، وفي المعجتي وذكر أبو الليث أن إبراهيم بن يوسف كان يفتي بالتكبير في الأسواق في الأيام العشر قال الهندواني وعندي : لا ينبغي أن تمنع العامة من ذلك لقلة رغبتهم في الخيرات وبه نأخذ هذا في جمع التفاريق قيل لأبي حنيفة ينبغي لأهل الكوفة وغيرها أن يكبروا أيام التشريق في الأسواق والمساجد قال نعم ۱ هـ كذا نقلته من خط العلامة ابن أمير حاج (حاشية الشلبی على التبيين الحقائق ، ج ۱ ص ۲۲۳ ، باب صلاة العيدين ، مندوبات عيد الفطر)

۱ - حديث نمبر ۲۸۱۳ ، كتاب الضحايا ، باب في حبس لحوم الاضاحی ، المكتبة العصرية ، بيروت .

(حكم الألبانی): صحيح .

حَتَّى يَأْتِيَ الْمُصَلِّي، وَحَتَّى يَقْضَى الصَّلَاةُ، فَإِذَا قَضَى الصَّلَاةَ قَطَعَ
التَّكْبِيرَ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ اور عید کی نماز پڑھنے
تک تکبیر کہتے ہوئے تشریف لے جاتے تھے، پھر جب نماز پڑھ لیتے، تو تکبیر ختم
فرمادیتے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ فِي الْعِيدَيْنِ مَعَ
الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ، وَالْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ، وَجَعْفَرٍ، وَالْحَسَنِ،
وَالْحُسَيْنِ، وَأَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، وَأَيُّمَنُ بْنُ أُمِّ أَيُّمَنَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ رَافِعًا صَوْتَهُ بِالتَّهْلِيلِ وَالتَّكْبِيرِ، فَيَأْخُذُ طَرِيقَ
الْحَدَّادِينَ حَتَّى يَأْتِيَ الْمُصَلِّي، وَإِذَا فَرَّغَ رَجَعَ عَلَى الْحَدَّادِينَ حَتَّى
يَأْتِيَ مَنْزِلَهُ (السنن الكبرى للبيهقي) ۲

۱۔ حدیث نمبر ۵۶۶۷، کتاب الصلاة، فی التَّكْبِيرِ إِذَا خَرَجَ إِلَى الْعِيدِ.
قال الالبانی:

وهذا سند صحيح مرسل، ومن هذا الوجه أخرجه المحاملي (۱۴۲/۲) وقد روى من
وجه آخر عن ابن عمر مرفوعاً (إرواء الغلیل فی تخريج أحادیث منار السبیل، باب صلاة
العیدین، تحت حدیث رقم ۶۵۰)

قلت: وهذا إسناد صحيح لولا أنه مرسل لكن له شاهد موصول يتقوى به، أخرجه
البيهقي (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت حدیث رقم ۱۷۱)

۲۔ حدیث نمبر ۶۱۳۰، کتاب صلاة العیدین، باب التَّكْبِيرِ لَيْلَةَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْفِطْرِ الْخ، دارالکتب
العلمیة، بیروت، واللفظ له، صحيح ابن خزيمة، حدیث نمبر ۱۴۳۱، شعب الايمان للبيهقي،
حدیث نمبر ۳۴۴۱.
قال الالبانی:

قلت: ورجاله كلهم ثقات رجال مسلم، غير أن عبد الله بن عمر وهو العمري الكبير،
قال الذهبي: "صديق في حفظه شيء". قلت: فمشله مما يصلح للاستشهاد به، لأن
ضعفه لم يأت من تهمة في نفسه، بل من حفظه، فضعفه يسير، فهو شاهد قوي لمرسل
﴿بقية حاشية الگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن فضل بن عباس، اور عبد اللہ، اور عباس، اور علی اور جعفر، اور حسن اور حسین اور اسامہ بن زید، اور زید بن حارثہ اور ایمین بن ام ایمن رضی اللہ عنہم کے ساتھ بلند آواز سے تہلیل اور تکبیر کہتے ہوئے نکلتے تھے، اور حدّ ادین (نامی علاقہ) کے راستے عید گاہ تک پہنچتے تھے، اور جب (عید کی نماز سے) فارغ ہو جاتے تو حدّ امین (نامی علاقہ) کے راستے سے اپنے گھر میں تشریف لاتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ، وَيَوْمَ الْأَضْحَى يُكَبِّرُ، يَرْفَعُ بِذَلِكَ صَوْتَهُ حَتَّى يَجِيءَ الْمُصَلَّى (شرح مشکل الآثار للطحاوی) ۱

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن بلند آواز سے تکبیر کہتے ہوئے نکلتے تھے، یہاں تک کہ عید گاہ میں پہنچ جاتے تھے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا غَدَا يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ يَجْهَرُ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

الزہری، وبذلك يصير الحديث صحيحا كما تقتضيه قواعد هذا العلم الشريف (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت حديث رقم ۱۷۱) وقال البيهقي: "هذا أمثل من الوجه المتقدم.

قلت: ورجاله ثقات رجال مسلم غير عبد الله بن عمر، وهو العمري المكبر، قال الذهبي: "صدوق في حفظه شيء". "ورمز له هو وغيره بأنه من رجال مسلم، فمثله يستشهد به، فهو شاهد صالح لمرسل الزهري فالحديث صحيح عندى موقوفا ومرفوعا والله أعلم (إرواء الغلیل فی تخريج أحادیث منار السبیل، باب صلاة العيدین، تحت حديث رقم ۶۵۰)

۱ ج ۱ ص ۳۸، باب بیان مشکل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من إظهار التكبير في العيد، وفي أى حال يكون من الطريق إليه، أم بعد الجلوس فيه، واللفظ له، مُصَنَّف ابن أبي شيبة، حديث نمبر ۵۶۶۵.

بِالتَّكْبِيرِ حَتَّى يَأْتِيَ الْمُصَلَّى ثُمَّ يُكَبِّرُ حَتَّى يَأْتِيَ الْإِمَامُ (سنن الدارقطنی) ۱

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن صبح کو بلند آواز سے تکبیر کہتے ہوئے نکلتے تھے، پھر (عید گاہ میں بیٹھ کر بھی) امام کے تشریف لانے تک تکبیر کہتے تھے (ترجمہ ختم)

دیگر صحابہ و تابعین کے بارے میں بھی اس طرح کی کئی روایات مروی ہیں۔ ۲

۱۔ حدیث نمبر ۱۷۱۶، کتاب العیدین، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ له، وحديث نمبر ۱۷۱۲۔

قال الالبانی:

وقد صح من طريق نافع عن ابن عمر موقوفا مثله. ولا منافاة بينه وبين المرفوع لاختلاف المنخرج، كما هو ظاهر، فالحديث صحيح عندي مرفوعا وموقوفا. ولفظ الموقوف "كان يجهر بالتكبير يوم الفطر إذا غدا إلى المصلى حتى يخرج الإمام، فيكبر بتكبيره (أخرجه الفريابي في "كتاب أحكام العیدین" (ق ۱۲۹/۱) بسند صحيح، ورواه الدارقطنی ۸۰ وغيره بزيادة "ويوم الأضحى". وسنده جيد) (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت حديث رقم ۱۷۱۶)

۲۔ عَنْ حَنْشِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا يَوْمَ أَضْحَى لَمْ يَزَلْ يُكَبِّرُ حَتَّى أَتَى الْجَبَانَةَ (سنن الدارقطنی، حدیث نمبر ۱۷۱۱، واللفظ له، مُصَنَّف ابن أبي شيبة، حدیث نمبر ۵۶۷۱، فِي التَّكْبِيرِ إِذَا خَرَجَ إِلَى الْعِيدِ)

عن أبي جميلة، قال: رأيت عليا خرج من منزله يوم العيد فلم يزل يكبر حتى انتهى إلى العجانة، ثم نزل فصلى ثم خطب على راحلته (اللاوسط لابن المنذر، حدیث نمبر ۲۰۷۲) عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: أَرَاهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ؛ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ كَانَ يُكَبِّرُ يَوْمَ الْعِيدِ وَيَذْكُرُ اللَّهَ. (مُصَنَّف ابن أبي شيبة، حدیث نمبر ۵۶۶۶، فِي التَّكْبِيرِ إِذَا خَرَجَ إِلَى الْعِيدِ)

عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: كَانُوا فِي التَّكْبِيرِ فِي الْفِطْرِ أَشَدَّ مِنْهُمْ فِي الْأَضْحَى (سنن الدارقطنی،، حدیث نمبر ۱۷۱۳)

عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَابْنِ مَعْقِلٍ، فَكَانَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ يُكَبِّرُ، يَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالتَّكْبِيرِ، وَكَانَ ابْنُ مَعْقِلٍ يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. (مُصَنَّف ابن أبي شيبة، حدیث نمبر ۵۶۶۸، فِي التَّكْبِيرِ إِذَا خَرَجَ إِلَى الْعِيدِ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر حضرات سے عید کی رات میں بھی تکبیر کہنے کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يُكَبَّرَ يَوْمَ الْعِيدِ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۶۷۲، فِي التَّكْبِيرِ إِذَا خَرَجَ إِلَى الْعِيدِ)

عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زَيَْادٍ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى فَلَمْ يَزَالَا يُكَبِّرَانِ، وَيَأْمُرَانِ مَنْ مَرَّ بِهِ بِالتَّكْبِيرِ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۶۷۹، فِي التَّكْبِيرِ إِذَا خَرَجَ إِلَى الْعِيدِ، وَاللَّفْظُ لَهُ، أَحْكَامُ الْعِيدَيْنِ لِلْفَرِيَابِيِّ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۵)

عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِلْحَكَمِ، وَحَمَادٍ: أَكَبَّرُ إِذَا خَرَجْتُ إِلَى الْعِيدِ؟ قَالَا: نَعَمْ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۶۷۳، فِي التَّكْبِيرِ إِذَا خَرَجَ إِلَى الْعِيدِ)

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ: أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يُكَبِّرُ يَوْمَ الْعِيدِ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۶۷۴، فِي التَّكْبِيرِ إِذَا خَرَجَ إِلَى الْعِيدِ)

عَنْ ابْنِ أَبِي ذُئْبٍ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يُكَبِّرُونَ فِي الْعِيدِ، حِينَ يَخْرُجُونَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ حَتَّى يَأْتُوا الْمُصَلَّى، وَحَتَّى يَخْرُجَ الْإِمَامُ، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ سَكَنُوا، فَإِذَا كَبَّرَ كَبَرُوا. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۶۷۵، فِي التَّكْبِيرِ إِذَا خَرَجَ إِلَى الْعِيدِ)

عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: كُنْتُ أَخْرُجُ مَعَ أَصْحَابِنَا؛ إِبْرَاهِيمَ وَخَيْثَمَةَ، وَأَبِي صَالِحٍ يَوْمَ الْعِيدِ فَلَا يُكَبِّرُونَ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۶۷۰، فِي التَّكْبِيرِ إِذَا خَرَجَ إِلَى الْعِيدِ)

قلت: لعلهم يكبرون سرا، كما هو قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ.

عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: كُنْتُ أَقُودُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَوْمَ الْعِيدِ، فَسَمِعَ النَّاسَ يُكَبِّرُونَ، فَقَالَ: مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ قُلْتُ: يُكَبِّرُونَ، قَالَ: يُكَبِّرُونَ؟ قَالَ: يُكَبِّرُ الْإِمَامُ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: أَمَجَانِينَ النَّاسُ؟ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۶۷۶، فِي التَّكْبِيرِ إِذَا خَرَجَ إِلَى الْعِيدِ)

فقال قائل فقد روى عن عبد الله بن عباس ما يخالف ما في هذه الآثار فذكر ما قد حدثنا بكار بن قتيبة حدثنا أبو عامر العقدي حدثنا ابن أبي ذئب عن شعبة مولى ابن عباس قال كنت أقود ابن عباس إلى المصلى فيسمع الناس يكبرون فيقول ما شأن الناس أيكبر الإمام فأقول لا فيقول أمجانين الناس فكان جوابنا له في ذلك أنه قد يحتمل أن يكون التكبير الذي أنكره ابن عباس لما سمعه كان تكبير من في المصلى وليس ذلك بموضع تكبير فقال من أجل ذلك ما قال إن ذلك الموضع إنما يكبر الناس فيه بعد دخولهم في الصلاة لعيدهم ولتكبير الإمام التكبير الذي يكبره فيها مما يكبر الناس بتكبيره فيها وهو أولى ما حمل عليه ما قد روى عنه من هذا حتى لا يكون خارجا عما رويناه عما سواه في هذا الباب فقال قائل فقد روى عن إبراهيم ما يدل على كراهته كان لذلك فذكر

ما قد حدثنا أحمد بن داود حدثنا محمد بن يحيى بن أبي عمر حدثنا سفيان عن علي بن حي عن إبراهيم النخعي أنه سئل عن التكبير يوم الفطر فقال إنما يفعله الحواكون فكان جوابنا له في ذلك أن ما رويناه في هذا الباب مما تقدمت روايتنا إياه فيه عمن رويناه عنه في أولي أن يؤخذ به مما رويناه

﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مستحب ہونا مروی ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن ابراهيم مما يخالفه وإن كان غير متصل به في إسناده لأن علي بن حنبل لم يلقه ولم يسمع منه وقد روى في تأويل قول الله عز وجل ! (ولتكبروا الله على ما هداكم) ! البقرة ۸۵ ما يدل على ما روى خلاف ذلك مما قد ذكرناه قبله في هذا الباب كما حدثنا ابن أبي داود حدثنا عبد الله بن محمد بن أسماء حدثنا عبد الله بن المبارك عن داود بن قيس قال سمعت زيد بن أسلم يقول ! (ولتكملوا العدة ولتكبروا الله على ما هداكم) ! البقرة ۸۵ قال التكبير يوم الفطر وقد روى عن عطاء بن أبي رباح أن التكبير في العيد سنة.

كما حدثنا أبو أمية قال حدثنا عبد الرحمن بن قيس الضبي قال حدثنا ابن جريج عن عطاء في التكبير يوم العيد قال سنة وفيما قد ذكرنا في هذا الباب مما يوجب التكبير في يوم العيد في الطريق إلى المصلی مما يجب التمسك به وترك خلافه وبالله التوفيق (شرح مشکل الآثار، باب بیان مشکل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من إظهار التكبير في العيد وفي أي حال يكون من الطريق إليه أم بعد الجلوس فيه)

۱۔ حَدَّثَنِي يُونُسُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ زَيْدٍ، كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ " حَقٌّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ إِذَا نَظَرُوا إِلَى هَلَالِ شَوَّالٍ أَنْ يُكَبِّرُوا اللَّهَ حَتَّى يَقْرَعُوا مِنْ عِيدِهِمْ؛ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى ذِكْرُهُ يَقُولُ: (وَلِتَكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ) قَالَ ابْنُ زَيْدٍ: يَنْبَغِي لَهُمْ إِذَا عَدَدُوا إِلَى الْمُصَلَّى كَبَرُوا، فَإِذَا جَلَسُوا كَبَرُوا، فَإِذَا جَاءَ الْإِمَامُ صَمَتُوا، فَإِذَا كَبَّرَ الْإِمَامُ كَبَرُوا، وَلَا يُكَبِّرُونَ إِذَا جَاءَ الْإِمَامُ إِلَّا بِتَكْبِيرِهِ، حَتَّى إِذَا فَرَغَ وَانْقَضَتِ الصَّلَاةُ فَقَبِدَ انْقِضَى الْعِيدُ قَالَ يُونُسُ، قَالَ ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدٍ وَالْجَمَاعَةُ عِنْدَنَا عَلَى أَنْ يَغْدُوا بِالتَّكْبِيرِ إِلَى الْمُصَلَّى (تفسير طبري، ج ۳ ص ۲۲۲، تحت سورة البقرة) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: ثَنَا سُفْيَانُ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: (وَلِتَكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ) قَالَ: " نَرْجُو أَنْ يَكُونَ التَّكْبِيرُ لَيْلَةَ الْفِطْرِ " وَزَعَمَ الْمَكِّيُّونَ أَنَّهُمْ رَأَوْا مَشَايِخَهُمْ يُكَبِّرُونَ لَيْلَةَ الْفِطْرِ إِلَى خُرُوجِ الْإِمَامِ يَوْمَ الْعِيدِ، وَيُظْهِرُونَ التَّكْبِيرَ وَيَرْوْنَهُ سَنَةً، وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ الْيَوْمِ (اخبار مكة للفاكهي، حديث نمبر ۱۷۰۳)

قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَمِنْ السَّنَةِ إِظْهَارُ التَّكْبِيرِ لَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ، مُقِيمِينَ وَسَفَرًا فِي مَنَازِلِهِمْ، وَمَسَاجِدِهِمْ، وَأَسْوَاقِهِمْ، وَبَعْدَ الْغَدْوِ فِي الطَّرِيقِ، وَبِالْمُصَلَّى إِلَى أَنْ يَخْضُرَ الْإِمَامُ. رَوَى عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يَغْدُو إِلَى الْمُصَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ، فَيُكَبِّرُ حَتَّى يَأْتِيَ الْمُصَلَّى، ثُمَّ يُكَبِّرُ بِالْمُصَلَّى حَتَّى إِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ تَرَكَ التَّكْبِيرَ. وَعَنْ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَغُرُورَةَ، وَأَبِي سَلَمَةَ، وَأَبِي بَكْرٍ: يُكَبِّرُونَ لَيْلَةَ الْفِطْرِ فِي الْمَسْجِدِ يَجْهَرُونَ بِالتَّكْبِيرِ.

وَعَنْ غُرُورَةَ وَأَبِي سَلَمَةَ: أَنَّهُمَا كَانَا يَجْهَرَانِ بِالتَّكْبِيرِ حِينَ يَغْدُونَ إِلَى الْمُصَلَّى. وَكَانَ غُمَرُ يُكَبِّرُ فِي قُبَّتِهِ بِمَنَى، فَيَسْمَعُ أَهْلُ الْمَسْجِدِ، فَيُكَبِّرُونَ وَيُكَبِّرُ أَهْلُ الْأَسْوَاقِ، حَتَّى تَرْتَجَّ مَنَى تَكْبِيرًا. ﴿بقیہ حاشیہ گلفے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ان احادیث و روایات سے معلوم ہوا کہ عید الفطر کی رات میں، اور بطور خاص عید کے دن عید کی نماز کے لئے جاتے ہوئے اور عید گاہ میں پہنچ کر امام کی آمد سے پہلے تکبیر کہنا سنت و مستحب ہے، اور تکبیر کا بلند آواز سے کہنا بہتر ہے، اور اگر کوئی آہستہ آواز میں کہے، تو بھی حرج نہیں۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وَقَالَ الْأَسْوَدُ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَكْبِرُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، وَلِلَّهِ الْحَمْدُ.

قَالَ الزُّهْرِيُّ: مَضَتْ السُّنَّةُ إِذَا خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ أَنْ يَكْبِرَ حِينَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ إِلَى الْمُصَلَّى، وَحِينَ يَخْرُجُ الْإِمَامُ، فَإِذَا قَرَعَ مِنَ الصَّلَاةِ قَطْعَ التَّكْبِيرِ، فَكَانَ النَّاسُ يَفْعَلُونَ ذَلِكَ، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ سَكَنُوا، فَإِذَا كَبَّرَ كَبَرُوا.

وَرَوَى أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، وَأَبَا هُرَيْرَةَ كَانَا يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوقِ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ يَكْبِرَانِ، وَيَكْبِرُ النَّاسُ بِتَكْبِيرِهِمَا (شرح السنة، ج ۴ ص ۳۰۱، كتاب الجمعة، باب لا أذان ولا إقامة لصلاة العيد وتقديم الصلاة)

۱۔ وفيه: استحباب التكبير يوم العيد، وكذا في ليلته في طريق المصلى، وروى عن علي، رضى الله تعالى عنه، أنه كبر يوم الأضحى حتى أتى الجبانة، وعن أبي قتادة: أنه كان يكبر يوم العيد حتى يبلغ المصلى، وعن ابن عمر أنه كان يكبر في العيد حتى يبلغ المصلى ويرفع صوته بالتكبير، وهو قول مالك والأوزاعي. وقال مالك: يكبر في المصلى إلى أن يخرج الإمام، فإذا خرج قطعه ولا يكبر إلا إذا رجع. وقال الشافعي: أحب إظهار التكبير ليلة النحر، وإذا غدوا إلى المصلى حتى يخرج الإمام ليلة الفطر عقيب الصلوات في الأضحى. وقال أبو حنيفة: يكبر يوم الأضحى، يخرج في ذهابه ولا يكبر يوم الفطر، وقال الطحاوي: ومن كبر يوم الفطر تأول فيه قوله تعالى: (ولتكبروا الله على ما هداكم) (البقرة: ۱۸۵، والحج: ۳۷). وتأول ذلك زيد بن أسلم، ويجعل ذلك تعظيم الله بالأفعال والأقوال كقوله: (وكبره تكبيرا) (الإسراء: ۱۱۱). والقياس أن يكبر في العيدين جميعا، لأن صلاتي العيدين لا تختلفان في التكبير فيهما، والخطبة بعدهما وسائر سنتهما، وكذلك التكبير في الخروج إليهما (عمدة القارى، ج ۶ ص ۲۹۵، كتاب العيدين، باب حمل العنزة أو الحرية بين يدي الإمام يوم العيد)

واختلف فقهاء الأمصار في ذلك، فروى المعلى عن أبي يوسف عن أبي حنيفة قال: يكبر الذى يذهب إلى العيد يوم الأضحى ويجهر بالتكبير ولا يكبر يوم الفطر وقال أبو يوسف: يكبر يوم الأضحى والفطر وليس فيه شيء موقت، لقوله تعالى: (وَلْتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَذَا عَمْرُو: سألت محمدا عن التكبير في العيدين، فقال: نعم يكبر وهو قولنا. وقال الحسن بن زياد عن أبي حنيفة: إن التكبير في العيدين ليس بواجب في الطريق ولا في المصلى، وإنما التكبير الواجب في

﴿بقية حاشيا کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت عمر، حضرت علی، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم، اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے تکبیر کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

”اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ“ ۱

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ اس طرح تکبیر پڑھا کرتے تھے کہ:

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

صلاة العيد. وذكر الطحاوی أن ابن أبي عمران كان يحكى عن أصحابنا جميعاً أن السنة عندهم في يوم الفطر أن يكبروا في الطريق إلى المصلى حتى يأتوه، ولم تكن نعرف ما حكاها المعلى عنهم..... ولا خلاف بين الفقهاء أن إظهار التكبير ليس بواجب، ومن كبر فإنما فعله استبراء، ومع ذلك فإنه متى فعل أدنى ما يسمى تكبيراً فقد وافق مقتضى الآية، إلا أن ما روى من ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم وعن السلف من الصدر الأول والتابعين في تكبيرهم يوم الفطر في طريق المصلى، يدل على أنه مراد الآية، فالأظهر من ذلك أن فعله مندوب إليه ومستحب لا حتماً واجباً. والذي ذكره ابن أبي عمران هو أولى بمذهب أبي حنيفة وسائر أصحابنا، لما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم من طريق الزهري وإن كان مرسلًا، وعن السلف، فلأن ذلك موافق لظاهر الآية؛ إذ كانت تقتضي تحديد تكبير عند إكمال العدة، والفطر أولى بذلك من الأضحى، وإذا كان ذلك عنده مسنوناً في الأضحى فالفطر كذلك؛ لأن صلاتي العيدين لا تختلفان في حكم التكبير فيهما والخطبة بعدهما وسائر سننهما، فذلك ينبغي أن تكون سنة التكبير في الخروج إليهما (أحكام القرآن للجصاص، ج ۱ ص ۲۷۳، ۲۷۴، سورة البقرة، باب في عدد قضاء رمضان)

۱۔ حدثنا محمد بن الصباح، قال: ثنا عبد الرزاق، عن ابن التيمي، عن الحجاج بن أرطاة، عن عطاء بن أبي رباح، عن عبيد بن عمير، أن عمر: كان يكبر من صلاة الغداة يوم عرفة إلى صلاة الظهر من آخر أيام التشريق يكبر في العصر يقول: الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله، والله أكبر الله أكبر والله الحمد (الاعوسط لابن المنذر، حديث نمبر ۲۱۶۶)

عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ؛ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حديث نمبر ۵۶۹۷، كَيْفَ يُكَبِّرُ يَوْمَ عَرَفَةَ؟) حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي إِسْحَاقَ: كَيْفَ كَانَ تَكْبِيرُ عَلِيٍّ، وَعَبْدُ اللَّهِ؟ فَقَالَ: كَمَا يَقُولَانِ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حديث نمبر ۵۶۹۹، كَيْفَ يُكَبِّرُ يَوْمَ عَرَفَةَ؟) عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: كَانُوا يُكَبِّرُونَ يَوْمَ عَرَفَةَ وَأَحَدُهُمْ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فِي ذِكْرِ الصَّلَاةِ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حديث نمبر ۵۶۹۶، كَيْفَ يُكَبِّرُ يَوْمَ عَرَفَةَ؟)

اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا اللَّهُ أَكْبَرُ وَأَجَلُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ

الْحَمْدُ (مُصَنَّف ابْن أَبِي شَيْبَةَ) ۱

اور بعض حضرات سے صرف اللَّهُ أَكْبَرُ کے الفاظ بھی مروی ہیں۔ ۲
پس گنجائش تو ان میں سے کسی بھی الفاظ کے کہہ لینے کی ہے، لیکن حضرت عمر، حضرت علی اور
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی تکبیر زیادہ جامع ہونے کے ساتھ ساتھ امت میں متعارف
بھی ہے، (کیونکہ اس میں تکبیر، تہلیل، اور تحمید کے تینوں جملے موجود ہیں) اس لئے ہمارے
فقہائے کرام نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ ۳

(۱۴)..... نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھالینا

عید الفطر کا دن کیونکہ کھانے پینے کا دن ہے، اور اس دن کو رمضان کے دنوں سے کھانے پینے
کے اعتبار سے امتیاز حاصل ہے، اس لئے عید الفطر کی نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھالینا

۱۔ حدیث نمبر ۵۷۰۱، کتاب الصلاة، كَيْفَ يُكَبِّرُ يَوْمَ عَرَفَةَ؟

۲۔ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَمِيدٌ، أَنَّ الْحَسَنَ كَانَ يُكَبِّرُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ (مُصَنَّف ابْن أَبِي شَيْبَةَ، حدیث نمبر ۵۷۰۰، كَيْفَ يُكَبِّرُ يَوْمَ عَرَفَةَ؟)

۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: ثَنَا حُجَّاجٌ، قَالَ: ثَنَا حَمَادٌ، عَنْ حُجَّاجٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ: كَانَ يُكَبِّرُ يَوْمَ عَرَفَةَ صَلَاةَ الْفَجْرِ إِلَى الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ. وَبِهِ قَالَ النَّخَعِيُّ، وَالثَّوْرِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَسَفْيَانُ، وَمُحَمَّدُ. وَقَالَتْ طَائِفَةٌ: يُكَبِّرُ ثَلَاثًا، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، هَذَا قَوْلُ مَالِكٍ، وَالشَّافِعِيُّ، وَبِهِ قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ. وَفِيهِ قَوْلُ ثَالِثٍ: وَهُوَ أَنْ يَقُولَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، اللَّهُ أَكْبَرُ وَأَجَلُ، اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ، رَوَيْنَا هَذَا الْقَوْلَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ (الْأَوْسَطُ لِابْنِ الْمُنْذَرِ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۲۱۲۸)

اختلفت الروايات عن الصحابة -رضي الله عنهم- في تفسير التكبير، روى الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله، والله أكبر الله أكبر ولله الحمد وهو قول علي وابن مسعود -رضي الله عنهما-، وكان ابن عمر يقول: الله أكبر الله أكبر وأجل، الله أكبر ولله الحمد، وبه أخذ الشافعي.

وكان ابن عباس يقول: الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله الحي القيوم يحيي ويميت وهو على كل شيء قدير، وإنما أخذنا بقول علي وابن مسعود -رضي الله عنهما-؛ لأنه المشهور والمتوارث من الأمة؛ ولأنه أجمع لاشتماله على التكبير والتهيل والتحميد فكان أولى (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۱۹۵، كتاب الصلاة، فصل حكم التكبير في أيام التشريق)

سنت ہے۔

چنانچہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ، وَكَانَ لَا يَأْكُلُ يَوْمَ النَّحْرِ حَتَّى يَرْجِعَ (سنن ابن ماجہ) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کچھ کھائے بغیر نہیں نکلتے تھے، اور عید الاضحیٰ کے دن (عید کی نماز سے) لوٹ کر ہی کھاتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْفِطْرِ، لَمْ يَخْرُجْ حَتَّى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ يَأْكُلُهُنَّ إِفْرَادًا (مسند احمد) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن چند طاق عدد کھجوریں کھائے بغیر (عید کی نماز کے لئے) نہیں جاتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عطاء سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

إِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا يَغْدُوَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ، فَلْيَفْعَلْ (مسند احمد) ۳

ترجمہ: اگر تمہیں اس چیز کی استطاعت ہو، کہ تم میں سے کوئی عید الفطر کے دن کچھ کھائے بغیر (عید کی نماز کے لئے) نہ نکلے، تو اسے چاہئے کہ ایسا کرے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ:

۱۔ حدیث نمبر ۱۷۵۶، کتاب الصیام، باب فی الأکل یوم الفطر قبل أن ینخرج.

۲۔ حدیث نمبر ۱۲۲۶۸، مؤسسة الرسالة، بیروت.

فی حاشیة مسند احمد: حدیث صحیح، وهذا إسناد حسن من أجل مُرجی بن رجاء، وباقي رجاله رجال الشيخين.

۳۔ حدیث نمبر ۲۸۶۶، مؤسسة الرسالة، بیروت.

فی حاشیة مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

مِنَ السَّنَةِ أَنْ لَا تَخْرُجَ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى تَخْرِجَ الصَّدَقَةَ، وَتَطْعَمَ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ (المعجم الكبير للطبرانی) ۱

ترجمہ: یہ بات سنت سے تعلق رکھتی ہے کہ آپ عید الفطر کے دن (عید کی نماز کے لئے) نکلنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دیں، اور نکلنے سے پہلے کچھ کھالیں (ترجمہ ختم) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِذَا خَرَجْتَ يَوْمَ الْعِيدِ، يَعْنِي الْفِطْرَ، فَكُلْ وَلَوْ تَمْرَةً (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: جب آپ عید الفطر کے دن (عید کی نماز کے لئے) نکلیں، تو کچھ کھالیں، اگرچہ ایک کھجور (یا چھوڑا) ہی سہی (ترجمہ ختم)

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے بھی اسی قسم کی روایت مروی ہے۔ ۳

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

كَانَ النَّاسُ يَأْكُلُونَ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجُوا (مصنف عبدالرزاق) ۴

ترجمہ: صحابہ کرام عید الفطر کے دن نکلنے سے پہلے کچھ کھالیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح کے الفاظ میں روایت مروی ہے۔ ۵

۱۔ حدیث نمبر ۱۱۲۹۶، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ، واللفظ لہ، سنن دارقطنی، حدیث نمبر ۱۷۰۹، وحدیث نمبر ۲۱۳۶، المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۳۵۱۔

۲۔ حدیث نمبر ۵۶۳۱، کتاب الصلاۃ، فی الطعام یوم الفطر قبل ان یرجأ الی المصلی۔ قال الالبانی: وإسناده صحیح، وعبدالله هذا هو الأنصاری أبو الولید (السلسلة الصحيحة، تحت حدیث رقم ۳۰۳۸)

۳۔ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي عُبَيْلَةَ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، قَالَتْ: كُلُّ قَبْلَ أَنْ تَعْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ، وَلَوْ تَمْرَةً (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۶۳۹)

۴۔ حدیث نمبر ۵۷۴۱، کتاب صلاۃ العیدین، باب الاکل قبل الصلاۃ، المکتب الاسلامی، بیروت۔

۵۔ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: "كَانَ الْمُسْلِمُونَ يَأْكُلُونَ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الصَّلَاةِ، وَلَا يَقْعَلُونَ ذَلِكَ يَوْمَ النَّحْرِ" (سنن البیہقی، حدیث نمبر ۶۱۶۳، واللفظ لہ،

معرفة السنن والآثار، حدیث نمبر ۱۹۱۴، احکام العیدین للفریابی، حدیث نمبر ۱۸)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

مِنَ السَّنَةِ أَنْ تَخْرُجَ إِلَى الْعِيدِ مَا شِئَا، وَأَنْ تَأْكُلَ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ
(ترمذی) ۱

ترجمہ: سنت یہ ہے کہ آپ عید کے دن (نماز عید کے لئے) پیدل نکلیں، اور آپ
نکلنے سے پہلے کچھ کھالیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

سُنَّةُ الْفِطْرِ ثَلَاثُ الْمَشْيِ إِلَى الْمُصَلَّى، وَالْأَكْلُ قَبْلَ الْخُرُوجِ،
وَالْإِغْتِسَالُ (احکام العیدین للفریابی) ۲

ترجمہ: عید الفطر کے دن یہ تینوں کام سنت ہیں، عید کی نماز کی جگہ کی طرف پیدل
جانا، اور نکلنے سے پہلے کچھ کھالینا، اور غسل کرنا (ترجمہ ختم)

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الالبانی:

وفی معنی حدیث الترجمة ما رواه البيهقي ۲۸۳/۳ بسند صحيح عن سعيد بن
المسيب قال: كان المسلمون يأكلون يوم الفطر قبل الصلاة، ولا يفعلون ذلك يوم
النحر. فإن (المسلمون) في هذا الأثر إنما هم أصحاب النبي - صلى الله عليه وسلم -
الذين تلقوا هذه السنة من النبي - صلى الله عليه وسلم -، وهي المقصودة بقول ابن
عباس: (من السنة)؛ كما هو مقرر في علم مصطلح الحديث.
على أن للحديث شواهد كثيرة صريحة الرفع إلى النبي - صلى الله عليه وسلم -؛
كحديث أنس: (كان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - لا يغدو يوم الفطر حتى يأكل
تمرات) رواه البخاري وغيره. وزاد بعض الضعفاء (سبع تمرات) (السلسلة
الصحيحة، تحت حديث رقم ۳۰۳۸)

۱۔ حدیث نمبر ۵۳۰، ابواب العیدین، باب ما جاء في المشي يوم العيد، شركة مكتبة ومطبعة
مصطفى البابي الحلبي - مصر، واللفظ له، سنن البيهقي، حديث نمبر ۶۱۵۸۔
قال الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

۲۔ حدیث نمبر ۲۶، باب ما روى أن السنة المشي إلى العیدین، مكتبة العلوم والحكم - المدينة
المنورة.

قال الالبانی: وإسناده صحيح (ارواء الغلیل، تحت حديث رقم ۶۳۶)

اور حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

مَصَبَتِ السَّنَةِ أَنْ تَأْكُلَ قَبْلَ أَنْ تَعْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱
ترجمہ: یہ سنت چلتی آرہی ہے کہ آپ عید الفطر کے دن نکلنے سے پہلے کچھ کھالیں
(ترجمہ ختم)

ان احادیث و روایات سے معلوم ہوا کہ عید کے دن عید کی نماز کو جانے سے پہلے کچھ کھالینا سنت ہے، اور یہ سنت کسی بھی قسم کی چیز کے کھالینے سے ادا ہو جاتی ہے۔
اور اگر طاق عدد کھجور یا چھوڑے کھالے، خواہ ایک ہی ہو، تو یہ زیادہ بہتر ہے، تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اتباع ہو جائے۔

اور بعض اہل علم حضرات نے فرمایا کہ اگر کسی کو کھجور وغیرہ میسر نہ ہو، تو پھر کوئی بھی میٹھی چیز کھالینا بہتر ہے (کیونکہ میٹھی چیز کو کھجور کے ساتھ مشابہت حاصل ہے) ۲

۱۔ حدیث نمبر ۵۶۲۰، کتاب الصلاة، فی الطعام يوم الفطر قبل ان يخرج إلى المصلى.

۲۔ بعض تابعین سے شہد کا چائٹا اور بعض سے چپاٹی کا ایک لقمہ، یا دودھ یا پانی کا پینا بھی ثابت ہے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل سنت تو کسی چیز کا کھالینا ہے، اور کھجور بہتر ہے، اور وہ نہ ہو تو میٹھی چیز ورنہ کسی بھی چیز کے استعمال سے اس سنت پر عمل ہو جاتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان۔

أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: "إِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا يَغْدُوَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ، فَلْيَفْعَلْ" قَالَ: "فَلَمْ أَدْعَ أَنْ أَكُلْ قَبْلَ أَنْ أَغْدُو مِنْذُ سَمِعْتُ ذَلِكَ مِنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَأَكُلُ مِنْ طَرَفِ الصَّرِيقَةِ الْأَكْلَةَ، أَوْ أَشْرَبُ اللَّبْنَ، أَوْ الْمَاءَ، قُلْتُ: فَعَلَامَ يُؤَوَّلُ هَذَا؟ قَالَ: سَمِعْتُ أُظْنَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كَانُوا لَا يَخْرُجُونَ حَتَّى يَمْتَدَّ الضَّحَاءُ، فَيَقُولُونَ: نَطْعَمُ لِنَلَا نَعَجَلَ عَنْ صَلَاتِنَا" (مسند احمد، حدیث نمبر ۲۸۶۶)

فی حاشیہ مسند احمد: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔

الصَّرِقُ مُحَرَّكَ أَهْمَلُهُ الْجَوْهَرِيُّ وَقَالَ ابْنُ الْأَعْرَابِيِّ: هُوَ الرَّقِيقُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ. قَالَ: وَإِنَّهُمْ يَقُولُونَ: الصَّرِيقَةُ كَسْفِينَةٌ هِيَ: الرُّقَاقَةُ مِنَ الْخُبْزِ. وَمِنْهُ حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ كَانَ يَأْكُلُ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الْمُصَلَّى مِنْ طَرَفِ الصَّرِيقَةِ وَيَقُولُ: إِنَّهُ سُنَّةٌ هَكَذَا رَوَى بِالْقَافِ وَالزَّاءِ قَالَ الْأَزْهَرِيُّ: وَغَوَّامُ النَّاسِ يَقُولُ: الصَّلِيقَةُ بِاللَّامِ. وَرَوَاهُ الْحَطَّابِيُّ فِي غَرِيبِهِ فِي حَدِيثِ عَطَاءٍ بِالْقَافِ. قَالَ: هَكَذَا رَوَى وَهُوَ بِالْقَافِ. قَالَ الْفَرَّاءُ: جَ صَرِيقٌ وَصَرِيقٌ بَضْمَتَيْنِ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اگر کھجور یا میٹھی چیز کے علاوہ کچھ بھی کھالیا جائے، تب بھی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

اور بعض حضرات کے نزدیک یہ سنت مرد حضرات کے علاوہ عورتوں اور ان لوگوں کے لئے بھی ہے، جو عید کی نماز ادا نہ کریں۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وَصَرَائِقُ زَادَ غَيْرُهُ: وَضُرُوقُ. وَرُؤِیَ فِی حَدِیْثِ عُمَرَ - رَضِیَ اللہ عَنْہُ: - لَوْ شِئْتُ لِلْعَوْتِ بِصَرَائِقٍ وَصِنَابٍ وَالْأَعْرَثُ بِصَلَائِقٍ حَكَاهُ الْهَرَوِيُّ فِی الْغَرِیْبِیْنِ. وَمِمَّا يُسْتَدْرَكُ عَلَيْهِ: صَرْقُ الْخَبْرِ مُحَرَّكَةٌ: جَبَّيْذَةُ لُغَةً فِی السَّبَنِ حَكَاهُ ابْنُ شُمَيْلٍ (تاج العروس من جواهر القاموس، مادہ، ص ر ق) (الرقاق) الرقيق والمرقق والخبز المنبسط الرقيق يقال خبز رقاق ومشى مشيا رقاقا سهلا واحده رقاقة (المعجم الوسيط، باب الرءاء)

أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، قَالَ: عَدَوْتُ مَعَ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدٍ بْنِ مُقَرِّنٍ يَوْمَ فِطْرِ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا سُوَيْدٍ، هَلْ طَعِمْتُ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ تَغْدُو؟ قَالَ: لَعَقْتُ لَعَقَةً مِنْ عَسَلٍ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۶۳۱) عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنِ ابْنِ مَعْقِلٍ؛ أَنَّهُ لَعَقَ لَعَقَةً مِنْ عَسَلٍ، ثُمَّ خَرَجَ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۶۳۲)

۱۔ ويستحب يوم الفطر أن يأكل شيئا قبل الصلاة والأولى أن يكون تمرًا إن تيسر وإلا فشيئا حلوا ويوم الأضحى يؤخر الأكل إلى ما بعد الصلاة (منية المصلى، فصل في صلاة العيد) ويستحب يوم الفطر أن يأكل شيئا قبل الصلاة لما روى انس كان عليه الصلاة والسلام لا يغدوا يوم الفطر حتى يأكل تمرات ويأكلهن وترا رواه البخارى، فلذا ينبغي ان يكون المأكول تمرًا ان وجد، والا فشيئا حلوا (حلبى كبير صفحه ۵۶۲، فصل في صلاة العيد)

قال المصنف رحمه الله * (والسنة ان يأكل في يوم الفطر قبل الصلاة ويمسك يوم النحر حتى يفرغ من الصلاة لما روى بريدة رضى الله عنه قال "كان النبی صلى الله عليه وسلم لا يخرج يوم الفطر حتى يطعم ويوم النحر لا يأكل حتى يرجع فيأكل من نسيكته" والسنة أن يأكل التمر ويكون وترا لما روى انس رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم "كان لا يخرج يوم الفطر حتى يأكل تمرات ويأكلهن وترا (المجموع شرح المذهب، ج ۵ ص ۵، باب صلاة العیدین)

ويستحب في عيد الفطر أن يأكل شيئا قبل خروجه إلى الصلاة ولا يأكل في الأضحى حتى يصلى ويرجع. قلت ويستحب أن يكون المأكول تمرًا إن أمكن ويكون وترا والله أعلم (روضة الطالبين وعمدة المفتين، للنووى، ج ۲ ص ۷۶، فصل في السنن المستحبة ليلة العيد ويومه)

مسألة: قال: (وأكلوا إن كان فطرا) السنة أن يأكل في الفطر قبل الصلاة، ولا يأكل في الأضحى حتى يصلى. وهذا قول أكثر أهل العلم؛ منهم على، وابن عباس، ومالك والشافعي وغيرهم، لا نعلم فيه خلافا قال: أنس: (كان النبی صلى الله عليه وسلم لا يغدو يوم الفطر حتى يأكل تمرات) رواه

﴿بقية حاشيا کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملفوظ رہے کہ آج کل بعض عوام عید کی رات کو اور عید کے دن نماز سے پہلے تک بھوکا پیاسا رہنے کو روزہ کا نام دیتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ عید کی رات میں روزہ ہوتا ہے اور وہ عید کے

﴿گزشتہ صفحہ کا نتیجہ حاشیہ﴾

البخاری .وفی رواية استشهد بها " :ويأكلهن وترا . " وروی عن بریدة ، قال (كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یخرج یوم الفطر حتی یفطر ، ولا یطعم یوم الأضحی حتی یصلی) .

رواہ الأثرم ، والترمذی ، ولفظ رواية الأثرم " :حتی یضحی . " ولأن یوم الفطر یوم حرم فیہ الصیام عقیب وجوبہ ، فاستحب تعجیل الفطر لإظهار المبادرة إلى طاعة الله تعالى ، وامتنال أمره فی الفطر علی خلاف العادة ، والأضحی بخلافه . ولأن فی الأضحی شرع الأضحیة والأکل منها ، فاستحب أن یكون فطره علی شیء منها . قال أحمد :الأضحی لا یأکل فیہ حتی یرجع إذا كان له ذبح ؛ لأن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أكل من ذبیحته ، وإذا لم یکن له ذبح لم یبال أن یأكل .

فصل :والمستحب أن یفطر علی التمر ؛ لأن النبی صلی اللہ علیہ وسلم كان یفطر علیہ ، ویأكلهن وترا ، لقول أنس :یأكلهن وترا ؛ ولأن الله تعالى وتر یحب التمر ، ولأن الصائم یتستحب له الفطر كذلك (المغنی ، لابن قدامة المقدسی ، ج ۲ ص ۲۷۵ ، باب صلاة العیدین)

ذكر ما یتستفاد منه :فیہ :أن السنة لا یخرج إلى المصلی یوم عید الفطر إلا بعد أن یطعم تمرات وترا وله شواهد(عمدة القاری ، ج ۶ ص ۲۷۵ ، باب الأكل یوم الفطر قبل الخروج)

(قوله ونذب یوم الفطر أن یطعم ویغتسل ویستاک ویطیب ویلبس أحسن ثیابه) اقتداء بالنبی - صلی اللہ علیہ وسلم - یتستحب کون ذلک المطعوم حلوا لما روى البخاری کان -علیہ الصلاة والسلام -لا یغدو یوم الفطر حتی یأكل تمرات ویأكلهن وترا وأما ما یفعله الناس فی زماننا من جمع التمر مع اللبن والفطر علیہ فلیس له أصل فی السنة (البحر الرائق ، ج ۲ ص ۱۷۱ ، کتاب الصلاة ، باب العیدین)

(قوله حلوا) قال فی فتح القدر یتستحب کون ذلک المطعوم حلوا لما فی البخاری کان -علیہ الصلاة والسلام -لا یغدو یوم الفطر حتی یأكل تمرات ویأكلهن وترا . اهـ .

قلت :فالظاهر أن التمر أفضل کما اقتضاه هذا الخبر فإن لم یجد یأكل شیئا حلوا ثم رأیته فی شرح المنیة (قوله ولو قرویا) کذا فی الشرنبلالیة ولعله یشیر إلى أن ذلک لیس من سنن الصلاة بل من سنن الیوم لأن فی الأکل مبادرة إلى قبول ضیافة الحق سبحانه وإلى امتثال أمره بالإفطار بعد امتثال أمره بالصیام تأمل (ردالمحتار ، جزء ۲ ، صفحہ ۱۶۸ ، باب العیدین)

واستحب فی عید الفطر أن یأكل قبل الخروج إلى المصلی تمرات ثلاثا أو خمساً أو سبعاً أو أقل أو أكثر بعد أن یكون وترا وإلا ما شاء من أى حلوا کان کذا فی العینی شرح الكنز ولو لم یأكل قبل الصلاة لا یأثم ولو لم یأكل بعدها إلى العشاء ربما یعاقب علیہ والأضحی کالفطر فیہا إلا أنه یتبرک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دن صبح کو کھجور یا میٹھی چیز سے افطار کیا جاتا ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں، اور یہ لاعلمی کی بات ہے، روزہ تو پورے دن کا ہوتا ہے اور عید کے دن تو ویسے ہی روزہ رکھنا گناہ ہے، البتہ عید کی نماز سے پہلے کچھ کھا لینا سنت ہے، مگر وہ روزہ نہیں، نہ اس میں روزہ کا ثواب ہے، نہ روزہ کی نیت ہے اور نہ ہی یہ حکم فرض، واجب ہے، صرف سنت ہے، جس کی تفصیل اوپر ذکر کی جا چکی۔

(۱۵)..... ایک راستے سے جانا اور دوسرے سے واپس آنا

عید کے دن جس راستے سے عید کی نماز کے لئے جائیں اس کے علاوہ سے واپس آنا سنت ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ

(بخاری) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن (عید کی نماز کے لئے آتے جاتے ہوئے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأكل حتى يصلي العيد كذا في القنية وفي الكبرى الأكل قبل الصلاة يوم الأضحى هل هو مكروه فيه روايتان والمختار أنه لا يكره لكن يستحب له أن لا يفعل كذا في التتارخانية ويستحب أن يكون أول تناولهم من لحوم الأضاحى التى هى ضيافة الله كذا فى العينية شرح الهداية (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۴۹، ۱۵۰، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر فى صلاة العیدین)

ونذب "أى استحب لمصلى العيد" فى "يوم" الفطر ثلاثة عشر شيئا أن يأكل "بعد الفجر قبل ذهابه للمصلى شيئا حلوا كالسكر" و "نذب" أن يكون المأكول تمرا "إن وجد" و "أن يكون عدده" وترا "لما روى عن البخارى عن أنس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم": لا يغدو يوم الفطر حتى يأكل تمرات ويأكلهن وترا "ولو لم يأكل قبلها لا يأثم ولو لم يأكل فى يومه ذلك ربما يعاقب كذا فى الرواية (مراقى الفلاح شرح متن نور الإيضاح، ص ۲۰۰، باب صلاة العیدین)

قال فى مختصر الوقار يستحب للمرء أن يطعم يوم الفطر بعد صلاة الصبح شيئا من الحلو إن أمكن قبل صعوده المصلى انتهى. قال فى التوضيح قال الباجى: ويستحب أن يكون فطره على تمرات (مواهب الجليل لشرح مختصر الخليل، ج ۲ ص ۱۹۴، كتاب الصلاة، فصل فى أحكام صلاة العید)

۱۔ حدیث نمبر ۹۸۶، کتاب الجمعة، باب من خالف الطريق إذا رجع يوم العيد، دار طوق النجاة، بيروت.

ایک دوسرے کے) مخالف راستے کو اختیار فرماتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ إِلَى الْعِيدَيْنِ، رَجَعَ فِي غَيْرِ الطَّرِيقِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ (صحیح ابن حبان) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب عیدین (کی نماز) کی طرف نکلتے تھے، تو اس راستے کے علاوہ سے لوٹ کر آتے تھے، جس راستے سے تشریف لے جاتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ إِلَى الْعِيدَيْنِ مِنْ طَرِيقٍ، وَيَرْجِعُ مِنْ طَرِيقٍ أُخْرَى (مسند احمد) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین (کی نماز) کی طرف ایک راستے سے تشریف لے جاتے تھے، اور دوسرے راستے سے واپس تشریف لاتے تھے (ترجمہ ختم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح ایک راستے سے جانے، اور دوسرے راستے سے واپس آنے میں محدثین نے مختلف حکمتیں و مصلحتیں بیان فرمائی ہیں۔

بہر حال اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کی نماز کے لئے ایک راستے سے جانا، اور دوسرے راستے سے واپس آنا سنت ہے۔ ۳

۱۔ حدیث نمبر ۲۸۱۵، کتاب الصلاة، باب العیدین، مؤسسة الرسالة، بیروت.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية صحيح ابن حبان)

۲۔ حدیث نمبر ۵۸۷۹، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ له، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۱۱۵۶.

في حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

۳۔ (وعن جابر قال: كان النبي -صلى الله عليه وسلم -إذا كان يوم عيد خالف الطريق) أي: رجع في غير طريق الخروج، قيل: والسبب فيه وجوه منها: أن يشمل أهل الطريقين بركته وبركة من معه من المؤمنين. ومنها: أن يستفتي منه أهل الطريقين. ومنها: إشاعة ذكر الله، ومنها: التحرز

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر پورا راستہ مختلف نہ ہو سکے، تو جتنا راستہ مختلف ہو سکے، اتنا اختیار کر لینے سے امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ سنت ادا ہو جائے گی۔

اور اگر کوئی عذر ہو، تو ایک ہی راستے سے آنے جانے میں بھی کوئی گناہ نہیں۔

(۱۶)..... صدقہ کرنا

عید کے دن اپنی وسعت و حیثیت کے مطابق صحیح مستحقین و مساکین کو صدقہ کرنا بھی سنت و مستحب ہے، بشرطیکہ صحیح مستحقین اور غریبوں کا انتخاب کیا جائے، اور پیشہ ور بھکاریوں سے اجتناب کیا جائے۔

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عن کید الکفار . ومنہا اعتیاد أخذہ ذات الیمین حیث عرض لہ سبیلان، ومنہا :أخذ طریق أطول فی الذہاب إلی العبادۃ لیکثر خطاہ فیزید ثوابہ، وأخذ طریق أخصر لیسرع إلی مٹواہ، کذا قالہ الطیبی، وتبعہ ابن حجر، وفیہ أن هذا لا یصلح أن یکون سببا لتعدد الطريق ؛ لأن طول الطريق إلی المسجد لیس مقصودا بالذات، نعم هذا یصلح أن یکون سببا لاختیار الأطول علی الأخصر عند التعارض، مع أنه قد یقال : ینبغی أن یختار الأقرب مبادرة إلی الطاعة، ومسارعة إلی العبادۃ، بخلاف حال المراجعة . ومنہا :أن یتصدق علی فقراء الطريقین . ومنہا :أن یشہد لہ الطریقان . ومنہا :أن یزور قبور أقرابہ . ومنہا :أن یزداد المنافقون غیظا إلی غیظہم . ومنہا :التفاؤل بتغیر الحال . ومنہا :أن لا یکثر الازدحام . ومنہا :أن عدم التکرار أنشط عند طباع الأنام(مرفقة، ج ۳ ص ۱۰۶۶، کتاب الصلاة، باب صلاة العیدین)

وفی الجملة الاقتداء بہ سنة؛ لاحتمال بقاء المعنی الذی فعلہ من أجلہ، ولأنہ قد یفعل الشیء لمعنی ویبقى فی حق غیرہ سنة، مع زوال المعنی، کالرمی والاضطباع فی طواف القدوم، فعلہ هو وأصحابہ لإظهار الجلد للکفار، وبقي سنة بعد زوالہم(المغنی لابن قدامة، ج ۲ ص ۲۸۹، کتاب الصلاة، باب صلاة العیدین)

والتاسع ان یرجع من طریق غیر الطريق الذی خرج منه لان النبی علیہ السلام کان یفعل ذلک(النتف فی الفتاوی، ج ۱ ص ۹۹، کتاب الصلاة)

(و) یسن (رجوعہ) ای المصلی (فی غیر طریق غدوہ) لحديث جابر (کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا خرج إلی العید خالف إلی الطريق) رواہ البخاری ورواہ مسلم عن أبی ہریرۃ وعلتہ شهادة الطریقین، أو تسویتہ بینہما فی التبرک بمرورہ، أو سرورہما بمرور، أو الصدقة علی فقرائہما ونحوہ فلذا قال (وکذا جمعة) ولا یمتنع فی غیرہا (شرح منتهی الارادات، کتاب الصلاة، باب احکام صلاة العیدین)

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں مروی ہے کہ:
فَصَلَّى، ثُمَّ خَطَبَ وَلَمْ يَذْكُرْ أَذَانًا وَلَا إِقَامَةً، ثُمَّ أَمَرَ بِالصَّدَقَةِ (بخاری) ۱
ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عید کی) نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا، اور
اذان اور اقامت نہیں کہی، پھر صدقہ کا حکم فرمایا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْعِيدِ، فَيُصَلِّي
بِالنَّاسِ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ يُسَلِّمُ فَيَقِفُ عَلَى رِجْلَيْهِ فَيَسْتَقْبِلُ النَّاسَ وَهُمْ
جُلُوسٌ، فَيَقُولُ تَصَدَّقُوا تَصَدَّقُوا (سنن ابن ماجہ) ۲
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن تشریف لے جاتے تھے، پھر لوگوں کو
دو رکعت پڑھاتے تھے، پھر سلام پھیرتے تھے، پھر (منبر وغیرہ کے بجائے) اپنے
پاؤں پر کھڑے ہو جاتے تھے، اور لوگوں کی طرف رخ کر لیتے تھے، اور لوگ بیٹھے
ہوتے تھے، پھر فرماتے تھے کہ صدقہ کرو، صدقہ کرو (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْعِيدِ فَيُصَلِّي
رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ يَخْطُبُ فَيَأْمُرُ بِالصَّدَقَةِ، فَيَكُونُ أَكْثَرُ مَنْ يَتَصَدَّقُ
النِّسَاءُ (سنن نسائی) ۳

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن تشریف لے جاتے تھے، پھر دو

۱۔ حدیث نمبر ۷۳۲۵، کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما ذكر النبي صلى الله عليه وسلم وحض على اتفاق أهل العلم الخ، دار طوق النجاة، بيروت، واللفظ له، سنن أبي داود، حدیث نمبر ۱۱۳۶۔

۲۔ حدیث نمبر ۱۲۸۸، کتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في الخطبة في العیدین۔
۳۔ حدیث نمبر ۱۵۷۹، کتاب صلاة العیدین، باب حث الإمام على الصدقة في الخطبة، مکتب المطبوعات الإسلامية - حلب۔

رکتیں پڑھاتے تھے، پھر خطبہ دیتے تھے، پھر صدقے کا حکم فرماتے تھے، اور اکثر صدقہ خواتین دیا کرتی تھیں (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عید کے دن صدقہ کرنا مرد و عورت سب کے لئے سنت و مستحب ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن صدقہ کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ ۱۔

(۱۷)..... اہل و عیال کے لیے وسعت کرنا

عید کے دن صدقہ کی ترغیب دی گئی ہے، اور اپنے ضرورت مند رشتہ دار اور اہل و عیال پر نفلی صدقہ کی فضیلت زیادہ ہے۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا، فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلَا هِلَكَ، فَإِنْ فَضَلَ عَنْ أَهْلِكَ شَيْءٌ فَلِذِي قَرَابَتِكَ، فَإِنْ فَضَلَ عَنْ ذِي قَرَابَتِكَ شَيْءٌ فَهَكَذَا وَهَكَذَا يَقُولُ فَبَيْنَ يَدَيْكَ وَعَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ

۱۔ الثانی: فیہ الحث علی الصدقة لأنها من أفعال الخیرات والمیراث فإن الحسنات یذهبن السیئات، ولا سیمما فی مثل یوم العیدین لا اجتماع للأغنیاء والفقراء، وتحسر الفقراء عند رؤیتهم الأغنیاء وعلیهم الثیاب الفاخرة، ولا سیمما الأیتام الفقراء والأرامل الفقیرات، فإن الصدقة علیهم فی مثل هذا الیوم مما یقل تحسیرهم وهمهم، وإما تخصیصه، صلی اللہ علیہ وسلم النساء فی ذلك الیوم، حیث أمرهن بالصدقة فلغلبة البخل علیهن، وقلة معرفتهن بثواب الصدقة وما یترب علیها من الحسن والفضل فی الدنیا قبل یوم الآخرة (عمدة القاری، ج ۳ ص ۲۷۲، کتاب الحیض، باب ترک الحائض الصوم)

واکثار الصدقة (الدر المختار مع شرحه رد المحتار ج ۲ ص ۱۶۹، باب العیدین کذا فی درر الحکام شرح غرر الحکام جلد ۱، باب صلاة العیدین، وکذا فی الموسوعة الفقہیة، جلد ۲)
(و) تسن (الصدقة) فی یومی العیدین إغناء للفقراء عن السؤال (شرح منتهی الارادات کتاب الصلاة، باب احکام صلاة العیدین)

(و) یسن یوم العیدین (التوسعة علی الأهل والصدقة) علی الفقراء لیغنیهم عن السؤال (کشاف القناع عن متن الاقناع، ج ۲ ص ۵۲، باب صلاة العیدین)

شِمَالِک (مسلم) ۱

ترجمہ: آپ اپنی ذات پر خرچ کرنے سے ابتداء کریں، پھر اگر (ضروری اخراجات کے بعد) کچھ بچ جائے، تو اپنے گھر والوں پر خرچ کریں، پھر اگر آپ کے گھر والوں سے بھی کچھ بچ جائے، تو اپنے رشتہ داروں پر خرچ کریں، پھر اگر اپنے رشتہ داروں سے بھی کچھ بچ جائے، تو اس طرح اور اس طرح یعنی اپنے آگے اور دائیں بائیں (کے ضرورت مندوں پر) خرچ کریں (ترجمہ ختم)

اپنے گھر والوں میں، اپنے عیال دار (بیوی، بچے) داخل ہیں۔ ۲

اس کے علاوہ کئی احادیث میں ضرورت مند رشتہ داروں پر صدقہ کی زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ۳

۱۔ حدیث نمبر ۹۹۷، کتاب الزکاة، باب الابتداء فی النفقة بالنفس ثم أهله ثم القربة، دار إحياء التراث العربی - بیروت.

۲۔ ثم قال (ابداً بنفسک) : ای فی الإنفاق (فتصدق علیها) : ای : فإنيها أحق بها وأهلها فإنها مركب الروح فی سلوكها (فإن فضل) : بفتح العين ای زاد (شیء) : ای منها (فلاهلک) : ای : مما يعولک (فإن فضل عن أهلک شیء فلذی قرابتک) : ای : إما وجوباً أو استحباباً (مرقاة، ج ۶ ص ۲۲۳، کتاب العتق، باب إعتاق العبد المشترك وشراء القريب والعتق فی المرض) (ابداً) بالهمزة وبدونه فيه وفيما بعده كما ذكره الزركشي (بنفسک) ای بما تحتاجه من مؤنة وغيرها . والنفس ما به ينفس المرء علی غیره استبداداً منه واكتفاء بوجود نفاسه علی من سواه ذكره الحارثي والمراد هنا الذات ای قدم ذاتک فیما تحتاج إلیه من نحو نفقة وكسوة (فتصدق علیها) لأنک المخصوص بالنعمة المنعم علیک بها فتلقاها بالقبول وقدم مهجرتک وحاجتک علی من تعول وسمى الإنفاق علیها صدقة لأنه قرابة إذا کان من حلال وكفاً وقد ينتهی إلی الوجوب وذلك عند الاضطرار (فإن) وفي رواية " : ثم إن " (فضل) بفتح الضاد ومضارعه بضمها وبكسر الضاد فمضارعه بفتحها وفضل بالكسر بفضل بالضم شاذ (شیء فلاهلک) ای زوجتک . قال الراغب : يعبر عن امرأة الرجل بأهله وذلك لأن نفقتها معاوضة وما بعدها مواساة (فإن فضل عن أهلک شیء فلذی قرابتک) لأنهم فی الحقيقة منک فیحصل بذلك الجبر التام بالمواساة وصلة الأرحام ثم إن حمل علی التطوع شمل کل قريب أو الواجب اختص بمن تجب نفقته من أصل وفرع عند الشافعي وغيرهما أيضاً عند غيره وله تفاريع فی الفروع (فیض القدير للمناوی، تحت حدیث رقم ۴۶، ج ۱ ص ۷۳، ۷۴، ۷۵، حرف الهمزة)

۳۔ عَنْ عُمَرُو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ زَيْنَبَ، أُمِّ رَسُولِ اللَّهِ، قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلنِّسَاءِ : تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ خُلُيْكُنَّ قَالَتْ : وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ خَفِيفَ ذَاتِ الْيَدِ،

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس سے معلوم ہوا کہ عید کے دن حسبِ حیثیت اپنے اہل و عیال اور گھر والوں کے لیے وسعت کرنا بھی باعثِ اجر و ثواب ہے، جس میں گھر والوں کے لئے اچھے لباس اور کھانے پینے وغیرہ کا انتظام بھی داخل ہے۔

اور اگر نقدی کی شکل میں وسعت کی جائے، تو بھی حرج نہیں، بشرطیکہ اس میں غلو نہ ہو۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فَقَالَتْ لَهُ: أَيَسْعُنِي أَنْ أَصْعَ صَدَقَتِي فِيكَ وَفِي بَنِي أَخِي يَتَامَى، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: سَلِي عَنْ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: فَاتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَاذًا عَلَى بَابِهِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهَا: زَيْنَبُ تَسْأَلُ عَمَّا أَسْأَلُ عَنْهُ، فَخَرَجَ إِلَيْنَا بِلَالٌ، فَقُلْنَا لَهُ: انْطَلِقْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلْهُ عَنْ ذَلِكَ، وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ، فَانْطَلَقَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ هُمَا؟ قَالَ: زَيْنَبُ قَالَ: أَيُّ الزَّيَابِ؟ قَالَ: زَيْنَبُ امْرَأَةُ عَبْدِ اللَّهِ وَزَيْنَبُ الْأَنْصَارِيَّةُ قَالَ: "نَعَمْ، لَهُمَا أَجْرَانِ: أَجْرُ الْقَرَابَةِ، وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ" (سنن نسائي، حديث نمبر ۲۵۸۳)

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الصَّبِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الصَّدَقَةُ عَلَى الْمُسْكِينِ صَدَقَةٌ، وَعَلَى ذِي الْقَرَابَةِ اثْنَتَانِ: صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ" (سنن ابن ماجه، حديث نمبر ۱۸۴۴)

۱۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر عیدی کے عنوان سے بغیر رسم و رواج کے اپنے اہل و عیال اور اقارب بالخصوص ضرورت مند عزیزوں کی مدد کی جائے، تو باعثِ اجر و ثواب ہے، اور مروجہ عیدی کی اصل بھی یہی معلوم ہوتی ہے، مگر آج کل جو اس میں غلو ہونے لگا ہے، اور اس میں کئی مکرات شامل ہو گئے ہیں، ان سے بچنے کی ضرورت ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

وَأَمَّا صَدَقَةُ التَّطَوُّعِ فَيَجُوزُ صَرْفُهَا إِلَى هَؤُلَاءِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى نَفْسِهِ صَدَقَةٌ وَعَلَى عِيَالِهِ صَدَقَةٌ وَكُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ (تحفة الفقهاء، ج ۱ ص ۳۰۲، کتاب الزکاة، باب من یوضع فیہ الصدقة)

(و) یسن (التوسعة على الأهل) لأنه سرور (شرح منتهی الارادات کتاب الصلاة، باب احکام صلاة العیدین)

(و) یسن یوم العیدین (التوسعة على الأهل والصدقة) على الفقراء لیغنیهم عن السؤال (کشاف القناع عن متن الاقناع، ج ۲ ص ۵۲، باب صلاة العیدین)

والسنة فی عید الفطر التوسعة فیہ علی الأهل بأی شیء کان من المأكول، إذ لم یرد الشرع فیہ بشیء معلوم فمن وسع علی أهله فیہ، فقد امتثل السنة، ویجوز أن یتخذ فیہ طعاما معلوما، إذ هو من المباح لکن بشرط عدم التکلف فیہ وبشرط أن لا یجعل ذلک سنة یستن بها فمن خالف ذلک فکانه ارتکب کبیره، وإذا وصل الأمر إلى هذا الحد ففعل ذلک بدعة، إذ أنه بسبب ذلک ینسب إلى السنة ما لیس منها، وكذلك یشتراط فیہ أن یکون علی لسان العلم (المدخل لابن الحاج، ج ۱ ص ۲۸۷، الموسم الثانی عید الفطر)

(۱۸)..... خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا

عید کا دن کیونکہ خوشی و مسرت کا دن ہے، بلکہ عید کے ایک معنی بھی خوشی و مسرت کے ہیں، اس لئے اپنے گھر والوں اور عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے اور منکرات سے بچتے ہوئے بشارت کا اظہار کرنا اور غیض و غضب سے پرہیز کرنا اور عفو و درگزر سے کام لینا بھی عبادت و ثواب ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تُغْنِيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ، قَالَتْ وَلَيْسَتْا بِمُغْنِيَتَيْنِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَمَرَ امِيرُ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَلِكَ فِي يَوْمٍ عِيدٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهَذَا عِيدُنَا (بخاری) ۱

ترجمہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور میرے پاس انصار کی دو لڑکیاں جنگ بعاث کے دن کے انصار کی بہادری کے شعر ترنم سے پڑھ رہی تھیں، اور وہ لڑکیاں گانے والے نہیں تھیں، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ شیطانی گانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں؟ اور وہ عید کا دن تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر! ہر قوم کی عید (خوشی) کا دن ہوتا ہے اور یہ ہماری عید (یعنی خوشی) کا دن ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ عید کے دن شرعی حدود میں رہتے ہوئے خوشی کا اظہار اور غصے سے پرہیز کرنا، اور الغرض خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے مسرت و فرحت کا

۱۔ حدیث نمبر ۹۵۲، کتاب الحجۃ، باب سنة العیدین لاهل الاسلام، دار طوق النجاة، بیروت، واللفظ للہ، مسلم، حدیث نمبر ۸۹۲، مسند احمد، حدیث نمبر ۲۵۰۲۸۔

اظہار کرنا عبادت ہے۔ ۱

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

۱ (تقاولت) : تفاعل من القول أى : تناشدت وتفاخرت به . (الأنصار) أى : بما يخاطب الأنصار بعضهم بعضا فى الحرب من الأشعار التى تفاخر فيها الحيان الأوس والخزرج . (يوم بعثت) : بضم الباء ، اسم موضع من المدينة على ميلين ، والأشهر فيه ترك الصرف قاله العسقلاني . وفى النهاية : بالعين المهملة ، ومن قال بالمعجمة فقد صحف ، وهو اسم حصن للأوس جرى الحرب فى هذا اليوم عند هذا الحصن بين الأوس والخزرج ، وكانت فيه مقتلة عظيمة ، وكانت النصره للأوس ، واستمرت بينهما مائة وعشرين سنة حتى زالت يمين قدم رسول الله - صلى الله عليه وسلم - وفيه نزل قوله - عز وجل : (لو أنفقت ما فى الأرض جميعا ما ألفت بين قلوبهم ولكن الله ألف بينهم) (الأنفال: ۶۳) ذكره الطيبي : وقال تعالى فى حقهم أيضا : (واذكروا نعمة الله عليكم إذ كنتم أعداء فألف بين قلوبكم فأصبحتم بنعمته إخوانا وكنتم على شفا حفرة من النار فانقذكم منها) (آل عمران: ۱۰۳) . (والنبي - صلى الله عليه وسلم - متغش) أى : مغطى وملتبس . (بثوبه ، فانتهرهما أبو بكر) أى : زجرهما بكلام غليظ عن الغناء بحضرته - عليه الصلاة والسلام - لما تقرر عنده من منع اللهو والغناء مطلقا ، ولم يعلم أنه - عليه الصلاة والسلام - قررهن على هذا النذر اليسير . (فكشف النبي - صلى الله عليه وسلم - عن وجهه ، فقال " : دعهما ") أى : اتركهما . (" يا أبا بكر فإنها ") أى : أيام منى أو الأيام التى نحن فيها (" . أيام عيد ") : سماها عيدا لمشاركتها يوم العيد فى عدم جواز الصوم فيها قاله ابن الملك ، وفى مقاله نظر ، والأظهر ما قاله ابن حجر : أى : أيام سرور وفرح ، وهذا من جملته . وقال النووي : أجازت الصحابة غناء العرب الذى فيه نشاد وترنم والحداء ، وفعلوه بحضرته - عليه الصلاة والسلام - وبعده ، ومثله ليس بحرام حتى عند القائلين بحرمة الغناء ، وهم أهل العراق ، ولا يجرح الشاهد قال : وفى الحديث أن مواضع الصالحين تنزه عن اللهو ، وإن لم يكن فيه إثم ، وأن التابع الكبير إذا رأى بحضرته ما لا يليق به ينكره إجلالا للكبير أن يتولى ذلك بنفسه .

(وفى رواية " : يا أبا بكر ") : كذا فى نسخة السيد بإثبات الهمزة بعد حرف النداء فى الأول دون الثانى إشارة إلى جواز الأمرين ، فإن الأول القياس الخطي ، والثانى الرسم القرآنى . (" إن لكل قوم ") أى : من الأمم السالفة من الأقوام المبطله " . عيدا ") : كالنيروز للمجوس وغيرهم ، وجعل علماءنا التشبه بهم كلبس ثياب الزينة ، ولعب البيض ، وصبغ الحناء ، واللهو والغناء على وجه التعظيم لليوم كفرا . (" وهذا ") أى : هذا الوقت . (" عيدا ") أى : معاشر الإسلام . قال الطيبي : وهذا اعتذار منه - عليه الصلاة والسلام - بأن إظهار السرور فى يوم العيدين شعار أهل الدين ، وليس كسائر الأيام . وفى شرح السنة : كان الشعر الذى تغنيان به فى وصف الحرب والشجاعة ، وفى ذكره معونة بامر الدين ، وأما الغناء بذكر الفواش والمنكرات من القول ، فهو المحظور من الغناء ، وحاشا أن يجرى شئ من ذلك بحضرته - عليه الصلاة والسلام (مرقاة المفاتيح ج ۳ ص ۱۰۶ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة العيدين)

كَانَتِ الْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ يَوْمَ عِيدٍ، فَدَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَكُنْتُ أَطْلُعُ مِنْ عَاتِقِهِ فَأَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَهَا فَإِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهَذَا عِيدُنَا (مسند احمد) ۱

ترجمہ: حبشہ کے لوگ عید کے دن (جنگلی مشق کا) کھیل کود کیا کرتے تھے، پس
مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، تو میں آپ کے کندھے کے پیچھے سے
جھانک کر ان کو دیکھنے لگی، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے (جنہوں نے اس پر
ناگواری کا اظہار فرمایا) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانے دیجئے، ہر قوم کی
عید (یعنی خوشی) کا دن ہوتا ہے، اور یہ ہماری عید (یعنی خوشی) کا دن ہے (ترجمہ ختم)
یہ جنگلی مشقیں عید کے دن خوشی کے اظہار کا ایک طریقہ تھیں، جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے منع نہیں فرمایا، اور ان کی یہ کہہ کر اجازت مرحمت فرمائی، کہ یہ خوشی کا دن ہے۔
جس سے عید کے دن شرعی حدود میں رہتے ہوئے خوشی کے اظہار اور غنودہ درگزر کا ثواب ہونا
معلوم ہوا۔ ۲

۱۔ حدیث نمبر ۲۵۵۳۲، مؤسسة الرسالة، بیروت.

فی حاشیة مسند احمد: رجالہ ثقات رجال الشیخین.

۲۔ قال المحب الطبري هذا السياق يشعر بأن عادتهم ذلك في كل عيد ووقع في رواية ابن حبان
لما قدم وفد الحبشة قاموا يلعبون في المسجد وهذا يشعر بأن الترخيص لهم في ذلك بحال
القدوم ولا تنافي بينهما لاحتمال أن يكون قدومهم صادف يوم عيد وكان من عادتهم اللعب في
الأعياد ففعلوا ذلك كعادتهم ثم صاروا يلعبون يوم كل عيد ويؤيده ما رواه أبو داود عن أنس قال
لما قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة لعبت الحبشة فرحا بذلك لعبوا بحرأبهم ولا شك أن
يوم قدومه صلى الله عليه وسلم كان عندهم أعظم من يوم العيد قال الزين بن المنير سماه لعبا وإن
كان أصله التدريب على الحرب وهو من الجدل لما فيه من شبه اللعب لكونه يقصد إلى الطعن ولا
يفعله ويوهم بذلك قرنه ولو كان أباه أو ابنه (فتح الباری لابن حجر، ج ۲ ص ۴۴۳، قوله باب
الحراب والدرق يوم العيد)

فأوضح له النبي صلى الله عليه وسلم الحال وعرفه الحكم مقرونا ببيان الحكمة بأنه يوم عيد أي يوم
سرور شرعي فلا ينكر فيه مثل هذا كما لا ينكر في الأعراس (فتح الباری لابن
حجر، ج ۲ ص ۴۴۲، قوله باب الحراب والدرق يوم العيد)

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چند متعلقہ مسائل

اب عید کے دن سے متعلق چند مزید باتیں ذکر کی جاتی ہیں۔
(۱)..... فجر کے بعد عید کی نماز سے پہلے گھریا کسی بھی جگہ کوئی نفل نماز پڑھنا مرد و عورت دونوں کے لئے مکروہ ہے۔

اور عید کی نماز کے بعد جہاں عید کی نماز ادا کی ہے وہاں نفل پڑھنا مکروہ ہے کسی دوسری جگہ یا گھر میں مرد و عورت دونوں کے لئے مکروہ نہیں۔

البتہ قضاء نماز عید سے پہلے پڑھنے میں حرج نہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ وہ عید گاہ میں یا مسجد میں دوسروں کے سامنے نہ پڑھی جائے، تاکہ لوگوں کو غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومن آداب العید : إظهار البشاشة والسرور فيه أمام الأهل والأقارب والأصدقاء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۲۵۰)

واظهار البشاشة (رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۱۶۹، باب العیدین)
وزاد فی الحاوی القدسی ان من المستحبات التزین وان يظهر فرحاً وبشاشة (البحر الرائق جلد ۲ صفحہ ۱۵۸، باب العیدین)

یوم العید یوم انبساط وانسراح یغتفر فیہ ما لا یغتفر فی غیرہ (عمدة القاری، ۲ ص ۲۶۷، کتاب الخوف، باب الحراب والدرق یوم العید)

۱ (وبكره النفل قبل صلاة العید) مطلقاً؛ (و) كذا يكره (بعدها في الجبابة) أي الصحراء والمراد بها فناء المصر المعد لصلاة العید والجمعة ولا فرق في هذا الحكم بين الجبابة والجامع (وينتقل) في غير الجبابة أما (في مسجده) أي مسجد محلته (أو في بيته) (منية المصلى، كتاب الصلاة) إذا قضى صلاة الفجر قبل صلاة العید لا بأس به ولو لم يصل صلاة الفجر لا يمنع جواز صلاة العید وكذا يجوز قضاء الفوائت القديمة قبلها لكن لو قضاها بعدها فهو أحب وأولى (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۵۰، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر في صلاة العیدین)

وعامة أصحابنا على أنه لا يتطوع قبل صلاة العید لا في المصلى ولا في بيته، فأول الصلاة في هذا اليوم صلاة العید والله أعلم (المحيط البرهاني، ج ۱ ص ۲۹۷، فصل بيان ما يكره من التطوع) و "يكره التنفل" قبل "صلاة" العید ولو "تنفل" في المنزل و "كذا" بعده "أي العید" في المسجد "أي مصلى العید" لا في المنزل في اختيار الجمهور لأنه صلى الله عليه وسلم كان لا

﴿بقية حاشية الگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(اس کے بارے میں احادیث و روایات عید کی نماز کے بیان میں آتی ہیں)

(۲)..... عید کے دن مبارک باد دینے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ اس کو ضروری اور لازم نہ

سمجھا جائے (اس مسئلے کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے مستقل عنوان کے تحت ذکر کی جائے گی)

(۳)..... عید کے دن معانقہ و مصافحہ عید کی سنت و مستحب نہیں (اس مسئلے کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ

آگے مستقل عنوان کے تحت ذکر کی جائے گی)

(۴)..... عید کے دن قبرستان جانا سنت سے ثابت نہیں، لہذا اس کو سنت نہیں سمجھنا چاہئے،

اور آج کل قبرستان جانے کو عید کا بہت ضروری عمل شمار کیا جاتا ہے، جو کہ درست نہیں (اس مسئلے

کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے مستقل عنوان کے تحت ذکر کی جائے گی)

(۵)..... بعض لوگ عید کے دن غیر شرعی زیب و زینت کرتے ہیں، جو کہ گناہ ہے، عید کے

دن شریعت کے موافق زیب و زینت کرنا ثواب ہے، نہ کہ شریعت کے خلاف (اس مسئلے کی

تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے مستقل عنوان کے تحت ذکر کی جائے گی)

(۶)..... عید کی نماز خواتین پر لازم نہیں ہے، اُن کو اپنے گھر میں رہتے ہوئے ہی دوسرے

مسنون کام انجام دینا چاہئے (اس مسئلے کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے مستقل عنوان کے تحت ذکر کی جائے گی)

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

یصلی قبل العید شیئا فإذا رجع إلى منزله صلی رکعتین (مواقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص ۷۷،
فصل فی الاوقات المکروهه)

قوله: "فی المصلی اتفاقا" فی القہستانی عن المضمرات أنها لا تکره فی ناحیة المسجد عند ابن
مقاتل فکانہ لم یعتبر خلافه والکراهة تثبت مطلقا ولو فی صلاة الضحی أو تحیة المسجد وسواء من
تجب علیه صلاة العید وغیره حتی یکره للنساء أن یصلین الضحی یوم العید قبل صلاة الإمام کما
فی النهر وغیره عن الخانیة قوله: "لأن رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ" "أی مع حرصه علی
النوافل فلولاً لکراهة الفعل (حاشیة الطحاوی علی المرقی، ص ۵۳۱، ۵۳۲)

(و یکره التنفل قبل صلاة العید) مطلقا؛ (و) کذا یکره (بعدها) ای بعد صلاة العید، لکن (فی
الجبانة) فقط وهی الصحراء والمراد بها فناء المصر المعد لصلاة العید والجمعة ولا فرق فی هذا
الحکم بین الجبانة والجامع (و ینتفل) فی غیر الجبانة أما (فی مسجده) ای مسجد محلته (أو
فی بینه) لما تقدم من الدلیل فی بیان اوقات الکراهة (غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی،
المعروف بشرح الكبير ص ۳۶۵، کراهیة الصلاة)

(۷)..... بعض لوگ عید کے دن بھیک مانگنے کے پیشہ میں مبتلا ہوتے ہیں، جبکہ یہ دن تو اللہ سے مانگنے کا دن ہے اور بلا ضرورت مانگنا یا اس کو پیشہ بنانا تو ویسے ہی گناہ ہے، اس کی عید کے مبارک دن میں کیسے اجازت ہو سکتی ہے؟

(۸)..... عید کے دن اگر کوئی عذر نہ ہو تو شرعی حدود میں رہتے ہوئے اپنے عزیز و اقارب سے ملاقات کے لیے جانانی نفسہ جائز ہے لیکن اس کو ضروری سمجھنا یا اگر کوئی ملاقات کرنے نہ آ سکے، اس پر ناگواری کا اظہار کرنا جائز نہیں۔

(۹)..... مروجہ عیدی کا لین دین کوئی خاص عید کی سنت نہیں، اور اگر کوئی سنت اور ضروری سمجھے بغیر خوشی کے طور پر اپنی حسبِ حیثیت کسی کے ضرورت مند ہونے یا کے پیشِ نظر بطور ہدیہ کے دے دے اور نہ دینے کی صورت میں کوئی اعتراض و الزام بھی نہ ہو اور ادلہ بدلی بھی پیشِ نظر نہ ہو تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر اس قسم کی کوئی خرابی شامل ہو تو پھر جائز نہیں (اس مسئلے کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے مستقل عنوان کے تحت ذکر کی جائے گی)

(۱۰)..... بعض لوگ عید جیسے مبارک دن پتنگ بازی اور اس جیسے دوسرے گناہ میں مصروف ہو کر یہ بابرکت وقت اور اس رسم میں پیسہ برباد کرتے ہیں، اور اگر خود پتنگ بازی یا دوسرے گناہ میں مصروف نہ ہوں تو اپنی اولاد کو اس کے لیے پیسے اور مواقع فراہم کرتے ہیں۔

ان سب چیزوں کا عید کے مبارک دن سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور عید کے دنوں میں یہ کام کرنا زیادہ بُرائی کا حامل ہے، جن سے اہتمام کے ساتھ بچنے بچانے کی ضرورت ہے۔

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ.

عید کی نماز کے احکام و آداب

نماز عید کا حکم

عید کے دن دو رکعت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکرانہ کے طور پر مقرر کی گئی ہیں، جس کو عید کی نماز کہا جاتا ہے۔

اور عید کی نماز بعض حضرات کے نزدیک سنت، اور بعض کے نزدیک فرض کفایہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سمیت بعض حضرات کے نزدیک واجب ہے، لیکن اس کے واجب ہونے کی کچھ شرائط ہیں، جن کا آگے ذکر آتا ہے۔ ۱۔

۱۔ وأما صلاة العيد، فاختلف العلماء فيها على ثلاثة أقوال:

أحدها: أنها سنة مستنونة، فلو تركها الناس لم يأتوا. هذا قول الثوري ومالك والشافعي وإسحاق وأبي يوسف، وحكي رواية عن أحمد. واختلفوا: هل يقاتلون على تركها؟ وفيه وجهان للشافعية. وقال أبو يوسف: آمرهم وأضر بهم؛ لأنها فوق النوافل، ولا أقاتلهم؛ لأنها دون الفرائض. وقد يتعلق لهذا القول بإخبار النبي -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- عن المصلي يوم العيد أنه أصاب السنة. ولا دليل فيه؛ فإن السنة يراد بها الطريقة الملازمة الدائمة، كقوله: (سُنَّةُ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا) والقول الثاني: أنها فرض كفاية فإذا أجمع أهل بلد على تركها أثموا وقوتلوا على تركها. وهو الظاهر مذهب أحمد، نص عليه في رواية المروذي وغيره. وهو قول طائفة من الحنفية والشافعية. والقول الثالث: أنها واجبة على الأعيان كالجمعة. وهو قول أبي حنيفة، ولكنه لا يسميها فرضاً. وحكي أبو الفرج الشيرازي -من أصحابنا- رواية عن أحمد: أنها فرض عين. وقال الشافعي -في (مختصر المزني)-: من وجب عليه حضور الجمعة وجب عليه حضور العيدين. وهذا صريح في أنها واجبة على الأعيان. وليس ذلك خلافاً لإجماع المسلمين، كما ظنه بعضهم (فتح الباري لابن رجب، ج ۸، ص ۴۲۴، ۴۲۵، أبواب العيدين)

(تجب صلاتهما) في الأصح (على من تجب عليه الجمعة بشرائطها) المتقدمة (سوى الخطبة) فإنها سنة بعدها، وفي القية: صلاة العيد في القرى تكرر تحريماً أي لأنه اشتغال بما لا يصح لأن المصر شرط الصحة (الدر المختار)

(قوله: في الأصح) مقابله القول بأنها سنة وصححه النسفي في المنافع لكن الأول قول الأكثرين كما في المجتبى ونص على تصحيحه في الخانية والبدائع والهداية والمحيط والمختار والكافي

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (سورہ کوثر)

ترجمہ: پس آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور نحر کیجئے (ترجمہ ختم)

ایک تفسیر کے مطابق ”فَصَلِّ“ ”نماز پڑھئے“ سے مراد عید کی نماز ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

النفسى. وفى الخلاصة هو المختار لأنه - صلى الله عليه وسلم - واطب عليها وسمها فى الجامع الصغير سنة لأن وجوبها ثبت بالسنة حلية قال فى البحر: والظاهر أنه لا خلاف فى الحقيقة لأن المراد من السنة: المؤكدة بدليل قوله: ولا يترك واحد منهما وكما صرح به فى المبسوط، وقد ذكرنا مرارا أنها بمنزلة الواجب عندنا ولهذا كان الأصح أنه يأتى بترك السنة المؤكدة كالأوجب. اهـ. وسيأتى له نظير ذلك فى تكبير التشريق وفيه كلام ستعرفه (رد المحتار، ج ۲ ص ۱۶۶، ۱۶۷، كتاب الصلاة، باب العيدين)

۱۔ قال عكرمة وعطاء وقادة فصل لربك صلوة العيد يوم النحر ونحر نسكك فعلى هذا يثبت به وجوب صلوة العيد والاضحية (التفسير المظهرى، تحت آیت ۳ من سورة الكوثر)

(فَصَلِّ لِرَبِّكَ) صَلَاةُ عِيدِ النَّحْرِ (وَانْحَرْ) نُسُكُك (تفسير الجلالين، تحت آیت ۳ من سورة الكوثر) وَمِنْ سُورَةِ الْكَوْثَرِ قَوْلُهُ تَعَالَى: (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ)؛ قَالَ الْحَسَنُ: "صَلَاةُ يَوْمِ النَّحْرِ وَنَحْرُ الْبُذْنِ" وَقَالَ عَطَاءٌ وَمُجَاهِدٌ: "صَلَّ الصُّبْحُ بِجَمْعٍ وَانْحَرْ الْبُذْنُ يَبْنَى". قَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَهَذَا التَّأْوِيلُ يَتَضَمَّنُ مَعْنَيْنِ: أَحَدُهُمَا: إِيْحَابُ صَلَاةِ الْأَضْحَى، وَالثَّانِي: وَجُوبُ الْأَضْحَى، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِيمَا سَلَفَ. وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمِ الْجَحْدَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) قَالَ: وَضَعَ الْيَدِ الْيُمْنَى عَلَى السَّاعِدِ الْأَيْسَرِ ثُمَّ وَضَعَهُ عَلَى صَدْرِهِ. "وَرَوَى أَبُو الْجَوْزَاءِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) قَالَ: "وَضَعَ الْيُمْنَى عَلَى الشِّمَالِ عِنْدَ النَّحْرِ فِي الصَّلَاةِ". وَرَوَى عَنْ عَطَاءٍ أَنَّهُ رَفَعَ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ. وَقَالَ الْفَرَّاءُ: "يَقَالُ: اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ بِنَحْرِهِ". فَإِنْ قِيلَ: يُبْطِلُ التَّأْوِيلَ الْأَوَّلَ حَدِيثُ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: (خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَضْحَى إِلَى الْبَقِيعِ، فَبَدَأَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ وَقَالَ: إِنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نَبْدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ وَافَقَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ ذَلِكَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَلَةٌ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ)، فَسُمِّيَ صَلَاةُ الْعِيدِ وَالنَّحْرِ سُنَّةً، فَقَدْ عَلِيَ أَنَّهُ لَمْ يُؤْمَرْ بِهِمَا فِي الْكِتَابِ. قِيلَ لَهُ: لَيْسَ كَمَا ظَنَنْتَ؛ لِأَنَّ مَا سَنَّهُ اللَّهُ وَفَرَضَهُ فَجَائِزٌ أَنْ نَقُولَ: هَذَا سُنَّتُنَا وَهَذَا فَرَضُنَا كَمَا نَقُولُ: هَذَا دِينُنَا، وَإِنْ كَانَ اللَّهُ فَرَضَهُ عَلَيْنَا، وَتَأْوِيلُ مَنْ تَأَوَّلَهُ عَلَى حَقِيقَةِ نَحْرِ الْبُذْنِ أَوَّلَى؛ لِأَنَّهُ حَقِيقَةُ اللَّفْظِ وَلَئِنْ لَمْ يُعْقَلْ بِإِطْلَاقِ اللَّفْظِ غَيْرُهُ؛ لِأَنَّ مَنْ قَالَ: نَحْرٌ فَلَا يَوْمَ؛ عَقِلَ مِنْهُ نَحْرُ الْبُذْنِ وَلَمْ يُعْقَلْ مِنْهُ وَضْعُ الْيُمْنَى عَلَى الْيَسَارِ؛ وَبَدَّلَ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ الْأَوَّلَ اتِّفَاقَ الْجَمِيعِ عَلَى أَنَّهُ لَا يَضَعُ يَدَهُ عِنْدَ النَّحْرِ. وَقَدْ رَوَى عَنْ عَلِيٍّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَضَعَ الْيُمْنَى عَلَى الْيَسَارِ أَسْفَلَ السُّرَّةِ، وَقَدْ رَوَى عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَضَعُ يُمْنَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ مِنْ وَجْهِهِ كَثِيرَةً (احكام القرآن للجصاص، تحت سورة الكوثر)

اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز کا حکم نازل ہونے کے بعد ہمیشہ عید کی نماز ادا فرمائی ہے اور کبھی اس کو ناغہ نہیں فرمایا۔

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر آج تک امت کا اس پر برابر عمل رہا ہے۔ ۱۔
عید کی نماز کا حکم عائد ہونے اور عید کی نماز صحیح ہونے کی اکثر شرائط جمعہ کی نماز کی طرح ہیں۔ ۲۔
چنانچہ عید کی نماز کا حکم عائد ہونے کے لئے مندرجہ ذیل چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱)..... عاقل ہونا (مجنون و پاگل عید کی نماز کا مکلف نہیں)

(۲)..... بالغ ہونا (نابالغ عید کی نماز کا مکلف نہیں)

(۳)..... آزاد ہونا (شرعی غلام عید کی نماز کا مکلف نہیں)

(۴)..... صحت مند ہونا (بیمار اور مریض عید کی نماز کے مکلف نہیں)

(۵)..... سر دھونا (عورت عید کی نماز کی مکلف نہیں)

(۶)..... مقیم ہونا (مسافر عید کی نماز کا مکلف نہیں)

تاہم کوئی نابالغ، غلام، بیمار، مسافر، یا عورت عید کی نماز پڑھے، تو ادا ہو جاتی ہے۔ ۳۔

۱۔ والدلیل علی وجوبها اشارة الكتاب ولتكمملوا العدة ولتكبروا لله على ما هداكم وقوله تعالى فصل لربك وانحر فان في الاول اشارة الى صلوة عيد الفطر وفي الثاني اشارة الى صلوة العيد النحر والسنة وهو ثابت بالنقل المستفيض عنه صلى الله عليه وسلم انه واظب عليها من غير ترك وهو دليل الوجوب وكذا عمل الخلفاء الراشدين من بعد من غير ترك (فتح الملهم شرح صحيح مسلم ج ۲ ص ۲۲۳)

۲۔ (وشرائطها كشرائط الجمعة وجوبا وأداء) تمييز أى كشرائط وجوب الجمعة وجوب أدائها من نحو الإقامة والمصر فلا يصلى أهل القرى والبادى (سوى الخطبة) فإنها تجب فى الجمعة لا فى العيد (مجمع الانهر، ج ۱ ص ۱۷۲، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، شرائط صلاة العيد) ۳۔ الذكورة، والعقل، والبلوغ، والحرية، وصحة البدن، والإقامة من شرائط وجوبها كما هى من شرائط وجوب الجمعة حتى لا تجب على النساء والصبيان والمجانين والعبيد بدون إذن مواليهم والزمنى والمرضى والمسافرين، كما لا تجب عليهم لما ذكرنا فى صلاة الجمعة ولأن هذه الأعذار لما أثرت فى إسقاط الفرض فلا تثر فى إسقاط الواجب أولى، وللمولى أن يمنع عبده عن حضور العيدين كما له منعه عن حضور الجمعة لما ذكرنا هناك (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۷۵، فصل شرائط وجوب وجواز صلاة العيدين)

(قوله وشرط وجوبها: الإقامة والذكورة والصحة ﴿بقية حاشيا﴾ گئے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اور عید کی نماز صحیح ہونے کے لئے ان چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے:

- (۱)..... نماز عید کا وقت ہونا (پس وقت گزرنے کے بعد عید کی نماز درست نہیں)
- (۲)..... نماز عید باجماعت پڑھنا (پس بغیر جماعت کے عید کی نماز درست نہیں)
- (۳)..... مصر یعنی شہر یا قصبہ ہونا (پس گاؤں یا جنگل میں عید کی نماز درست نہیں) ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والحرية وسلامة العينين والرجلين) فلا تجب على مسافر، ولا على امرأة، ولا مريض، ولا عبد ولا أعمى، ولا مقعد؛ لأن المسافر يخرج في الحضور، وكذا المريض والأعمى والعبد مشغول بخدمة المولى والمرأة بخدمة الزوج فعذرُوا دفعاً للخرج والضرر، ولم أر حكم الأعمى إذا كان مقيماً بالجامع الذي تصلى فيه الجمعة، وأقيمت وهو حاضر هل تجب عليه لعدم الحرج أو لا، وإنما لم يذكر العقل والبلوغ والإسلام؛ لأنها شرط كل تكليف فلا حاجة إلى ذكرها هنا كما في الخلاصة وأما الشيخ الكبير الذي ضعف فهو ملحق بالمريض فلا يجب عليه، وفي فتح القدير والمطر الشديد والاختفاء من السلطان الظالم مسقط فلو قال المصنف وشرط وجوبها الإقامة والدعوة والصحة والحرية ووجود البصر والقدرة على المشي وعدم الجس والخوف والمطر الشديد لكان أشمل (البحر الرائق، ج ۲ ص ۱۲۳، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

۱۔ أما بيان شرائط وجوبها فكل ما هو شرط وجوب الجمعة فهو شرط وجوب صلاة العيدين من الإمام والمصر والجماعة إلا الخطبة فإنها سنة بعد الصلاة بإجماع الصحابة (تحفة الفقهاء للسمرقندی، ج ۱ ص ۱۶۶، باب صلاة العيدين)

وأما الشرائط التي ترجع إلى غير المصلى فخمسة في ظاهر الروايات، المصر والجامع، والسلطان، والخطبة، والجماعة، والوقت (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۵۹، كتاب الصلاة، فصل صلاة الجمعة) الجماعة في العيدين وإن كانت واجبة أو سنة على القولين فيها فهي شرط الصحة على كل قول؛ لأن شرائط العيدين وجوباً وصحة شرائط الجمعة إلا الخطبة فلا تصح صلاة العيدين منفرداً كالجمعة ولا يلزم من بطلان الوصف بطلان الأصل على المذهب (البحر الرائق، ج ۱ ص ۳۶۶، كتاب الصلاة، باب الإمامة)

اذن سلطان دلائل بھی کافی ہے، جیسا کہ آج کل دلائل اذن پایا جاتا ہے، اس لئے متن میں اس کی ضرورت نہیں سمجھی۔ وحاصله أنه لا تصح إقامتها إلا لمن أذن له السلطان بواسطة أو بدونها، أما بدون ذلك فلا كما هو صريح ما يذكره الشارح عن السراجية، نعم وقع في فتاوى ابن الشلبى ما يوهم ما أوهمه كلام الشارح حيث سئل عن ثغر فيه جوامع لها خطباء ليس لأحد منهم إذن صريح من السلطان مع علم السلطان بذلك الثغر وبإقامة الجمع والأعياد في جوامع فهل يكون ذلك إذناً دلالاً؟ فأجاب بأن أمور المسلمين محمولة على السداد، وقد جرت العادة بأن من بنى جامعاً، وأراد إقامة الجمعة استأذن الإمام فإذا وجد الإذن أول مرة فقد حصل به الغرض والإذن بعد ذلك أهـ ملخصاً لكن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... سورج نکلنے کے تھوڑی دیر بعد (اشراق کا وقت ہونے پر) عید کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور زوال سے پہلے تک رہتا ہے، اس دوران کسی وقت بھی عید کی نماز ادا کرنا درست ہے۔

البتہ مستحب یہ ہے کہ عید الفطر کی نماز کچھ تاخیر سے ادا کی جائے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یمکن حملہ علی ما مر ای فلا یشرط إذن السلطان ثانیاً بل کل خطیب له أن یستتب للاکتفاء بالاذن أول مرة واللہ اعلم (رد المحتار، ج ۲ ص ۱۴۱، باب الجمعة) اور نوادر کی روایت کے مطابق ایک شرط ”لوگوں کے داخلے کی عام اجازت کے ساتھ نماز ادا کرنا“ بھی ہے۔ لیکن اگر اس شہر یا قصبہ میں اس کے علاوہ دوسری جگہ عید کی نماز ہو رہی ہو تو کسی حفاظتی تدبیر کے طور پر عام داخلے کی ممانعت میں کوئی حرج نہیں۔

(قوله والإذن العام) ای شرط صحتها الأداء علی سبیل الاشتہار حتی لو أن امیراً أغلق أبواب الحصن وصلى فيه بأهله وعسكره صلاة الجمعة لا تجوز كذا في الخلاصة، وفي المحيط، فإن فتح باب قصره وأذن للناس بالدخول جاز ويكره؛ لأنه لم يقض حق المسجد الجامع وعللوا الأول بأنها من شعائر الإسلام وخصائص الدين فيجب إقامتها علی سبیل الاشتہار، وفي المجتبى فانظر إلى السلطان يحتاج إلى العامة في دينه ودنياه احتياج العامة إليه فلو أمر إنساناً يجمع بهم في الجامع، وهو في مسجد آخر جاز لأهل الجامع دون أهل المسجد إلا إذا علم الناس بذلك اهـ۔

ولم يذكر صاحب الهداية هذا الشرط؛ لأنه غير مذكور في ظاهر الرواية، وإنما هو رواية النوادر كما في البدائع (البحر الرائق، ج ۲ ص ۱۶۲، ۱۶۳، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

۱۔ وأما الوقت فقال أبو الحسن وقت صلاة العیدین من حين تبيض الشمس إلى أن تزول لما روى عن النبي عليه السلام أنه كان يصلى العید والشمس قدر رمح أو رمحين (تحفة الفقهاء للسمرقندی، ج ۱ ص ۱۶۶، باب صلاة العیدین)

وأما بيان وقت أدائها فقد ذكر الكرخي وقت صلاة العید: من حين تبيض الشمس إلى أن تزول لما روى عن النبي -صلى الله عليه وسلم- أنه كان يصلى العید والشمس علی قدر رمح، أو رمحين وروی أن قوما شهدوا برؤية الهلال في آخر يوم من رمضان فأمر رسول الله -صلى الله عليه وسلم- بالخروج إلى المصلى من الغد. ولو جاز الأداء بعد الزوال لم يكن للتأخير معنى؛ ولأنه المتوارث في الأمة فيجب اتباعهم، فإن تركها في اليوم الأول في عید الفطر بغير عذر حتى زالت الشمس سقطت أصلاً سواء تركها لعذر أو لغير عذر (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۷۶، فصل بیان وقت أداء صلاة العیدین) قوله ووقتها من ارتفاع الشمس إلى زوالها (أما الابتداء فلائنه -عليه الصلاة والسلام- كان يصلى العید والشمس علی قيد رمح أو رمحين، وهو بكسر القاف بمعنی قدر وأما الانتهاء فلما في السنن أن ركبا جاء وإلى النبي -صلى الله عليه وسلم- يشهدون أنهم رأوا الهلال بالأمس فأمرهم أن

﴿بقية حاشيا لکے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ حضرت عطاء سے مروی ہے کہ:

كَانُوا لَا يَخْرُجُونَ حَتَّى يَمْتَدَّ الصَّحَاءُ (مسند احمد) ۱

ترجمہ: صحابہ کرام (عید کی نماز پڑھنے کے لئے) سورج بلند ہونے کے بعد نکلتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابن حویرث لیشی سے مروی ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَتَبَ إِلَى عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَهُوَ

بَنَجْرَانَ أَنْ عَجِّلِ الْأَضْحَى وَأَخِّرِ الْفِطْرَ وَذَكِّرِ النَّاسَ (مسند الشافعی) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم کی طرف بنجران میں یہ

لکھ کر بھیجا کہ عید الاضحیٰ کی نماز جلدی پڑھیں، اور عید الفطر کی نماز میں کچھ تاخیر

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

يفطروا وإذا أصبحوا يغدون إلى مصلاتهم، ولو جاز فعلها بعد الزوال لم يكن للتأخير إلى الغد معنى واستفيد منه أنها لا تصح قبل ارتفاع الشمس بمعنى لا تكون صلاة عيد بل نفل محرم، ولو زالت الشمس، وهو في أثنائها فسدت كما في الجمعة صرح به في السراج الوهاج، وعلى هذا فينبغي إدخاله في المسائل الاثني عشرية لما أنها كالجمعة، وقد أغفلوها عن ذكرها ويستحب تعجيل صلاة الأضحى لتعجيل الأضاحى، وفي المجتبى ويستحب أن يكون خروجه بعد ارتفاع قدر رمح حتى لا يحتاج إلى انتظار القوم، وفي عيد الفطر يؤخر الخروج قليلا كتب النبي - صلى الله عليه وسلم - إلى عمرو بن حزم عجل الأضحى وأخر الفطر قيل ليؤدى الفطرة ويعجل الأضحية (البحر الرائق، ج ۲ ص ۷۳، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين)

ويستحب تعجيل الإمام الصلاة في أول وقتها في الأضحى وتأخيرها قليلا عن أول وقتها في الفطر بذلك كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى عمرو بن حزم وهو بنجران عجل الأضحى وأخر الفطر قيل ليؤدى الفطر ويعجل إلى التضحية زاهدی وحلبی وابن امیر حاج (حاشیة الطحطاوی علی المرقی، ص ۵۳۲، باب الجمعة)

قال ويؤخر الفطر ويعجل الأضحى ومن صلى قبل طلوع الشمس أعاد، وهذا كله مروى معناه عن مالك وهو قول سائر العلماء (الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار، باب غدو الإمام في العيدين وانتظار الخطبة)

۱۔ حدیث نمبر ۲۸۶۶، مؤسسة الرسالة، بیروت.

فی حاشیة مسند احمد: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین.

۲۔ حدیث نمبر ۴۷۸، کتاب العیدين والاضاحی والاستسقاء، باب: وقت الصلاة والإطعام قبل أن يخرج إلى الجبان، شركة غراس للنشر والتوزيع، الكويت.

کریں، اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں (ترجمہ ختم)

معلوم ہوا کہ عید الاضحیٰ کی نماز سورج طلوع ہونے اور مکروہ وقت گزرنے کے بعد جلدی پڑھنا بہتر ہے، تاکہ لوگوں کو جلدی نماز سے فارغ ہو کر قربانی کرنے میں سہولت رہے، اور عید الفطر کی نماز سورج طلوع ہونے کے بعد کچھ تاخیر سے پڑھنا بہتر ہے، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ بسہولت شرکت کر سکیں۔ ۱

مسئلہ:..... اگر کسی عذر سے عید الفطر کی نماز پہلے دن ادا نہ کی جاسکی یا پڑھنے کے بعد (جبکہ وقت گزر گیا تھا) معلوم ہوا کہ عید الفطر کی نماز درست نہیں ہوئی تھی، مثلاً امام کا وضو نہ تھا تو دوسرے دن زوال سے پہلے ادا کی جائے، اگر دوسرے دن بھی نہ پڑھی جاسکے تو اس کے بعد نہیں پڑھی جاسکتی۔ ۲

۱ (وعن أبي الحويرث) : بالتصغير قال ميرك : تكلم فيه اهـ . ولم يذكره المؤلف في أسماء رجاله، والظاهر أنه تابعي . (أن رسول الله ﷺ كتب إلى عمرو بن حزم) : يكتني أبا الضحاک الأنصاري، أول مشاهده الخندق، وله خمس عشرة سنة، استعمله النبي ﷺ على نجران سنة عشر ذكره المؤلف . (وهو بنجران) : بفتح النون، وسكون الجيم، فراء فالف فنون، على وزن سلمان، بلد باليمن كان واليا فيه . (عجل الأضحى) أى : صلاحه ليشغل الناس للذبح الأضاحى . (وأخر الفطر) أى : صلاحه لتوسع على الناس وقت إخراج زكاة الفطر قبل الصلاة قاله ابن الملك . فانظر إلى نظره الإكسير المراعى جانب الغنى والفقير، وما ذلك إلا لكونه رحمة للعالمين، ومظهرا للطف الله تعالى على عباده المؤمنين . (وذكر الناس) أى : بالموعظة فى خطبتي العيدين، أو ذكرهم بخصوص ما يتعلق بهم من صدقة الفطر، وأحكام الأضحية فى الخطبتين . (رواه الشافعى) أى : عن إبراهيم بن محمد، عن أبي الحويرث : أن النبي - صلى الله عليه وسلم - كتب . وساقه . قال البيهقي : هذا مرسل، وقد طلبت فى سائر الروايات لكتابه إلى عمرو بن حزم، فلم أجده . كذا نقله ميرك عن التصحيح . قال ابن حجر : وهو وإن كان ضعيفا إلا أنه يعمل له فى مثل ذلك اتفاقا (مراقبة المفاتيح، ج ۳ ص ۱۰۷، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين)

۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز عذر کی صورت میں اگلے دن ہی پڑھنا ثابت ہے، اس کے بعد ثابت نہیں۔
عَنْ أَبِي غَمَيْرٍ بْنِ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ : حَدَّثَنِي غُمُومَتِي، مِنْ الْأَنْصَارِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا : أَعْمَى عَلَيْنَا هَلاَلُ شَوَّالٍ، فَأَصْبَحْنَا صِيَامًا، فَعَجَّاءَ رَكْبٍ مِنْ آخِرِ النَّهَارِ، فَشَهِدُوا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ رَأَوْا الْهَيْلَالَ بِالْأَمْسِ، فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَفْطُرُوا، وَأَنْ يَخْرُجُوا إِلَى عِيدِهِمْ مِنَ الْغَدِ (سنن ابن ماجه،

مسئلہ:..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عید کی نماز کا ہمیشہ باجماعت پڑھنا ہی ثابت ہے، اس لئے عید کی نماز کے لئے جماعت کا ہونا ضروری ہے۔

اور اگرچہ عید کی نماز کا بڑے مجمع کے ساتھ پڑھنا سنت ہے، لیکن عید کی نماز صحیح ہونے کے لئے کم از کم تین آدمیوں کا ہونا ضروری ہے، پھر بعض حضرات کے نزدیک تو امام سمیت تین آدمیوں کا ہونا کافی ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک امام کے علاوہ تین آدمیوں کا ہونا ضروری ہے، جو امام کے ساتھ شروع نماز سے شریک ہوں۔ ۱۔

مسئلہ:..... جمعہ اور عیدین کی نماز کا حکم جنگل اور عام دیہات میں نہیں ہے، بلکہ شہروں اور قصبوں میں ہی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدیث نمبر ۱۶۵۳، واللفظ لہ، المنتقی لابن الجارود، حدیث نمبر ۲۶۶)

إلا أن في عيد الفطر إذا ترك الصلاة في اليوم الأول لعذر يؤدى في اليوم الثاني في وقتها وإن ترك بغير عذر سقطت أصلاً (تحفة الفقهاء للسمرقندی، ج ۱ ص ۱۶۶، باب صلاة العیدین)
 إمام صلى بالناس صلاة العيد يوم الفطر على غير وضوء وعلم بذلك قبل الزوال أعاد الصلاة وإن علم بعد الزوال خرج من الغد وصلى فإن لم يعلم حتى زالت الشمس من الغد لم يخرج (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۵۲، الباب السابع عشر في صلاة العیدین)
 قوله: فإن غم الهلال على الناس إلى آخره) التقييد بالهلال ليس بشرط بل لو حصل عذر مانع كالمنطق وشبهه فإنه يصليها من الغد؛ لأنه تأخير للعذر.

(قوله: فإن حدث عذر يمنع الناس من الصلاة في اليوم الثاني لم يصلها بعده) وإن تركها في اليوم الأول بغير عذر حتى زالت الشمس لم يصلها في الغد كذا في الكرخي (الجوهرة النيرة، ج ۱ ص ۹۴، باب صلاة العیدین)

۱۔ لان الجمع يطلق اقلا على الثلاث.

واشتراط الجماعة لها وكونها ثلاثة سوى الإمام (رد المحتار، ج ۲ ص ۱۶۵، كتاب الصلاة، باب صلاة العیدین)

ومن شرائطها: الجماعة وأقلهم عند أبي حنيفة ثلاثة سوى الإمام وقال أبو يوسف ومحمد: اثنان سوى الإمام (المختصر القدوري، باب صلاة الجمعة)

قوله واشتراط الجماعة لها أى لصلاة الجمعة وفيه أن الجماعة كما هي شرط لها شرط لصلاة العیدین. قوله وكونها بالجر عطف على الجماعة أى واشتراط كون الجماعة ثلاثة سوى الإمام وفيه أن كونها ثلاثة سوى الإمام ليس شرطاً خاصاً بالجمعة بل كذلك صلاة العیدین (غمز عيون البصائر، القول في أحكام يوم الجمعة)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی جنگل اور عام دیہات میں جمعہ وعیدین کی نماز پڑھنا ثابت نہیں، اور دیہات والوں کا شہر میں آ کر جمعہ وعیدین کی نماز میں شریک ہونا ہی ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّاسُ يَتَّبِعُونَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ مِنَ الْعَوَالِي (مسلم) ۱
ترجمہ: گاؤں والے لوگ اپنے گھروں سے (مدینہ منورہ شہر میں) جمعہ کی نماز کے لیے باری باری آیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو عبیدہ سے روایت ہے کہ:

شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَكَانَ ذَلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ هَذَا يَوْمٌ قَدْ اجْتَمَعَ لَكُمْ فِيهِ عِيدَانِ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ مِنْ أَهْلِ الْعَوَالِي فَلْيَنْتَظِرْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَرْجِعَ فَقَدْ أَذِنْتُ لَهُ (بخاری) ۲

ترجمہ: میں عید کی نماز میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوا، تو یہ جمعہ کا دن تھا، تو آپ نے خطبے سے پہلے عید کی نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا، پھر فرمایا: اے لوگو! اس دن میں تمہارے لیے دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں، پس گاؤں والے لوگوں میں سے جو آدمی (ہمارے ساتھ ٹھہر کر) جمعے کا انتظار کرنا پسند کرے، تو اُسے چاہیے کہ وہ ٹھہر جائے، اور جو (اپنے گاؤں میں) لوٹنا چاہے، تو میری طرف سے اُس کو اجازت ہے (ترجمہ ختم)

۱۔ حدیث نمبر ۸۴۷، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب وجوب غسل الجمعة علی کل بالغ من الرجال، وبيان ما أمروا به، دار احیاء التراث العربی، بیروت.

۲۔ حدیث نمبر ۵۵۷۲، کتاب الاضاحی، باب ما يؤکل من لحوم الاضاحی وما يتزود منها، دار طوق النجاة، بیروت.

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

لَا جُمُعَةَ، وَلَا تَشْرِيقَ، وَلَا صَلَاةَ فِطْرٍ، وَلَا أَضْحَى، إِلَّا فِي مِصْرَ
جَامِعٍ، أَوْ مَدِينَةٍ عَظِيمَةٍ. قَالَ حَجَّاجٌ وَ سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُولُ مِثْلَ
ذَلِكَ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: جمعہ کی نماز، اور تشریق، اور عید الفطر، اور عید الاضحیٰ کی نماز شہر یا بڑے شہر
میں ہی ہے، حضرت حجاج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے بھی اسی طرح
سنا ہے (ترجمہ ختم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مختلف سندوں سے مروی ہے، اگرچہ بعض سندوں میں کچھ
کلام ہے، لیکن بعض سندیں بالکل صحیح ہیں۔

اور بعض دیگر جلیل القدر تابعین سے بھی اسی طرح کی روایات مروی ہیں۔ ۲

۱۔ کتاب الجمعة، حدیث نمبر ۵۰۹۹، من قال لا الجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع.
۲۔ عن الحارث، عن علی قال: لا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ إِلَّا فِي مِصْرَ جَامِعٍ. قَالَ مَعْمَرٌ: يَغْنَى بِالتَّشْرِيقِ
يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى الْخُرُوجَ إِلَى الْجَبَانَةِ (مصنف عبد الرزاق، حدیث نمبر ۵۷۱۹)
عن أبي عبد الرحمن، قال: قال علي: لا جُمُعَةَ، وَلَا تَشْرِيقَ إِلَّا فِي مِصْرَ جَامِعٍ. (مصنف ابن ابی
شیبہ، حدیث نمبر ۵۰۹۸، کتاب الجمعة، من قال لا الجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع)
عن أبي عبد الرحمن السلمي، عن علي، قال: لا تَشْرِيقَ، وَلَا جُمُعَةَ إِلَّا فِي مِصْرَ جَامِعٍ (مصنف ابن
ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۱۰۵، کتاب الجمعة، من قال لا الجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع)
عن أبي عبد الرحمن عن علي عليه السلام قال: " لا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ إِلَّا فِي مِصْرَ مِنَ الْأَمْصَارِ
(شرح مشکل الآثار، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في العيدین
يَجْتَمِعَانِ فِي الْيَوْمِ الْوَاحِدِ)
عن إبراهيم، عن حذيفة، قال: ليس على أهل القرى جُمُعَةٌ، إِنَّمَا الْجُمُعَةُ عَلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ، مِثْلَ
الْمَدَائِنِ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۱۰۰، کتاب الجمعة، من قال لا الجمعة ولا تشریق الا
فی مصر جامع)

عن هشام، عن الحسن، ومحمد؛ أَنَّهُمَا قَالَا: الْجُمُعَةُ فِي الْأَمْصَارِ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث
نمبر ۵۱۰۱، کتاب الجمعة، من قال لا الجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع)
عن الحسن؛ أَنَّهُ سُئِلَ: عَلَى أَهْلِ الْأُبُلَّةِ جُمُعَةٌ؟ قَالَ: لَا (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۱۰۲،
کتاب الجمعة، من قال لا الجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... عید کی نماز ایک شہر یا قصبے میں کئی جگہ پڑھنا جائز ہے مگر حتی الامکان ہر محلہ میں چھوٹے چھوٹے اجتماعوں کی بجائے کم از کم مقامات پر بڑے بڑے اجتماعات کی کوشش کرنی چاہیے۔

بڑے اجتماع میں اسلام کی شوکت کا مظاہرہ بھی ہے، اور کوئی عذر نہ ہو تو عید کی نماز آبادی سے باہر نکل کر بڑے میدان یا عید گاہ میں پڑھنا سنت ہے۔

(اس مسئلہ کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے)

عید کی نماز مستقل ہے، جمعہ کی نماز کا متبادل نہیں

عید کی نماز بعض حضرات کے نزدیک سنت اور بعض حضرات کے نزدیک واجب ہے، جو کہ سال میں دو مرتبہ ادا کی جاتی ہے۔

اور جمعہ کی نماز فرض ہے، جو کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ ظہر کے فریضہ کی جگہ اور اس کے بدلہ میں ادا کی جاتی ہے، اور اس کا درجہ عید کی نماز سے زیادہ ہے، اور یہ دونوں الگ الگ نمازیں ہیں، اس لئے اگر جمعہ اور عید ایک ہی دن میں جمع ہو جائیں، تو دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر ادا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُحَمَّدٍ؛ أَنَّهُ أُرْسِلَ إِلَى أَهْلِ ذِي الْحُلَيْفَةِ: أَنْ لَا تَجْمَعُوا بِهَا، وَأَنْ تَدْخُلُوا إِلَى الْمَسْجِدِ، مَسْجِدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۱۰۳، کتاب الجمعة، من قال لاجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع)

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: كَانُوا لَا يَجْمَعُونَ فِي الْعَسَاكِرِ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۱۰۴، کتاب الجمعة، من قال لاجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع)

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: لَا جُمُعَةٌ، وَلَا تَشْرِيقٌ إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۱۰۵، کتاب الجمعة، من قال لاجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع)

من شرائطها المصرو يشترط لها جميع ما يشترط للجمعة وجوباً واداءً الا الخطبة فانها ليست بشرط لها بل سنة بعدها للنقل المستفيض بذلك. ثم يستحب لصلاة العيد ما يستحب للجمعة (خلی کبیر ص ۲۶۶)

وفی القنیة صلاة العيد فی الرساتیق تکره کراهة تحریم اه؛ لأنه اشتغال بما لا یصح؛ لأن المصرو شرط الصلحة (البحر الرائق، ج ۲ ص ۱۷۱، کتاب الصلاة، باب العیدین)

کی جائیں گی، اور ایک کی وجہ سے دوسری نماز ساقط و معاف نہیں ہوگی۔ ۱۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ اور عید ایک ہی دن میں جمع ہو جانے کی صورت میں عید اور جمعہ کی دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت پڑھنا ثابت ہیں۔

البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شہر سے باہر دور دراز کے لوگ بھی جمعہ اور بطور خاص عید کی نماز میں آکر اہتمام کے ساتھ شریک ہوا کرتے تھے، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز پڑھنے کے بعد جمعہ کی نماز تک ٹھہرے رہنے اور اپنے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھنے کا مکلف و پابند نہیں فرمایا، بلکہ انہیں جمعہ کی نماز پڑھے بغیر اپنے گھروں کو لوٹنے کی اجازت مرحمت فرمائی، تاکہ ان کا عید کا سارا دن اپنے اہل و عیال سے الگ نہ گزرے، اور وہ عید کا بقیہ دن اپنے اہل و عیال اور گھر والوں کے ساتھ گزار سکیں، اور عید الاضحیٰ کا موقع ہو تو اپنے گھر وں کو لوٹ کر قربانی وغیرہ بھی کر سکیں۔ ۲۔

چنانچہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِيدَيْنِ، وَفِي الْجُمُعَةِ بِسَمِّ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ،

۱۔ مقتضیٰ هذا: الاكتفاء بالعید فی هذا اليوم وسقوط فرضية الجمعة؛ وهو مذهب عطاء، ولم یَقُلْ به أحد من الجمهور؛ لأن الفرض لا یسقط بالسنة، وأطلق العیدین علی العید والجمعة بطریق أن أحدهما عید حقيقة، والجمعة -أيضا- فی معنى العید؛ لاجتماع الناس فيه، أو لأنها تعود کل شهر مرات، وقال محمد فی "الجامع الصغير": "عیدان اجتماع فی يوم واحد، فالأول سنة، والثانی فريضة، ولا یترک واحد منهما (شرح ابی داؤد للعینی، ج ۲ ص ۴۰۱، باب: إذا وافق يوم الجمعة يوم العید)

وبالجملة ثبوت الجمعة بادلة قاطعة وسقوطها لا بد ان تكون بمثلها، وليس فی الباب خبر مرفوع صحيح صريح واحد فضلا عن كون المسقط قطعيا، فكيف یترک كتاب الله، والاخبار المتواترة، والاجماع، بمثل تلك الروایات التي للكلام فيها مجال واسع سنداً ومتناً منظوقاً ومفهوماً؟ (معارف السنن ج ۲ ص ۴۳۳، باب القراءة فی العیدین)

۲۔ وفي الجمعة إذا اجتماع فی يوم علی ما ذكره فی الحديث، فلعله لتخفيف صلاة الجمعة لينصرف الناس الذين يشهدون العیدین من أهل العوالی إلى منازلهم، ليشهدوا بقیة يوم عیدهم مع من تركوه من عیالهم (اكمال المعلم شرح صحيح مسلم للقاضی عیاض، كتاب الجمعة)

قَالَ: وَإِذَا اجْتَمَعَ الْعِيدُ وَالْجُمُعَةُ، فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ، يَقْرَأُ بِهِمَا أَيُّضًا فِي الصَّلَاتَيْنِ (مسلم) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز اور جمعہ کی نماز میں ”سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى“ اور ”هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ“ کی قرائت کیا کرتے تھے، اور جب عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جاتے تھے، تو عید اور جمعہ کی دونوں نمازوں میں ان دونوں سورتوں کی قرائت کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید اور جمعہ کا دن جمع ہو جانے پر عید اور جمعہ کی دونوں نمازیں ادا فرمایا کرتے تھے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اجْتَمَعَ عِيدَانِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فِطْرٍ، وَجُمُعَةٍ فَصَلَّى بِهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعِيدِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بَوَّاحُهُ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ قَدْ أَصَبْتُمْ خَيْرًا وَأَجْرًا، وَإِنَّا مُجْمِعُونَ فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُجْمَعَ مَعَنَا فَلْيُجْمَعْ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ فَلْيَرْجِعْ (المعجم الكبير للطبرانی) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو عیدیں جمع ہو گئیں، یعنی عید الفطر کا دن اور جمعہ کا دن، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو عید کی نماز پڑھائی، پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے لوگو! تم نے خیر اور اجر کو حاصل کر لیا ہے، اور ہم جمعہ پڑھیں گے، پس جو شخص یہ چاہے کہ ہمارے ساتھ جمعہ پڑھے، تو اسے چاہئے کہ ہمارے ساتھ جمعہ پڑھ لے، اور جو شخص اپنے گھر والوں

۱۔ حدیث نمبر ۸۷۸، کتاب صلاة المسافرين قصرها، باب ما يقرأ في صلاة الجمعة، دار احیاء التراث العربی، بیروت.

۲۔ حدیث نمبر ۱۳۵۹، مكتبة ابن تيمية، القاهرة.

کی طرف لوٹ کر جانا چاہیے، تو وہ لوٹ کر چلا جائے (ترجمہ ختم)

اسی قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ ۱۔

جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عید اور جمعہ کی دونوں نمازیں پڑھنے کا ذکر ہے، اور اس قسم کی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں جمعہ پڑھنے اور اپنے ساتھ جمعہ پڑھنے کا (بصیغہ جمع) ذکر فرمایا، جس سے مراد مدینہ منورہ شہر کے لوگ ہیں۔

اور جن لوگوں کو اپنے گھر والوں کی طرف لوٹنے کی اجازت دی، ان سے مراد وہ لوگ ہیں، جن کا گھر بار شہر میں نہ ہو، اور وہ گاؤں دیہات سے شہر میں عید کی نماز ادا کرنے کے لئے آئے ہوں، تاکہ ان پر قربانی وغیرہ میں حرج نہ ہو، اور وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ جا کر عید کا باقی دن گزارنا چاہیں، تو گزاریں۔ ۲۔

۱۔ اجْتَمَعَ عِيدَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "إِنَّهُ قَدْ اجْتَمَعَ عِيدُكُمْ هَذَا وَالْجُمُعَةُ، وَإِنَّا مُجْتَمِعُونَ، فَمَنْ شَاءَ أَنْ يُجْمَعَ فَلْيُجْمَعْ، فَلَمَّا صَلَّى الْعِيدَ جَمَعَ (السنن الكبرى للبيهقي، حديث نمبر ۲۲۸۷، عن أبي هريرة)

عَنْ ذُكْرَانَ قَالَ: اجْتَمَعَ عِيدَانِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَرَّ وَجُمُعَةُ - أَوْ أَضْحَى وَجُمُعَةُ - قَالَ: فَحَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّكُمْ قَدْ أَصَبْتُمْ ذُكْرًا وَخَيْرًا، وَإِنَّا مُجْتَمِعُونَ، مَنْ أَرَادَ أَنْ يُجْمَعَ فَلْيُجْمَعْ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَجْلِسَ فَلْيَجْلِسْ (مصنف

عبد الرزاق، حديث نمبر ۵۷۲۸، واللفظ له، سنن البيهقي، حديث نمبر ۲۲۸۹)

۲۔ کان اهل القرى يجتمعون لصلاة العیدین مالا يجتمعون لغيرهما كما هو العادة، وكان في انتظارهم الجمعة بعد الفراغ من العید حرج عليهم، فلما فرغ رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلاة العید نادى مناديه من شاء منكم ان يصلى الجمعة فليصل، ومن شاء الرجوع فليرجع، وكان ذلك خطابا لاهل القرى المجتمعين هناك، والقرينة على ذلك بانه قد صرح فيه باننا مجتمعون، والمراد به من جمع المتكلم اهل المدينة بلا شك، وفيه دلالة واضحة على ان الخطاب بقوله "من شاء منكم ان يصلى" لاهل القرى، دون اهل المدينة، ويؤيده ما ذكرنا في المتن من مرسل عمر بن عبد العزيز قال: اجتمع عيدان على عهد النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: من احب من اهل العالية ان يجلس فليجلس في غير حرج. وكذا هو في رواية عبدالعزيز بن رفيع عن ابي صالح عن ابي هريرة مقيدا "باهل العوالي" وقد ذكرنا ان مجموع المرسل، والموصول صالح للاحتجاج به حتما على ان ابداء الاحتمال يجوز بالضعيف ايضا، فلا يصح الاستدلال بظاهر مافي رواية ابن ماجة، وابي داود من العموم في قوله "فمن شاء اجزاه من الجمعة" على سقوط الجمعة بالعید عن اهل البلد،

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اس بات کی بعض دوسری احادیث و روایات میں وضاحت پائی جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے مرسل روایت ہے کہ:

اجْتَمَعَ عِيدَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ أَحَبَّ

أَنْ يَجْلِسَ مِنْ أَهْلِ الْعَالِيَةِ فَلْيَجْلِسْ مِنْ غَيْرِ حَرْجٍ (سنن البيهقي) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو عیدیں (جمعہ و عید) جمع ہو گئیں، تو نبی

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو گاؤں والوں میں سے ٹھہرنا چاہے، اور اس کو کوئی

حرج نہ ہو، تو وہ ٹھہر جائے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے مرسل مروی ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

لاحتمال کو نہ مختصا باہل القرى، بقرينة قوله "وانا لمجمعون" وبقرينة مرسل عمر بن عبدالعزيز وموصول ابى هريرة مقيدا لهم، واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (اعلاء السنن ج ۸ ص ۹۴، باب اذا اجتمع العيد والجمعة لا تسقط الجمعة به)

قال المصنف رحمه الله تعالى * (وان اتفق يوم عيد ويوم جمعة فحضر أهل السواد فصلوا العيد جاز ان ينصرفوا ويتركوا الجمعة لما روى عن عثمان رضى الله عنه انه قال فى خطبته "ايها الناس قد اجتمع عيدان فى يومكم فمن أراد من أهل العالوية ان يصلى معنا الجمعة فليصل ومن اراد ان ينصرف فليتنصرف" ولم ينكر عليه احد، ولانهم اذا قعدوا فى البلد لم يتهيؤا بالعيد فان خرجوا ثم رجعوا للجمعة كان عليهم فى ذلك مشقة والجمعة تسقط بالمشقة ومن اصحابنا من قال تجب عليهم الجمعة لان من لزمته الجمعة فى غير يوم العيد وجبت عليه فى يوم العيد كأهل البلد والمنصوص فى الام هو الاول (المجموع شرح المذهب، ج ۳ ص ۴۹۱، باب صلاة الجمعة)

(فمن شاء أجزأه من الجمعة أى: يكفيه عن الجمعة وأنا مجمعون فمن حضر معنا وأدى معنا الجمعة حصل منه الاجتماع الأول والاجتماع الثانى، ومن اكتفى بالاجتماع الأول الذى هو العيد فإنه يجزئه عن الحضور للجمعة، ومعنى هذا أن أهل الأطراف وأهل العوالى إذا جاءوا فى الصباح ورجعوا لا يأتون إلى الجمعة، بل يصلون الظهر فى مساجدهم وفى أماكنهم (شرح سنن أبى داود لعبد المحسن العباد، ج ۶ ص ۲۹۸)

۱۔ حدیث نمبر ۲۲۹۰، کتاب صلاة العیدین، باب اجتماع العیدین بأن یوافق یوم العید یوم الجمعة، دارالکتب العلمیة، بیروت، واللفظ لہ، معرفة السنن والآثار للبيهقي، حدیث نمبر ۷۰۲۱، مسند الشافعی، حدیث نمبر ۳۴۹.

قال البيهقي: هذا مرسل وقد روى من وجه آخر موصولا دون هذا (معرفة السنن والآثار للبيهقي، حواله بالا)

اجْتَمَعَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِيدَانِ : الْجُمُعَةُ وَالْأَضْحَى، أَوِ الْفِطْرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْعَالِيَةِ: مَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَشْهَدَ مَعَنَا صَلَاةَ الْجُمُعَةِ فَلْيَشْهَدْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُصَلِّيَ فِي أَهْلِهِ فَلْيُصَلِّ (حدیث هشام بن عمار، حدیث نمبر ۱۰۵)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو عیدیں یعنی جمعہ اور عید الاضحیٰ یا عید الفطر جمع ہو گئیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گاؤں والوں کو فرمایا کہ تم میں سے جو یہ پسند کرتا ہے کہ ہمارے ساتھ جمعہ کی نماز میں شریک ہو، تو وہ شریک ہو جائے، اور جو یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے گھر جا کر نماز پڑھے، تو اسے چاہئے کہ وہ گھر جا کر نماز پڑھے (ترجمہ ختم)

ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گاؤں والوں کو ہی اپنے ساتھ جمعہ کی نماز میں شریک ہونے یا جمعہ کی نماز چھوڑ کر اپنے گاؤں میں جانے کی اجازت بیان فرمائی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ جن روایات میں گاؤں والوں کا ذکر نہیں، ان سے مراد بھی گاؤں والے ہی ہیں، اور یہ اجازت و اختیار شہر کے لوگوں کو نہیں ہے۔ اور حضرت ابو عبیدہ سے روایت ہے کہ:

شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَكَانَ ذَلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ هَذَا يَوْمٌ قَدْ اجْتَمَعَ لَكُمْ فِيهِ عِيدَانِ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ مِنْ أَهْلِ الْعَوَالِي فَلْيَنْتَظِرْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَرْجِعَ فَقَدْ أُذِنْتُ لَهُ (بخاری) ۱

ترجمہ: میں عید کی نماز میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوا، تو یہ جمعہ کا دن تھا، تو آپ نے خطبے سے پہلے عید کی نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا،

۱۔ حدیث نمبر ۵۵۷۲، کتاب الاضاحی، باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی وما یتزود منها، دار طوق النجاة، بیروت.

پھر فرمایا: اے لوگو! اس دن میں تمہارے لیے دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں، پس گاؤں والے لوگوں میں سے جو آدمی (ہمارے ساتھ ٹھہر کر) جمعے کا انتظار کرنا پسند کرے، تو اُسے چاہیے کہ وہ ٹھہر جائے، اور جو (اپنے گاؤں میں) لوٹنا چاہے، تو میری طرف سے اُس کو اجازت ہے (ترجمہ ختم)

اور مؤطا امام مالک میں یہ الفاظ ہیں کہ:

شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ . فَجَاءَ . فَصَلَّى ، ثُمَّ انْصَرَفَ ، فَخَطَبَ . وَقَالَ : إِنَّهُ قَدْ اجْتَمَعَ لَكُمْ فِي يَوْمِكُمْ هَذَا عِيدَانِ . فَمَنْ أَحَبَّ مِنْ أَهْلِ الْعَالِيَةِ أَنْ يَنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ ، فَلْيَنْتَظِرْهَا . وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَرْجِعَ ، فَقَدْ أَذِنْتُ لَهُ (مؤطا امام مالک) ۱

ترجمہ: میں عید کی نماز میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوا، تو وہ تشریف لائے، پھر نماز پڑھائی، پھر نماز سے فارغ ہوئے، پھر خطبہ دیا، اور فرمایا کہ تمہارے اس دن میں (عید اور جمعہ کی نماز کی شکل میں) دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں، تو گاؤں والوں میں سے جو شخص (یہاں رہ کر) جمعہ کی نماز کا انتظار کرنا چاہے، تو وہ انتظار کر لے، اور جو شخص (جمعہ کی نماز پڑھے بغیر) اپنے گھر لوٹنا چاہے، تو میں نے اس کو اجازت دے دی ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ثُمَّ شَهِدْتُ بَعْدَ ذَلِكَ الْفِطْرَ مَعَ عُثْمَانَ ، فَجَاءَ بَعْدَمَا اجْتَمَعَ النَّاسُ فِيهِ ، فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ، ثُمَّ قَامَ فَأَتْنِي عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ، ثُمَّ قَالَ : أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ هَذَا يَوْمُ الْفِطْرِ ، وَهُوَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ ، وَهُمَا عِيدَانِ اجْتَمَعَا لِلْمُسْلِمِينَ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْ أَهْلِ الْعَوَالِي أَنْ

۱۔ حدیث نمبر ۶۱۳، کتاب العیدین، الأمر بالصلاة قبل الخطبة فی العیدین، مؤسسة زاید بن سلطان آل نہیان للأعمال الخيرية والإنسانية - أبو ظبی - الإمارات.

يَتَعَجَّلَ إِلَى أَهْلِهِ، فَقَدْ أَذِنْتُ لَهُ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَشْهَدَ مَعَنَا الْجُمُعَةَ فَلْيَفْعَلْ (مسند الشاميين، حدیث نمبر ۱۷۹۹، مؤسسة الرسالة، بیروت)

ترجمہ: پھر میں اس کے بعد عید الفطر کی نماز میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوا، تو وہ لوگوں کے جمع ہونے کے بعد تشریف لائے، پھر خطبہ سے پہلے (عید کی) نماز پڑھائی، پھر کھڑے ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ کی شایان شان ثناء بیان کی، پھر فرمایا کہ اما بعد! پس یہ عید الفطر کا دن ہے، اور جمعہ کا بھی دن ہے، اور یہ دونوں عیدیں مسلمانوں کے لئے ایک دن میں جمع ہو گئی ہیں، پس گاؤں والوں میں سے جو شخص اپنے گھر والوں کی طرف (جمعہ کی نماز پڑھے بغیر) جلدی جانا چاہے، تو میں نے اس کو اجازت دے دی ہے، اور جو شخص ہمارے ساتھ جمعہ میں شریک ہونا چاہے، تو وہ شریک ہو جائے (ترجمہ ختم)

امام محمد رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

وَبِهَذَا كُتِبَ نَاخِذُ وَإِنَّمَا رَخَّصَ عُثْمَانُ فِي الْجُمُعَةِ لِأَهْلِ الْعَالِيَةِ لِأَنَّهُمْ لَيْسُوا مِنْ أَهْلِ الْمِصْرِ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللَّهُ (موطا امام محمد) ۱

ترجمہ: اور ہم اسی پوری بات کو لیتے ہیں، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز کی ان لوگوں کو، وہی چھوٹ دی، جو گاؤں کے لوگ تھے، کیونکہ وہ شہر والے نہیں تھے (جن پر کہ جمعہ واجب ہو) اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے (ترجمہ ختم)

اور امام شافعی رحمہ اللہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

وَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْفِطْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلَّى الْإِمَامُ الْعِيدَ حِينَ تَحُلُّ

الصَّلَاةُ ثُمَّ أَذِنَ لِمَنْ حَضَرَهُ مِنْ غَيْرِ أَهْلِ الْمِصْرِ فِي أَنْ يَنْصَرِفُوا إِنْ شَاءَ وَالْإِلَى أَهْلِهِمْ، وَلَا يَعُودُونَ إِلَى الْجُمُعَةِ وَالْإِخْتِيَارُ لَهُمْ أَنْ يُقِيمُوا حَتَّى يَجْمَعُوا أَوْ يَعُودُوا بَعْدَ انْصِرَافِهِمْ إِنْ قَدَرُوا حَتَّى يَجْمَعُوا وَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا حَرَجَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى (قَالَ الشَّافِعِيُّ) وَلَا يَجُوزُ هَذَا لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْمِصْرِ أَنْ يَدْعُوا أَنْ يَجْمَعُوا إِلَّا مِنْ عُذْرٍ يَجُوزُ لَهُمْ بِهِ تَرْكُ الْجُمُعَةِ، وَإِنْ كَانَ يَوْمَ عِيدٍ (قَالَ الشَّافِعِيُّ) : وَهَكَذَا إِنْ كَانَ يَوْمَ الْأَضْحَى لَا يَخْتَلِفُ إِذَا كَانَ بِلَدٍ يَجْمَعُ فِيهِ الْجُمُعَةَ وَيُصَلِّي الْعِيدَ (الام للشافعي) ۱

ترجمہ: اور جب عید الفطر کا دن جمعہ کے دن ہو، تو امام عید کی نماز پڑھائے، جب نماز کے جائز ہونے کا وقت داخل ہو جائے، پھر ان لوگوں کو جو شہر کے علاوہ (گاؤں، دیہات) سے حاضر ہوئے ہوں، ان کو اجازت دے دے، کہ وہ اگر چاہیں، تو اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جائیں، اور جمعہ کی نماز کے لئے (دوبارہ) لوٹ کر نہ آئیں، اور ان (گاؤں سے شہر میں آنے والوں) کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ (شہر میں) ٹھہرے رہیں، یہاں تک کہ جمعہ کی نماز ادا کریں، یا وہ اگر قادر ہوں تو (گاؤں میں) جانے کے بعد دوبارہ جمعہ کی نماز کے لئے (شہر میں) آجائیں، اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان پر کوئی حرج نہیں۔ (پھر) امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شہر والوں میں سے کسی کے لئے جمعہ کی نماز چھوڑنا جائز نہیں، سوائے ایسے عذر کی بناء پر، کہ جس کی وجہ سے جمعہ کی نماز کا چھوڑنا جائز ہوتا ہے، اگرچہ عید کا دن ہی کیوں نہ ہو۔

(پھر) امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہی حکم اس وقت بھی ہے، جبکہ جمعہ کا دن

عید الاضحیٰ کے دن ہو، اس کا حکم بھی مختلف نہیں ہے، جب شہر میں ہو، تو اس میں جمعہ کی نماز بھی پڑھے، اور عید کی نماز بھی پڑھے (ترجمہ ختم)

پس اس سے معلوم ہوا کہ عید اور جمعہ ایک دن جمع ہونے کی صورت میں شہر کے لوگوں کو عید اور جمعہ کی دونوں نمازیں پڑھنا ضروری ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو عید کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھنے نہ پڑھنے کی اجازت و رخصت دی تھی، وہ گاؤں کے لوگ تھے، جن پر جمعہ کی نماز لازم نہیں تھی۔ ۱

کیونکہ گاؤں والوں پر جمعہ کی نماز واجب نہیں، اور شہر میں جمعہ کی نماز کے لئے ٹھہرے رہنے کی پابندی کی صورت میں ان کو قربانی وغیرہ کرنا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ عید کا تہوار منانا اور گزارنا مشکل تھا۔ ۲

۱۔ وکان عثمان قال ذلک بمحضر من الصحابة ، فلو كانت للرخصة تعم اهل القرى واهل البلد جميعا كما زعمه احمد بن حنبل رحمه الله ، لانكروا عليه تخصيصها باهل العالية ، فثبت ان الرخصة مخصوصة بمن لم تجب عليهم الجمعة ، فلا تترك الجمعة بالعيد ، كيف ؟ وان فريضة الجمعة ثابتة بالكتاب والاجماع لازمة على اهل البلد ، فلا يجوز اسقاطها عنهم بما هو دون الا بنص قطعي مثله ، ودونه خسر القناد فان الآثار التي استدلت بها احمد رحمه الله على سقوط الجمعة بالعيد عن اهل البلد من الآحاد مع احتمال اختصاصها باهل القرى والعوالى (اعلاء السنن ج ۸ ص ۹۳ ، باب اذا اجتمع العيد والجمعة لا تسقط الجمعة به)

واذا جاز تخصيص خبر الواحد بدلالة العقل والعرف والقياس كما تقرر في الاصول ، فجواز تخصيصه بقول الصحابي اولي ، لكونه اعرف الناس بمراد الرسول صلى الله عليه وسلم لا سيما عند من يجعل اقوال الصحابة حجة ، فافهم (ايضاً ص ۹۴)

۲۔ فَسَأَلَ سَائِلٌ عَنِ الْمُرَادِ بِمَا فِي هَذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ بَعْدَ اسْتِعْظَامِهِ مَا فِيهِمَا مِنَ الرُّخْصَةِ فِي تَرْكِ الْجُمُعَةِ وَنَقَى ذَلِكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَقَالَ : كَيْفَ يَكُونُ لِأَحَدٍ أَنْ يَتَخَلَّفَ عَنِ الْجُمُعَةِ مَعَ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ) (الجمعة: ۹) ؟ الْآيَةُ فَكَانَ جَوَابُنَا لَهُ فِي ذَلِكَ بِتَوْفِيقِ اللَّهِ وَعَوْنِهِ أَنَّ الْمُرَادِينَ بِالرُّخْصَةِ فِي تَرْكِ الْجُمُعَةِ فِي هَذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ هُمُ أَهْلُ الْعَوَالِي الَّذِينَ مَنَازِلُهُمْ خَارِجَةٌ عَنِ الْمَدِينَةِ مِمَّنْ لَيْسَتْ الْجُمُعَةُ عَلَيْهِمْ وَاجِبَةً ، لِأَنَّهُمْ فِي غَيْرِ مَضَرٍّ مِنَ الْأَمْصَارِ ، وَالْجُمُعَةُ فَإِنَّمَا تَجِبُ عَلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ ، وَفِي الْأَمْصَارِ دُونَ مَا سِوَى ذَلِكَ كَمَا رَوَى عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذَلِكَ مِمَّا نَحِيطُ عَلِمًا أَنَّهُ لَمْ

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس قسم کی احادیث و روایات کی روشنی میں جمہور فقہائے کرام نے فرمایا کہ عید اور جمعہ اگر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يَقُلُّهُ رَأْيًا إِذْ كَانَ مِثْلَهُ لَا يُقَالُ بِالرَّأْيِ، وَأَنَّهُ لَمْ يَقُلُّهُ إِلَّا تَوْقِيفًا وَلَا تَوْقِيفٌ يُوجَدُ فِي ذَلِكَ إِلَّا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وَهُوَ مَا قَدْ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزُّلَيْدِ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدِ الْيَاسَمِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: "لَا جُمُعَةٌ وَلَا تَشْرِيقٌ إِلَّا فِي مِصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ.

وَمَا قَدْ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: "لَا جُمُعَةٌ وَلَا تَشْرِيقٌ إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ" قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فَكَانَ أَهْلُ الْعَوَالِي الَّذِينَ لَيْسُوا فِي مِصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ لَهُمُ التَّخْلُفُ عَنِ الْجُمُعَاتِ، وَمَنْ كَانَ لَهُ التَّخْلُفُ عَنِ الْجُمُعَاتِ كَانَ لَهُ التَّخْلُفُ عَنِ الْجَمَاعَاتِ سِوَاهَا فِي صَلَوَاتِ الْأَعْيَادِ وَمِمَّا سِوَاهَا، وَكَانُوا إِذَا حَضَرُوا الْأَمْصَارَ لِمُصَلَّاتِ الْأَعْيَادِ كَانُوا بِذَلِكَ فِي مَوْضِعٍ عَلَى أَهْلِهِ حُضُورُ تِلْكَ الصَّلَاةِ، يَعْنِي: صَلَاةَ الْجُمُعَةِ وَمَا سِوَاهَا مِنْ صَلَوَاتِ الْأَعْيَادِ، فَأَعْلَمَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا فِي هَذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ أَنَّهُمْ لَيْسَ عَلَيْهِمْ أَنْ يُقِيمُوا بِمَكَانِهِمُ الَّذِي حَضَرُوا لِمُصَلَاةِ الْعِيدِ حَتَّى يَدْخُلَ عَلَيْهِمْ وَقْتُ الْجُمُعَةِ وَهُمْ بِهِ، فَتَجِبُ عَلَيْهِمُ الْجُمُعَةُ كَمَا تَجِبُ عَلَى أَهْلِ ذَلِكَ الْمَكَانِ؛ لِأَنَّهُ مِصْرٌ مِنَ الْأَمْصَارِ، وَجَعَلَ لَهُمْ أَنْ يُقِيمُوا بِهِ اخْتِيَارًا حَتَّى يُصَلُّوا فِيهِ الْجُمُعَةَ أَوْ يَنْصَرِفُوا عَنْهُ إِلَى أَمَاكِينِهِمْ، وَيَتَرَكُونَ الْإِقَامَةَ لِلْجُمُعَةِ، فَيَكُونُ رُجُوعُهُمْ إِلَى أَمَاكِينِهِمْ رُجُوعًا إِلَى أَمَاكِينٍ لَا جُمُعَةَ عَلَى أَهْلِهَا فَقَالَ: فَقَدْ رَوَيْتُمْ أَيضًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَعْنَى حَدِيثًا هُوَ أَغْضَبُ مِنْ هَذَا.

يَعْنِي مَا حَدَّثَنَا بِهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ دَاوُدَ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ رَبِّهِ الْبُجْرَجِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُقَيْعٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: اجْتَمَعَ عِيدَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّمَا شَيْئٍ أَجَزَأُكُمْ" قَالَ: فِي هَذَا الْحَدِيثِ رُذُةُ الْمَشِيشَةِ إِلَيْهِمْ فِي الْإِتْيَانِ إِلَى صَلَاةِ الْعِيدِ وَتَرْكُ الْإِتْيَانِ لِمَا سِوَاهَا مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ أَوْ إِتْيَانِ الْجُمُعَةِ وَتَرْكُ مَا قَبْلَهَا مِنْ صَلَاةِ الْعِيدِ، فَكَانَ جَوَابُنَا لَهُ فِي ذَلِكَ بِتَوْفِيقِ اللَّهِ وَعَزْوِهِ أَنَّهُ قَدْ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاطِبَهُمْ بِذَلِكَ قَبْلَ يَوْمِ الْعِيدِ لِيَقْعَلُوهُ فِي يَوْمِ الْعِيدِ، وَأَعْلَمَ بِذَلِكَ أَهْلُ الْعَوَالِي أَنَّ لَهُمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ صَلَاةِ الْعِيدِ وَيَحْضَرُوا لِمُصَلَاةِ الْجُمُعَةِ أَوْ يَحْضَرُوا لِمُصَلَاةِ الْعِيدِ فَيُصَلُّونَهَا ثُمَّ يَنْصَرِفُونَ إِلَى أَمَاكِينِهِمْ، وَلَا يَحْضَرُونَ الْجُمُعَةَ إِذَا كَانَ أَهْلُ تِلْكَ الْأَمَاكِينِ لَا جُمُعَةَ عَلَيْهِمْ؛ لِأَنَّهُمْ لَيْسُوا بِمِصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ، وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ بِالْقَاطِ هِيَ أَذَلُّ عَلَى هَذَا الْمَعْنَى مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الَّذِي ذَكَرْنَا.

كَمَا حَدَّثَنَا بَكَّارُ بْنُ قُتَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، وَأَبُو عَامِرٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُقَيْعٍ، عَنْ ذُكْوَانَ، قَالَ: اجْتَمَعَ عِيدَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "إِنكُمْ قَدْ أَصَبْتُمْ خَيْرًا وَذَكَرْنَا، وَإِنَّا مُجْتَمِعُونَ فَمَنْ شَاءَ أَنْ يُجْمَعَ فَلْيُجْمَعْ وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَرُجَعَ فَلْيَرْجَعْ" قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فِي هَذَا الْحَدِيثِ كُشِفَ الْمَعْنَى الَّذِي ذَكَرْنَا اخْتِمَالَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ لِإِيَّاهُ، وَقَدْ رَوَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ایک دن واقع ہوں، تو شہر والوں کو عید اور جمعہ کی دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر پڑھنا ضروری ہوگا۔ ۱

البتہ گاؤں، دیہات والے اگر شہر و قصبہ میں آ کر عید کی نماز ادا کریں، تو ان کو عید کی نماز پڑھ کر اپنے گھر جانے اور وہاں جا کر عید کا باقی دن گزارنے میں حرج نہیں، اور اگر وہ شہر میں ٹھہرے رہیں، تو شہر والوں کی طرح جمعہ کے وقت ان پر جمعہ کی نماز بھی واجب ہوگی۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَدْ كَانَ أَمْرَ أَهْلِ الْعَوَالِي بِمِثْلِ ذَلِكَ فِي يَوْمِ اجْتِمَاعٍ فِيهِ عِيدَانِ مِنْ أَيْمَانِهِ. كَمَا حَدَّثَنَا بَكَّارُ بْنُ قَتَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ قَالَ: شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُثْمَانَ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَجَاءَ فَصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ فَنُحِبُّ فَقَالَ: "إِنَّهُ قَدْ اجْتَمَعَ لَكُمْ عِيدَانِ فِي يَوْمِكُمْ هَذَا، وَمَنْ أَحَبَّ مِنْ أَهْلِ الْعَالِيَةِ أَنْ يَنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ فَلْيَنْتَظِرْهَا، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَرْجِعَ فَلْيَرْجِعْ فَقَدْ أَذِنْتُ لَهُ". وَكَمَا حَدَّثَنَا بَكَّارُ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ قَالَ: شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَوَافَقَ ذَلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ قَالَ: "هَذَا يَوْمٌ قَدْ اجْتَمَعَ لَكُمْ فِيهِ عِيدَانِ، مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ أَهْلِ الْعَوَالِي فَقَدْ أَذِنَّا لَهُ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَمْكُثَ فَلْيَمْكُثْ" وَفِيمَا ذَكَرْنَا بَيَانَ لِمَا ذَكَرْنَا مِمَّا قَدْ تَقَدَّمَ وَصَفْنَا لَهُ فِي اخْتِمَالِ مَا قَدْ رَوَيْنَاهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْبَابِ. وَاللَّهُ نَسْأَلُهُ التَّوْفِيقَ (شرح مشکل الآثار للطحاوی، ج ۳ ص ۱۸۷ تا ۱۹۲، باب بیان مشکل ما روی عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في العیدین یجتمعان فی الیوم الواحد)

۱۔ اور بعض فقہاء عید کا دن جمعہ کے دن واقع ہونے کی صورت میں اہل شہر کے لئے سقوط جمعہ کے قائل ہیں۔

۲۔ (قد اجتمع فی یومکم هذا عیدان فمن شاء أجزأه من الجمعة) اے عن حضورہا ولا یسقط عنه الظہر (وإنما مجمعون إن شاء الله) قالہ فی یوم جمعة وافقت عیداً فإذا وافق یوم الجمعة یوم عید وحضر من تلزمه من أهل القرى فصلوا العید سقطت عنهم الجمعة عند الشافعی كالجمهور ولم یسقطها أبو حنیفة (فیض القدیور شرح الجامع الصغیر، تحت حدیث رقم ۶۱۰۳) وبہ استدلال أحمد علی سقوط الجمعة علی من صلی العید إذا وافق العید یوم الجمعة، وبہ قال مالک مرة: وأجیب بأنهم إنما كانوا یأتون العید والجمعة من مواضع لا یجب علیهم المبحیء فأخبر بما لهم فی ذلك (عمدة القاری للعینی، ج ۲ ص ۱۶۱، کتاب الاضاحی، باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی وما یتزود منها)

قال أبو عمر ذهب مالک رحمه الله فی إذن عثمان رضى الله عنه فیما ذهب لأهل العوالی إلى أنه عنده غیره معمول به، ذکر بن القاسم عنه أنه قال لیس علیہ العمل، وذلك أنه كان لا یرى الجمعة لازمة لمن كان من المدينة علی ثلاثة أمیال والعوالی عندهم أكثرها كذلك فمن هنا لم یر ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اس کے برخلاف بعض احادیث یا آثار سے جو عید و جمعہ کا دن جمع ہو جانے کی صورت میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

العمل علیٰ إذن عثمان ورأى أنه جائز له خلافه باجتهاده إلى رؤى الجماعة العاملين بالمدينة بما ذهب إليه في ذلك .

وقال الثوري وأبو حنيفة والشافعي وأكثر أهل العلم إن إذن عثمان كان لمن لا تلزمه الجمعة من أهل العوالي لأن الجمعة لا تجب إلا على أهل المصر عند الكوفيين، وأما الشافعي فتجب عنده على من سمع النداء من خارج المصر، ولا يختلف العلماء في وجوب الجمعة على من كان بالمصر بالغا من الرجال الأحرار سمع النداء أو لم يسمعه.

قال أبو عمر وقد روى في هذا الباب عن بن الزبير وعطاء قول منكر أنكره فقهاء الأمصار ولم يقل به أحد منهم، وذلك أن عبد الرزاق روى عن بن جريج قال قال عطاء إن اجتمع يوم الجمعة ويوم الفطر في يوم واحد فليجمعهما يصلي ركعتين فقط ولا يصلي بعدها حتى العصر .

قال بن جريج ثم أخبرنا عند ذلك قال اجتمع يوم فطر ويوم جمعة في يوم واحد في زمن بن الزبير فقال بن الزبير عيدان اجتماعا في يوم واحد فجمعهما جميعا صلى ركعتين بكرة صلاة الفطر ثم لم يزد عليها حتى صلى العصر .

وروى سعيد بن المسيب عن قتادة قال سمعت عطاء يقول اجتمع عيدان على عهد بن الزبير فصلى العيد ثم لم يخرج إلى العصر .

قال أبو عمر أما فعل بن الزبير وما نقله عطاء من ذلك وأفتى به على أنه قد اختلف عنه فلا وجه فيه عند جماعة الفقهاء وهو عندهم خطأ إن كان على ظاهره لأن الفرض من صلاة الجمعة لا يسقط بإقامة السنة في العيد عند أحد من أهل العلم، وقد روى فيه قوم أن صلاته التي صلاها لجماعة ضحى يوم العيد نوى بها صلاة الجمعة على مذهب من رأى أن وقت صلاة العيد ووقت الجمعة واحد وقد أوضحنا فساد قول من ذهب إلى ذلك في باب المواقيت .

وتأول آخرون أنه لم يخرج إليهم لأن صلاها في أهلها ظهر أربعا .

وهذا لا دليل فيه في الخبر الوارد بهذه القصة عنه .

وعلى أي حال كان فهو عند جماعة العلماء خطأ وليس على الأصل المأخوذ به، والأصل في ذلك ما ذكره على بن المديني قال حدثني يحيى بن سعيد قال حدثنا سفيان سمع عبد العزيز بن رفيع قال حدثني ذكوان أبو صالح أن عيدين اجتماعا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى بهم صلاة العيد وقال إنكم قد أصبتم ذكرا وخبرا ونحن مجمعون إن شاء الله فمن شاء منكم أن يجمع فليجمع ومن شاء أن يجلس فليجلس، وقد روى حدث عبد العزيز بن رفيع مسندا وإن كان بن المديني قال إن المرسل فيه عن عبد العزيز حديث شريف..... قال أبو عمر ليس في شيء من آثار هذا الباب ما ذكرناه منها وما سكتنا عنه أن صلاة الجمعة لم يقمها الأئمة في ذلك اليوم وإنما فيها أنهم أقاموها بعد إزهم المذكور عنهم وذلك عندنا لمن قصد العيدين غير أهل المصر والله أعلم (الاستدكار لابن عبد البر، كتاب العيدين، باب الأمر بالصلاة قبل الخطبة في العيدين)

عید کی نماز پڑھ لینے سے علی الاطلاق جمعہ کی نماز کا ساقط ہونا ظاہر ہوتا ہے، وہ اس درجہ کی نہیں ہیں کہ ان کی وجہ سے جمعہ جیسے فریضہ کو ساقط کیا جاسکے۔ ۱

۱۔ واحتج الحنابلة ايضا بما رواه مسدد والمروزي في العيدين وصحح كما في كنز العمال والحاكم في المستدرک وصححه علی شرطهما واقره الذهبي عن وهب بن كيسان، قال: اجتمع عيدان على عهد ابن الزبير، فآخر الخروج حتى تعالى النهار، ثم خرج، فخطب، فأطال، ثم نزل، فصلى ركعتين ولم يصل الناس الجمعة، فعاب ذلك عليه ناس، فذكر ذلك لابن عباس، فقال: أصاب السنة، فذكروا ذلك لابن الزبير، فقال: " رأيت عمر بن الخطاب إذا اجتمع على عهد عيدان، صنع هكذا اهـ. وقد رواه النسائي وسكت عنه الى قوله "السنة" وفي النيل "رجاله رجال الصحيح" وقد رواه ابو داود وسكت عنه، وقال النووي اسناده حسن كما في نصب الراية، وعن عطاء ابن ابي رباح عن ابي داود ايضا قال صلى بنا ابن الزبير في يوم عيد، في يوم جمعة أول النهار، ثم رحنا إلى الجمعة، فلم يخرج إلينا فصلينا وحدانا، وكان ابن عباس بالطائف، فلما قدم ذكرنا ذلك له، فقال: أصاب السنة اهـ، قال الزيلعي "قال النووي: اسناده على شرط مسلم" وفي رواية له "فجمعهما جميعا فصلاهما ركعتين بكرة لم يزد عليهما حتى صلى العصر اهـ، وفي النيل "رجاله رجال الصحيح".

قلت: لا حجة لهم في ذلك اصلا، فان الناس كلهم انكروا على ابن الزبير، ولم يوافقوه على فعله من الصحابة غير ابن عباس، وامر لا يعرفه اكثر الناس في عهد الصحابة، بل ينكرونه لا يجوز به اسقاط فريضة قد اجمع عليها، ولا يخفى ان ابن الزبير، وابن عباس كانا صغيرين في عهد النبي صلى الله عليه وسلم، فلعلمهما سمعا منادى النبي صلى الله عليه وسلم ينادي: "من شاء منكم ان يصلي فليصل ومن الرجوع فليرجع" وكان ذلك خطابا لاهل القرى، فلم يفهما المراد به، وظناه عاما لاهل البلد ايضا، فجمع ابن الزبير الجمعة والعيد، وقال فيه ابن عباس: "انه اصاب السنة" اي اصاب ماسمعه من منادى النبي صلى الله عليه وسلم من قوله "من شاء فليصل" بالمعنى الذي فهمه، واما قول ابن الزبير "رأيت عمر بن الخطاب اذا اجتمع عيدان صنع هكذا" فلعل عمر رضى الله عنه فعل ذلك بعدد عرفه الناس، ولم يعرفه ابن الزبير ولذا انكروا عليه، ولم ينكروا على عمر والا فيبعد كل البعد ان يصنع ابن الزبير مثل ما صنعه، فعرفه الناس من عمر، وانكروه منه (اعلاء السنن ج ۸ ص ۹۵، ۹۶، باب اذا اجتمع العيد والجمعة لا تسقط الجمعة به)

وايضاً فلاحجة بقول الصحابي وفعله في معارضة قول النبي وفعله لاسيما، وقد ثبت ان الناس انكروا على ابن الزبير ما صنعه وعاتبوه عليه فافهم، على ان الحنابلة يقولون انه اذا اتفق عيد في يوم جمعة سقط حضور الجمعة عن صلى العيد الا امام فانها لا تسقط عنه الا ان لا يجتمع له من يصلي به الجمعة لقول النبي صلى الله عليه وسلم "وانا لجمعون" ولانه لو تركها لامتنع فعل الجمعة في حق من تجب عليه ومن يريد ما ممن سقطت عنه ذكره ابن قدامة في المغني. فصنع ابن الزبير وقع خلاف الاجماع لكونه لم يزد على الركعتين قبل الزوال بكرة حتى صلى العصر مع انه قد اجتمع له من يصلي به الجمعة، قال عطاء ثم رحنا الى الجمعة فلم يخرج إلينا فصلينا وحدانا كما تقدم (ايضاً ص ۹۷) ﴿بقية حاشيا لگے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نماز عید کی رکعات اور اذان و اقامت

عید کی نماز کی دو رکعتیں ہیں، اور پہلے گزر چکا ہے کہ عید کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے، مگر عید کی نماز کے لئے اذان اور اقامت نہیں ہے، نیز عید کی نماز کے لئے اس سے پہلے اور بعد میں سنت و نقل نماز نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس اور جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ:

لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْأَضْحَى (مسلم) ۱

ترجمہ: عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن (عید کی نماز کے لئے) اذان نہیں دی جاتی (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَا أَذَانَ لِلصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ، حِينَ يَخْرُجُ الْإِمَامُ، وَلَا بَعْدَ مَا يَخْرُجُ، وَلَا إِقَامَةً (مسلم) ۲

ترجمہ: عید الفطر کی نماز کے لئے جب امام (عید کی نماز پڑھانے کے لیے) نکلتا ہے، اس وقت (جمعہ کی طرح) اذان نہیں ہے، اور نہ ہی (جمعہ کی طرح) امام کے نکلنے کے بعد اذان ہے، اور نہ اقامت ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدیث زید بن ارقم فیہ ایاس مجهول، قال ابن المنذر: هذا الحديث لا يثبت، وإياس بن ابی رملہ راویہ عن زید مجهول، وقال ابن القطان: هو كما قال النزاع، فان العام القطعی لا يختص عندنا بالآحاد، وإيضاً فان حدیث زید هذا مقید عندنا باهل العوالی بدلیل ما ذكرناه فی المتن من قول عثمان ومن مرسل عمر بن عبد العزیز وموصول ابی هريرة مرفوعاً فتذكر، وإذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (ایضاً ص ۹۷، ۹۸)

۱۔ حدیث نمبر ۸۸۶، کتاب صلاة العیدین، دار احیاء التراث العربی، بیروت.

۲۔ حدیث نمبر ۸۸۶، کتاب صلاة العیدین، دار احیاء التراث العربی، بیروت.

شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيدَ، وَأَبَى بَكْرٍ،
وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، فَكُلُّهُمْ صَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ

(مسند احمد) ۱

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور حضرت ابوبکر، اور حضرت عمر
اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سب کے ساتھ عید کی نماز میں شریک ہوا، ان سب
نے خطبہ سے پہلے عید کی نماز بغیر اذان اور بغیر اقامت کے پڑھی (ترجمہ ختم)
اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُقَامُ لَهُ فِي
الْعِيدَيْنِ (مسند الإمام احمد) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عیدین کی نماز میں نہ تو اذان دی جاتی
تھی، اور نہ اقامت کہی جاتی تھی (ترجمہ ختم)

ان احادیث و روایات سے معلوم ہوا کہ عید کی نماز کے لیے اذان و اقامت نہیں ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

صَلَاةُ السَّفَرِ رَكْعَتَانِ ، وَصَلَاةُ الْأَضْحَى رَكْعَتَانِ ، وَصَلَاةُ الْفِطْرِ
رَكْعَتَانِ ، وَصَلَاةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ ، تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرِ ، عَلَى لِسَانِ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسند احمد) ۳

ترجمہ: سفر کی نماز کی دو رکعتیں ہیں، اور عید الاضحیٰ کی نماز کی دو رکعتیں ہیں، اور

۱۔ حدیث نمبر ۲۱۷۱، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ له، ابوداؤد، حدیث نمبر ۱۱۳۷۔
فی حاشیہ مسند احمد: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير محمد بن ربيعة
الكلابي. الرواسي الكوفي، فقد روى له أصحاب السنن والبخاري في "الأدب المفرد"، وهو ثقة.

۲۔ حدیث نمبر ۲۱۰۲۹، مؤسسة الرسالة، بیروت.

فی حاشیہ مسند احمد: صحيح لغيره.

۳۔ حدیث نمبر ۲۵۷، مؤسسة الرسالة، بیروت.

فی حاشیہ مسند احمد: حدیث صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين

عید الفطر کی نماز کی دو رکعتیں ہیں، اور جمعہ کی نماز کی دو رکعتیں ہیں، یہ پوری پوری ہیں، قصر نہیں ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے مطابق (ترجمہ ختم) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کی نماز کی دو رکعتیں ہیں، اور یہ شریعت کی طرف سے پوری پوری دو ہی رکھی گئی ہیں، ان کو چار سے دو بنا کر قصر نہیں کیا گیا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا (بخاری) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن (نماز عید کی) دو رکعتیں پڑھیں، نہ ان سے پہلے کوئی نماز پڑھی، اور نہ بعد میں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ شَيْئًا، فَإِذَا رَجَعَ إِلَى مَنْزِلِهِ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ (سنن ابن ماجہ) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے، پھر جب اپنے گھر لوٹ آتے، تو دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور محمد بن علی بن حنفیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

كُنَّا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى لَا نُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى نَأْتِيَ الْمُصَلَّى، فَإِذَا رَجَعْنَا مَرَرْنَا

۱۔ حدیث نمبر ۹۶۳، کتاب الجمعة، باب الخطبة بعد العید، دار طوق النجاة، بیروت، واللفظ لله، ترمذی، حدیث نمبر ۵۳۷۔

۲۔ حدیث نمبر ۱۲۹۳، کتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في الصلاة قبل صلاة العید وبعدها۔

(تعليق محمد فؤاد عبد الباقي) فی الزوائد إسناده صحيح و رجاله ثقات۔

(حكم الألبانی) حسن۔

بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّيْنَا فِيهِ (مسند الشافعی) ۱

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن (فجر کے بعد) مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے، یہاں تک کہ ہم عید گاہ میں آتے تھے، پھر جب ہم (عید کی نماز پڑھ کر) لوٹتے تھے، تو مسجد سے گزرتے تھے (جہاں کہ عید کی نماز نہیں پڑھی جاتی تھی) تو اس میں (نفل) نماز پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت شعی سے مروی ہے کہ:

كَانَ عَبْدُ اللَّهِ إِذَا رَجَعَ يَوْمَ الْعِيدِ، صَلَّى فِي أَهْلِهِ أَرْبَعًا (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب عید کے دن (عید کی نماز پڑھ کر) لوٹتے تھے، تو اپنے گھر میں چار رکعت (نفل) پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

ان سب احادیث و روایات سے معلوم ہو رہا ہے کہ عید کی نماز سے پہلے اور بعد میں کوئی سنت و نفل نماز نہیں ہے، البتہ عید کی نماز کے بعد گھر آ کر، یا کسی دوسری جگہ (مسجد وغیر مسجد میں) جہاں عید کی نماز نہیں پڑھی، دو یا چار نوافل پڑھنے میں حرج نہیں۔ ۳

اس کے علاوہ کئی روایات اور آثار میں عید کی نماز سے پہلے اور بعد میں کوئی نفل و سنت نماز نہ ہونے کا ذکر ہے۔ ۴

۱۔ حدیث نمبر ۴۸۳، کتاب العیدین والاضاحی والاستسقاء، باب: ترک الصلاة قبل صلاة العید وبعدها فی المصلی، شركة غراس للنشر والتوزيع، الكويت، واللفظ له، معرفة السنن والآثار للبيهقي، حدیث نمبر ۱۹۷۳۔

۲۔ حدیث نمبر ۵۸۰۲، کتاب الصلاة، فِيمَنْ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْعِيدِ أَرْبَعًا۔

۳۔ ثم إذا أراد أن يصلي بعدها صلى أربعاً، وفي "زاد الفقهاء": "إن أحب أن يصلي بعدها صلى أربعاً، إلا أن مشايخنا قالوا: المستحب أن يصلي أربعاً بعد الرجوع إلى منزله، كيلا يظن ظان أنه هو السنة المتوارثة (البنية شرح الهداية، ج ۳ ص ۱۰۶، وقت صلاة العیدین)

۴۔ عَنْ ابْنِ عُمَرَ؛ أَنَّهُ خَرَجَ يَوْمَ عِيدٍ فَلَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا، وَلَا بَعْدَهَا، وَذَكَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۷۸۶، بَابُ مَنْ كَانَ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ، وَلَا بَعْدَهُ)

عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى، وَابْنَ عُمَرَ، وَجَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، وَشُرَيْحًا،

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عید کی نماز کا طریقہ

عید کی نماز کا طریقہ عام نمازوں کی طرح ہی ہے، البتہ عید کی نماز میں عام نمازوں کے مقابلہ میں چھ تکبیریں زیادہ ہیں، تین پہلی رکعت میں ثناء کے بعد اور سورہ فاتحہ سے پہلے اور تین دوسری رکعت میں قرائت کے بعد اور رکوع سے پہلے۔

پس پہلی رکعت میں تین زائد تکبیرات قرائت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرائت کے بعد

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وَابْنُ مَعْقِلٍ، لَا يُصَلُّونَ قَبْلَ الْعِيدِ، وَلَا بَعْدَهُ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۷۸۷، بَابُ مَنْ كَانَ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ، وَلَا بَعْدَهُ)

عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ يَوْمَ الْفِطْرِ، فَقَامَ عَطَاءٌ يُصَلِّي قَبْلَ خُرُوجِ الْإِمَامِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ سَعِيدٌ: أَنْ اجْلِسْ، فَجَلَسَ عَطَاءٌ. قَالَ: فَقُلْتُ لِسَعِيدٍ: عَمَّنْ هَذَا يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ؟ فَقَالَ: عَنْ خُذَيْفَةَ وَأَصْحَابِهِ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۷۸۸، بَابُ مَنْ كَانَ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ، وَلَا بَعْدَهُ)

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ؛ أَنَّ أَبَا مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيَّ كَانَ إِذَا كَانَ يَوْمَ أَضْحَى، أَوْ يَوْمَ فِطْرِ طَافَ فِي الصُّفُوفِ، فَقَالَ: لَا صَلَاةَ إِلَّا مَعَ الْإِمَامِ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۷۸۹، بَابُ مَنْ كَانَ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ، وَلَا بَعْدَهُ)

عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ زُهْدَمِ الْحَنْظَلِيِّ؛ أَنَّ أَبَا مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيَّ قَامَ فِي يَوْمِ عِيدٍ، فَقَالَ: إِنَّهُ لَا صَلَاةَ فِي هَذَا الْيَوْمِ حَتَّى يَخْرُجَ الْإِمَامُ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۷۹۰، بَابُ مَنْ كَانَ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ، وَلَا بَعْدَهُ)

عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ؛ أَنَّهُ كَانَ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ، وَلَا بَعْدَهُ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۷۹۱، بَابُ مَنْ كَانَ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ، وَلَا بَعْدَهُ)

عَنْ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: كُنْتُ بَيْنَ مَسْرُوقٍ وَشُرَيْحٍ فِي يَوْمِ عِيدٍ، فَلَمْ يُصَلِّا قَبْلَهَا، وَلَا بَعْدَهَا. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۷۹۲، بَابُ مَنْ كَانَ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ، وَلَا بَعْدَهُ)

عَنْ ابْنِ سِيرِينَ، قَالَ: كَانَ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ، وَلَا بَعْدَهُ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۷۹۳، بَابُ مَنْ كَانَ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ، وَلَا بَعْدَهُ)

عَنْ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: رَأَى الشَّعْبِيُّ إِنْسَانًا يُصَلِّي بَعْدَ مَا انْصَرَفَ الْإِمَامُ، فَجَبَدَهُ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۷۹۴، بَابُ مَنْ كَانَ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ، وَلَا بَعْدَهُ)

عَنِ الضُّحَّاكِ، قَالَ: لَا صَلَاةَ قَبْلَهَا، وَلَا بَعْدَهَا. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۷۹۵، بَابُ مَنْ كَانَ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ، وَلَا بَعْدَهُ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

میں ہیں، اور اس طرح دونوں رکعتوں میں قرائت پے در پے ہے، دونوں سورتوں کی قراءت کے درمیان زائد تکبیرات حائل نہیں ہیں۔

اور اگر تکبیر تحریمہ اور دونوں رکعتوں کی رکوع کی تکبیرات کو بھی ان چھ زائد تکبیرات کے ساتھ شمار کیا جائے، تو مجموعی طور پر نو اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ آٹھ تکبیرات بن جاتی ہیں۔

عید کی نماز کا مکمل طریقہ یہ ہے کہ پہلے دل میں عید الفطر کی دو رکعت چھ زائد تکبیروں کے ساتھ پڑھنے کی نیت کرے۔

پھر عام نمازوں کی طرح تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے، اور ثناء (یعنی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ الْحَمْدُ) پڑھے، پھر وقفہ وقفہ سے تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر ”اللہ اکبر“ کہے، پہلی اور دوسری مرتبہ ”اللہ اکبر“ کہنے کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑتا رہے، اور تیسری مرتبہ ”اللہ اکبر“ کہنے کے بعد ہاتھ باندھ لے، اور امام کو چاہئے کہ ہر دفعہ ”اللہ اکبر“ کہنے کے بعد کم از کم اتنی دیر ٹھہرے، جتنی دیر تین مرتبہ ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ“ کہنے میں لگتی ہے، مجمع زیادہ ہونے کی وجہ سے ضرورت ہو تو اس سے زیادہ بھی وقفہ کیا جاسکتا ہے۔

پہلی رکعت میں تین مرتبہ ”اللہ اکبر“ کہنے کے بعد امام ”أَعُوذُ بِاللّٰهِ“ اور ”بِسْمِ اللّٰهِ“ پڑھ کر عام نمازوں کی طرح اونچی آواز سے سورہ فاتحہ اور اس کے بعد کسی سورت کی قرات کرے

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عَنِ الشَّعْبِيِّ؛ أَنَّهُ كَانَ لَا يُصَلِّي قَبْلَهَا، وَلَا بَعْدَهَا. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ

نمبر ۵۷۹۶، باب مَنْ كَانَ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ، وَلَا بَعْدَهُ)

عَنِ ابْنِ الْحَنْظَلِيِّ؛ قَالَ: لَا صَلَاةَ قَبْلَهَا، وَلَا بَعْدَهَا. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ

نمبر ۵۷۹۷، باب مَنْ كَانَ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ، وَلَا بَعْدَهُ)

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَصَمِّ؛ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ مَسْرُوقٍ فِي يَوْمِ عِيدٍ، فَقُمْتُ أَصَلِّي، فَأَخَذَ

بِشِابِي فَأَجْلَسَنِي، ثُمَّ قَالَ: لَا صَلَاةَ حَتَّى يُصَلِّيَ الْإِمَامُ. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ

نمبر ۵۷۹۸، باب مَنْ كَانَ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ، وَلَا بَعْدَهُ)

عن عامر، قال: كنت إلى جنب شريح في يوم عيد، فما رأيته صلى قبلها ولا بعدها،

قال: وأتيت المدينة فما رأيت أحدا من الفقهاء صلى قبلها ولا بعدها (أحكام العيدين

للغريابی، حدیث نمبر ۱۶۶)

اور حسبِ قاعدہ رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ پہلی رکعت مکمل کرے۔
پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہو کر حسبِ قاعدہ سورہ فاتحہ اور اس کے بعد کسی سورت کی قرأت کرے، اور پھر قرأت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے پہلے اسی طرح ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ ”اللہ اکبر“ کہے جیسے پہلی رکعت میں کہا تھا اور تینوں مرتبہ ہاتھ اٹھا کر چھوڑتا رہے۔
پھر چوتھی مرتبہ ہاتھ اٹھائے بغیر رکوع کی تکبیر کہتا ہوا رکوع میں جائے اور حسبِ قاعدہ رکوع اور دو سجدوں اور قعدہ کے ساتھ اور سلام پھیر کر نماز مکمل کرے۔ ۱

عید کی نماز میں زائد تکبیرات اور ان کا ثبوت

عید کی نماز میں عام نمازوں کے مقابلہ میں چھ زائد تکبیرات اور تکبیر تحریمہ اور رکوع کی تکبیرات سمیت دونوں رکعتوں میں مجموعی طور پر نو تکبیرات کا ہونا کئی صحیح احادیث و روایات سے ثابت ہے۔

جس کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے تبعین نے اختیار کیا ہے۔ ۲
اور کئی صحیح احادیث و روایات میں بارہ تکبیرات کا ذکر ہے، جس کو دوسرے فقہائے کرام نے اختیار کیا ہے۔

۱۔ وأما بيان كيفية أداء صلاة العيدين فنقول يصلي الإمام ركعتين فيكبر تكبيرة الافتتاح ويقول سبحانك اللهم وبحمدك إلى آخره ثم يكبر ثلاثاً ثم يقرأ جهراً ثم يكبر تكبيرة الركوع فإذا قام إلى الثانية يقرأ أولاً ثم يكبر ثلاثاً ويركع بالرابعة فتكون التكبيرات الزوائد ستاً ثلاثة في الركعة الأولى وثلاثة في الركعة الثانية وثلاثة أصليات تكبيرة الافتتاح وتكبيرات الركوع فصار حاصل الجواب عندنا أن يكبر في صلاة العيدين تسع تكبيرات ستة في الزوائد وثلاثة أصليات، ويؤلى بين القراءتين يقرأ في الركعة الأولى بعد التكبيرات وفي الثانية قبل التكبيرات، وهذا هو مذهب عبد الله بن مسعود وحذيفة بن اليمان وعقبة بن عامر الجهني وأبي موسى الأشعري وأبي هريرة وابن مسعود الأنصاري رضي الله عنهم (تحفة الفقهاء، ج ۱ ص ۱۶۷، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين)
۲۔ قال أبو حنيفة رضي الله عنه في العيدين الفطر والأضحى سواء يكبر الإمام تسع تكبيرات في العيدين يفتتح الصلاة فيكبر أربعاً بالتالي يفتتح بها الصلاة ثم يقرأ ثم يكبر فيركع ثم يقوم فيقرأ ثم يكبر أربعاً يركع بالرابع يفتتح الصلاة بالتكبير ويختم الصلاة بالتكبير وهذا قول عبد الله بن مسعود رضي الله عنه (الحجة على أهل المدينة، ج ۱ ص ۲۹۸، باب العيدين)

آج کل بعض لوگ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بیان کردہ طریقہ کو احادیث و روایات کے خلاف کہتے ہیں۔

اس لیے اس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: زَيِّنُوا أَعْيَادَكُمْ

بِالتَّكْبِيرِ (المعجم الصغير للطبرانی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی عیدوں کو تکبیر کے ذریعہ سے مزین کرو (ترجمہ ختم)

اس کے عمومی مفہوم میں عید کی نماز میں اور خطبہ میں نیز عید کی نماز کے لئے جاتے آتے ہوئے کثرت سے تکبیرات کہنا سب داخل ہے۔

اور حضرت عاصم ابو عبد الرحمن سے روایت ہے کہ:

حَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَّى

بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيدٍ، فَكَبَّرَ أَرْبَعًا، وَأَرْبَعًا، ثُمَّ

أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَجْهِهِ حِينَ أَنْصَرَفَ، قَالَ: لَا تَنْسَوُا، كَتَّكْبِيرِ الْجَنَائِزِ،

وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ، وَقَبَضَ إِبْهَامَهُ (شرح معانی الآثار) ۲

ترجمہ: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کرام نے یہ حدیث بیان

کی کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن نماز پڑھائی، تو (ہر رکعت میں)

۱۔ حدیث نمبر ۵۹۹، المكتب الإسلامي، بيروت، واللفظ له، المعجم الاوسط للطبرانی حدیث

نمبر ۳۳۷۳۔

قال الهيثمي:

رواه الطبرانی في الصغير والأوسط وفيه عمر بن راشد ضعفه أحمد وابن معين

والنسائي وقال العجلي: لا بأس به (مجمع الزوائد، ج ۲، ۱۹۷۱، أبواب العيدين، باب

التكبير في العيدين)

۲۔ حدیث نمبر ۷۲۷۳، کتاب الزیادات، باب صلاة العيدين كيف التكبير فيها.

چار چار تکبیریں کہیں، پھر ہماری طرف اپنا چہرہ مبارک پھیر کر فرمایا کہ تم (ان تکبیروں کو) نہ بھولو، جنازہ کی تکبیر کی طرح، اور اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا، اور اپنے انگوٹھے کو بند کر لیا (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور رکوع کی تکبیر سمیت ہر رکعت میں چار چار تکبیرات کہیں، جس کی مزید وضاحت اگلی روایات میں آتی ہے۔

یہ حدیث سند کے لحاظ سے حسن درجے سے کم نہیں ہے، اور اس کی تائید کئی دوسری روایات و آثار سے ہوتی ہے۔ ۱

۱۔ قال الطحاوی: فَهَذَا حَدِيثٌ، حَسَنُ الْإِسْنَادِ (حوالہ بالا)
وقال الالبانی:

قلت: و هو كما قال رحمه الله تعالى، فإن القاسم هذا هو ابن عبد الرحمن الدمشقي أبو عبد الرحمن صاحب أبي أمانة، و هو صدوق حسن الحديث. و الوضين بن عطاء، أورده ابن أبي حاتم برواية جمع من الثقات عنه، و روى عن ابن معين أنه قال فيه: " لا بأس به ". و عن أحمد: " ثقة ليس به بأس ". و عن أبي حاتم: " نعرف و نكر ". قلت: فمثله لا ينزل حديثه عن مرتبة الحسن. و سكت عنه البخاري في " التاريخ الكبير "، و من دونه ثقتان مشهوران من رجال البخاري. فالحديث شاهد قوي بهذا الإسناد لما أخرجه أبو داود و غيره بإسناد حسن عن أبي عائشة جليس لأبي هريرة: أن سعيد بن العاص سأل أبا موسى الأشعري و حذيفة بن اليمان: كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر في الأضحى و الفطر؟ فقال أبو موسى: كان يكبر أربعاً تكبيرة على الجنائز. فقال حذيفة: صدق. فقال أبو موسى: كذلك كنت أكبر في البصرة حيث كنت عليهم. فقال أبو عائشة: و أنا حاضر سعيد بن العاص. لكن أبو عائشة هذا غير معروف كما قال الذهبي، و قال الحافظ: " مقبول ". يعني عند المتابعة. و على هذا ينبغي أن يكون هذا الحديث مقبولا عند الحافظ، لأنه قد تابعه القاسم أبو عبد الرحمن في رواية الطحاوي، و هو و إن لم يسم الصحابي فإنه لا يضر عند أهل السنة، لأن الصحابة كلهم عدول مع احتمال أن يكون هو أبا موسى الذي في هذه الطريق الأخرى، ثم كيف لا يكون الحديث مقبولا و هو حسن الإسناد من الرواية الأولى. و هي في الحقيقة رواية عزيزة جيدة، مما حفظه لنا الإمام الطحاوي رحمه الله، و لست أدري لم لم يتعرض لها بذكر كل الذين أخرجه من الطريق الأخرى من الذين تكلموا عليه بالتضعيف كالنوى و العسقلاني، بل و الزيلعي، هو أحوج ما يكون إليه

﴿بقية حاشية الگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت مکیول سے روایت ہے کہ:

أَخْبَرَنِي أَبُو عَائِشَةَ، جَلِيسٌ لِأَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ، سَأَلَ
أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ، وَحَدِيثَهُ بَنَ الْيَمَانِ، كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لعدم مذهبہ الحنفی ! و قد استدرکہ علیہ المحشی الفاضل ، و نقل عن الحافظ فی " الفتح " أنه قال " : إسناده قوى . " ولم أقف علیہ الآن فی مظانہ من " الفتح . " و اللہ أعلم . و یزیداد قوۃ بما رواہ عبد الرزاق (۵۲۸۶) عن الثوری عن أبی إسحاق عن علقمة و الأسود بن یزید : أن ابن مسعود کان یکبر فی العیدین تسعا ، تسعا ، أربعاً قبل القراءة ثم کبر فرکع ، و فی الثانية یقرأ فإذا فرغ کبر أربعاً ثم رکع . و إسناده صحیح کما قال ابن حزم و غیرہ . و أخرجه ابن أبی شیبہ (۱/۴۳۲) و الطحاوی فی " شرح المعانی " (۳۳۸/۴) عن سفیان عن أبی إسحاق عن عبد اللہ بن أبی موسی ، و عن حماد عن إبراهیم : أن أمیراً من أمراء الکوفة - قال سفیان : أحدهما سعید بن العاصی ، و قال الآخر : الولید بن عقبہ - بعث إلى عبد اللہ بن مسعود و حذیفہ بن الیمان و عبد اللہ بن قیس (یعنی أبی موسی) فقال : إن هذا العید قد حضر فما ترون ؟ فأسندوا أمرهم إلى عبد اللہ ، فقال : یکبر تسعا : تکبیرة یفتتح بها الصلاة ، ثم یکبر ثلاثاً ، ثم یقرأ سورة ، ثم یکبر ، ثم یرکع . ثم یقوم فیقرأ سورة ، ثم یکبر أربعاً یرکع بإحداہن . و هو من طریق عبد اللہ بن أبی موسی صحیح ، و هو حمصی مخضرم ثقة . و كذلك هو من طریق إبراهیم ، و هو ابن یزید النخعی ، و هو و إن کان لم یسمع من ابن مسعود فمن المعروف من ترجمته أن ما أرسله عنه فهو صحیح . و رواہ الطحاوی من طریق زہیر بن معاویہ عن أبی إسحاق عن إبراهیم بن عبد اللہ بن قیس عن أبیہ أن سعید بن العاص دعاهم یوم عید .. الحديث نحوه ، فأدخل بین أبی إسحاق و عبد اللہ بن قیس - إبراهیم بن عبد اللہ هذا ، و من الظاهر أنه ابن عبد اللہ بن أبی موسی الذی فی الإسناد الذی قبلہ ، فإنه یقال : عبد اللہ بن أبی موسی ، و عبد اللہ بن قیس ، و عبد اللہ بن أبی قیس کما فی " التقریب " ، فإن کان كذلك فإنی لم أعرف إبراهیم هذا . و من طبقته إبراهیم بن أبی موسی الأشعری وثقه العجلی ، فیحتمل علی بعد أنه هو . و اللہ أعلم . و لہ طریق أخرى عند ابن أبی شیبہ (۱/۴۳۲) و البیہقی (۲۹۱/۳) عن معبد بن خالد عن کر دوس قال : قدم سعید بن العاص قبل الأضحی فأرسل إلى عبد اللہ بن مسعود و إلى أبی موسی و إلى أبی مسعود الأنصاری ، فسألهم عن التکبیر ؟ قال : ففقدوا بالمقالید إلى عبد اللہ ، فقال عبد اللہ : تقوم فتکبر أربع تکبیرات ثم تقرأ ، ثم ترکع فی الخامسة ، ثم تقوم فتقرأ ثم تکبر أربع تکبیرات ، فترکع بالرابعة . و إسناده صحیح إلى کر دوس ، و أما هذا ، فقد وثقه ابن حبان (۲۲۸/۳) و روى عنه جمع من الثقات کما فی " الجرح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ؟ فَقَالَ أَبُو مُوسَى:
كَانَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا تَكْبِيرَهُ عَلَى الْجَنَائِزِ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: صَدَقَ، فَقَالَ
أَبُو مُوسَى: كَذَلِكَ كُنْتُ أَكَبِّرُ فِي الْبُصْرَةِ، حَيْثُ كُنْتُ عَلَيْهِمْ،
وَقَالَ أَبُو عَائِشَةَ: وَأَنَا حَاضِرٌ سَعِيدَ بْنِ الْعَاصِ (ابوداؤد) ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والتعديل "(۱۷۵/۷) و "التهديب" لكن اختلفوا في اسم أبيه، و هل هو واحد أو أكثر، فمثله إن لم يحتاج به، فلا أقل من أن يستشهد به، و قد أشار إلى هذا الحافظ بقوله في "التهديب" ث "مقبول". و يشهد له ما روى عبد الله بن الحارث قال: "صلى بنا ابن عباس يوم عيد فكبر تسع تكبيرات، خمسا في الأولى، و أربعا في الأخرى، و إلى بين القراءتين". أخرجه ابن أبي شيبة. و إسناده صحيح على شرط الشيخين، و عبد الله بن الحارث هو الأنصاري أبو الوليد البصري نسيب ابن سيرين و ختنه. قلت: فهذه آثار كثيرة قوية تشهد لحديث الترجمة، و هي و إن كانت موقوفة، فهي في حكم المرفوع، لأنه يبعد عادة أن يتفق جماعة منهم على مثله دون توقيف، و لو جاء مثله غير مرفوع لكان حجة، فكيف و قد جاء مرفوعا من وجهين أحدهما حديث الترجمة، و الآخر شاهده المذكور عن أبي عائشة، و أما إعلال البيهقي إياه بمخالفته للذين رواه عن ابن مسعود موقوفا، فكان يمكن الاعتداد به، لولا الطريق الأولى، و هي مما فات البيهقي فلم يتعرض لها بذكر، و لهذا قال عقب أثر كردوس المتقدم وغيره: "و هذا رأى من جهة عبد الله رضى الله عنه، و الحديث المسند مع ما عليه عمل المسلمين أولى". "و قد تعقبه ابن التركمانى بقوله: "قلت: هذا لا يثبت بالرأى. قال أبو عمر في "التمهيد": "مثل هذا لا يكون رأيا، و لا يكون إلا توقيفا، لأنه لا فرق بين سبع و أقل و أكثر من جهة الرأى و القياس، و قال ابن رشد في "القواعد": "معلوم أن فعل الصحابة في ذلك توقيف، إذ لا يدخل القياس في ذلك، و قد وافق ابن مسعود على ذلك جماعة من الصحابة و التابعين، أما الصحابة فقد قدمنا ذكرهم، و أما التابعون فقد ذكرهم ابن أبي شيبة في (مصنفه) (سلسلة الصحيحة، تحت حديث رقم ۲۹۹۷)

۱۔ حدیث نمبر ۱۱۵۳، کتاب الصلاة، باب التکبیر فی العیدین، المكتبة العصرية، بيروت.

(حكم الألبانى): حسن صحيح.

أخرجہ أبو داود و غیرہ بإسناد حسن عن أبی عائشة جلیس لأبى هريرة: أن سعيد بن العاص سأل أبا موسى الأشعري و حذيفة بن اليمان: كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر في الأضحى و الفطر؟ فقال أبو موسى: كان يكبر أربعا تكبيرة على الجنائز. فقال حذيفة: صدق.

﴿بقیہ حاشیہ کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: مجھے حضرت ابو عاتشہ نے خبر دی، جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہم نشین تھے، کہ حضرت سعید بن عاص نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں کس طرح تکبیر کہتے تھے؟ تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چار تکبیریں کہتے تھے، جس طرح جنازہ پر (چار) تکبیریں کہی جاتی ہیں، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سچ فرمایا، پھر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بصرہ میں اسی طرح تکبیر کہتا تھا، جب میں بصرہ کے لوگوں کے ساتھ تھا، اور ابو عاتشہ نے فرمایا کہ میں سعید بن عاص کے ساتھ (اس وقت) موجود تھا (ترجمہ ختم)

اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ دَعَا أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ، وَحَذِيفَةَ بْنَ الْيَمَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَقَالَ: كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى؟ فَقَالَ: أَبُو مُوسَى كَانَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا،

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

فقال أبو موسى: كذلك كنت أكبر في البصرة حيث كنت عليهم. فقال أبو عائشة: و أنا حاضر سعيد بن العاص. لكن أبو عائشة هذا غير معروف كما قال الذهبي، وقال الحافظ: "مقبول." يعنى عند المتابعة. و على هذا ينبغي أن يكون هذا الحديث مقبولا عند الحافظ، لأنه قد تابعه القاسم أبو عبد الرحمن في رواية الطحاوى، و هو و إن لم يسم الصحابي فإنه لا يضر عند أهل السنة، لأن الصحابة كلهم عدول مع احتمال أن يكون هو أبا موسى الذى فى هذه الطريق الأخرى، ثم كيف لا يكون الحديث مقبولا و هو حسن الإسناد من الرواية الأولى. و هى فى الحقيقة رواية عزيزة جيدة، مما حفظه لنا الإمام الطحاوى رحمه الله، و لست أدري لم لم يتعرض لها بذكر كل الذين أخرجوه من الطريق الأخرى من الذين تكلموا عليه بالتضعيف كالنووى و العسقلانى، بل و الزيلعى، هو أحوج ما يكون إليه لدعم مذهبه الحنفى! و قد استدركه عليه المحشى الفاضل، و نقل عن الحافظ فى "الفتح" أنه قال: "إسناده قوى." و لم أقف عليه الآن فى مظانه من "الفتح". و الله أعلم. (سلسلة الصحيحة، تحت حديث رقم ۲۹۹۷)

تَكْبِيرَهُ عَلَى الْجَنَائِزِ وَصَدَقَهُ حَدِيثُهُ فَقَالَ أَبُو عَائِشَةَ: فَمَا نَسِيتُ
بَعْدَ قَوْلِهِ تَكْبِيرَهُ عَلَى الْجَنَائِزِ، وَأَبُو عَائِشَةَ حَاضِرٌ سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ

(مسند احمد، حدیث نمبر ۱۹۷۳۳، مؤسسة الرسالة، بیروت)

ترجمہ: حضرت سعید بن عاص نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کو بلایا، اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز میں کس طرح تکبیر کہتے تھے؟ تو حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ چار تکبیرات کہتے تھے، جس طرح جنازہ پر (چار) تکبیریں کہی جاتی ہیں، اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے تصدیق فرمائی، پھر حضرت ابو عائشہ نے فرمایا کہ میں حضرت ابو موسیٰ کی اس بات کو آج تک نہیں بھولا کہ جس طرح جنازہ پر (چار) تکبیریں کہی جاتی ہیں، اور حضرت ابو عائشہ، سعید بن عاص کے پاس موجود تھے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ ایک رکعت میں چار تکبیرات کہتے تھے، جن میں سے ایک تو عام نماز والی تکبیر ہوتی تھی، اور تین تکبیرات زائد ہوتی تھیں۔ ۱۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نماز عید پڑھانے کے واقعہ میں اس کی مزید تفصیل ہے، چنانچہ حضرت ابو کنانہ قرشی سے مروی ہے کہ:

لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْفِطْرِ خَرَجْنَا مَعَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ،

۱۔ (یکبر فی الاضحی وال فطر): ای فی صلاتہما (کان) النبی صلی اللہ علیہ وسلم (یکبر): ای فی کل رکعة (أربعاً): ای متوالیة. والمعنی مع تکبیرة الاحرام فی الركعة الأولى ومع تکبیرة الركوع فی الثانية (تکبیرہ): ای مثل عدد تکبیرہ (على الجنائز): صلاة الجنائز (صدق): أبو موسی (حيث كنت عليهم): أي أميراً وأنا حاضر) وقت هذه المكالمة والحديث استدلل به الحنفية وقالوا: يصلى الإمام بالناس ركعتين يكبر في الأولى للافتتاح وثلاثاً بعدها ثم يقرأ الفاتحة وسورة ويكبر تكبيرة يركع بها ثم يبتدى في الركعة الثانية بالقراءة ثم يكبر ثلاثاً بعدها ويكبر رابعة يركع بها، وهذا قول ابن مسعود وهو قولنا كذا في الهداية (عون المعبود، ج ۷، باب التكبير في العيدين)

ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ، وَلَا يَتَّبِعُ بَعْضُهَا بَعْضًا، ثُمَّ قَرَأَ سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ثُمَّ كَبَّرَ الْخَامِسَةَ، ثُمَّ رَكَعَ، ثُمَّ قَامَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ فَقَرَأَ: فَاتِحَةَ الْكِتَابِ، وَقُلَّ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقُلَّ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ثُمَّ كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ وَرَكَعَ (احکام العیدین للفریابی) ۱۔
ترجمہ: جب عید الفطر کا دن ہوا، تو ہم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ (عید کی نماز کے لیے) نکلے، پھر ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی، پھر انہوں نے قبلہ کی طرف رخ کیا، پھر (تکبیر تحریمہ سمیت) چار تکبیرات کہیں، اور انہوں نے وہ تکبیرات ایک دوسرے کے بعد (جلدی جلدی) نہیں کہیں، پھر ”سبح اسم ربك الاعلیٰ“ کی قرائت کی، پھر پانچویں تکبیر کہہ کر رکوع کیا، پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہوئے، پھر سورہ فاتحہ کی قرائت کی، اور ”قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد“ پڑھیں، پھر تین تکبیرات کہیں، پھر چوتھی تکبیر کہی اور (اس کے ساتھ) رکوع کیا (ترجمہ ختم)

یہ روایت پہلی روایات کے ساتھ مل کر حسن درجے میں داخل ہے۔ ۲۔
اور حضرت محمول سے روایت ہے کہ:

أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ أُرْسِلَ إِلَى أَرْبَعَةِ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ فَسَأَلَهُمْ عَنِ التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدِ؟ فَقَالُوا ثَمَانُ تَكْبِيرَاتٍ، قَالَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِابْنِ سِيرِينَ، فَقَالَ: صَدَقَ، وَلَكِنَّهُ أَغْفَلَ

۱۔ ص ۱۹۷، باب القراءة في صلاة العيد، مكتبة العلوم والحكم - المدينة المنورة.

۲۔ اور بعض حضرات کے ابو کنانہ قرشی کو مجھول قرار دینے کی وجہ سے اس حدیث کو حسن لغیرہ سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔
علامہ ابن حجر وغیرہ نے ابو کنانہ قرشی کی بعض روایات کو دوسرے مؤیدات کی وجہ سے حسن قرار دیا ہے۔ محمد رضوان۔
حدیث روئی أنه صلى الله عليه وسلم قال إن الله لا يرد دعوة ذي الشية المسلم هذا الحديث ذكر الغزالي في الوسيط والإمام في النهاية ولا أدرى من خروجه وعند أبي داود من حديث أبي موسى الأشعري إن من إجلال الله إكرام ذي الشية المسلم وإسناده حسن (تلخيص الحبير لابن حجر، تحت حديث رقم ۷۲۷۷)

تَكْبِيرَةً فَاتِحَةَ الصَّلَاةِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱
ترجمہ: مجھے اس شخص نے خبر دی، جو سعید بن عاص کے پاس حاضر ہوئے کہ
انہوں نے بیعتِ رضوان میں شریک ہونے والے چار (جلیل القدر) صحابہ
کرام کی طرف عید کی تکبیرات کے بارے میں سوال بھیجا، تو انہوں نے فرمایا کہ
آٹھ تکبیرات ہیں، حضرت مکحول کہتے ہیں کہ میں نے اس کا ابنِ سیرین سے ذکر
کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ سچ فرمایا، لیکن نماز شروع کرنے والی تکبیر کے ذکر سے
انہوں نے غفلت کی (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ رکوع کی تکبیر سمیت دونوں رکعتوں میں چار چار اور مجموعی طور پر آٹھ
تکبیرات ہیں، ایک ایک تکبیر تو دونوں رکعتوں میں رکوع کی ہے، اور باقی تکبیرات عید کی نماز
کی ہیں، اور حضرت ابنِ سیرین کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ پہلی رکعت میں ایک تکبیر تحریمہ
کی بھی ہے، جو نماز شروع کرنے کے لئے کہی جاتی ہے، جس کو راوی نے ذکر نہیں کیا، اور اس
طرح یہ تمام تکبیرات ملا کر مجموعی طور پر نو بن جاتی ہیں۔

اور حضرت علقمہ اور حضرت اسود بن یزید رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ جَالِسًا وَعِنْدَهُ حَذِيفَةُ وَأَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ،
فَسَأَلَهُمَا سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ عَنِ التَّكْبِيرِ فِي الصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ
وَالْأَضْحَى فَجَعَلَ هَذَا يَقُولُ سَلْ هَذَا، وَهَذَا يَقُولُ: سَلْ هَذَا، فَقَالَ
لَهُ حَذِيفَةُ: سَلْ هَذَا - لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ - فَسَأَلَهُ، فَقَالَ ابْنُ
مَسْعُودٍ: يُكَبِّرُ أَرْبَعًا ثُمَّ يَقْرَأُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُومُ فِي الثَّانِيَةِ
فَيَقْرَأُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا بَعْدَ الْقِرَاءَةِ (مصنف عبد الرزاق) ۲

۱۔ حدیث نمبر ۵۷۴۵، کتاب الصلاة، فی التَّكْبِيرِ فی الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلَافِهِمْ فِيهِ.

۲۔ حدیث نمبر ۵۶۸۷، کتاب صلاة العیدین، باب التَّكْبِيرِ فی الصلاة یوم العید، المکتب
الاسلامی، بیروت، واللفظ لہ، المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۹۵۱۶.

وإسناده صحيح كما قال ابن حزم وغيره (سلسلة الصحيحة، تحت حدیث رقم ۲۹۹۷)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، اور آپ کے پاس حضرت حذیفہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری بھی تشریف فرما تھے، تو ان دونوں حضرات سے حضرت سعید بن عاص نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز کی تکبیر کے بارے میں سوال کیا، تو یہ (یعنی حضرت حذیفہ) کہنے لگے کہ ان (یعنی حضرت ابو موسیٰ) سے معلوم کیجئے، اور یہ (یعنی حضرت ابو موسیٰ) کہنے لگے کہ ان (یعنی حضرت حذیفہ) سے معلوم کیجئے، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیجئے، تو حضرت سعید بن عاص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (تکبیر تحریمہ سمیت) چار تکبیر کہہ کر قرأت کرے، پھر (پانچویں) تکبیر کہہ کر رکوع کرے، پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو، پھر قرأت کرے، پھر قرأت کے بعد (رکوع کی تکبیر سمیت) چار تکبیرات کہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت کردوس سے روایت ہے کہ:

أَرْسَلَ الْوَلِيدُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَحَذِيفَةَ، وَأَبِي مَسْعُودٍ، وَأَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ بَعْدَ الْعَتَمَةِ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا عِيدُ الْمُسْلِمِينَ فَكَيْفَ الصَّلَاةُ؟ فَقَالُوا: سَلْ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: يَقُومُ فَيَكْبِرُ أَرْبَعًا، ثُمَّ يَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسُورَةَ مِنَ الْمُفْصَلِ، ثُمَّ يُكْبِرُ، وَيَرْكَعُ فَلَكَ خَمْسٌ، ثُمَّ يَقُومُ فَيَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسُورَةَ مِنَ الْمُفْصَلِ، ثُمَّ يُكْبِرُ أَرْبَعًا يَرْكَعُ فِي آخِرِهِنَّ فَلَكَ تِسْعٌ فِي الْعِيدَيْنِ، فَمَا أَنْكَرَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ (المعجم الكبير للطبرانی) ۱

۱۔ حدیث نمبر ۹۵۱۴، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ۔

قال الہیثمی: رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون (مجمع الزوائد، ج ۲ ص ۲۰۴)

ترجمہ: ولید (بن عقبہ) نے حضرت عبداللہ بن مسعود، اور حضرت حذیفہ اور حضرت ابو مسعود، اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کی طرف عشاء کی نماز کے بعد پیغام بھیجا کہ یہ مسلمانوں کی عید کا موقع ہے، تو (عید کی) نماز کس طرح پڑھی جائے گی؟ تو ان سب نے کہا کہ آپ حضرت ابو عبدالرحمن (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے معلوم کیجئے، تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (تکبیر تحریمہ سمیت) چار تکبیرات کہے، پھر سورہ فاتحہ کی قرائت کرے، اور کوئی لمبی سورت پڑھے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے، تو یہ (تکبیر تحریمہ اور رکوع کی تکبیر سمیت) پانچ تکبیرات ہیں، پھر (پہلی رکعت مکمل کر کے) کھڑا ہو، پھر سورہ فاتحہ اور کسی لمبی سورت کی قرائت کرے، پھر چار تکبیرات کہے، اور ان تکبیرات میں سے آخری تکبیر کے ساتھ رکوع کرے، پس یہ عیدین کی مجموعی طور پر نو تکبیرات ہیں۔

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس بات کا کسی نے انکار نہیں کیا (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بتلائے طریقہ پر مذکورہ تمام جلیں القدر صحابہ کرام نے اتفاق کیا۔

اور حضرت کردوس کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: يَقُومُ فَيُكَبِّرُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَقْرَأُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ وَيَرْكَعُ، وَيَقُومُ فَيَقْرَأُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ
الرَّابِعَةَ، ثُمَّ يَرْكَعُ (مصنف ابن أبي شيبة) ١

١. حديث نمبر ٥٤٥٥، كتاب الصلاة، في التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلَافُهُمْ فِيهِ.

ترجمہ: تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کھڑا ہوگا، پھر تکبیر (تحریمہ) کہے گا، پھر (دوسری) تکبیر کہے گا، پھر (تیسری) تکبیر کہے گا، پھر (چوتھی) تکبیر کہے گا، پھر قرائت کرے گا، پھر تکبیر کہے گا، اور (اس تکبیر کے ساتھ) رکوع کرے گا اور (رکعت مکمل کر کے) کھڑا ہوگا، پھر قرائت کرے گا، پھر (پہلی) تکبیر کہے گا، پھر (دوسری) تکبیر کہے گا، پھر (تیسری) تکبیر کہے گا، پھر چوتھی تکبیر کہے گا، اور (اس تکبیر کے ساتھ) رکوع کرے گا (ترجمہ ختم)

اور حضرت کردوس، حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ:

لَمَّا كَانَ لَيْلَةَ الْعِيدِ أَرْسَلَ الْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ إِلَى ابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبَى مَسْعُودٍ، وَحَذِيفَةَ، وَأَبَى مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ، فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّ الْعِيدَ غَدًا، فَكَيْفَ التَّكْبِيرُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: تَقُومُ فَتُكَبِّرُ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ، وَتَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةً مِنَ الْمُفَصَّلِ لَيْسَ مِنْ طَوَالِهَا، وَلَا مِنْ قِصَارِهَا، ثُمَّ تَرْكَعُ، ثُمَّ تَقُومُ فَتَقْرَأُ، فَإِذَا فَرَعْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ كَبَّرْتَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ، ثُمَّ تَرْكَعُ بِالرَّابِعَةِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: جب عید الفطر کی رات ہوئی، تو ولید بن عقبہ نے حضرت ابن مسعود، اور حضرت ابو مسعود، اور حضرت حذیفہ، اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کی طرف پیغام بھیجا کہ صبح عید ہے، تو (عید کی نماز میں) کس طرح تکبیر کہی جائیں؟ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کھڑے ہوں، پھر (تکبیر تحریمہ سمیت) چار تکبیرات کہیں، اور سورہ فاتحہ اور کسی بڑی سورت کی قرائت کریں، نہ زیادہ لمبی ہو اور نہ زیادہ چھوٹی، پھر آپ رکوع کریں (اور پہلی رکعت مکمل کریں) پھر آپ (دوسری رکعت کے لیے) کھڑے ہوں، پھر قرائت

۱۔ حدیث نمبر ۵۷۵۴، کتاب الصلاة، فی التَّكْبِيرِ فی الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلَافِهِمْ فِيهِ.

کریں، پھر جب (سورہ فاتحہ اور اس کے بعد سورت کی) قرائت سے فارغ ہو جائیں، تو چار تکبیریں کہیں، پھر چوتھی تکبیر پر رکوع کریں (ترجمہ ختم) اور حضرت ابراہیم نخعی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَقَالَ: تَكَبَّرْتُ سَعَةً تَكْبِيرَةً تَفْتَحُ بِهَا الصَّلَاةَ، ثُمَّ تَكَبَّرْتُ ثَلَاثًا، ثُمَّ تَقْرَأُ سُورَةَ، ثُمَّ تَكَبَّرُ، ثُمَّ تَرْكَعُ، ثُمَّ تَقُومُ فَتَقْرَأُ سُورَةَ، ثُمَّ تَكَبِّرُ أَرْبَعًا، تَرْكَعُ بِأَحَدَاهُنَّ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نو تکبیریں کہیں، (جن میں سے) ایک تکبیر کے ساتھ آپ نماز کو شروع کریں، پھر (آگے پیچھے) تین تکبیریں کہیں، پھر (سورہ فاتحہ اور کسی) سورت کی قرائت کریں، پھر تکبیر کہہ کر رکوع کریں، پھر آپ (پہلی رکعت مکمل کر کے دوسری رکعت کے لئے) کھڑے ہوں، پھر (سورہ فاتحہ اور کسی) سورت کی قرائت کریں، پھر چار تکبیرات کہیں، ان میں سے ایک (یعنی آخری) تکبیر کے ساتھ رکوع کریں (ترجمہ ختم)

اور حضرت مسروق سے روایت ہے کہ:

كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُعَلِّمُنَا التَّكْبِيرَ فِي الْعِيدَيْنِ تِسْعَ تَكْبِيرَاتٍ؛ خَمْسٌ فِي الْأُولَى، وَأَرْبَعٌ فِي الْآخِرَةِ، وَيُؤَالِي بَيْنَ الْقِرَاءَتَيْنِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں عیدین کی نماز میں نو تکبیروں کی تعلیم دیتے تھے، پانچ پہلی رکعت میں (تکبیر تحریمہ اور رکوع کی تکبیر سمیت) اور چار دوسری رکعت میں (رکوع کی تکبیر سمیت) اور دونوں رکعتوں میں قرائت پے

۱ کتاب الصلاة، حدیث نمبر ۵۷۳۸، فی التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَ اخْتِلَافِهِمْ فِيهِ.

و هو من طريق عبد الله بن أبي موسى صحيح، وهو حمصي مختصر ثقة. وكذلك هو من طريق إبراهيم، وهو ابن يزيد النخعي، وهو وإن كان لم يسمع من ابن مسعود فمن المعروف من ترجمته أن ما أرسله عنه فهو صحيح (سلسلة الصحيحة، تحت حديث رقم ۲۹۹۷)

۲ حدیث نمبر ۵۷۳۶، کتاب الصلاة، فی التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَ اخْتِلَافِهِمْ فِيهِ.

درپے کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

پے درپے قرائت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں رکعتوں کی قرائت کے درمیان زائد تکبیرات نہیں ہوتی تھیں، اور وہ اس طرح کہ پہلی رکعت میں زائد تکبیرات قرائت سے پہلے ہوتی تھیں، اور دوسری رکعت میں قرائت کے بعد ہوتی تھیں۔

اور حضرت ابراہیم اور حضرت شعبی سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى تِسْعًا تِسْعًا؛ خَمْسًا فِي الْأُولَى، وَأَرْبَعًا فِي الْآخِرَةِ، وَيُؤَالِي بَيْنَ الْقِرَاءَتَيْنِ (مصنف ابن أبي شيبة) ۱
ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز میں نو نو تکبیرات کہتے تھے، پانچ پہلی رکعت میں (تکبیر تحریمہ اور رکوع کی تکبیر سمیت) اور چار دوسری رکعت میں (رکوع کی تکبیر سمیت) اور دونوں رکعتوں کی قرائتیں پے درپے کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عامر شعبی سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ وَعَبْدَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا اجْتَمَعَ رَأْيُهُمَا فِي تَكْبِيرِ الْعِيدَيْنِ عَلَى تِسْعِ تَكْبِيرَاتٍ خَمْسٌ فِي الْأُولَى وَأَرْبَعٌ فِي الْآخِرَةِ وَيُؤَالِي بَيْنَ الْقِرَاءَتَيْنِ (شرح معانی الآثار) ۲

ترجمہ: حضرت عمر اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کی آراء عیدین کی تکبیرات کے بارے میں نو تکبیروں پر جمع ہو گئیں، پانچ تکبیریں پہلی رکعت میں، اور چار دوسری رکعت میں، اور دونوں رکعتوں کی قرائتوں کو پے درپے کرنے میں (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن حارث فرماتے ہیں کہ:

صَلَّى بِنَا ابْنِ عَبَّاسٍ يَوْمَ عِيدٍ، فَكَبَّرَ تِسْعَ تَكْبِيرَاتٍ؛ خَمْسًا فِي

۱۔ حدیث نمبر ۵۷۴۷، کتاب الصلاة، فی التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاجْتِلَاؤُهُمْ فِيهِ.

۲۔ حدیث نمبر ۷۲۷۸، کتاب صلاة العیدین، باب صلاة العیدین کیف التکبیر فیها.

الْأُولَى، وَأَرْبَعًا فِي الْآخِرَةِ، وَوَالِي بَيْنَ الْقِرَاءَتَيْنِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۱
ترجمہ: ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز پڑھائی، اور نو تکبیرات
کہیں، پانچ پہلی رکعت میں (تکبیر تحریمہ اور رکوع کی تکبیر سمیت) اور چار دوسری
رکعت میں (رکوع کی تکبیر سمیت) اور دونوں رکعتوں کی قرائتیں پے درپے
کیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن حارث کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

شَهِدْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ كَبَّرَ فِي صَلَاةِ الْعِيدِ بِالْبَصْرَةِ تِسْعَ تَكْبِيرَاتٍ،
وَالِي بَيْنَ الْقِرَاءَتَيْنِ قَالَ: وَشَهِدْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ فَعَلَ ذَلِكَ
أَيْضًا. فَسَأَلْتُ خَالِدًا كَيْفَ فَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ؟ فَفَسَّرَ لَنَا كَمَا صَنَعَ ابْنُ مَسْعُودٍ
فِي حَلِیْثٍ مَعْمَرٍ وَالثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَوَاءً (مصنف عبد الرزاق) ۲

ترجمہ: میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا، انہوں نے بصرہ میں عید
کی نماز میں (مجموعی طور پر) نو تکبیرات کہیں، اور دونوں رکعتوں کی قرائتیں پے
درپے کیں، اور میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھی حاضر ہوا،
انہوں نے بھی اسی طرح سے کیا، پھر میں نے حضرت خالد سے سوال کیا کہ ابن
عباس رضی اللہ عنہ نے یہ تکبیرات کس طرح کہیں؟ تو انہوں نے ہمارے سامنے
اسی طرح کی تفسیر بیان کی، جس طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت معمر اور
ثوری کی حضرت ابواسحاق سے مروی روایات میں بیان کی (ترجمہ ختم)
اور حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ:

۱۔ حدیث نمبر ۵۷۵۷، کتاب الصلاة، فی التَّكْبِيرِ فی الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلَافِهِمْ فِيهِ.
أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ. وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ هُوَ الْأَنْصَارِيُّ
أَبُو الْوَلِيدِ الْبَصْرِيُّ نَسِيبُ ابْنِ سِيرِينَ وَخَتَنَهُ (سلسلة الصحيحة، تحت حدیث رقم ۲۹۹۷)
۲۔ حدیث نمبر ۵۶۸۹، کتاب صلاة العیدین، باب التَّكْبِيرِ فی الصلاة يوم العید، المكتب
الاسلامی، بیروت.

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَا تَسْعُ تَكْبِيرَاتٍ،
وَيُؤَالِي بَيْنَ الْقِرَاءَتَيْنِ (مصنف ابن أبي شيبة) ۱

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ (عید کی
نماز میں) نو تکبیرات ہیں، اور دونوں رکعتوں کی قراتیں پے در پے ہیں (ترجمہ ختم)
اور حضرت محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَنَسٍ؛ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْعِيدِ تِسْعًا فَذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ
(مصنف ابن أبي شيبة) ۲

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ عید کی نماز میں (مجموعی طور پر) نو تکبیریں کہتے
تھے، پھر انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح ذکر
فرمایا (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: تَسْعُ تَكْبِيرَاتٍ خَمْسٌ
فِي الْأُولَى وَأَرْبَعٌ فِي الْأَخِيرَةِ مَعَ تَكْبِيرَةِ الصَّلَاةِ (شرح معاني الآثار) ۳
ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (عید کی نماز میں) نو
تکبیرات ہیں، پانچ پہلی رکعت میں، اور چار دوسری رکعت میں، نماز (یعنی تکبیر
تحریمہ اور رکوع) کی تکبیر سمیت (ترجمہ ختم)

متعدد جلیل القدر صحابہ کرام کی یہ روایات مرفوع احادیث کا درجہ رکھتی ہیں، کیونکہ ان کے یہ
اقوال و افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو دیکھنے
پر ہی مبنی ہیں، خاص طور پر جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث بھی ان کے مطابق

۱۔ حدیث نمبر ۵۷۵۶، کتاب الصلاة، فی التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَ اخْتِلَافِهِمْ فِيهِ.

۲۔ حدیث نمبر ۵۷۶۰، کتاب الصلاة، فی التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَ اخْتِلَافِهِمْ فِيهِ.

۳۔ حدیث نمبر ۷۲۸۸، کتاب صلاة العیدین، باب صلاة العیدین کیف التکبیر فیہا.

ہے۔ ۱

مذکورہ احادیث و روایات کے علاوہ کئی دیگر جلیل القدر تابعین مثلاً حضرت مسروق، حضرت اسود، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت ابو قلابہ، حضرت ابو جعفر، امام شعی، حضرت مسیب اور حضرت حسن بصری رحمہم اللہ سے بھی عید کی نماز میں مجموعی طور پر نو تکبیرات مروی ہیں۔ ۲

البتہ بعض احادیث میں بارہ تکبیرات کا ذکر ہے، سات پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور

۱۔ قلت: فهذه آثار كثيرة قوية تشهد لحديث الترجمة، وهي وإن كانت موقوفة، فهي في حكم المرفوع، لأنه يعد عادة أن يتفق جماعة منهم على مثله دون توقيف، ولو جاء مثله غير مرفوع لكان حجة، فكيف وقد جاء مرفوعاً من وجهين أحدهما حديث الترجمة، والآخر شاهده المذكور عن أبي عائشة، وأما إعلال البيهقي إياه بمخالفته للذين رووه عن ابن مسعود موقوفاً، فكان يمكن الاعتداد به، لولا الطريق الأولى، وهي مما فات البيهقي فلم يتعرض لها بذكر، ولهذا قال عقب أثر كرويس المتقدم وغيره: "وهذا رأى من جهة عبد الله رضى الله عنه، والحديث المسند مع ما عليه عمل المسلمين أولى". "وقد تعقبه ابن التركمانى بقوله: "قلت: هذا لا يثبت بالرأى. قال أبو عمر في "التمهيد": "مثل هذا لا يكون رأياً، ولا يكون إلا توقيفاً، لأنه لا فرق بين سبع وأقل وأكثر من جهة الرأى والقياس، وقال ابن رشد في "القواعد": "معلوم أن فعل الصحابة في ذلك توقيف، إذ لا يدخل القياس في ذلك، وقد وافق ابن مسعود على ذلك جماعة من الصحابة والتابعين، أما الصحابة فقد قدمنا ذكرهم، وأما التابعون فقد ذكرهم ابن أبي شيبة في (مصنفه) (سلسلة الصحيحة، تحت حديث رقم ۲۹۹۷)

۲۔ عَنْ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: أُرْسِلَ زَيْدٌ إِلَى مَسْرُوقٍ: إِنَّا تَشَغَلْنَا أَشْغَالًا، فَكَيْفَ التَّكْبِيرُ فِي الْعِيدَيْنِ؟ قَالَ: تِسْعُ تَكْبِيرَاتٍ، قَالَ: خَمْسًا فِي الْأُولَى، وَأَرْبَعًا فِي الْآخِرَةِ، وَوَال بَيْنَ الْقُرَاءَتَيْنِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نَمْبَر ۵۷۵۸، فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلَافِهِمْ فِيهِ)

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، وَمَسْرُوقٍ؛ أَنَّهُمَا كَانَا يُكَبِّرَانِ فِي الْعِيدِ تِسْعَ تَكْبِيرَاتٍ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نَمْبَر ۵۷۵۹، فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلَافِهِمْ فِيهِ)

عَنْ إِبْرَاهِيمَ؛ أَنَّ أَصْحَابَ عَبْدِ اللَّهِ كَانُوا يُكَبِّرُونَ فِي الْعِيدَيْنِ تِسْعَ تَكْبِيرَاتٍ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نَمْبَر ۵۷۶۱، فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلَافِهِمْ فِيهِ)

عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: التَّكْبِيرُ فِي الْعِيدَيْنِ تِسْعَ تِسْعٍ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نَمْبَر ۵۷۶۲، فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلَافِهِمْ فِيهِ)

عَنْ جَابِرٍ، عَنِ أَبِي جَعْفَرٍ؛ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ عَبْدُ اللَّهِ فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نَمْبَر ۵۷۶۳، فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلَافِهِمْ فِيهِ)

عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، وَالْمُسَيْبِ، قَالَا: الصَّلَاةُ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ تِسْعُ تَكْبِيرَاتٍ؛ خَمْسٌ فِي الْأُولَى، وَأَرْبَعٌ فِي الْآخِرَةِ، لَيْسَ بَيْنَ الْقُرَاءَتَيْنِ تَكْبِيرَةً (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نَمْبَر ۵۷۷۴، فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ وَاخْتِلَافِهِمْ فِيهِ) ﴿بقية حاشية على صفحہ پرامحفظہ فرامیں﴾

پانچ دوسری رکعت میں قرائت سے پہلے، جن کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ دوسرے فقہائے کرام نے اختیار فرمایا ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ عَنِ الْحَسَنِ، رَحِمَهُ اللَّهُ، قَالَ: "تِسْعُ تَكْبِيرَاتٍ، خَمْسُ فِي الْأُولَى، وَأَرْبَعٌ فِي الْآخِرَةِ، مَعَ تَكْبِيرَةِ الصَّلَاةِ" (شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۷۲۹۵)

۱۔ عَنْ كَثِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي الْعِيدَيْنِ فِي الْأُولَى سَبْعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ، وَفِي الْآخِرَةِ خَمْسًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو. حَدِيثٌ جَدُّ كَثِيرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَهُوَ أَحْسَنُ شَيْءٍ رَوَى فِي هَذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَسْمُهُ عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ الْمُزَنِيُّ، وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَغَيْرِهِمْ، وَهَكَذَا رَوَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ اللَّهُ صَلَّى بِالْمَدِينَةِ نَحْوَ هَذِهِ الصَّلَاةِ، وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَبِهِ يَقُولُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَرَوَى عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّهُ قَالَ فِي التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ: "تِسْعُ تَكْبِيرَاتٍ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى: خَمْسًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ، وَفِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ يَبْدَأُ بِالْقِرَاءَةِ ثُمَّ يَكْبُرُ أَرْبَعًا مَعَ تَكْبِيرَةِ الرُّكُوعِ" وَقَدْ رَوَى عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا، وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْكُوفَةِ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ (ترمذی، حدیث نمبر ۵۳۶، ابواب العیدین، باب فی التکبیر فی العیدین)

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَعْدٍ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ رَسُولٍ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْبُرُ فِي الْعِيدَيْنِ فِي الْأُولَى سَبْعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ، وَفِي الْآخِرَةِ خَمْسًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۱۲۷۷)

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، سَمِعَهُ مِنْ عَمْرٍو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي عِيدِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ تَكْبِيرَةً، سَبْعًا فِي الْأُولَى، وَخَمْسًا فِي الْآخِرَةِ، وَلَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا، وَلَا بَعْدَهَا" (مسند احمد، حدیث نمبر ۲۶۸۸)

فی حاشیہ مسند احمد: إسناده حسن، عبد الله بن عبد الرحمن: هو ابن يعلى الطائفي، قال ابن معين: صويلح، وقال مرة: ضعيف، وثقه ابن المديني فيما نقله ابن خلقون، والعجلي، وقال البخاري فيما نقله عنه الترمذي في "العلل الكبير ۱/ ۲۸۸" مقارب الحديث، وصحح حديثه هذا، وضعفه النسائي وأبو حاتم، وقال ابن عدي: أما سائر حديثه، فعن عمرو بن شعيب، وهي مستقيمة، فهو ممن يكتب حديثه، وقال الدارقطني: يعتبر به. وباقى رجاله ثقات.

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ، "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْبُرُ فِي الْعِيدَيْنِ سَبْعًا فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى، وَخَمْسًا فِي الْآخِرَةِ، سِوَى تَكْبِيرَتِي الرُّكُوعِ" (مسند احمد، حدیث نمبر ۲۴۴۰۹)

فی حاشیہ مسند احمد: حسن لغیرہ، وهذا إسناده ضعيف لضعف ابن لهيعة، واضطرابه له، كما بسطنا ذلك في الرواية (۲۴۳۶۲) وبقيّة رجاله ثقات رجال الشيخين، غير يحيى بن إسحاق -وهو السيلجيني- فمن رجال مسلم، وهو ثقة..

مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے تو تکبیرات والی احادیث و روایات کو اختیار فرمایا ہے۔ ۱۔

۱۔ أخبرنا مالک أخبرنا نافع قال: شهدت الأضحى والفطر مع أبي هريرة فكبر في الأولى سبع تكبيرات قبل القراءة وفي الآخرة بخمس تكبيرات قبل القراءة.

قال محمد: قد اختلف الناس في التكبير في العيدين فما أخذت به فهو حسن وأفضل ذلك عندنا ما روى عن ابن مسعود أنه كان يكبر في كل عيد تسعا: خمسا وأربعا فيهن تكبيرة الافتتاح وتكبيرتا الركوع ويوالى بين القراءتين ويؤخرها في الأولى ويقدمها في الثانية وهو قول أبي حنيفة (الموطأ للإمام محمد، تحت حديث رقم ۲۳۷، باب التكبير في العيدين)

ثُمَّ نَظَرْنَا فِي عَدَدِ التَّكْبِيرِ فِيهِمَا فَرَأَيْنَا سَائِرَ الصَّلَوَاتِ خَالِيَةً مِنْ هَذَا التَّكْبِيرِ، وَرَأَيْنَا صَلَاةَ الْعِيدَيْنِ قَدْ أُجْمِعَ أَنَّ فِيهِمَا تَكْبِيرَاتٍ زَائِدَةً عَلَى غَيْرِهِمَا مِنَ الصَّلَوَاتِ. فَكَانَ النَّظَرُ أَنْ لَا يَزَادَ فِي الصَّلَاةِ لِلْعِيدَيْنِ عَلَى مَا فِي سَائِرِ الصَّلَوَاتِ غَيْرُهُمَا، إِلَّا مَا اتَّفَقَ عَلَى زِيَادَتِهِ، فَكُلُّ قَدْ أَجْمَعَ عَلَى زِيَادَةِ التَّسْعِ تَكْبِيرَاتٍ عَلَى مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ ابْنُ مَسْعُودٍ، وَخُذِيفَةُ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَأَبُو مُوسَى، وَمَنْ سَمِعْنَا مِنْهُمْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ. وَاخْتَلَفُوا فِي الزِّيَادَةِ عَلَى ذَلِكَ فَرَدْنَا فِي هَذِهِ الصَّلَاةِ، مَا اتَّفَقَ عَلَى زِيَادَتِهِ فِيهَا، وَنَفَيْتُمَا عَنْهَا مَا لَمْ يَتَّفَقْ عَلَى زِيَادَتِهِ فِيهَا. فَتَبَيَّنَ بِذَلِكَ مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ أَهْلُ هَذِهِ الْمَقَالَةِ. ثُمَّ نَظَرْنَا فِي مَوْضِعِ الْقِرَاءَةِ مِنْهَا فَقَالَ الَّذِينَ ذَهَبُوا إِلَى أَنَّهَا فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى بَعْدَ التَّكْبِيرِ، وَفِي الثَّانِيَةِ كَذَلِكَ قَدْ رَأَيْنَاكُمْ قَدْ اتَّفَقْتُمْ، وَنَحْنُ، أَنَّ الْقِرَاءَةَ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى، مُؤَخَّرَةٌ عَنِ التَّكْبِيرِ، فَالْنَّظَرُ أَنْ تَكُونَ فِي الثَّانِيَةِ كَذَلِكَ. فَكَانَ مِنَ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ لِأَهْلِ الْمَقَالَةِ الْأُخْرَى، أَنَّ التَّكْبِيرَ ذَكَرَ يُفْعَلُ فِي الصَّلَاةِ وَهُوَ غَيْرُ الْقِرَاءَةِ. فَتَنَظَرْنَا فِي مَوْضِعِ الذِّكْرِ مِنَ الرُّكْعَةِ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ، وَمِنْ الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، أَيْنَ مَوْضِعُهُ؟ فَوَجَدْنَا الرُّكْعَةَ الْأُولَى فِيهَا الْإِسْتِغْنَاءُ وَالْعُتُودُ عَلَى مَا قَدْ رَوَيْنَا فِي غَيْرِ هَذَا الْمَوْضِعِ مِنْ كِتَابِنَا هَذَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَمَّنْ رَوَيْنَاهُ عَنْهُ مِنْ أَصْحَابِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، فَكَانَ ذَلِكَ فِي أَوَّلِ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ. فَتَبَيَّنَ بِذَلِكَ أَنَّ كَذَلِكَ مَوْضِعُ التَّكْبِيرِ فِي صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى، هُوَ ذَلِكَ الْمَوْضِعُ مِنْهَا. وَوَجَدْنَا الْقُنُوتَ فِي الْوُتْرِ، يُفْعَلُ فِي الرُّكْعَةِ الْأُخِيرَةِ مِنْ صَلَاةِ الْوُتْرِ، فَكُلُّ قَدْ أَجْمَعَ أَنَّهُ بَعْدَ الْقِرَاءَةِ، وَأَنَّ الْقِرَاءَةَ مُقَدِّمَةٌ عَلَيْهِ. وَإِنَّمَا اخْتَلَفُوا فِي تَقْدِيمِ الرُّكُوعِ عَلَيْهِ، وَفِي تَقْدِيمِهِ عَلَى الرُّكُوعِ. فَأَمَّا فِي تَأْخِيرِهِ عَنِ الْقِرَاءَةِ، فَلَا. فَتَبَيَّنَ بِذَلِكَ أَنَّ مَوْضِعَ التَّكْبِيرِ مِنَ الرُّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنْ صَلَاةِ الْعِيدِ، هُوَ بَعْدَ الْقِرَاءَةِ يَسْتَوِي مَوْضِعُ سَائِرِ الذِّكْرِ فِي الصَّلَوَاتِ، وَيَكُونُ مَوْضِعُ كُلِّ مَا اخْتَلَفُوا فِي مَوْضِعِهِ مِنْهُ، كَمَوْضِعِ مَا قَدْ أَجْمَعَ عَلَى مَوْضِعِهِ. وَكُلُّ مَا بَيَّنَّا فِي هَذَا الْبَابِ، فَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَأَبِي يُوسُفَ، وَمُحَمَّدٍ، رَحِمَهُمُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ (شرح معاني الآثار، ج ۳ ص ۳۵۰، باب صلاة العيدين كيف التكبير فيها)

فيحمل اختلافهم على اختلاف فعل رسول الله عليه السلام في صلاة العيد، لأن المقادير في العبادات لا تثبت قياساً كاصلها وإنما تثبت توقيفاً وسماعاً، فحمل ما روى عن واحد منهم على أنه رأى رسول الله عليه السلام فعل ذلك، ولم يثبت عنده نسخ ذلك، فصار المروى عنهم كالمرئى عن رسول الله عليه السلام، فيجب ترجيح بعض الأقوال على البعض، لما جهل التاريخ. فالشافعي رحمه الله رجح ما اشتهر عن أبي بكر، وابن عباس رضى الله عنهم أخذاً بالأكثر احتياطاً.

﴿بقية حاشیائے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جہاں تک عید کی زائد تکبیرات کہتے وقت ہاتھ اٹھانے کا تعلق ہے، تو اس سلسلہ میں اگرچہ کوئی صریح حدیث نہیں پائی جاتی، اور اسی وجہ سے اہل علم حضرات کا اس وقت ہاتھ اٹھانے نہ اٹھانے میں اختلاف ہے، لیکن بہت سے اہل علم حضرات نے رائج اس کو قرار دیا ہے کہ ان تکبیرات کے وقت تکبیر تحریمہ کی طرح ہاتھ اٹھانا چاہئے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأصحابنا رجحوا قول ابن مسعود رضي الله عنه في العدد، وفي الموضع أما في العدد؛ لأنه لا تردد في قوله، ولا اضطراب، فإنه قال قولاً واحداً وفي أقوال غيره تعارض واضطراب، فكان قوله أثبت؛ لأن قوله ينفي الزيادة على التسع، وأقوال غيره تثبت والنفي موافق القياس؛ إذ القياس ينفي إدخال زيادة للذكر في الصلاة، قياساً على غيرها من الصلوات، والإثبات مخالف للقياس. ولا شك أن الأخذ بالموافق للقياس أولى، ولأن الجهر بالتكبير وهو ذكر مخالف للمنتصوص والأصول، فالأخذ بما اتفقت الأقاويل عليه، وهو متيقن أولى؛ ولأن ما قاله ابن مسعود رضي الله عنه أشهر، فإنه عمل به جماعة من الصحابة رضوان الله عليهم أجمعين على نحو ما بينا، فكان الأخذ به أولى، وإذا وجب ترجيح قول ابن مسعود رضي الله عنه في العدد وجب ترجيحه في الموضع؛ لأن الرواية واحدة (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج ۲ ص ۹۷، كتاب الصلاة، الفصل السادس والعشرون في صلاة العيدين)

۱۔ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ قَالَ: "تُرْفَعُ الْأَيْدَى فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ: فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، وَفِي التَّكْبِيرِ لِلْقُنُوتِ فِي الْوُتْرِ، وَفِي الْعِيدَيْنِ، وَعِنْدَ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ، وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَبِجَمْعٍ وَعِرْقَاتٍ، وَعِنْدَ الْمَقَامَيْنِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ" قَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: فَأَمَّا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ فِي الْعِيدَيْنِ، وَفِي الْوُتْرِ، وَعِنْدَ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ، فَيَجْعَلُ ظَهْرَ كَفِّهِ إِلَى وَجْهِهِ، وَأَمَّا فِي الثَّلَاثِ الْآخِرِ، فَيَسْتَقْبِلُ بِيَاطِنِ كَفِّهِ وَجْهَهُ فَأَمَّا مَا ذَكَرْنَا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، فَقَدْ اتَّفَقَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى ذَلِكَ جَمِيعًا وَأَمَّا التَّكْبِيرَةُ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوُتْرِ، فَإِنَّهَا تَكْبِيرَةٌ زَائِدَةٌ فِي تِلْكَ الصَّلَاةِ، وَقَدْ أَجْمَعَ الَّذِينَ يَقْنُتُونَ قَبْلَ الرُّكُوعِ عَلَى الرُّفْعِ مَعَهَا فَالْنَّظَرُ عَلَى ذَلِكَ، أَنْ يَكُونَ كَذَلِكَ كُلُّ تَكْبِيرَةٍ زَائِدَةٍ فِي كُلِّ صَلَاةٍ، فَتَكْبِيرُ الْعِيدَيْنِ الزَّائِدَةُ فِيهَا عَلَى سَائِرِ الصَّلَاةِ، كَذَلِكَ أَيْضًا وَأَمَّا عِنْدَ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ، فَإِنَّ ذَلِكَ جُعِلَ تَكْبِيرًا يُفْتَتَحُ بِهِ الطَّوَافُ، كَمَا يُفْتَتَحُ بِالتَّكْبِيرِ الصَّلَاةُ وَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْضًا (شرح معاني الآثار، بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ زَوَايَةِ الْبَيْتِ)

اخبارنا أبو بكر الفريابي، ثنا صفوان، ثنا الوليد، قال: قلت للأوزاعي: فارفع يدي كرفعي في تكبيرة الصلاة، قال: نعم، ارفع يديك مع كلهن (أحكام العيدين للفريابي، ص ۱۸۲)

اخبارنا أبو بكر الفريابي، ثنا صفوان، ثنا الوليد، قال: سألت مالک بن انس عن ذلك

﴿بقية حاشیہ کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(عید کی نماز کے مزید مسائل آگے ”عید کی نماز اور خطبہ کے متفرق مسائل“ کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں)

عید کی نماز میں قرائت

عید کی نماز میں امام کو بلند آواز سے قرائت کرنا چاہئے، اور مستحب یہ ہے کہ امام پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ الغاشیہ پڑھے۔

چنانچہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْعِيدَيْنِ بِسَبِّحِ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

فقال : نعم ارفع يديك مع كل تكبيرة ، ولم أسمع فيه شيئا (احکام العیدین للقریابی، ص ۱۸۲)

مقدار الفصل بین التکبیرات وقد روى عن أبي حنيفة أنه يسكت بين كل تكبيرتين قدر ثلاث تسبيحات ويرفع يديه عند تكبيرات الزوائد وحكى أبو عصمة عن أبي يوسف أنه لا يرفع يديه في شيء منها لما روى عن ابن مسعود أن النبي - صلى الله عليه وسلم - كان لا يرفع يديه في الصلاة إلا في تكبيرة الافتتاح . ولأنها سنة فلتتحق بجنسها وهو تكبيرتا الركوع، ولنا ما روي من الحديث المشهور لا ترفع الأيدي إلا في سبع مواطن وذكر من جملتها تكبيرات العيد ؛ ولأن المقصود وهو إعلام الأصم لا يحصل إلا بالرفع فيرفع كتكبيرة الافتتاح وتكبيرات القنوت بخلاف تكبيرتي الركوع ؛ لأنه يؤتى بهما في حال الانتقال فيحصل المقصود بالرؤية، فلا حاجة إلى رفع اليد للإعلام، وحديث ابن مسعود محمول على الصلاة المعهودة المكتوبة (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ۱ ص ۲۷۷، فصل بيان قدر صلاة العیدین وکيفية أدائها)

قوله ويرفع يديه في الزوائد إلخ) وقال ابن أبي ليلى لا يرفع وهو قول أبي يوسف وجه قول أبي حنيفة ومحمد ما روى أن النبي - صلى الله عليه وسلم - قال لا ترفع الأيدي إلا في سبع مواطن وذكر من جملتها تكبيرات العیدین ولأنها تكبيرة مقصودة بنفسها غير قائمة مقام غيرها فترفع اليد عندها كالتكبير في ابتداء الصلاة وجه قول أبي يوسف أنه تكبير مسنون فصار كتكبير الركوع ۱ هـ . أقطع وقال الولوالجي قال أبو يوسف : لا يرفع قياسا على تكبير الركوع ۱ هـ قال في الخلاصة إذا سبقه الإمام بالتكبيرات يقضيها ، ثم يركع الأنفع تكبيرة الركوع في صلاة العیدین من الواجبات ؛ لأنها من تكبيرات العيد وتكبيرات العيد واجبة (حاشية الشلبی على التبيين الحقائق، ج ۲۲۶، باب صلاة العیدین، وقت صلاة العيد وکيفيتها)

اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ (مسند الإمام أحمد) ۱
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز میں ”سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى“
اور ”هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ“ کی قرائت کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اسی قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ ۲
اور بعض صحابہ کرام سے بھی عید کی نماز میں انہی سورتوں کی قرائت کرنا منقول ہے۔ ۳
البتہ بعض روایات میں عید کی نماز میں دوسری سورتوں کی قرائت کرنے کا ذکر ہے۔ ۴

۱۔ حدیث نمبر ۲۰۰۸۰، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لہ، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۷۷۷۔

فی حاشیہ مسند احمد:

إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير زيد بن عقبة، فقد روى له أصحاب السنن غير ابن ماجه، وهو ثقة.

۲۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ؛ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْعِيدَيْنِ وَالْجُمُعَةِ: (هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ) ، (وَسَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) وَإِذَا اجْتَمَعَ الْعِيدَانِ فِي يَوْمٍ قَرَأَ بِهِمَا فِيهِمَا. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۵۷۷۶، مَا يَقْرَأُ بِهِ فِي الْعِيدِ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ؛ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْعِيدِ بِ: (سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) ، (وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ). (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۵۷۸۲، مَا يَقْرَأُ بِهِ فِي الْعِيدِ)

۳۔ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثْتُ عَنْ عُمَرَ؛ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْعِيدِ بِ: (سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) ، (وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ). (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۵۷۹۱، مَا يَقْرَأُ بِهِ فِي الْعِيدِ)

أَخْبَرَنَا عُمَارَةُ الصُّيْدَلَانِيُّ، عَنْ مَوْلَى لَأَنَسٍ قَدْ سَمَاهُ، قَالَ: انْتَهَيْتُ مَعَ أَنَسٍ يَوْمَ الْعِيدِ، حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى الزَّوَايَةِ، فَإِذَا مَوْلَى لَهُ يَقْرَأُ فِي الْعِيدِ بِ: (سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) ، (وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ) ، فَقَالَ أَنَسٌ: إِنَّهُمَا لِلْسُّورَتَانِ اللَّتَانِ قَرَأَ بِهِمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۵۷۸۲، مَا يَقْرَأُ بِهِ فِي الْعِيدِ)

۴۔ عَنْ أَبِي وَقْدٍ اللَّيْثِيِّ، قَالَ: سَأَلَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: عَمَّا قَرَأَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمِ الْعِيدِ؟ فَقُلْتُ: بِاقْتِرَابِ السَّاعَةِ، وَقِ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ (مسلم، حدیث نمبر ۸۹۱، واللفظ لہ، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۷۷۵) عَنْ كُرْدُوسٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ؛ أَنَّ الْوَلِيدَ بْنَ عَقْبَةَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: تَقْرَأُ بِأَمِّ الْكِتَابِ، وَسُورَةِ مِنَ الْمُفْصَلِ. رَأَدَ فِيهِ هَشِيمٌ: لَيْسَ مِنْ قِصَارِهَا، وَلَا مِنْ طَوَالِهَا. (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۵۷۸۳، مَا يَقْرَأُ بِهِ فِي الْعِيدِ)

اس قسم کی احادیث و روایات کے پیش نظر فقہائے کرام نے فرمایا کہ عید کی نماز میں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۃ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۃ الغاشیہ کی قراءت کرنا بہتر ہے۔

اور کسی دوسری سورت کی قراءت کرنا بھی جائز ہے۔

اس لیے ہمیشہ ان دو سورتوں ہی کی قراءت نہ کرنی چاہیے، کبھی دوسری سورتوں کی بھی کر لینی چاہیے، تاکہ لوگ ان دو سورتوں ہی کی قراءت کو ضروری نہ سمجھ لیں۔ ۱
(مزید مسائل آگے ”عید کی نماز اور خطبہ کے متفرق مسائل“ کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں)

عید کا خطبہ

عید کی نماز کے بعد امام کے لئے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنے کا حکم ہے، اور امام کو عید کی نماز کے بعد دو خطبے پڑھنا چاہئے، اور دونوں کے درمیان کچھ دیر کے لئے بیٹھنا چاہئے۔
کئی احادیث سے عید کی نماز کے بعد خطبہ ثابت ہے۔
مگر عید کا خطبہ جمعہ کے خطبہ کی طرح فرض نہیں، بلکہ سنت ہے، البتہ اس کا خاموشی سے سننا واجب ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ، فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ
الْخُطْبَةِ (بخاری) ۲

۱ (قولہ: ویقرأ کالجمعة) أى کالقراءة فی صلاة الجمعة، لما روی أبو حنیفة أنه -صلی اللہ علیہ وسلم- کان یقرأ فی العیدین ویوم الجمعة الأعلى والغاشیة کما فی الفتح. وقال فی البدائع فإن تبرک بالافتداء به -صلی اللہ علیہ وسلم- -فی قراءتهما فی أغلب الأوقات فحسن لكن یکره أن یتخلذهما حتما لا یقرأ فیها غیرهما لما ذکرنا فی الجمعة اهـ (رد المحتار، ج ۲ ص ۷۳، ۱، باب العیدین)

۲ حدیث نمبر ۹۵۸، کتاب الجمعة، باب المشی والركوب إلى العید، والصلاة قبل الخطبة بغير اذان ولا إقامة، دار طوق النجاة، بیروت.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن (عید کی نماز کے لئے) نکلے، پھر خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

شَهِدْتُ الصَّلَاةَ يَوْمَ الْفِطْرِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَى بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَغُثْمَانُ فَكُلُّهُمْ يُصَلِّي بِهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدُ (بخاری) ۱

ترجمہ: میں عید الفطر کے دن عید کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، اور حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سب کے ساتھ شریک ہوا، ان تمام حضرات نے خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھی، پھر بعد میں خطبہ دیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْطُبُ الْخُطْبَتَيْنِ وَهُوَ قَائِمٌ، وَكَانَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا بِجُلُوسٍ (سنن نسائی) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر دو خطبے دیا کرتے تھے، اور دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھ کر فصل کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا، ثُمَّ يَقْعُدُ قَعْدَةً لَا يَتَكَلَّمُ فِيهَا، ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ خُطْبَةً أُخْرَى، فَمَنْ خَبَرَكَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ قَاعِدًا فَلَا تُصَدِّقْهُ (سنن نسائی) ۳

۱۔ حدیث نمبر ۴۸۹۵، کتاب تفسیر القرآن، باب إذا جاءك المؤمنات يبایعنك، دار طوق النجاة، بیروت.

۲۔ حدیث نمبر ۱۴۱۶، کتاب الجمعة، باب الفصل بین الخطبتین بالجلوس، مکتب المطبوعات الإسلامية - حلب.

۳۔ حدیث نمبر ۱۵۸۳، کتاب صلاة العیدین، باب الجلوس بین الخطبتین والسكرت فيه.

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے، پھر تھوڑی دیر بیٹھا کرتے تھے، جس میں کوئی کلام نہیں کرتے تھے، پھر کھڑے ہوتے تھے، اور دوسرا خطبہ دیا کرتے تھے، پس جو شخص آپ کو اس بات کی خبر دے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر خطبہ دیا، تو آپ اس کی تصدیق نہ کریں (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيدَ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، قَالَ: إِنَّا نَخُطُبُ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُجْلِسَ لِلْخُطْبَةِ فَلْيُجْلِسْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَذْهَبَ فَلْيَذْهَبْ (مسند درک حاکم) ۱

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز میں حاضر ہوا، پس جب آپ نے عید کی نماز ختم فرمائی، تو فرمایا کہ ہم خطبہ دیں گے، پس جو شخص خطبہ کے لئے بیٹھنا چاہے، بیٹھ جائے، اور جو جانا چاہے، وہ چلا جائے (ترجمہ ختم)

اور حضرت سعد مؤذن سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ بَيْنَ أَضْعَافِ الْخُطْبَةِ، يُكْثِرُ التَّكْبِيرَ فِي خُطْبَةِ الْعِيدَيْنِ (سنن ابن ماجہ) ۲

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے درمیان لگا تار تکبیر کہتے تھے، عیدین کے خطبہ میں کثرت سے تکبیر کہتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

۱۔ حدیث نمبر ۱۰۹۳، کتاب صلاة العیدین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔
قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ وَهُوَ مَعْنَى الْحَدِيثِ الَّذِي يُسْأَلُ عَنْهُ فِي الْأَعْيَادِ إِلَّا أَنَّهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ .

وقال الذهبي في التلخيص: على شرط الشيخين.

۲۔ حدیث نمبر ۱۲۸۷، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنة فیہا، باب ما جاء فی الخطبة فی العیدین.

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: زَيِّنُوا أَعْيَادَكُمْ

بِالتَّكْبِيرِ (المعجم الصغير للطبرانی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی عیدوں کو تکبیر کے ذریعہ سے مزین کرو (ترجمہ ختم)

اس کے عمومی مفہوم میں عید کی نماز میں اور خطبہ میں نیز عید کی نماز کے لئے جاتے آتے ہوئے تکبیرات کہنا سب داخل ہے۔ ۲

اس قسم کی احادیث کی روشنی میں فقہائے کرام نے عید کی نماز کے خطبہ میں تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کثرت سے پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے۔

اور بعض حضرات نے افضل اس کو قرار دیا ہے کہ پہلے خطبہ کے بالکل شروع میں نو مرتبہ اور دوسرے خطبہ کے شروع میں سات مرتبہ اور بالکل آخر میں چودہ مرتبہ مسلسل تکبیر یعنی ”اللہ اکبر اللہ اکبر“ کہا جائے۔ ۳

(عید کے خطبہ کے مزید مسائل آگے ”عید کی نماز اور خطبہ کے متفرق مسائل“ کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں)

۱۔ حدیث نمبر ۵۹۹، المكتب الاسلامی، بیروت، واللفظ لله، المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۴۳۷۳۔

قال الهیثمی:

رواه الطبرانی فی الصغير والأوسط وفيه عمر بن راشد ضعفه أحمد وابن معين والنسائی وقال العجلی: لا بأس به (مجمع الزوائد، ج ۲ ص ۹۷، أبواب العیدین)

۲۔ اور ان سب حالات کے بارے میں تکبیرات کا ثبوت دیگر دلائل سے بھی ہے، لہذا اس حیثیت سے اس روایت میں کوئی نکارت نہیں، اور زیادہ سے زیادہ اس حدیث کو ضعیف کہا جاسکتا ہے، مگر پھر بھی اس سے استحباب کا ثبوت ہو سکتا ہے۔

۳۔ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِي، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدَةَ، قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يُكَبَّرَ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي الْعِيدَيْنِ تِسْعًا قَبْلَ الْخُطْبَةِ، وَتِسْعًا بَعْدَهَا (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۵۹۱۶، فِي التَّكْبِيرِ عَلَى الْمِنْبَرِ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، عَنْ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، عَنْ الْحَسَنِ، قَالَ: يُكَبَّرُ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ أَرْبَعَ عَشْرَةَ تَكْبِيرَةً (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۵۹۱۷، فِي التَّكْبِيرِ عَلَى الْمِنْبَرِ)

ملاحظہ رہے کہ بعض کتابوں میں خطبہ سے پہلے اور بعد میں مخصوص تعداد میں تکبیر کہنے کے سنت ہونے کی مندرجہ بالا روایت کو

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے، حالانکہ یہ روایت عمید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے مروی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عید کی نماز اور خطبہ کے چند متفرق مسائل

مسئلہ:..... حنفیہ کے نزدیک عید کی نماز میں عام نمازوں کے مقابلہ میں چھ زائد تکبیرات واجب ہیں، اور ہر تکبیر مستقل طور پر واجب ہے۔ مگر ان تکبیرات کا امام کو بآواز بلند کہنا واجب نہیں۔ اور ہر تکبیر کے درمیان تین تسبیحات کے بقدر وقفہ کرنا افضل ہے، تاکہ مقتدیوں کو تکبیرات اور ان کی تعداد کے بارے میں اشتباہ نہ ہو، مجمع کے کم و بیش ہونے کی وجہ سے اس سے کچھ کم و بیش وقفہ ہو جائے، تب بھی حرج نہیں، اور ان تکبیرات کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہیں، بلکہ خاموش رہنا چاہئے۔ ۱۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ہے، جو کہ تابعین میں سے ہیں، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کسی مستند سند کے ساتھ دستیاب نہیں ہو سکی۔
ویکبر فی الخطبة فی العیدین و لیس ذلک عدد فی ظاہر الروایة لکن ینبغی أن لا یكون أكثر الخطبة التکبیر و یکبر فی عید الأضحی أكثر مما یکبر فی خطبة عید الفطر فإن لم یسمعهم جاز ولا یضر تباعدهم (فتاویٰ قاضی خان، باب صلاة العیدین و تکبیرات آیام التشریق)
ویکبر فی خطبة العیدین و لیس لذلك عدد فی ظاہر الروایة لکن لا ینبغی أن يجعل أكثر الخطبة التکبیر و یکبر فی خطبة عید الأضحی أكثر مما یکبر فی خطبة الفطر کذا فی قاضیخان و یبدأ الخطیب بالتحمید فی الجمعة و غیرها و یبدأ بالتکبیر فی خطبة العیدین و یستحب أن یستفتح الأولى بتسعة تری متوالیة والثانیة بسبع قال عبد الله بن مسعود هو السنة و یکبر القوم معه و یصلون علی النبی صلی الله علیه وسلم فی أنفسهم امتثالاً للأمر و سنة الإنصات (مراقی الفلاح شرح متن نور الإیضاح، ص ۲۰۳، باب صلاة العیدین)

(و یستحب أن یستفتح الأولى بتسعة تکبیرات تتری) أى متتابعات (والثانیة بسبع) هو السنة (و) أن یکبر قبل نزوله من المنبر أربع عشرة (الدر المختار)
(قوله و یستحب إلخ) ذکر ذلک فی المعراج عن مجمع النوازل و قال فی الخانیة إنه لیس للتکبیر عدد فی ظاہر الروایة لکن ینبغی أن لا یكون أكثر الخطبة التکبیر و یکبر فی الأضحی أكثر من الفطر اهـ۔ قلت: و إطلاق العدد فی ظاہر الروایة لا ینافی تقييده بما ورد فی السنة و قال به الشافعی رحمہ الله تعالى (ردالمحتار، ج ۲ ص ۱۷۵، باب العیدین)

۱۔ (قوله و تکبیرات العیدین) هی ست تکبیرات فی کل رکعة ثلاثة (قوله و کذا أحدها) أفاد أن کل تکبيرة واجب مستقل ط (ردالمحتار، ج ۱ ص ۲۶۹، کتاب الصلاة، واجبات الصلاة)
و أما الجهر فی تکبیرات الزوائد فالظاهر استحبابه للإمام فقط للإعلام فتأمل (ردالمحتار، ج ۲ ص ۱۷۳، باب العیدین)
﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... عید کی نماز میں امام کے لئے بآواز بلند قرائت کرنا واجب ہے۔ ۱۔
 مسئلہ:..... دوسری رکعت میں عید کی زائد تکبیروں کو قرأت کے بعد کہنا افضل ہے واجب نہیں
 لہذا اگر غلطی سے امام نے یہ تکبیریں پہلے کہہ دیں تب بھی نماز بلا کراہت ہوگئی۔
 جہاں تک پہلی رکعت کا تعلق ہے، تو اس میں اگرچہ بعض حضرات نے قرائت سے پہلے
 تکبیرات کہنے کو واجب قرار دیا ہے۔ ۲۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد روی عن أبي حنيفة أنه يسكت بين كل تكبيرتين قدر ثلاث تسبيحات (بدائع الصنائع،
 ج ۱ ص ۲۷۷، فصل بيان قدر صلاة العیدین و کیفیت ادائها)
 وأشار المصنف إلى أنه يسكت بين كل تكبيرتين؛ لأنه ليس بينهما ذكر مسنون عندنا؛ ولهذا يرسل
 يديه عندنا وقدره مقدار ثلاث تسبيحات لزوال الاشتباه، وذكر في الميسوط أن هذا التقدير ليس
 بلازم بل يختلف بكثرة الزحام وقتله؛ لأن المقصود إزالة الاشتباه (البحر الرائق، ج ۲ ص ۱۷۳،
 وقت صلاة العیدین)
 (وليس بين تكبيراته ذكر مسنون) ولذا يرسل يديه (ويسكت بين كل تكبيرتين مقدار ثلاث
 تسبيحات) هذا يختلف بكثرة الزحام وقتله (الدر المختار، باب العیدین)
 ويسكت بين كل تكبيرتين مقدار ثلاث تسبيحات؛ لأنها تقام بجمع عظيم وبالمواالة تشبهه على
 من كان نائياً (تبيين الحقائق، ج ۱ ص ۲۲۶، وقت صلاة العيد و کیفیتها)
 وليس بين التكبيرات ذكر مسنون ولا مستحب لكن يستحب المكث بين كل تكبيرتين مقدار
 ثلاث تسبيحات. وفي الميسوط ليس هذا القدر بلازم بل يختلف ذلك بكثرة الزحام وقتله (مجمع
 الانهر، ج ۱ ص ۱۷۳، صفة صلاة العيد)
 قال محمد رحمه الله في الأصل: يستحب المكث بين كل تكبيرتين مقدار ما يسبح ثلاث
 تسبيحات، وهذا؛ لأن صلاة العيد تقام بجمع عظيم وتوالى بين التكبيرات يشبهه على من كان نائياً
 عن الإمام، والاشتباه يزول بهذا القدر من المكث، وليس بين التكبيرات ذكر مسنون عندنا؛ إذ لو
 كان بينهما ذكر مسنون، لكان أتى به النبي عليه السلام، ولو أتى به لوصل إلينا ولم ينقل..... وما
 قال الحسن أنه يسبح بين كل تكبيرتين مقدار ثلاث تسبيحات ليس بمقدر لازم، بل يتفاوت بكثرة
 القوم وبقلته لأن المقصود إزالة الاشتباه عن القوم، وذلك يختلف بكثرة القوم وقلتهما المحيط
 البرهاني، ج ۳ ص ۹۹، الفصل السادس والعشرون في صلاة العیدین)
 ۱۔ الجهر يجب على الإمام فيما يجهر فيه وهو صلاة الصبح والأوليان من المغرب والعشاء وصلاة
 العیدین والجمعة والتراويح والوتر في رمضان (رد المحتار، ج ۱ ص ۳۶۹، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة)
 ۲۔ (قوله ويؤلى ندبا بين القراءتين) أى بأن يكبر في الركعة الثانية بعد القراءة لتكون قراءتها
 نالية لقراءة الركعة الأولى، أما لو كبر في الثانية قبل القراءة أيضاً كما يقول ابن عباس يكون
 ﴿بقية حاشية الگے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن بعض حضرات نے ایسی صورت میں قرائت کے بعد بھی کہہ لینے کی گنجائش دی ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص بھولے سے پہلی رکعت میں تکبیرات سے پہلے قرائت کر لے، تو قرائت کے بعد تکبیرات کہہ کر نماز پوری کر لینے کی گنجائش ہے (عمدة الفقہ ج ۲، ص ۴۶۵) ۱۔

مسئلہ:..... اگر امام عید کی زائد تکبیریں بھول کر رکوع میں چلا گیا تو یاد آنے پر رکوع ہی میں یہ تکبیریں کہہ لے، رکوع چھوڑ کر قیام کی طرف نہ لوٹے لیکن اگر امام رکوع چھوڑ کر لوٹ آیا اور تکبیریں کہہ کر پھر رکوع کر لیا تو بھی نماز ہو جائے گی۔ ۲۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

التکبیر فاصلا بین القراءتین، وأشار بقوله: ندبا إلى أنه لو كبر في أول كل ركعة جاز؛ لأن الخلاف في الأولوية كما مر عن البحر. وهذا، وأما ما في المحيط من التعليل للموالاة بأن التكبيرات من الشعائر؛ ولهذا وجب الجهر بها فوجب ضم الزوائد في الأولى إلى تكبيرة الافتتاح لسبقها على تكبيرة الركوع وإلى تكبيرة الركوع في الثانية لأنها الأصل فقد قال في البحر: الظاهر أن المراد بالوجوب الثبوت لا المصطلح عليه لأن الموالاة مستحبة اهـ وكذا قوله وجب الجهر بها: أي ثبت في بعض المواضع كما في الأذان والتكبير في طريق المصلى وتكبير التشريق، وأما الجهر في تكبيرات الزوائد فالظاهر استحبابه للإمام فقط للإعلام فتأمل.

لكن في البحر عن المحيط إن بدأ الإمام بالقراءة سهوا فتذكر بعد الفاتحة والسورة يمضي في صلاته، وإن لم يقرأ إلا الفاتحة كبر وأعاد القراءة لزوماً لأن القراءة إذا لم تتم كان امتناعاً من الإتمام لا رفضاً للفرض اهـ ونحوه في الفتح وغيره وظاهره أن تقديم الكبير على القراءة واجب، وإلا لم ترفض الفاتحة لأجله يؤيده ما قدمناه في باب صفة الصلاة من أنه إن كبر وبدأ بالقراءة ونسى الشاء والتعوذ والتسمية لا يعيد لفوت محلها. وقد يجاب بأن العود إلى التكبير قبل إتمام القراءة ليس لأجل المستحب الذي هو الموالاة بل لأجل استدراك الواجب الذي هو التكبير لأنه لم يشرع في الركعة الأولى بعد القراءة بدليل أنه لو تذكره بعد قراءة السورة يتركه فكان مثل ما لو نسي الفاتحة، وشرع في السورة ثم تذكر يترك السورة، ويقرأ الفاتحة لوجوبها بخلاف الشاء والتعوذ والتسمية، والله أعلم (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲، ص ۴۳، ۱۷۳، باب العيدين)

۱۔ وإذا نسي الإمام تكبيرات العيد حتى قرأ فإنه يكبر بعد القراءة أو في الركوع ما لم يرفع رأسه، كذا في التتارخانية (الفتاوى الهندية، ج ۱، ص ۱۵۱، الباب السابع عشر في العيدين) اور جب رکوع میں بھی یاد آنے کی صورت میں کہنے کی گنجائش ہے، تو قیام میں بدرجہ اولیٰ گنجائش ہونی چاہئے۔

۲۔ ولا یقنن فی الركوع أيضا بخلاف تكبيرات العيد إذا تذكرها في حال الركوع حيث يكبر فيه، والفرق أن تكبيرات العيد لم تختص بالقيام المحض.

آلاترے ان تکبیرات الركوع یؤتی بہا فی حال الانحطاط؟ وہی محسوبہ من تکبیرات العيد یا جماع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... جو امام عیدین کی بارہ تکبیرات کہے، اس کی اقتداء میں عید کی نماز ادا کرنا جائز

ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

الصحابہ، فإذا جاز أداء واحدة منها في غير محض القيام من غير عذر جاز أداء الباقي مع قيام العذر بطريق الأولى، فأما القنوت فلم يشرع إلا في محض القيام غير معقول المعنى فلا يتعدى إلى الركوع الذي هو قيام من وجه (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۷۴، فصل صلاة العیدین) وإذا نسي الإمام تكبيرات العيد حتى قرأ فإنه يكبر بعد القراءة أو في الركوع ما لم يرفع رأسه، كذا في التتارخانية (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۵۱، الباب السابع عشر في العیدین) ۱۔ اور بعض مشائخ کے نزدیک تیرہ زائد تکبیرات اور تکبیر تحریر اور دونوں رکعتوں کے رکوع کی تکبیرات سمیت مجموعی طور پر سولہ تکبیرات تک کہنے والے امام کی اقتداء میں عید کی نماز جائز ہے۔

ولو كان الإمام يقنت في القومة بين الركوع والسجود والمقتدى لا يرى ذلك تابع الإمام وكذا في سجود السهو قبل السلام وكذا في تكبيرات العیدین (فتاوى قاضیخان، كتاب الصلاة، فصل في الوتر)

ثم ذكر ما حاصله أنه تجب متابعتة للإمام في الواجبات فعلا، وكذا تركا إن لم يتركه من فعله مخالفتة الإمام في الفعل كتركه القنوت أو تكبيرات العيد أو القعدة الأولى أو سجود السهو أو التلاوة فيتركه المؤتم أيضا، وأنه ليس له أن يتابعه في البدعة والمنسوخ، وما لا تعلق له بالصلاة فلا يتابعه لو زاد سجدة أو زاد على أقوال الصحابة في تكبيرات العیدین (رد المحتار، ج ۱ ص ۴۷۰، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة)

إذا اقتدى بمن لا يرى رفع اليدين في تكبيرات العیدین يرفع يديه لأن هذه مخالفة يسيرة فلا تخل بالمتابعة كذا في الغيائية قال محمد رحمه الله تعالى في الجامع إذا دخل الرجل مع الإمام في صلاة العيد وهذا الرجل يرى تكبيرات ابن مسعود رضي الله تعالى عنهما فكبر الإمام غير ذلك اتبع الإمام إلا إذا كبر الإمام تكبيرا لم يكبره أحد من الفقهاء فحينئذ لا يتابعه كذا في المحيط لكن هذا إذا كان بقرب الإمام يسمع التكبيرات منه فاما إذا كان بعيد منه يسمع من المكبرين يأتي بجميع ما يسمع وإن خرج من أقاويل الصحابة لجواز أن الغلط من المكبرين فلو ترك شيئا منها ربما كان المتروك ما أتى به الإمام كذا في البدائع قال محمد رحمه الله تعالى في الكبير ولو أن رجلا دخل مع الإمام في صلاة العيد في الركعة الأولى بعدما كبر الإمام تكبيرا ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ست تكبيرات فدخل معه وهو في القراءة والرجل يرى تكبيرات ابن مسعود رضي الله تعالى عنهما فإنه يكبر برأى نفسه في هذه الركعة حال ما يقرأ الإمام وفي الركعة الثانية يتبع رأى الإمام كذا في التتارخانية (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۵۱، الباب السابع عشر في صلاة العیدین)

ثم إلى كم يتابعه؟ اختلف مشايخنا فيه قال عاتمهم: إنه يتابعه إلى ثلاث عشرة تكبيرة، ثم يسكت بعد ذلك، وقال بعضهم يتابعه إلى ستة عشرة تكبيرة؛ لأن فعله إلى هذا الموضع محتمل للتأويل

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ:..... عام نمازوں کی طرح جمعہ وعیدین کی نماز میں بھی واجب عمل کی خلاف ورزی سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے لیکن اگر ان نمازوں میں بلکہ کسی بھی نماز میں مجمع بہت زیادہ ہو اور سجدہ سہو کرنے سے لوگوں میں فساد و انتشار یا مقتدیوں کی نماز خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو بہتر ہے کہ سجدہ سہو نہ کیا جائے۔ ایسی صورت میں سجدہ سہو معاف ہے۔ ۱

مسئلہ:..... اگر کوئی شخص عید کی نماز میں اس وقت پہنچا، جبکہ امام پہلی رکعت کی کچھ یا تینوں تکبیریں کہہ چکا تھا، لیکن ابھی رکوع میں نہیں گیا تھا، تو مقتدی کو چاہئے کہ نیت باندھنے کے فوراً بعد وقفہ کے بغیر تین تکبیریں کہہ لے اگرچہ تکبیرات کے دوران امام قرأت شروع کر دے یا پہلے سے قرأت کر رہا ہو۔ ۲

﴿گزشتہ صفحہ کا قیہ حاشیہ﴾ فلعل هذا القائل ذهب إلى ابن عباس أراد بقوله ثلاث عشرة تكبيرة الزوائد، فإذا ضمنت إليها تكبيرة الافتتاح وتكبيرتي الركوع صارت ست عشرة تكبيرة لكن هذا إذا كان يقرب من الإمام يسمع التكبيرات منه، فأما إذا كان يبعد منه يسمع من المكبرين يأتي بجميع ما يسمع وإن خرج عن أقاويل الصحابة لجواز أن الغلط من المكبرين، فلو ترك شيئاً منها ربما كان المتروك ما أتى به الإمام، والمأني به ما أخطأ فيه المكبرون فيتابعهم ليتأدى ما يأتيه الإمام بيقين ولهذا قيل إذا كان المقتدى يبعد من الإمام يسمع من المكبرين ينبغي أن ينوي بكل تكبيرة الافتتاح لجواز أن ما سمع قبل هذه كان غلطاً من المنادى، وإنما كبر الإمام للافتتاح الآن (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۷۸، فصل بيان قدر صلاة العیدین و کیفیت أدائها)

۱۔ ومنہا تکبیرات العیدین قال فی البدائع إذا ترکھا أو نقص منها أو زاد علیها أو أتى بها فی غیر موضعها فإنه یجب علیہ السجود کذا فی البحر الرائق ویستوی فی الزیادة والنقصان القلیل والكثیر فقد روی عن الحسن عن أبی حنیفة رحمہ اللہ إذا سہا الإمام عن تکبیرة واحدة فی صلاة العید یسجد للسہو کذا فی الذخیرة وذكر فی كشف الأسرار أن الإمام إذا سہا عن التکبیرات حتی رکع فإنه یعود إلى القیام بخلاف المسبوق إذا ترک الإمام فی الركوع فإنه یأتی بالتکبیرات فی الركوع کذا فی البحر الرائق ولو ترک تکبیرة الركوع الثانی فی صلاة العید وجب علیہ السہو لأنها واجبة تبعاً لتکبیرات العید بخلاف تکبیرة الركوع الأول لأنها لیست ملحقہ بها کذا فی التبیین السہو فی الجمعة والعیدین والمکتوبة والتطوع واحد إلا أن مشایخنا قالوا لا یسجد للسہو فی العیدین والجمعة لسلا یقع الناس فی فتنة کذا فی المضممرات ناقلاً عن المحیط (الفتاویٰ الہندیة، ج ۱ ص ۱۲۸، کتاب الصلاة، الباب الثانی عشر فی سجود السہو)

۲۔ (ولو أدرك) المؤتم (الإمام فی القیام) بعدما کبر (کبر) فی الحال برأى نفسه لأنه مسبوق (الدر المختار، باب صلاة العیدین)

(قوله کبر فی الحال) أى وإن کان الإمام قد شرع فی القراءة کما فی الحلیة (ردالمحتار، ج ۲ ص ۱۷۴، کتاب الصلاة، باب صلاة العیدین)

مسئلہ:..... اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں اس وقت پہنچا، جبکہ امام رکوع میں جا چکا تھا، تو اگر غالب گمان ہو کہ میں تین تکبیریں کہہ کر رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہو جاؤں گا، تو نیت باندھ کر کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیریں کہہ کر پھر رکوع میں جائے، اور اگر خطرہ ہو کہ کھڑا ہو کر تکبیریں کہنے لگ گیا تو رکوع نہیں ملے گا، تو نیت باندھ کر سیدھا رکوع میں چلا جائے اور ہاتھ اٹھائے بغیر رکوع میں تینوں تکبیریں کہہ لے، اور رکوع کی تسبیح ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ“ بھی پڑھ لے، دونوں کے پڑھنے کا وقت نہ ہو تو صرف عید کی تکبیریں کہہ لے، رکوع کی تسبیح چھوڑ دے، کیونکہ عید کی تکبیریں واجب ہیں اور رکوع کی تسبیح سنت ہے، اور اگر اس کے تین تکبیریں کہنے سے پہلے امام رکوع سے اٹھ جائے تو اس کو بھی کھڑا ہو جانا چاہئے، جو تکبیریں رہ گئی ہیں وہ معاف ہیں۔ ۱

مسئلہ:..... اگر کوئی شخص اس وقت پہنچا، جبکہ امام پہلی رکعت کے رکوع سے سر اٹھا چکا تھا تو کیونکہ اس کی پہلی رکعت رہ گئی، جو بعد میں پڑھنی ہوگی، اس لئے اب پہلی رکعت کی تکبیریں کہنے کی ضرورت نہیں، امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب پہلی رکعت پوری کرے گا تو اس میں تکبیریں کہے۔

پہلی رکعت امام کے بعد پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر ثناء، اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھے اور سورت ملائے، اس کے بعد تین تکبیریں کہے۔

۱ (فروع) أدرک الإمام را كما يحرم، ثم إن غلب على ظنه إدراكه في الركوع إن كبر قائما كبر قائما ثم رقع لأن القيام هو المحل الأصلي للتكبير، ويكبر برأى نفسه؛ لأنه مسبوق، وهو منفرد فيما يقضى، والذكر الفائق يقضى قبل فراغ الإمام بخلاف الفعل، وإن خشي فوت ركوع الإمام رقع وكبر في ركوعه خلافا لأبي يوسف (فتح القدیر، ج ۲ ص ۷۷، ۷۸، باب صلاة العیدین) ولو انتهى رجل إلى الإمام في الركوع في العیدین فإنه يكبر للافتتاح قائما فإن أمكنه أن يأتي بالتكبيرات ويذكر الركوع فعل ويكبر على رأى نفسه وإن لم يمكنه رقع واشتغل بالتكبيرات عند أبي حنيفة ومحمد - رحمهما الله تعالى - هكذا في السراج الوهاج. ولا يرفع يديه إذا أتى بتكبيرات العيد في الركوع، كذا في الكافي، ولو رفع الإمام رأسه بعدما أدى بعض التكبيرات فإنه يرفع رأسه ويتابع الإمام وتسقط عنه التكبيرات الباقية، كذا في السراج الوهاج (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۵۱، الباب السابع عشر في العیدین)

لیکن اگر کوئی غلطی سے قرائت سے پہلے یہ تکبیریں کہہ لے، تب بھی نماز ہو جاتی ہے۔ ۱۔
اور ہر مرتبہ ہاتھ کانوں تک اٹھا کر لٹکا دے۔ پھر چوتھی تکبیر کہتا ہوا ہاتھ اٹھائے بغیر رکوع میں جائے اور باقی رکعت عام نماز کی طرح پوری کرے۔

مسئلہ:..... اگر کوئی شخص دوسری رکعت میں اس وقت پہنچا، جب امام قرائت وغیرہ کر کے تینوں تکبیریں کہہ چکا تھا، تو ویسے ہی کرے جیسے پہلی رکعت کے بارے میں لکھا گیا ہے، یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد کھڑے ہو کر تکبیریں کہہ کر رکوع میں مل سکتا ہو تو کھڑا ہو کر یہ تکبیریں کہے، ورنہ یہ تکبیرات رکوع میں کہے، اس کی دوسری رکعت تو ہو گئی، اور پہلی رکعت امام کے سلام پھیرنے کے بعد پڑھے، جس کا طریقہ وہی ہے، جو اس سے پہلے مسئلہ میں لکھا گیا کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر ثناء اور اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھے اور سورت ملائے، اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر تین تکبیریں کہے، اور چوتھی تکبیر کہتا ہوا رکوع میں جائے، اور حسب قاعدہ نماز مکمل کرے۔

مسئلہ:..... اگر کوئی شخص اس وقت پہنچا، جب امام دوسری رکعت کے رکوع سے سر اٹھا چکا تھا، تو وہ اسی حال میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے، مگر اس صورت میں دوسری رکعت کا رکوع نہ ملنے کی وجہ سے اس کی دونوں رکعتیں فوت ہو گئیں، اس لئے امام کے سلام کے بعد دونوں رکعتیں پڑھے ان دو رکعتوں کے پڑھنے کا طریقہ وہی ہے، جو عید کی نماز کا طریقہ ہے یعنی

۱۔ اگرچہ قیاس کے مطابق تکبیریں قراءت سے پہلے کہنی چاہئیں تھیں، لیکن چونکہ اس طریقے سے دونوں رکعتوں میں تکبیریں پڑھنے پر ہوجاتی ہیں، اس لئے اس سے عدول کیا گیا، اور تکبیر کو قراءت کے بعد رکھا گیا (بہشتی زیور ص ۹۴)

ولو سبق برکعة یقرأ ثم یکبر لثلاث یتوالی التکبیر (الدر المختار، باب صلاة العیدین)
ولو أدرکھ فی القومة لا یقضی فیہا؛ لأنه یقضی الرکعة الأولى مع التکبیرات واللاحق یکبر برای
إمامہ کمن شرع مع الإمام ونام فانتہ یکبر برای الإمام؛ لأنه کانه خلف الإمام بخلاف المسبوق،
کذا فی الکافی (الفتاویٰ الہندیۃ، ج ۱ ص ۵۱، الباب السابع عشر فی العیدین)

عَنْ حَمَّادٍ، قَالَ: إِذَا فَاتَتْكَ مِنْ صَلَاةِ الْعِيدِ رُكْعَةٌ فَأَقْضِهَا، وَاصْنَعْ فِيهَا مِثْلَ مَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۸۲، فِي الرَّجُلِ إِذَا فَاتَتْهُ رُكْعَةٌ، مَا يَصْنَعُ؟)
عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: يُكَبِّرُ مَعَهُ فِي هَذِهِ مَا أَدْرَكَ مِنْهَا، وَيَقْضِي الْبَقِيَّةَ وَيُكَبِّرُ فِيهَا مِثْلَ تَكْبِيرِ الْإِمَامِ فِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرِ ۵۸۳، فِي الرَّجُلِ إِذَا فَاتَتْهُ رُكْعَةٌ، مَا يَصْنَعُ؟)

پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے زائد تکبیریں کہے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے کہے۔

مسئلہ:..... اگر کوئی شخص اس وقت پہنچا، جب امام دونوں رکعتیں پڑھ کر تشهد میں بیٹھ چکا تھا، مگر ابھی سلام نہیں پھیرا تھا، تو ایسی صورت میں مقتدی کو چاہئے کہ نیت باندھ کر امام کے ساتھ شریک ہو جائے، اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد عید کی دونوں رکعتیں حسب قاعدہ پڑھے۔ ا

ا۔ إذا أدرك الإمام في صلاة العيد بعد ما تشهد الإمام قبل أن يسلم أو بعدما سلم قبل أن يسجد للسهو أو بعدما سجد للسهو ولم يسلم الإمام فإنه يقوم ويقضى صلاة العيد. ومن المشايخ من قال المذكور قول أبي حنيفة وأبي يوسف -رحمهما الله تعالى- فأما على قول محمد -رحمه الله تعالى- لا يصير مدرّكاً كصلاة الجمعة ومنهم من قال هذا بلا خلاف وهو الصحيح، كذا في الظهيرية (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۵۱، الباب السابع عشر في العيدين) وإذا أدرك الإمام في صلاة العيد بعدما تشهد الإمام قبل أن يسلم أو بعد ما سلم قبل أن يسجد للسهو أو بعدما سجد للسهو فدخل معه، ثم سلم الإمام فإنه يقوم فيقضى صلاة العيد لأنه شارك الإمام في الصلاة فيلزمه القضاء. من مشايخنا من قال: المذكور قول أبي حنيفة، وأبي يوسف رحمهما الله، فأما قول محمد رحمه الله: لا يصير مدرّكاً لصلاة العيد كما قال في الجمعة: إذا أدرك الإمام في هذه الحالة لا يصير مدرّكاً للجمعة عنده، حتى يصلي أربعاً عنده فذلك ها هنا. ومنهم من قال: هذا بلا خلاف وهو الأصح، فإن صح الخلاف لمحمد في صلاة العيد كما في الجمعة فلا حاجة لمحمد رحمه الله إلى الفرق بين صلاة الجمعة وصلاة العيد، وإن لم يصح الخلاف يحتاج محمد إلى الفرق بين صلاة العيد وبين صلاة الجمعة.

فإنه قال: في صلاة الجمعة لا يصير مدرّكاً للجمعة، ويصلي أربعاً، وفي صلاة العيد قال: يصير مدرّكاً لصلاة العيد، ويصلي صلاة العيد وحده. ووجه الفرق لمحمد رحمه الله وهو: أن القياس ما قاله أبو حنيفة وأبو يوسف رحمهما الله في الجمعة، إلا أنه ترك القياس بالأثر، والأثر ورد في الجمعة، وما ورد في العيد، وترد صلاة العيد إلى أصل القياس، ولأن محمداً رحمه الله جعله مدرّكاً للجمعة في تلك المسألة بدليل أنه لو ترك القعدة على رأس الركعتين لا تجزئه صلاته، كما إذا صلى الجمعة وترك القعدة على رأس الركعتين، وإذا خرج وقت الظهر فسدت صلاته إلا أنه أمر بزيادة ركعتين احتياطاً لتقوم مقام الظهر، وليس في صلاة العيد زيادة نأمره بها احتياطاً.

ثم إذا سلم الإمام وقام هو إلى القضاء كيف يصنع؟ قال الشيخ الإمام الزاهد المعروف بخواهر زاده رحمه الله: يقوم فيكبر ثلاث تكبيرات، ثم يقرأ؛ لأن ما يقضى أول صلاته في هذه الحالة بالإجماع، لأنه مسبوق بركعتين، والتكبير مقدم على القراءة الأولى ومؤخر في الثانية عندنا، فذلك ههنا (المحيط البرهاني، ج ۲ ص ۱۱۳، ۱۱۴، الفصل السادس والعشرون في صلاة العيدين)

مسئلہ:..... اگر کوئی شخص ایسے وقت میں پہنچا، جبکہ عید کی نماز کا سلام پھیرا جا چکا تھا تو کسی اور جگہ عید کی نماز ملنے کی امید ہو تو دوسری جگہ جانا چاہئے، اگر کہیں بھی عید کی نماز ملنے کی امید نہ ہو اور جو لوگ نماز سے رہ گئے ہیں وہ ایک سے زیادہ ہوں تو ان کو کسی دوسری مسجد یا عید گاہ میں جہاں پہلے عید کی نماز نہ ہوئی ہو اپنی الگ جماعت کر کے عید کی نماز پڑھ لینا درست ہے، ایسی مسجد یا عید گاہ نہ ملے تو کسی دوسری جگہ بھی پڑھ لینا جائز ہے۔ ۱

مسئلہ:..... اگر ایک ہی آدمی عید کی نماز سے رہ گیا ہو تو وہ عید کی نماز نہیں پڑھ سکتا، اس لئے کہ عید کی نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہے، اکیلے نہیں پڑھی جاتی۔
البتہ اگر عید کی نماز کے بجائے گھر میں نفل کی نیت سے دو یا چار رکعت نفل پڑھ لے تو بہتر ہے۔ ۲

مسئلہ:..... اکثر اکابر فقہاء کے نزدیک عید کی نماز کے بعد خطبہ سے قبل مختصر دعا مستحب ہے، ضروری نہیں۔

اور بعض حضرات کے نزدیک نماز استسقاء کے خطبے کے بعد کی طرح عید کی نماز کے خطبے کے

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ خَادِمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " : كَانَ أَنَسٌ إِذَا قَاتَهُ صَلَاةُ الْعِيدِ مَعَ الْإِمَامِ جَمَعَ أَهْلَهُ فَصَلَّى بِهِمْ مِثْلَ صَلَاةِ الْإِمَامِ فِي الْعِيدِ (السنن الكبرى للبيهقي، حديث نمبر ۶۲۳۷)

عَنْ يُونُسَ ، قَالَ : حَدَّثَنِي بَعْضُ آلِ أَنَسٍ ؛ أَنَّ أَنَسًا كَانَ رُبَّمَا جَمَعَ أَهْلَهُ وَحَشَمَهُ يَوْمَ الْعِيدِ ، فَصَلَّى بِهِمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي عُتْبَةَ رَكْعَتَيْنِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حديث نمبر ۵۸۵۳، الرَّجُلُ تَقَوُّهُ الصَّلَاةُ فِي الْعِيدَيْنِ ، كَمْ يُصَلِّي؟)

۲۔ عَنْ مَسْرُوقٍ ، قَالَ : قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : مَنْ قَاتَهُ الْعِيدُ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حديث نمبر ۵۸۵۰، الرَّجُلُ تَقَوُّهُ الصَّلَاةُ فِي الْعِيدَيْنِ ، كَمْ يُصَلِّي؟)

ولكنه يصلي أربعا مثل صلاة الضحى ان شاء لانها اذا فاتته لا يمكن تداركها بالقضاء لفقد الشرائط فان صلى مثل الضحى لنيل الثواب كان حسنا وهو مروي عن ابن مسعود (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۲)

روی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ قال من فاتتہ صلوۃ العید صلی اربع رکعات یقرأ فی الاولی سبح اسم ربک الاعلیٰ و فی الثانیۃ والشمس وضحاها و فی الثالثۃ واللیل اذا بغشی و فی الرابعۃ والضحیٰ وروی فی ذلک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعدا جمیلاً وثواباً جزیلاً (قاضی خان علی ہامش الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۳)

بعد بھی دعا کی گنجائش ہے، لہذا اس پر بھی نکیر نہیں کرنی چاہئے، اور اگر کوئی سرے سے دعا نہ کرے، تو بھی گناہ نہیں (اس مسئلہ کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے مستقل عنوان کے تحت ذکر کی جائے گی) ۱۔
مسئلہ:..... عید کی نماز سے فارغ ہو کر گھر آنے کے بعد چار رکعت نفل نماز پڑھنا بہتر ہے، بعض روایات میں دو رکعت کا بھی ذکر ہے، یہ بھی درست ہے۔

اس کی تفصیل پہلے عید کی نماز کی رکعات کے ذیل میں گزر چکی ہے۔ ۲۔
مسئلہ:..... جہاں عید کی نماز ادا کی جائے، اگر وہاں منبر موجود ہو، تو عید کی نماز کے بعد اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا چاہئے، اور اگر منبر نہ ہو، تو زمین پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا چاہئے۔
اور خاص عید کی نماز کے لئے منبر لے جانے کی ضرورت نہیں۔ ۳۔

۱۔ جن حضرات نے نماز کے بعد مختصر دعا کو مستحب قرار دیا، انہوں نے اس کو فرض نماز پر قیاس کیا ہے، اور جنہوں نے خطبہ کے بعد گنجائش دی، انہوں نے استثناء کی نماز و خطبہ پر قیاس کیا، اور بعض نے انکار کیا ہے، انہوں نے صراحتاً ثبوت نہ ہونے کو بنیاد بنایا، تفصیل آگے مستقل عنوان کے تحت آتی ہے۔

۲۔ المستحب أن يصلي أربعاً بعد الرجوع إلى منزله، كذا في الزاد (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۵۰، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر في صلاة العيدين)
ثم إذا أراد أن يصلي بعدها صلى أربعاً، وفي "زاد الفقهاء": "إن أحب أن يصلي بعدها صلى أربعاً، إلا أن مشايخنا قالوا: المستحب أن يصلي أربعاً بعد الرجوع إلى منزله، كيلا يظن ظان أنه هو السنة المتوارثة (البنية شرح الهداية، ج ۳ ص ۱۰۶، وقت صلاة العيدين)

۳۔ ولا يخرج المنبر في العيدين؛ لما روينا أن النبي -صلى الله عليه وسلم- لم يفعل ذلك، وقد صح أنه كان يخطب في العيدين على ناقته، وبه جرى التوارث من لدن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- إلى يومنا هذا؛ ولهذا اتخذوا في المصلى منبراً على حصة من اللبن والطين، واتباع ما اشتهر العمل به في الناس واجب (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۸۰، فصل بيان ما يفسد صلاة العيدين وبيان حكمها إذا فسدت)
(قوله ولا بأس بإخراج منبر إليها) عزاه في الدرر إلى الاختيار (قوله لكن في الخلاصة إلخ) ومثله في الخاتبة فإنهما قالوا ولا يخرج المنبر إلى الجبنة يوم العيد.
واختلف المشايخ في بنائه في الجبنة قيل: يكره، وقيل: لا، فدل كلامهما على أنه لا خلاف في كراهة إخراجها إليها، وإنما الخلاف في بنائه فيها. ويمكن حمل الكراهة على التنزيهية وهي مرجع خلاف الأولى المفاد من كلمة لا بأس غالباً فلا مخالفة فافهم، وفي الخلاصة عن خواهر زاده هذا أي بناؤه حسن في زماننا (رد المحتار، ج ۲ ص ۱۶۹، باب صلاة العيدين)

مسئلہ:..... عید کے خطبہ کے احکام بھی جمعہ کے خطبہ کی طرح ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے اور عید کا خطبہ نماز کے بعد، اور عید کا خطبہ پڑھنا سنت ہے اور جمعہ کا خطبہ واجب ہے۔ ۱

مسئلہ:..... خطیب کے لئے بہتر ہے کہ پہلا خطبہ شروع کرنے سے پہلے آہستہ آواز میں اعوذ باللہ الخ پڑھے۔ ۲

مسئلہ:..... عید کے خطبہ کے دوران خاموش رہنا اور خطبہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے خواہ خطبہ کی آواز بھی نہ آ رہی ہو۔

بعض جگہ خطبہ کے دوران چندہ جمع کیا جاتا ہے ایسا کرنا جائز نہیں اور خطبہ کے وقت چندہ دینا بھی گناہ ہے۔ ۳

مسئلہ:..... خطبہ کے دوران کوئی بات چیت، سلام و کلام کرنا یہاں تک کہ نماز پڑھنا بھی جائز نہیں بعض لوگ خطبہ کے دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آنے پر زبان سے درود شریف پڑھتے ہیں یا دعائیہ کلمات پر آمین وغیرہ کہتے ہیں، یا دونوں خطبوں کے دوران ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں، یہ سب چیزیں غلط ہیں۔

۱۔ وکيفية الخطبة في العيدين كهي في الجمعة فيخطب خطبتين يجلس بينهما جلسة خفيفة ويقرا فيها سورة من القرآن ويستمع لها القوم وينصتوا لانه يعلمهم الشرائع ويعظهم وانما ينفعهم ذلك اذا استمعوا (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۷۴، فصل صلاة العيدين)

۲۔ (و اما سننها فخمسة عشر) أحدها الطهارة حتى كرهت للمحدث والجنب (وثانيها) القيام، هكذا في البحر الرائق، ولو خطب قاعدا أو مضطجعا جاز، هكذا في فتاوى قاضى خان.
(وثالثها) استقبال القوم بوجهه (ورابعها) التعوذ في نفسه قبل الخطبة (وخامسها) أن يسمع القوم الخطبة وإن لم يسمع أجزأه (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۴۶، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة)

۳۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " مَنْ قَالَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يُخْطَبُ: أَنْصَتُ، فَقَدْ لَفَا "، وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ أَبِي أَوْفَى، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، "وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: كَرِهُوا لِلرَّجُلِ أَنْ يَتَكَلَّمَ وَالْإِمَامُ يُخْطَبُ، فَقَالُوا: إِنْ تَكَلَّمَ غَيْرُهُ فَلَا يَنْكِرُ عَلَيْهِ إِلَّا بِالْإِشَارَةِ (ترمذی، حدیث نمبر ۵۱۲)

البتہ دل ہی دل میں زبان کو حرکت دیئے بغیر دعا کرنے اور درود پڑھنے میں حرج نہیں۔ ۱۔
مسئلہ:..... خطبہ کو نماز سے زیادہ لمبا کرنا مکروہ ہے۔

حدیث میں نماز کو مختصر اور خطبہ کو لمبا کرنے کو قیامت کی علامات میں شمار کیا گیا ہے۔ ۲۔

۱۔ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ (ج) وَعَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ (ج) وَعَنْ سُفْيَانَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ؛ أَنَّهُمْ كَرِهُوا الصَّلَاةَ وَالْإِمَامَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۲۱۰، کتاب الصلاة، باب مَنْ كَانَ يَقُولُ : إِذَا خَطَبَ الْإِمَامُ فَلَا يُصَلِّيْ)

عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ الْقُرَظِيِّ، قَالَ: أَذْرَكْتُ عُمَرَ، وَعُثْمَانَ، فَكَانَ الْإِمَامُ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَكْنَا الصَّلَاةَ (ایضاً، حدیث نمبر ۵۲۱۶)

عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ عُمَرَ؛ أَنَّهُمَا كَانَا يَكْرَهُانِ الصَّلَاةَ وَالْكَلامَ بَعْدَ خُرُوجِ الْإِمَامِ (ایضاً، حدیث نمبر ۵۲۱۸)

عَنِ ابْنِ سِيرِينَ؛ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ فَلَا يُصَلِّ أَحَدٌ حَتَّى يَفْرَغَ الْإِمَامُ (ایضاً، حدیث نمبر ۵۲۱۱)

عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَجْلِسُ، وَلَا يُصَلِّي (ایضاً، حدیث نمبر ۵۲۱۵)

حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ شُرَيْحًا دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ أَبْوَابِ كِنْدَةَ فَجَلَسَ، وَلَمْ يُصَلِّ (ایضاً، حدیث نمبر ۵۲۱۲)

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ ثَوْبَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: كَانَ شُرَيْحٌ إِذَا أَتَى الْجُمُعَةَ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ خَرَجَ الْإِمَامُ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ جَلَسَ وَاحْتَبَى، وَاسْتَقْبَلَ الْإِمَامَ، فَلَمْ يَلْتَفِتْ يَمِينًا، وَلَا شِمَالًا (ایضاً، حدیث نمبر ۵۲۱۹)

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: إِذَا قَعَدَ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَا صَلَاةَ (ایضاً، حدیث نمبر ۵۲۱۳)

عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ؛ فِي الرَّجُلِ يَجِيءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ يَجْلِسُ، وَلَا يُصَلِّي (ایضاً، حدیث نمبر ۵۲۱۴)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: خُرُوجُ الْإِمَامِ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ (ایضاً، حدیث نمبر ۵۲۱۷)

۲۔ ویکرہ تطویل الخطبہ بان تزیید الخطبتان علی سورۃ من طوال المفصل (منیۃ المصلی وغنیۃ

المبتدی، کتاب الصلاة)

فقد سنَّ رسولُ الله صَلَّى الله عليه وسلم أنَّ تطوَّلَ الصَّلَاةُ، وتَقَصَّرَ الخطبَةُ، وجعل تطوِيلَ الخطبَةِ إلى حدِّ يَفْضِي إلى حدِّ الثُّفْرَةِ من أَشْرَاطِ السَّاعَةِ (اللطائف المستحسنة بجمع خطب شهور السنة للكنوزی، ص ۷۷)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ قِصَرَ الْخُطْبَةِ، وَطَوَّلَ الصَّلَاةِ مَثْنَةٌ

مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ، فَأَطِيلُوا الصَّلَاةَ، وَأَقْصِرُوا الْخُطْبَ، وَإِنْ مِنَ الْبَيَانِ لَسُخْرًا، وَإِنَّهُ سَيَأْتِي

بَعْدَكُمْ قَوْمٌ يُطِيلُونَ الْخُطْبَ وَيَقْصِرُونَ الصَّلَاةَ (مسند بزار، حدیث نمبر ۱۹۰۸)

قال الهيثمي: رواه البزار، وروى الطبراني بعضه موقوفا في الكبير ورجال الموقوف ثقات، وفي

رجال البزار قيس بن الربيع وثقه شعبة والثوري وضعفه الناس (معجم الزوائد، ج ۲، ص ۱۹۰، باب

قصر الخطبة)

مسئلہ:..... خطبہ سننے والوں کو دونوں خطبوں کے دوران تشہد کی حالت میں یعنی دوزانو بیٹھنا مستحب ہے ویسے جس طرح چاہیں بیٹھنا جائز ہے۔

بعض لوگ جو پہلے خطبہ کے دوران دونوں ہاتھ باندھتے ہیں اور دوسرے خطبہ میں چھوڑ دیتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں اس کا اہتمام کرنا یا ثواب سمجھنا شریعت سے ثابت نہیں (کذا فی حسن

الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۳) ۱۔

مسئلہ:..... جمعہ وعیدین کا خطبہ سنت سے عربی میں پڑھنا ثابت ہے، اور غیر عربی زبان میں ثابت نہیں، اکثر فقہاء کی تحقیق کے مطابق تو عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا معتبر ہی نہیں ہوتا، اور بعض حضرات کے نزدیک مکروہ تحریمی ہوتا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور سلف سے غیر عربی میں جمعہ وعیدین کا خطبہ پڑھنا ثابت نہیں۔

البتہ عید کی نماز سے پہلے کسی اور زبان میں وعظ و تقریر کرنا جائز ہے، اور یہ شرعاً عید کا خطبہ نہیں ہے، اور عید کا خطبہ عید کی نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: جواہر الفقہ، جلد ۱ صفحہ ۳۶۹، ۳۷۰)

مسئلہ:..... عید کی نماز کے خطبہ میں کثرت سے ”اللہ اکبر“ پڑھنا مستحب ہے، بعض حضرات کے نزدیک پہلے خطبہ کے بالکل شروع میں نو مرتبہ اور دوسرے خطبہ کے شروع میں سات مرتبہ، اور دوسرے خطبہ کے بالکل آخر میں چودہ مرتبہ مسلسل ”اللہ اکبر“ کہنا مستحب ہے۔ ۲۔

۱۔ إذا شهد الرجل عند الخطبة إن شاء جلس محتبياً أو متربعا أو كما تيسر؛ لأنه ليس بصلاة عملاً وحقيقة، كذا في المصنوعات، ويستحب أن يقعد فيها كما يقعد في الصلاة، كذا في معراج الدراية (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۱۳۸، كتاب الصلاة، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة)

۲۔ (ويستحب أن يستفتح الأولى بتسع تكبيرات تترى) أى متتابعات (والثانية بسبع) هو السنة (و) أن يكبر قبل نزوله من المنبر أربع عشرة (الدرا المختار، كتاب الصلاة، باب العيدین)

ماہ شوال اور عید سے متعلق چند اصلاحات و قابلِ توجہ پہلو

اب کچھ تفصیل کے ساتھ چند وہ موضوعات تحریر کیے جاتے ہیں جو ماہ شوال اور عید کے حوالے سے قابلِ توجہ یا قابلِ اصلاح ہیں، اور ان میں عموماً افراط و تفریط پائی جاتی ہے اور ان مسائل کی وجہ سے بعض اوقات نزاع و جھگڑے کی بھی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

شوال میں رمضان کی عبادت کو برقرار رکھنے کی ضرورت

بہت سے لوگوں کی یہ حالت ہے کہ وہ رمضان گزرتے ہی اپنی گناہوں والی زندگی کی طرف لوٹ آتے ہیں۔

حالانکہ رمضان المبارک کے مہینے میں الحمد للہ تعالیٰ اکثر مسلمانوں کو نیک اعمال مثلاً نماز باجماعت پڑھنے، تلاوت کرنے، اور دوسرے فرائض، واجبات ادا کرنے اور روزہ رکھ کر گناہوں سے کافی حد تک بچنے کی توفیق ہو جاتی ہے۔

اور رمضان کا مہینہ گزرنے کے بعد خاص طور پر شوال کے مہینہ میں اس کی زیادہ ضرورت ہے کہ رمضان کے ان اعمال کی برکات کو باقی و جاری رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے جو فرائض و واجبات انسانوں کے ذمہ عائد کئے ہیں، وہ ایسے نہیں ہیں کہ جن کا کرنا دوسرے دنوں میں مشکل ہو اور آدمی ان کو ادا نہ کر سکے، اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرض ہی کیوں فرماتے۔

لہذا جتنے بھی کام ہیں، چاہے وہ فرائض کی ادائیگی والے ہوں، یا گناہوں سے بچنے والے، وہ سب بندے کے اختیار میں ہیں اور یہ اختیار رمضان کے بعد بھی برقرار رہتا ہے اگر بندہ اپنے اختیار کو استعمال کرے تو رمضان کے بعد بھی ان پر بآسانی عمل درآمد کر سکتا ہے۔

اور رمضان کے مہینہ میں جو نیک اعمال کرنے اور گناہوں کے چھوڑنے کا تھوڑا سا مزاج بن

جاتا ہے اور رمضان میں جو کچھ مجاہدہ کیا جاتا ہے، رمضان کے بعد اس سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے۔

عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ رمضان گزرتے ہی شوال کا چاند نظر آنے پر مسجد سے ایسا رخ موڑتے ہیں کہ اگلے رمضان تک پھر نام ہی نہیں لیتے، اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ بھی بعض لوگ سلوک کرتے ہیں کہ رمضان کے بعد قرآن مجید کو جو اٹھا کر رکھتے ہیں تو پورے سال اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

بہت سے معتکفین کا بھی یہی حال ہے کہ اعتکاف کے دنوں میں تو بہت اللہ والے اور ولی اللہ محسوس ہوتے ہیں اور فرائض، واجبات کے علاوہ سنن اور نوافل (تہجد، اشراق، ادا بین وغیرہ) تک کا اہتمام کرتے ہیں، لیکن شوال کا چاند نظر آتے ہی ایسے غائب ہو جاتے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے کہ شاید ہجرت کر کے دور دراز تشریف لے گئے ہیں، ان لوگوں کو اپنے اعتکاف پر نظر کرنے کی ضرورت ہے کہ جو اعتکاف غیر اللہ سے تعلق توڑ کر اللہ سے تعلق جوڑنے کے لئے تھا اس کا اتنا بھی اثر ظاہر نہ ہوا کہ اس سے فارغ ہو کر فرض نماز کی ہی توفیق ہو جاتی۔

اور بے شک نیک اعمال کا ثواب رمضان المبارک میں زیادہ ہو جاتا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ رمضان کے علاوہ نیک اعمال کرنے کی ضرورت نہ ہو، بلکہ شریعت کے اکثر احکام ایسے ہیں جو رمضان اور غیر رمضان دونوں حالتوں میں بندوں پر عائد ہوتے ہیں۔

عید ملن پارٹی کی شرعی حیثیت

آج کل عید سے فراغت کے بعد بعض لوگوں میں یہ دستور ہے کہ باری باری ایک دوسرے کی دعوت کی جاتی ہے اور اس کو عید ملن پارٹی کا نام دیا جاتا ہے خصوصاً سرکاری دفاتر میں ملازمت کرنے والے حضرات زیادہ تر یہ رسم انجام دیتے ہیں۔

بعض علاقوں میں ایک مسجد میں اعتکاف کرنے والے حضرات عید کے بعد ایک دوسرے کے لئے اس قسم کی تقاریب کا اہتمام کرتے ہیں۔

اور اس میں عام طور پر دوسرے کو شرمندہ کر کے اور کسی بھی طرح کا دباؤ ڈال کر اس سے دعوت منوائی جاتی ہے، اور وہ بے چارہ غریب شرماء حضوری میں آ کر کسی نہ کسی طرح اس کا انتظام کرتا ہے خواہ اس کے لئے اس کو قرض لینا پڑے یا ضروری درجہ کے حقوق فوت ہو جائیں۔

نیز اس میں عام طور پر دکھاوا اور ایک دوسرے کا مقابلہ بھی پیش نظر ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ بعض لوگ اس کو شرعی حکم سمجھ کر اختیار کرتے ہیں۔

اور بعض اتنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی اس پر عمل نہ کرے تو اسے لعن و طعن کیا جاتا ہے اور بُرا بھلا، بخیل و کنجوس وغیرہ کہا جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ان خرابیوں کے ہوتے ہوئے اس رسم کی شرعاً اجازت نہیں ہو سکتی، کسی کا مال بغیر خوشدلی کے استعمال کرنے کو شریعت نے حلال قرار نہیں دیا، اس لئے اس رسم کو ترک کر دینا چاہئے۔

البتہ اگر ان خرابیوں سے بچ کر خوشدلی کے ساتھ کوئی دوسرے کی دعوت کرے، اور اس کو عید کا کوئی حصہ اور ضروری نہ سمجھے، تو پھر اس میں حرج نہ ہوگا۔

ماہِ شوال میں نکاح کو منحوس و معیوب سمجھنا

آج کل بعض لوگ شوال کے مہینہ میں نکاح و شادی کو منحوس و معیوب سمجھتے ہیں اور اس سے بدشگونی و بدفالی لیتے ہیں۔

یہ جاہلیت کی بات ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں شوال میں نکاح کرنے کو منحوس سمجھا جاتا تھا، اور اس کی وجہ بعض حضرات نے یہ بیان فرمائی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک مرتبہ شوال کے مہینہ میں طاعون ہو گیا تھا، اس لئے جاہلیت کے لوگ شوال میں نکاح کو منحوس سمجھنے لگے

تھے اور وہ اس مہینہ میں شادی کی کوئی تقریب انجام نہیں دیتے تھے۔ ۱
حضرت عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:
تَزَوَّجْنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَوَّالٍ، وَبَنِي بِي فِي
شَوَّالٍ، فَأَيُّ نِسَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَحْظَى
عِنْدَهُ مِنِّي؟ قَالَ: وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَحِبُّ أَنْ تُدْخَلَ نِسَاءَ هَا فِي
شَوَّالٍ (مسلم) ۲

ترجمہ: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال میں نکاح فرمایا، اور شوال ہی
میں میری رخصتی ہوئی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بیوی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مجھ سے زیادہ مرغوب ہوگی، حضرت عروہ کہتے ہیں
کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شوال میں نکاح و رخصتی کو پسند فرماتی تھیں (ترجمہ ختم)
امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

وَقَصَدَتْ عَائِشَةُ بِهَذَا الْكَلَامِ رَدَّ مَا كَانَتْ الْجَاهِلِيَّةُ عَلَيْهِ وَمَا
يَنْخِيلُهُ بَعْضُ الْعَوَامِّ الْيَوْمَ مِنْ كَرَاهَةِ التَّزْوِجِ وَالتَّزْوِجِ وَالْدُّخُولِ
فِي شَوَّالٍ وَهَذَا بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهُ وَهُوَ مِنْ آثَارِ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوا
يَتَطَيَّرُونَ بِذَلِكَ (شرح النووی علی مسلم) ۳

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد اس اعتقاد کو غلط ثابت کرنا تھا جو
جاہلیت کے لوگوں کا تھا کہ وہ شوال میں نکاح کرنے میں بدشگونی اور بدفالی

۱۔ وقال أبو عاصم: إنما كره الناس أن يدخلوا النساء في شوال لطاعون وقع في شوال في الزمن
الأول (الطبقات الكبرى لابن سعد، ج ۸ ص ۴۸، تحت ترجمة عائشة بنت أبي بكر الصديق)
۲۔ حديث نمبر ۱۴۲۳، كتاب النكاح، باب استحباب الزوج والتزويج في شوال، واستحباب
الدخول فيه، دار احياء التراث العربي، بيروت.
۳۔ ج ۹ ص ۲۱۰، كتاب النكاح، باب استحباب الزوج والتزويج في شوال، دار احياء التراث
العربي، بيروت.

لیا کرتے تھے، اور آج بھی بعض عوام شوال میں نکاح اور رخصتی کرنے کرانے کو معیوب سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ باطل بات ہے، جس کی کوئی اصل نہیں، اور یہ جاہلیت کے آثار میں سے ہے کہ جاہلیت کے لوگ اس سے بدشگونئی لیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

خوب سمجھ لیجئے! شرعی اعتبار سے کوئی مہینہ یا کوئی دن منحوس نہیں ہے، دراصل نحوست انسان کی بد اعمالیوں میں ہے اور نکاح بذاتِ خود کوئی بُرا عمل نہیں بلکہ حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے، اور یہ ایسی عبادت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تقریباً سارے انبیائے علیہم السلام نے انجام دی ہے اور یہ عبادت جنت میں بھی برقرار رہے گی۔

اس لئے اگر اس عبادت کو شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق انجام دیا جائے تو یہ خیر و برکت کا باعث ہوگی اور جس مہینہ یا جس دن میں بھی یہ عمل سنت کے مطابق انجام دیا جائے گا وہ بابرکت ہی ہوگا، اور اس کے برعکس خلافِ شرع طریقہ پر انجام دینے سے برکت نہ ہوگی۔

بعض لوگ آج کل شادی بیاہ کے موقع پر مختلف گناہوں اور خرابیوں (مثلاً بے پردگی، مردوں عورتوں کا مخلوط اجتماع، تصویر سازی، گانا بجانا، ڈھول باجے، آتش بازی، فضول خرچی وغیرہ) میں مبتلاء ہوتے ہیں، لیکن اس طرف توجہ نہیں کرتے کہ ان گناہوں کی وجہ سے یہ نکاح بے برکت ہو جائے گا، مگر اس کے برعکس شوال یا کسی دوسرے مہینے میں نکاح کو معیوب و منحوس سمجھتے ہیں۔ یہ لاعلمی و نادانگی کی بات ہے۔

عید کا رڈ کی و بآء

ہمارے معاشرے میں بہت سے ایسے رواج اور رسمیں ایجاد ہو گئی ہیں کہ جن کا دین و مذہب

سے تعلق نہیں لیکن ہماری قوم ان رسموں میں اس طرح منہمک ہے کہ کسی طرح چھوڑنے کے لئے تیار نہیں خواہ ان کی خاطر کتنا ہی مال، قیمتی اوقات، اور کتنی ہی جان کیوں نہ کھپانی پڑے اور دین سے بھی محرومی ہو اور اس شعر کا مصداق ہی کیوں نہ بن جائے۔

نہ خدا ہی ملانہ وصالِ صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

ہمارے معاشرے کی ان رسموں میں سے ایک رسم مروّجہ ”عید کارڈ“ کی ہے، عیدین کے موقع پر اور خاص کر عید الفطر پر ایک دوسرے کو عید کارڈ بھیجنے کی پابندی و التزام ہے، اور اس کا اس حد تک التزام ہونے لگا ہے کہ اگر کسی دوست یا قریبی عزیز کا عید کارڈ موصول نہ ہو تو ناراضگی اور طعن و تشنیع تک سے گریز نہیں کیا جاتا اور اسی پر بس نہیں بلکہ آپس میں مقابلہ بازی اور ہارجیت تک کے فیصلے بھی ”عید کارڈوں“ کی بنیادوں پر کئے جانے لگے ہیں۔

عید الفطر آنے سے ہفتوں پہلے ہی سے بک اسٹالوں اور کارڈ فروشوں کی دوکانوں کے چکر لگانا شروع کر دیئے جاتے ہیں جہاں شروع رمضان ہی سے ہر قسم کے رنگ اور نبت نئے کارڈوں کا اجتماع ہوتا ہے، جن میں اعلیٰ، درمیانی اور ادنیٰ درجہ اور ہر طرح کے کارڈ دستیاب ہوتے ہیں۔

اور ان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے اور اعلیٰ سے اعلیٰ اور قیمتی سے قیمتی کارڈ کے انتخاب کو ترجیح دی جاتی ہے، اور اس کو اپنی شان و شوکت بڑھانے کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے، حالانکہ عید کارڈ کی مروّجہ رسم میں کئی گناہ اور منکرات و مفاسد جمع ہیں، جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

(۱)..... زیادہ تر عید کارڈ کی رسم میں پیش پیش وہ لوگ نظر آتے ہیں جنہیں نہ تو اپنے روزوں کو صحیح رکھنے کی توفیق ہوتی اور نہ ہی رات کو تراویح کا وقت ان کے پاس ہوتا، نہ صدقہ خیرات کی ان کے پاس گنجائش نظر آتی اور نہ ہی کسی غریب کے نانِ شبینہ کا انتظام کرنے کی، اور نہ زکوٰۃ کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنے کی توجہ ہوتی ہے، اور نہ ہی صدقہ فطر نکالنے کی۔

ہزاروں بندگانِ خدا روزہ کی نعمت سے محروم ہیں زکوٰۃ اور صدقہ فطر ادا نہیں کرتے غریب

نانِ شبینہ تک کے محتاج ہیں مگر عید کارڈ کی رسم میں جان اور مال اور وقت کھپانے سے گریز نہیں کرتے۔

بھلا اللہ تعالیٰ کے اہم احکامات کو چھوڑ اور توڑ کر ایک فضول رسم پر اپنے مال اور وقت کو قربان کرنا کیسی عقلمندی ہے؟

(۲)..... اس رسم کو بہت سے لوگوں کی طرف سے ایک عبادت اور ثواب کا کام اور عید کا حصہ سمجھ کر انجام دیا جاتا ہے، جبکہ اس عید کارڈ کی رسم کا خیر القرون کے دور میں کوئی ذکر نہیں ملتا، کسی صحابی، تابعی، یا تبع تابعی نے اس رسم کو انجام نہیں دیا بلکہ یہ اس دور کی پیداوار ہے، اس کو عید کے اہم اسلامی حکم اور عبادت کے ساتھ چسپاں کرنا اور عید کے اسلامی تہوار کی طرف منسوب کرنا دین میں زیادتی اور گناہ ہے۔ ۱

(۳)..... یہ عید کارڈ کی رسم بنیادی طور پر عیسائیوں کے کرسمس کارڈ کی نقل بھی ہے، جبکہ کافروں کی نقل اتارنا اور ان کی مشابہت کرنا گناہ ہے۔

کئی احادیث میں غیروں کے ساتھ تشبہ اور ان کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور اس پر وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ ۲

۱ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّمَا هُمَا اثْنَانِ، الْكَلَامُ وَالْهَدْيُ، فَأَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللَّهِ، وَأَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ، أَلَا وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ شَرَّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا، وَكُلُّ مُحَدَّثَةٍ بَذْعَةٌ، وَكُلُّ بَذْعَةٍ ضَلَالَةٌ (ابن ماجہ، حدیث نمبر ۴۶)
۲ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۴۰۳۱)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبَلَةَ، عَنْ طَاوُوسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ بَغَى بِالسَّيْفِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ، وَجَعَلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي وَجَعَلَ الدُّلَّ وَالصَّغَارَ عَلَى مَنْ خَالَفَنِي وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۱۹۷۸۳)

عَنْ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا، لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَلَا النَّصَارَى (سنن ترمذی، حدیث نمبر ۲۶۹۵)

عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا، وَلَا تُسَلِّمُوا بِتَسْلِيمِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى، فَإِنَّ تَسْلِيمَ الْيَهُودِ بِالْأَكْفِ، وَتَسْلِيمَ النَّصَارَى بِالْإِشَارَةِ (مسند الشاميين للطبرانی، حدیث نمبر ۵۰۳) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمانِ مبارک ہے کہ:

وَلَا تَرَكُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (سورہ ہود آیت ۱۱۳)

ترجمہ: اور ان ظالموں (اور کافروں) کی طرف مت جھکو، کبھی تم کو (جہنم کی) آگ نہ پہنچ جائے (ترجمہ ختم)

کافروں اور ظالموں کی طرف جھکنے میں ان کے ساتھ ظاہری تشبہ بھی داخل ہے (تفسیر عثمانی) (۴)..... عید کارڈ کی رسم میں پیسے کا بے جا اسراف بھی ہے، ملک بھر میں ہر سال اس بے ہودہ رسم پر لاکھوں، کروڑوں روپیہ برباد کر دیا جاتا ہے، اور آج کل عید کارڈ کے لئے اچھے سے اچھے کاغذ اور کارڈ اور زیب و زینت کا انتخاب کیا جاتا ہے، بعض امیر گھرانوں میں تو بڑے بڑے عید کارڈوں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے جن میں بعض عید کارڈ پانچ، پانچ، چھ، چھ سو روپے کی قیمت کے بھی ہوتے ہیں۔ پھر ان کو ڈاک سے بھیجنے کا خرچ علیحدہ ہے، اور یہ فضول خرچی ہے جو قرآن و سنت کی رو سے گناہ ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی بند قرار دیا ہے۔ ۱ اور احادیث میں قیامت کے روز مال کے بارے میں سوال کئے جانے سے پہلے قدم نہ ہٹنے کا ذکر آیا ہے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحہ کا نتیجہ حاشیہ﴾

عَنْ ابْنِ عُمرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي مُلْتَحِفًا، فَقَالَ: لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ، مَنْ لَمْ يَجِدْ مِنْكُمْ إِلَّا نُبُوءًا وَاحِدًا فَلْيَتَزَوَّجْ بِهِ (مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر ۳۲۱۵)
عَنْ مُسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ؛ أَنَّهَا كَرِهَتْ الْأَخْيَصَارَ فِي الصَّلَاةِ، وَقَالَتْ: لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ (مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر ۴۶۳۴)

عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، أَنَّهُ رَأَى مَجْمَرًا فِي جِنَازَةِ فَكَسَرَهُ، وَقَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ لَا تَشَبَّهُوا بِأَهْلِ الْكِتَابِ (مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر ۱۱۲۸۶)

۱. إِنَّ الْمُبْدِرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۷ پ ۱۵)
۲. عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ غُمَرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَا فَعَلَ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ (سنن ترمذی، حدیث نمبر ۲۴۱۷)

(۵)..... بہت سے عید کارڈ جانداروں کی تصویروں پر مشتمل ہوتے ہیں، مثلاً کبوتر، طوطا، بگلیا کوئی دوسرا جانور یا پرندہ وغیرہ بنا ہوتا ہے، جبکہ اس طرح کے جانداروں کی تصاویر کھینچنا، بنانا، چھاپنا، دیکھنا اور دوسرے کے پاس بھیجنا اور رکھنا سب گناہ ہے۔

(۶)..... بہت سے عید کارڈ کھلاڑیوں، گانے بجانے والے گویوں، اور فلمی اداکاروں (جن کو فلمی اور غیر فلمی ستاروں اور موسیقی کاروں کا نام دیا جاتا ہے) کی رنگین تصویروں سے ملوث ہوتے ہیں، جنہیں خاص مقبولیت حاصل ہوتی ہے، اللہ کی پناہ! ذرا سوچئے ان گناہ گار لوگوں کی تصویروں کا انتخاب اور ان کی تعظیم و احترام کس قدر غضبناک بات ہے، پھر ان تصویروں شدہ کارڈوں کو دیواروں پر لٹکایا اور الماریوں اور کمروں میں سجایا جاتا ہے، جو ایک دوسرا مستقل گناہ ہے۔

(۷)..... بعض عید کارڈوں پر اسی قسم کی عورتوں کی تصویریں بھی ہوتی ہیں، جن میں بہت سی تصویریں عریاں اور نیم عریاں رنگین اور فحش انداز کی ہوتی ہیں ان کو دیکھنا، پسند کرنا اور بھیجنا سب خطرناک گناہ ہیں۔

(۸)..... پھر اس قسم کی تصویروں میں سے کسی کا انتخاب کرنا اپنی اپنی پسند کی ترجمانی کا اظہار اور اس کی علامت سمجھی جاتی ہے، جس میں گناہ کی شہرت اور اس کا اظہار بھی ہے جو کہ مستقل گناہ ہے۔

(۹)..... سب سے بڑھ کر ”کرینا اور نیم چڑھا“ کا مصداق یہ ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ ”عید مبارک“ کے عنوان اور اس کے نام پر ہوتا ہے، کیا اتنے عظیم گناہوں کو مبارک خوشی اور مبارک عید کا نام دے کر بجالانا دین اور شریعت کی بے احترامی نہیں ہے؟

(۱۰)..... بعض عید کارڈ، مبارک اور عظیم کلمات یا قرآنی آیتوں سے آراستہ کئے جاتے ہیں، اول تو مبارک کلمات اور قرآنی آیات کو ایک رسم کے ساتھ وابستہ کرنا ہی بے احترامی ہے اور پھر ایک بے حرمتی یہ کی جاتی ہے کہ یہ عید کارڈ استعمال کرنے کے بعد رومی کی ٹوکری یا

اور کسی بے ادبی والی جگہ پھینک دیئے جاتے ہیں۔ خدارا! کچھ تو انصاف کیجئے۔

(۱۱)..... عموماً عید کارڈ بھیجنے والوں کا آپس میں اعلیٰ سے اعلیٰ عید کارڈ بھیجنے کا مقابلہ ہوتا ہے ہر شخص اس رسم میں دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ اس کی زیادہ سے زیادہ تعریف ہو، کسی رسم اور گناہوں پر مشتمل رسم میں مقابلہ کرنا اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا اور دوڑ لگانا کیسے جائز ہو سکتا ہے اور پھر اس گناہ پر فخر، دکھلاوا اور بڑائی اس گناہ کی سنگینی کو اور بڑھا دیتا ہے۔

(۱۲)..... اس مقابلہ بازی میں جس فریق کا عید کارڈ دوسرے کے مقابلہ میں گھٹیا ہو اس کو دوسرا طرح طرح کے مثلاً، بخیل، کنجوس وغیرہ کے طعنے دیتا ہے یا دل میں اس کو حقیر سمجھتا ہے۔

حالانکہ اول تو کسی کو طعنہ دینا ہی گناہ ہے دوسرے کسی مسلمان کو حقیر سمجھنا ایک علیحدہ گناہ ہے، تیسرے کسی کو گناہ پر ابھارنا بھی گناہ ہے۔

(۱۳)..... بعض جگہ عید کارڈ میں اس طرح کا ادلہ بدلہ ہوتا ہے کہ اس کو دوسرے پر ایک طرح کا قرض سمجھا جاتا ہے اگر دوسرا نہ بھیجے تو اس کو اپنا مقروض یا حق تلفی کرنے والا یا غاصب وغیرہ شمار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ کسی کو گناہ نہ کرنے پر غاصب وغیرہ سمجھنا یا دوسرے کے گناہ کو اپنا حق شمار کرنا کتنا بڑا گناہ ہے اور گناہ میں ادلہ بدلہ کرنا بھی گناہ ہے۔

(۱۴)..... بعض عید کارڈ ظاہری خرافات سے تو خالی ہوتے ہیں ان میں جاندار کی تصویریں وغیرہ نہیں ہوتیں لیکن دوسرے متبرک غیر جاندار مقامات مثلاً حرمین شریفین، کسی مسجد وغیرہ یا خوبصورت باغات، پہاڑوں، دریاؤں وغیرہ کی تصویریں اور سینریاں ہوتی ہیں، اس لئے لوگ سمجھتے ہیں کہ ایسے عید کارڈ بھیجنے میں حرج نہیں لیکن یاد رکھئے کہ دوسری خرابیاں تو پھر بھی ہوتی ہیں (کہ خود عید کارڈ ہی غیر اسلامی رسم اور فضول خرچی ہے) لہذا ایسے عید کارڈ سے بھی بچنا چاہئے۔

اس طرح بے شمار خرافات و منکرات کے ساتھ عید کارڈوں میں قوم کا روپیہ ضائع ہو کر ردی کی نظر ہو جاتا ہے نہ کوئی دین کا فائدہ ہوتا بلکہ الٹا نقصان ہی ہوتا ہے اور نہ دنیا کا کوئی فائدہ۔

اگر یہی رقم غریبوں، مسکینوں، ناداروں، دینی مدرسوں اور دوسرے شرعی ورفاہی کاموں پر خرچ کی جائے تو کتنے تنگ دست گھرانے خوشحال ہو جائیں، بیمار تندرست ہو جائیں، روزی کے محتاج برسر روزگار ہو جائیں، جاہل علم کی دولت سے بہرہ ور ہو جائیں، کتنے ضرورت مند لوگوں کی ضروریات کا انتظام اور مشکلات و پریشانیوں سے نجات حاصل ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو صحیح فہم عطا فرمائیں اور اس رسم سے بچنے کی توفیق بخشیں۔ آمین۔ ۱۔

عید کی تیاری میں غلو

آج کل عید کی غیر معمولی تیاری بھی ایک مستقل رسم بن گئی ہے، اس میں ہر شخص دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے، عید کے دن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے بلاشبہ خوشی کا

۱۔ بعض حضرات نے زیب و زینت کی خاطر اور دوسرے کا دل خوش کرنے کی غرض سے عید کارڈ کو جائز قرار دیا ہے (کمافی احسن الفتاویٰ ج ۸ ص ۱۳۷)

لیکن ناقص خیال کے مطابق اگر غور کیا جائے تو اس عید کارڈ کی مروجہ رسم میں عید کے حوالہ سے ہونے والی دوسری خرابیوں سے کم تو کجا زیادہ ہی خرابیاں نظر آتی ہیں جن کا مشاہدہ ہر شخص بخوبی کر سکتا ہے۔ جہاں تک زینت کا تعلق ہے تو صرف زینت اس میں عوام کے ہرگز پیش نظر نہیں ہوتی بلکہ نمود و نمائش ہی غالب ہوتی ہے اور کوئی شخص بھی بطور خود یہ اقرار نہیں کرتا کہ اس کی غرض نمود و نمائش کی ہے پھر زینت کی غرض تو اس وقت معتبر سمجھی جائے گی جبکہ اس عید کارڈ کو زینت کے طور پر سجا کر رکھا جائے اور ایسا نہیں ہے بلکہ اس کو ردی کی نذر کر دیا جاتا ہے علاوہ ازیں اس کو زینت میں داخل مان کر زیادہ سے زیادہ جائز یا مستحب کہا جا سکتا ہے اور مباح یا مستحب عمل میں اگر کوئی منکر شامل ہو جائے تو وہ پھر جائز یا مستحب نہیں رہتا، خصوصاً جبکہ اس سے دوسروں کے غلط عمل کی تائید بھی ہوتی ہو۔ جہاں تک دوسرے کا دل خوش کرنے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں ادب کے ساتھ عرض ہے کہ اس کی بھی اسی وقت اجازت ہو سکتی ہے جبکہ یہ عمل منکرات سے خالی ہو۔ وَادِّا فُکَا۔ واللہ اعلم۔

اسی طرح بعض حضرات نے جو یہ سمجھا ہے کہ مروجہ عید کارڈ دراصل عید کی مبارک بادی کی ایک صورت ہے، اور عید کارڈ پر ”عید مبارک“ ہی لکھا ہوا ہوتا ہے، لہذا جو حکم عید مبارک کہنے کا ہے، وہی حکم عید کارڈ کا بھی ہے، یہ بھی درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ عید مبارک تو زبان کا عمل ہے، نہ اس میں پیسوں کا فضول ضیاع ہے، نہ تصاویر وغیرہ جیسے منکرات ہیں، اور نہ ہی اس کو فرض و واجب سمجھنا درست ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

دن بنایا ہے اور اتنی بات بھی شریعت سے ثابت ہے کہ اس روز جو بہتر سے بہتر لباس ہو وہ پہنے لیکن اس غرض کے لئے آج بیشمار فضول خرچیوں کو عید کا ضروری حصہ سمجھ لیا گیا ہے۔

چنانچہ آج یہ بات ضروری سمجھ لی گئی ہے کہ کسی کے پاس گنجائش ہو یا نہ ہو مگر وہ ہر حال میں کسی نہ کسی طرح گھر کے ہر فرد کے لئے نئے جوڑے اور سر سے لے کر پاؤں تک کی ہر نئی سے نئی چیز کا انتظام کرے، بیوی بچوں کا ہر جائز و ناجائز مطالبہ پورا کرے، سر سے لے کر پاؤں تک ہر چیز نئی اور اچھی سے اچھی ہو اور دکان و مکان کی زیب و زینت بھی عمدہ سے عمدہ طریقے پر کرے، خواہ اس کی خاطر ناجائز ذریعہ آمدنی کیوں نہ اختیار کرنا پڑے، یاد دوسروں سے قرض اور بھیک ہی کیوں نہ مانگنی پڑے۔ جس کی وجہ سے ایک درمیانی آمدنی والے شخص کے لئے عید کی تیاری ایک مستقل مصیبت اور مسئلہ بن چکی ہے۔

شریعت نے ہر مسلمان کو ہر موقع پر میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔ اور فضول خرچی اور حد سے تجاوز کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اس لیے عید کی تیاری میں بے جا غلو سے پرہیز کرنا چاہیے۔

عید کے موقع پر لائٹنگ اور دوسری فضول خرچیاں

آج کل عید کے موقع پر بعض لوگوں میں چراغاں (لائٹنگ) کرنے کی وباء بھی بہت زیادہ اہمیت اختیار کر چکی ہے، بہت سی دوکانوں اور بلڈنگوں پر ضرورت سے زیادہ روشنی کی جاتی ہے، قیمتی روشن کئے جاتے ہیں، لائٹ کا بے جا اضافہ کر کے پورے پورے گھروں اور درود یوار کو روشن کیا جاتا ہے اور بے جا سجاوٹ اور نمائش میں بھی رقم کا بے دریغ استعمال کیا جاتا ہے اور اس کو کار خیر شمار کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ کئی گنا ہوں کا مجموعہ ہے، جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

(۱)..... اس رسم میں اہل ہنود (بت پرستوں) کے ساتھ مشابہت ہے، کیونکہ ہندوؤں کے

یہاں ان کے تہواروں دیوالی وغیرہ کے موقع پر اس طرح روشنی کی جاتی ہے، اور غیر مسلموں سے تشبہ گناہ ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی رسم دیوالی سے اس طرح کی رسموں کو لیا گیا ہے کیونکہ ہندوستان میں عموماً بدعتی رسمیں کفر کے زمانہ ہی کی باقی ہیں اور مسلمانوں میں (کفار کے ساتھ) میل جول کرنے کے سبب پھیل گئی ہیں۔

(۲)..... یہ رسم ہندوؤں کے علاوہ آتش پرستوں (آگ کے پجاریوں) کے ساتھ بھی مشابہت سے خالی نہیں بلکہ بہت سے علماء نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ مسلمانوں میں یہ رسم آتش پرستوں سے شروع ہوئی۔ ۱

(۳)..... اس رسم میں مال کو بے جا اڑانا اور ضائع کرنا ہے، اس لئے کہ اس رسم میں قوم کی لاکھوں روپے کی بچلی اور پیسہ ضائع ہو جاتا ہے، جبکہ حاصل حصول کچھ بھی نہیں ہوتا، بجلی ایک ضرورت کی چیز ہے جس کو بوقت ضرورت استعمال کرنا چاہئے، بلا ضرورت یا ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا اسراف اور فضول خرچی میں داخل ہے، اور بطور خاص ایک ایسے ملک میں جہاں بجلی کی قلت اور لوڈ شیڈنگ کا رونا رویا جا رہا ہے، یہ رسم کسی طرح عقلمندی نہیں، بلکہ حماقت پر مبنی ہے۔

(۴)..... اس رسم میں عموماً اپنی بڑائی جتلا نا اور دوسروں پر فخر ظاہر کرنا ہوتا ہے، اور اس قسم کی

۱۔ قال علی وأول حدوث الوقود من البرامكة وكانوا عبدة النار فلما أسلموا أدخلوا الإسلام ما يموهون أنه من سنن الدين ومقصودهم عبادة النيران ولم يأت في الشرع استحباب زيادة الوقود على الحاجة في موضع وما يفعله عوام الحجاج من الوقود بجبل عرفات وبالمشعر الحرام فهو من هذا القبيل، قال وقد أنكر الطرطوشي الاجتماع ليلة الختم في التراويح ونصب المنابر وبين أنه بدعة منكرة وأعظم منه ما يوجد اليوم في مجلس القصاص والبدعة من اختلاط الرجال والنساء وتلاصق أجسادهم حتى يروى أن رجلاً ضم امرأة من خلف وعبث بها وآخر التزم امرأة وغير ذلك من الفسوق واللغو والسرقة وتنجيس مواضع العبادة وإهانة بيوت الله وكله بدعة وضلالة تذكيرة الموضوعات لمحمد طاهر الفتى، ص ۲۶، كتاب العلم، باب التطوع، الفصل الخامس في البراءة وصلاتها وكثرة وقودها

بڑائی جتلانے اور فخر ظاہر کرنے والے پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتے ہیں۔

کیا اب بھی لوگ ان خرافات سے باز نہ آئیں گے؟

مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آج کل جو دوسرے مختلف طریقوں سے عیدین کے دنوں میں فضول خرچیاں کی جاتی ہیں وہ بھی جائز نہیں، اس کے بجائے یہی پیسہ صحیح مستحقین اور دوسرے خیر کے کاموں پر خرچ کر دیا جائے، تو کتنی خیر اور نیکی حاصل ہو۔

عید کے دن مصافحہ و معانقہ

مصافحہ اور معانقہ کرنے (یعنی ہاتھ ملانے اور گلے ملنے) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپس میں ملاقات ہوتی تو سنت کے مطابق سلام کرتے اور سلام کے ساتھ مصافحہ کرتے اور جب سفر سے آتے تو معانقہ کرتے (یعنی گلے ملتے) اس سے ہٹ کر مصافحہ اور معانقہ کا کوئی خاص وقت یا دن مثلاً کسی نماز کے بعد یا عید کا موقع مقرر نہ تھا۔

اس سلسلہ میں چند احادیث و روایات ملاحظہ فرمائیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ الرَّجُلُ مِمَّا يَلْقَى أَخَاهُ أَوْ صَدِيقَهُ أَيُّ حَنِى لَهُ؟

قَالَ: لَا، قَالَ: أَفِيَلْتَزِمُهُ وَيَقْبَلُهُ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: أَفِيَأْخُذُ بِيَدِهِ

وَيُصَافِحُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ (ترمذی) ۱

ترجمہ: ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ایک آدمی

اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کرتا ہے، کیا وہ اس کے لئے جھکے گا؟ رسول اللہ

۱۔ حدیث نمبر ۲۷۲۸، ابواب الاستئذان والآداب، باب ماجاء المصافحة، شركة مكتبة ومطبعة

مصطفى البابی الحلبي - مصر.

قال الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، اس نے عرض کیا کہ اس سے چٹے گا (یعنی معاف کرے گا) اور اس کو بوسہ دے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، اس نے عرض کیا کہ کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُحِبُّ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ؟ قَالَ: لَا. قُلْنَا أَيْعَانِقُ بَعْضُنَا بَعْضًا؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنْ تَصَافَحُوا (ابن ماجہ) ۱

ترجمہ: ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم میں سے کوئی دوسرے کے لئے جھکے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، ہم نے کہا کہ کیا ہم میں سے کوئی دوسرے سے معاف کرے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ تم مصافحہ کرو (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ سلام اور مصافحہ ملاقات کے وقت کرنا چاہئے، اور صرف ملاقات ہونے پر معاف نہیں کرنا چاہئے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ معافہ سفر سے آمد کے موقع پر ثابت ہے۔ ۲

۱۔ حدیث نمبر ۳۷۰۲، کتاب الادب، باب فی المصافحة.

(حکم الالبانی) حسن.

۲ (وعن أنس -رضی اللہ عنہ -قال: قال رجل: يا رسول الله! الرجل منا) أى: من المسلمين، أو من العرب (يلقى أخاه) أى: المسلم أو أحدا من قومه، فإنه يقال له أخو العرب (أو صديقه) أى: حبيبه وهو أخص مما قبله (أينحنى له؟) : من الانحناء، وهو إمالة الرأس والظهر تواضعا وخدمة (قال: لا) أى: فإنه فى معنى الركوع، وهو كالسجود من عبادة الله سبحانه (قال: أفيلنزمه) أى: يعتنقه ويقبله (قال: لا) : استدلل بهذا الحديث من كره المعانقة والتقبيل، وقيل: لا يكره التقبيل لزهد، وعلم، وكبر سن، قال النووي: تقبيل يد الغير إن كان لعلمه وصيانتہ وزهده وديانتہ، ونحو ذلك من الأمور الدينية لم يكره، بل يستحب، وإن كان لغناه أو جاهه فى دنياه كره وقيل حرام . اهـ. وقيل: الحرام ما كان على وجه التملق والتعظيم، وأما المأذون فيه فعند التوديع والقدم من

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

مِنْ تَمَامِ التَّحِيَّةِ أَنَّ تُصَافِحَ أَخَاكَ (الادب المفرد للبخاری) ۱

ترجمہ: آپ کا اپنے بھائی سے مصافحہ کرنا سلام کو مکمل کرنے کی چیز ہے (ترجمہ ختم)

اس قسم کا مضمون مرفوع حدیث اور بعض صحابہ و تابعین کے آثار میں بھی مروی ہے۔ ۲

اور اگرچہ ان روایات کی سند میں کلام ہے، لیکن مجموعی طور پر یہ مضمون درست ہے۔

ان احادیث و روایات سے معلوم ہوا کہ ملاقات کے وقت سلام کے ساتھ مصافحہ کرنا شرعاً ثابت ہے، اور معانقہ کرنا ثابت نہیں۔

البتہ سفر سے آمد کے موقع پر معانقہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ تَلَقَّانِي

﴿گزشتہ صفحہ کا قیہ حاشیہ﴾

السفر وطول العهد بالصاحب، وشدة الحب في الله مع أمن النفس، وقيل: لا يقبل الفم، بل اليد والجهة. وفي شرح مسلم للنووي: حتى الظهر مكروه للحديث الصحيح في النهي عنه، ولا تعتبر كثرة من يفعله ممن ينسب إلى علم وصلاح. المعانقة وتقيل الوجه لغير القادم من سفر ونحوه مكروهان. صرح به البغوي وغيره للحديث الصحيح في النهي عنهما كراهة تنزيه. (قال: أفيأخذ بيده ويصافحه؟): عطف تفسير أو الثاني أخص وأتم (قال: نعم، رواه الترمذي) (مرقاة المفاتيح، ج ۷ ص ۲۹۶۵، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة)

۱۔ حدیث نمبر ۹۶۸، باب المصافحة، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض.

قال الالباني: صحيح - الإسناد موقوفاً (حوالہ بالا)

۲۔ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَمَامُ تَحِيَّتِكُمُ الْمُصَافَحَةُ. (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۲۶۲۳۸)

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ تَمَامَ التَّحِيَّةِ الْأَخْذُ بِأَيْدِي (شعب الإيمان، حدیث نمبر ۸۵۴۸)

عَنِ ابْنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: إِنَّ مِنْ تَمَامِ التَّحِيَّةِ الْمُصَافَحَةَ. (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۲۶۲۳۶)

عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: إِنَّ مِنْ تَمَامِ التَّحِيَّةِ الْمُصَافَحَةَ. (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۲۶۲۳۷)

فَاعْتَقِنِي (شرح معانی الآثار، حدیث نمبر ۶۹۰۳، کتاب الکراهة، باب المعانقة)
ترجمہ: جب ہم نجاشی کے پاس سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (سفر
کر کے) آئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ملاقات فرمائی، اور ہم سے
معانقہ فرمایا (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ان الفاظ میں مروی ہے کہ:
لَمَّا قَدِمَ جَعْفَرٌ مِنَ الْحَبَشَةِ عَانَقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسند
ابی یعلیٰ الموصلی) ۱

ترجمہ: جب حضرت جعفر حبشہ سے (سفر کر کے) آئے، تو ان سے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے معانقہ فرمایا (ترجمہ ختم)
اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے آنے والے کے ساتھ معانقہ فرماتے
تھے۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں یہی معمول تھا، کہ وہ
ملاقات کے وقت مصافحہ اور سفر سے آمد کے وقت معانقہ فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:
كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَلَقَّوْا تَصَافَحُوا،
وَإِذَا قَدِمُوا مِنْ سَفَرٍ تَعَانَقُوا (المعجم الاوسط للطبرانی) ۲

۱ حدیث نمبر ۱۸۷۶، ج ۳ ص ۳۹۸، مسند جابر، دار المأمون للتراث - دمشق.
قال الهيثمي:

رواه أبو يعلى، وفيه مجالد بن سعيد، وهو ضعيف وقد وثق، وبقيه رجاله رجال الصحيح
(مجمع الزوائد، تحت روایت نمبر ۱۵۴۹۰)

۲ حدیث نمبر ۹۷، دار الحرمین، القاهرة.

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، ورجالہ رجال الصحيح (مجمع الزوائد، ج ۸ ص ۳۶)
قال الالباني: قلت: فإسناد جيد (سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها، تحت
حدیث نمبر ۲۶۳۷)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام جب ملاقات کرتے تھے، تو (سلام کے ساتھ) مصافحہ کرتے تھے، اور جب کسی سفر سے آتے تھے، تو معانقہ کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت شعیبی سے روایت ہے کہ:

كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا التَّقَوْا صَافَحُوا، فَإِذَا قَدِمُوا مِنْ سَفَرٍ عَانَقَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا (السنن الكبرى للبيهقي) ۱
ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام جب ملاقات کرتے تھے، تو (سلام کے ساتھ) مصافحہ کرتے تھے، اور جب کسی سفر سے آتے تھے، تو ایک دوسرے سے معانقہ کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ مصافحہ ملاقات کے وقت ہے، اور معانقہ سفر سے آمد کے وقت ہے۔ ۲

۱۔ حدیث نمبر ۱۳۵۷۵، کتاب النکاح، باب ما جاء في معانقة الرجل الرجل، إذا لم تكن مؤدية إلى تحريك شهوة، دار الكتب العلمية، بيروت.
قال الالبانی:

آخر جرحه البيهقي في سننه بإسناد جيد كما قال الحافظ ابن مفلح الحنبلي في "الآداب الشرعية" (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت حديث رقم ۲۶۲۷)

۲۔ يؤخذ من هذا الحديث فائدتان: الأولى: المصافحة عند التلاقي. والأخرى: المعانقة بعد العودة من السفر. ولكل منهما شواهد عن النبي صلى الله عليه وسلم (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت حديث رقم ۲۶۲۷)

وأما ما قيل من أن حديث جعفر محمول على ما قبل التحريم، فغير ظاهر، بل ينبغي أن يخص جواز المعانقة بالقادم من السفر، والله تعالى أعلم (شرح النقاية، كتاب الكراهية)
وأما المعانقة وتقبيل الوجه لغير القادم من سفر ونحوه فمكروهان صرح به البغوي وغيره للحديث الصحيح في النهي عنهما وأما المصافحة فسنة عند التلاقي سواء فيه الحاضر والقادم من سفر والأحاديث الصحيحة فيها كثيرة جداً (روضة الطالبين وعمدة المفتين، ج ۱ ص ۲۳۶، كتاب السير)

وأما المعانقة وتقبيل وجه غير القادم من سفر ونحوه غير الطفل فمكروهان صرح بکراہتہما البغوي وغيره وهذا الذي ذكرنا في التقبيل والمعانقة أنه يستحب عند القدوم من سفر ونحوه ومكروه في غيره هو في غير الأمر الحسن الوجه فأما الأمر الحسن فيحرم بكل حال تقبيله سواء

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہذا اسی طرح اس تفصیل سے مصافحہ اور معانقہ کرنا مسنون و مستحب اور ثواب ہے اس پر عمل کرنا چاہئے اس سے نہ کوئی روک سکتا ہے نہ کسی کی مجال ہے۔

چنانچہ اگر کوئی مصافحہ اور معانقہ عید کے دن خاص عید کی وجہ سے لازم، ضروری اور سنت نہ سمجھے اور عیدین کے علاوہ سال کے باقی دنوں میں بھی سنت سمجھ کر اس کا اپنے موقع پر اہتمام کیا کرے اور پھر عیدین کے دن اپنی گزشتہ عادت کے مطابق ملاقات کے وقت سنت کے مطابق سلام کر کے مصافحہ کر لے تو کوئی حرج نہیں یا جو عزیز، رشتہ دار یا دوست عید کے دن سفر سے آئیں اور سفر سے آنے کی وجہ سے ان سے معانقہ کرے اور گلے ملے تو بھی نہ صرف جائز بلکہ سنت و مستحب ہے۔

﴿ گزشتہ صفحہ کا نتیجہ حاشیہ ﴾

قدم من سفر أم لا (المجموع شرح المہذب ج ۴ ص ۲۳۷، ۲۳۸، الفصل الخامس فی المصافحة والمعانقة والتقبيل ونحوها)

وأما المعانقة وتقبيل الوجه لغير الطفل ولغير القادم من سفر ونحوه، فمكروهان، نص على كراهتهما أبو محمد البغوي وغيره من أصحابنا (الاذکار النووية، ص ۲۶۵، كتاب السلام والاستئذان وتشميت العاطس وما يتعلق بها، فصل فی المصافحة)

مشروعية المعانقة للقادم من السفر وهو الحق والصواب (تحفة الاحوذی شرح جامع الترمذی، ج ۷ ص ۲۳۴، كتاب الاستئذان، باب ماجاء فی المعانقة والقبلة)

وأما الحاضر فی المصر الذى قد طال غيبته والذى ليس من عادته المجيء إليه (المعانقة) فمحل نظر (الأداب الشرعية للإمام محمد بن مفلح، ج ۱ ص ۴۰۷، فصل فی القيام للقادم وأدب السنة ومراعاة العادة فيه)

ويسن للشخص تقبيل وجه صاحبه، ومعانقته إذا قدم من السفر ونحوه ويكرهان لغير ذلك (فتاوى الرملی، ج ۲ ص ۴۷، ۴۸، كتاب السير)

ويسن تقبيل قادم من سفر ومعانقته للاتباع الصحيح (تحفة المحتاج فی شرح المنهاج، ج ۹ ص ۲۳۰، كتاب السير)

ذهب الشافعية والحنابلة إلى أن تهنئة القادم من سفر والسلام عليه ومعانقته تحسن وتستحب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱ ص ۱۰۰، مادة تهنئة)

قال ابن بطال المصافحة حسنة عند عامة العلماء وقد استحباها مالك بعد كراهته وقال النووي المصافحة سنة مجمع عليها عند التلاقي قال الحافظ ويستثنى من عموم الامر بالمصافحة المرأة الاجنبية والامرء الحسن انتهى (تحفة الاحوذی، ج ۷ ص ۲۲۶، كتاب الاستئذان، باب ماجاء فی المصافحة)

لیکن موجودہ دور میں ہمارے یہاں خاص عید کے موقع پر صرف عید کی وجہ سے گلے ملنے کی رسم کو بہت سے لوگوں نے اس قدر اہم اور عید کا خاص عمل سمجھ لیا ہے کہ اس عمل کو چھوڑنا کسی حال میں گوارا نہیں (خواہ ایک ہی گھر کے افراد کیوں نہ ہوں اور ایک ساتھ عید کی نماز کے لئے گئے ہوں، ایک دوسرے کے قریب ساتھ میں نماز ادا کی ہو اور خاص اس موقع پر ملاقات نہ ہو رہی ہو)

یہاں تک کہ عید کے دن خواہ تمام نمازوں اور مسنون اعمال کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے کی توفیق نہ ہو مگر یہ رسم ادا کرنا انتہائی لازم سمجھا جاتا ہے (بلکہ صرف خاص اس عمل کی غرض سے ایک دوسرے سے ملنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اگر خاص عید کے دن کسی کے ساتھ یہ رسم پوری نہ ہو سکے تو اگلے روز بھی اس کی جستجو اور کوشش رہتی ہے)

اور اگر کوئی اس کو ادا نہ کرے تو اسے بہت برا سمجھا جاتا ہے جیسا کہ عام طور پر مشاہدہ ہے، اور اس میں مردوں کے علاوہ عورتیں بھی شامل ہیں، جبکہ شرعاً خاص عید کی تخصیص کی وجہ سے مصافحہ اور معافقہ ثابت نہیں۔

لہذا اس طریقہ کو چھوڑنا اور حکمت کے ساتھ دوسروں کو سمجھانا چاہئے، فقہائے کرام و اکابر عظام رحمہم اللہ نے اسی پہلو سے اس کو بدعت و ناجائز قرار دیا ہے اور اس سے بچنے کی تعلیم دی ہے۔

چنانچہ علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حَيْثُ وَجَدَ تَلَاقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ سُنَّ لِكُلِّ مِّنْهُمَا أَنْ يُصَافِحَ الْآخَرَ وَحَيْثُ لَمْ يُوجَدْ ذَلِكَ بَانَ ضَمُّهُمَا نَحْوَ مَجْلِسٍ وَلَمْ يَتَفَرَّقَا لَا تُسَنُّ سِوَاءَ فِي ذَلِكَ الْمُصَافَحَةِ الَّتِي تُفْعَلُ عَقِبَ الصَّلَاةِ وَلَوْ يَوْمَ الْعِيدِ أَوِ الدَّرْسِ أَوْ غَيْرِهِمَا نَعَمْ التَّهْنِئَةُ بِالْعِيدِ وَالشُّهُورِ سُنَّةٌ كَمَا ذَكَرَهُ بَعْضُ أُمَّتِنَا وَاسْتَدَلَّ لَهُ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ نَذْبِهَا نَذْبُ الْمُصَافَحَةِ

فِيهَا وَإِنْ لَمْ يُوجَدْ شَرُّهَا السَّابِقُ (الفتاوى الفقہیۃ الکبری، جلد ۴ صفحہ

۲۴۵، باب السیر)

ترجمہ: جب دو شخصوں کے درمیان ملاقات پائی جائے، تو اس وقت دونوں کے لیے سنت ہے کہ وہ ایک دوسرے سے مصافحہ کریں اور جب ملاقات نہ پائی جائے بایں طور کہ دونوں کسی مجلس وغیرہ میں مل کر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوئے تھے تو ایسی صورت میں مصافحہ سنت نہیں ہے، خواہ یہ مصافحہ وہ جو نماز کے بعد کیا جاتا ہے، اگرچہ عید کے دن ہی کیوں نہ ہو یا درس (وعظ و تقریر) وغیرہ کے بعد ہو..... البتہ عید کے دن اور مہینوں کے آغاز پر مبارک بادی دینا سنتِ مستحبہ ہے جیسا کہ ہمارے بعض ائمہ نے اس کا ذکر کیا ہے، اور اس کی دلیل بھی پیش کی ہے اور مبارک بادی کے مستحب ہونے سے عید کے دن اور مہینوں کے آغاز پر مصافحہ کا مستحب ہونا لازم نہیں آتا اگرچہ سابق شرط بھی نہ پائی جائے (یعنی عید کے دن اور مہینوں کے آغاز پر مبارک بادی مستحب ہونے کے لیے ابتدائے ملاقات ضروری نہیں، بلکہ ان اوقات میں بغیر ملاقات کے بھی مبارک بادی درست ہے) (ترجمہ ختم)

اور بریقۃ محمودیہ میں ہے کہ:

وَأَمَّا الْمُصَافَحَةُ فِي الْجُمُعَةِ وَالْأَعْيَادِ فَعَنْ شَرْحِ الْمَجْمَعِ بِدَعَةِ

مَكْرُوهَةً (بریقۃ محمودیہ، ج ۴ ص ۷۶، الصنف الخامس فی آفات الید)

ترجمہ: اور جمعہ اور عیدین کے دن مصافحہ کرنا مجمع کی شرح میں ہے کہ یہ بدعت اور مکروہ ہے (ترجمہ ختم)

اور علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أَقُولُ إِنَّهُمْ قَدْ اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ هَذِهِ الْمُصَافَحَةَ لَيْسَ لَهَا أَصْلٌ فِي

الشَّرْعِ ثُمَّ اخْتَلَفُوا فِي الْكَرَاهَةِ وَالْإِبَاحَةِ وَالْأَمْرُ إِذَا دَارَبَيْنِ الْكَرَاهَةَ
وَالْإِبَاحَةَ يَنْبَغِي الْإِفْتَاءُ بِالْمَنْعِ لِأَنَّ دَفْعَ مَضَرَّةٍ أَوْلَىٰ مِنْ جَلْبِ مَنَفْعَةٍ
فَكَيْفَ لَا يَكُونُ أَوْلَىٰ مِنْ فَعْلٍ أَمْرٍ مَبَاحٍ عَلَىٰ أَنَّ الْمُصَافِحِينَ فِي
زَمَانِنَا يَظُنُّونَهُ أَمْرًا حَسَنًا وَيَشْنَعُونَ عَلَىٰ مَانِعِهِ تَشْنِيعًا بَلِيغًا وَيُصِرُّونَ
عَلَيْهِ إِصْرَارًا شَدِيدًا وَقَدْ مَرَّ أَنَّ الْإِصْرَارَ عَلَى الْمُنْدُوبِ يُبْلَغُ إِلَى حَدِّ
الْكَرَاهَةِ فَكَيْفَ إِصْرَارُ الْبِدْعَةِ الَّتِي لَا أَصْلَ لَهَا فِي الشَّرْعِ وَعَلَىٰ
هَذَا فَلَا شَكَّ فِي الْكَرَاهَةِ وَهَذَا هُوَ غَرَضُ مَنْ أَفْتَىٰ بِالْكَرَاهَةِ مَعَ أَنَّ
الْكَرَاهَةَ إِنَّمَا نَقَلَهَا مِنْ نَقْلِهَا مِنْ عِبَارَاتِ الْمُتَقَدِّمِينَ وَالْمُحَقِّقِينَ ،
فَلَا يُوزَانُ بِهَا رَوَايَاتُ مِثْلِ صَاحِبِ مَجْمَعِ الْبَرَكَاتِ وَالسِّرَاجِ الْمُنِيرِ
وَمَطَالِبِ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنَّ تَسَاهُلَ مُصَنِّفِهَا فِي تَحْقِيقِ الرِّوَايَاتِ
أَمْرٌ مَشْرُوعٌ وَجَمْعُهُمْ كُلُّ رَطْبٍ وَيَأْسٍ مَعْلُومٌ عِنْدَ
الْجَمْهُورِ (السَّعَايَةِ فِي كَشْفِ مَا فِي شَرْحِ الْوَقَايَةِ) ۱

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس مصافحہ کی شریعت میں
کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے، پھر اُن کا اس مصافحہ کے مکروہ اور مباح ہونے میں
اختلاف ہے؛ اور معاملہ کراہت اور اباحت کے درمیان دائر ہے، تو اس کے ممنوع
ہونے کا فتویٰ دینا مناسب ہے کیونکہ مضرت کو دور کرنا اولیٰ ہے منفعت کو حاصل
کرنے سے؛ پس مباح کام کرنے سے اولیٰ کیونکر نہیں ہوگا باوجودیکہ ہمارے
زمانے میں یہ مصافحہ کرنے والے اس مصافحہ کو اچھا کام سمجھتے ہیں اور اس کے منع
کرنے والے پر سخت طعن و تشنیع کرتے ہیں اور اس پر سخت اصرار کرتے ہیں اور یہ
بات گزر چکی ہے کہ مندوب و مستحب کام پر اصرار کرنا اسے مکروہ کی حد تک

پہنچا دیتا ہے پس ایسی بدعت پر اصرار کرنا کیونکر درست ہوگا جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں اور اس کی وجہ سے اس کے مکروہ ہونے میں کوئی شک نہیں اور یہی مکروہ ہونے کا فتویٰ دینے والوں کی غرض ہے، باوجودیکہ اس مصافحہ کے مکروہ ہونے کو جس نے بھی نقل کیا ہے، اس نے متقدمین اور محققین کی عبارات کے حوالے سے نقل کیا ہے، تو صاحب مجمع البرکات اور سراج منیر اور مطالب مؤمنین کی روایات اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں اس لیے کہ ان کتابوں کے مصنفین کا روایات کی تحقیق میں تساہل اختیار کرنا ایک مشہور معاملہ ہے اور ان کا ہر طب ویابس کا جمع کرنا جمہور کے نزدیک مشہور ہے (ترجمہ ختم)

اور فیض الباری شرح بخاری میں ہے کہ:

بِخِلَافِ الْمُصَافَحَةِ فِي الْعِيدَيْنِ فَإِنَّهَا لَمْ تُثَبِّتْ فِي الْجَنَسِ أَيُّضًا، نَعَمْ ثَبَّتْ عِنْدَ اللَّقَاءِ فَقَطْ. وَتِلْكَ فُرُوقٌ أَذَقُ مِنَ الشَّعَرِ، يُرَاعِيهَا الْمُتَطَلِّبُ لِسُنَّةِ نَبِيِّهِ أَمَّا مَنْ اتَّبَعَ الْهَوَىٰ وَلَمْ يُوفِّقْ لِلْفَرْقِ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالْهَدْيِ فَقَدْ غَوَىٰ (فيض الباری شرح البخاری، باب الركعتين قبل الظهر)
ترجمہ: برخلاف عیدین میں مصافحہ کے کہ یہ عیدین کی جنس سے ثابت نہیں، البتہ صرف ملاقات کے وقت ثابت ہے، اور یہ فروق بال سے زیادہ باریک ہیں، ان کی رعایت وہی شخص کر سکتا ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی خوب طلب رکھنے والا ہو، اور جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے، جو خواہش کی پیروی کرتا ہے، اور اس کو ضلالت اور ہدایت کے درمیان فرق کی توفیق حاصل نہیں ہوئی، تو وہ گمراہ ہے (ترجمہ ختم)

اور عون المعبود میں ہے کہ:

قُلْتُ : وَكَذَا الْمُصَافَحَةُ وَالْمُعَانَقَةُ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ مِنَ الْبِدْعِ

الْمَذْمُومَةُ الْمُخَالَفَةُ لِلشَّرْعِ (عون المعبود) ۱
ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اسی طرح سے عید کی نماز کے بعد مصافحہ اور معانقہ مذموم بدعت ہے، جو شریعت کے مخالف ہے (ترجمہ ختم)
اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
عیدین میں معانقہ کرنا بدعت ہے (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۴۰، کتاب البدعات) ۲
اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
عیدین اور جمعہ میں جو لوگ محض رسم جان کر مصافحہ یا معانقہ کیا کرتے ہیں، کہیں ثابت نہیں اور عیدین اور جمعہ کو کوئی دخل نہیں اس لیے یہ رسم بدعت ہے، اس کو ترک کر دینا چاہیے (خطبات حکیم الامت، بعنوان ”حقوق و فرائض“ جلد ۴ صفحہ ۴۳۱، وعظ ”حقوق العاشر“ ۳

۱ ج ۱ ص ۸۲، کتاب الادب، باب المصافحة، دار الکتب العلمیہ، بیروت.
۲ نیز ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

معانقہ و مصافحہ بوجہ تخصیص کے اس روز میں اس کو موجب سرور اور باعث مودت (یعنی خوشی و محبت کا ذریعہ) اور ایام سے زیادہ مثل ضروری کے جانتے ہیں بدعت ہے اور مکروہ تحریمی ہے اور علی الاطلاق (بوقت ملاقات) ہر روز مصافحہ کرنا سنت ہے، ایسا ہی بشرائط خود (یعنی ملاقات کے پائے جانے پر) یوم العید کے ہے اور علیٰ ہذا معانقہ جیسا بشرائط خود (یعنی سفر سے آمد پر) دیگر ایام میں ہے ویسا ہی یوم عید کے ہے کوئی تخصیص اپنی رائے سے کرنا بدعتِ ضلالہ ہے (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۰۲، کتاب البدعات)

۳ اور ایک مقام پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قاعدہ کلیہ ہے کہ عبادات میں حضرت شارع علیہ السلام نے جو ہیئت و کیفیت معین فرمادی ہے اس میں تغیر و تبدل جائز نہیں اور مصافحہ چونکہ سنت ہے اس لئے عبادات میں سے ہے تو حسب قاعدہ مذکورہ اس میں ہیئت و کیفیت منقولہ سے تجاوز جائز نہ ہوگا، اور شارع علیہ السلام سے صرف اول لقاء کے وقت بالاجماع، یا وداع کے وقت بھی علی الاختلاف منقول ہے، و بس، اب اس کے لئے ان دو وقتوں کے سوا اور کوئی محل و موقع تجویز کرنا تغیر عبادت کرنا ہے، جو ممنوع ہے، لہذا مصافحہ بعد عیدین یا بعد نماز بیچ گانہ مکروہ و بدعت ہے، شامی میں اس کی تصریح موجود ہے (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۸۱)

نیز ایک مقام پر فارسی زبان میں ایک سوال کا جواب تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

عیدین میں معافۃ کرنا یا عید کی تخصیص سمجھ کر کرنا شرعی نہیں بلکہ محض ایک رسم ہے

(کفایت المفتی مع عنوانات جلد سوم صفحہ ۳۰۲، کتاب الصلاة، چھٹا باب نماز عیدین) ۱

اور حضرت مولانا مفتی ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

عید کی نماز کے بعد مصافحہ کا رواج بدعت ہے (امداد الاحکام ج ۱ ص ۱۸۸)

اور حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمٹھلوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ بعد نماز عید آپس میں معافۃ اور مصافحہ کرتے ہیں اور اس

کو ضروری خیال کرتے ہیں یہ بالکل بدعت ہے، ہاں جو لوگ باہر کے آئے ہیں

اگر ان میں سے بوجہ ملاقات کے مثل اور ایام کے معافۃ یا مصافحہ کیا جاوے تو

کچھ حرج نہیں (بارہ مہینوں کے فضائل و احکام صفحہ ۵۳)

اور امداد المفتین میں ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

مصافحہ کر دینا مطلقاً سنت است بوقتے خاص مخصوص نیست، پس تخصیص آں بروز جمعہ و عیدین و بعد نماز پنجگانہ

و تراویح بصل است: ہاں اگر در ہمیں اوقات یکے بعد مدتے ملاقات شود با مصافحہ کر دینا مطلقاً نہ اندازد: نہ ایں کہ از

خانہ یا مسجد یا عید گاہ ہم آہینہ و پس از نماز مصافحہ و معافۃ کنند (امداد الفتاویٰ جلد ۲۶ صفحہ ۲۶۶، کتاب البدعات)

ترجمہ: مصافحہ کرنا مطلق (ملاقات کی) سنت ہے، کسی خاص وقت (صبح، شام، یا کسی دن) کے ساتھ مخصوص

نہیں ہے، لہذا اسے جمعہ اور عیدین کے دنوں کے ساتھ اور نماز پنجگانہ اور تراویح کے بعد خاص کرنا بے بنیاد

ہے، البتہ اگر انہیں اوقات میں کسی کے ساتھ ایک مدت بعد ملاقات ہو تو اس کے ساتھ مصافحہ کرنے میں حرج

نہیں، نہ یہ کہ گھر سے یا مسجد سے یا عید گاہ سے ایک ساتھ آئیں اور نماز کے بعد مصافحہ اور معافۃ کرنے لگ

جائیں (ترجمہ ختم)

۱ اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

عیدین کی تخصیص سے بعد نماز عید مصافحہ و معافۃ کرنا بدعت ہے (کفایت المفتی، ج ۹ ص ۴۴، الحظر والاباحۃ)

عیدین یا جمعہ کی تخصیص سے مصافحہ و معافۃ کرنا کئی وجہ سے مکروہ اور بدعت ہے۔ اول یہ کہ بسا اوقات یہ

تخصیص جہلاً کے فساد اعتقاد کا باعث ہو جاتی ہے۔ دوم یہ کہ یہ طریقہ روافض کا تھا کہ بعد نماز مصافحہ کرتے

تھے اور آج ہمارے زمانے میں علاوہ مشابہت بالروافض کے مشابہت بالہنود بھی ہے کہ وہ اپنی ہولی کے روز

ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں۔ سوم یہ کہ مصافحہ کا مسنون وقت و ملاقات ہے (ایضاً صفحہ ۴۶)

یہ بدعت ہے اور شعائر و افض ہے ترک کرنا چاہئے (امداد المقتنین ص ۲۰۳، کتاب السنۃ والبدعۃ)
اور عزیز الفتاویٰ میں ہے کہ:

نماز عیدین یا دیگر نمازوں کے بعد تخصیص مصافحہ کی کرنا اور اسی وقت خاص میں اس کو سنت جاننا اور معمول بہ ٹھہرانا بعض فقہاء نے منع لکھا ہے (عزیز الفتاویٰ صفحہ ۱۲۸، کتاب السنۃ والبدعۃ)

اور فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ:

عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ کا طریقہ مروّجہ بدعت ہے، اس کا ثبوت نہیں ہے
(فتاویٰ محمودیہ جلد سوم صفحہ ۱۳۶، مہبوب: جامعہ فاروقیہ کراچی) ۱۔

اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

یہ طریقہ اختیار کرنا بدعت اور مکروہ ہے بدعت یا کسی گناہ کا ارتکاب کسی مصلحت کے پیش نظر کسی مصلحت کے تحت ہرگز جائز نہیں البتہ دوسروں کو منع کرنا اس وقت ضروری ہے جبکہ قبول کی اُمید ہو، ورنہ نہی عن المنکر ضروری نہیں؛ غرضیکہ خود نماز عید کے بعد کسی سے معافقہ و مصافحہ نہ کرے، ہاں اگر کسی سے ملاقات ہی بعد نماز کے ہوئی ہو تو اس سے جائز ہے مگر تشبہ بالبدعۃ اور اس کی تائید کا ذریعہ ہونے سے اس سے بھی اجتناب کرنا چاہیے (حسن الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۳۵۴، ملخصاً)

اور فتاویٰ رحیمیہ میں ہے کہ:

۱۔ اور ایک مقام پر ہے کہ:

بعض جگہ عید کے مصافحہ کرنے کا جو رواج ہے، یہ ٹھیک نہیں ہے؛ یہ بدعت اور مکروہ ہے (ایضاً ص ۱۳۶)

اور ایک اور مقام پر ہے کہ:

عیدین کا معافقہ و افض کا شعار ہے، اس سے پورا پرہیز کیا جائے، دل میں کینہ اور حسد رکھتے ہوئے محض عید کو معافقہ کر لینے سے ہرگز سیدہ صاف نہیں ہوگا (ایضاً صفحہ ۱۳۸)

اور ایک مقام پر ہے کہ:

عید کا مصافحہ و معافقہ بدعت ہے (فتاویٰ محمودیہ جلد ہفتم، صفحہ ۳۶۴)

عید کی نماز کے بعد ملنا اور معافہ و مصافحہ کرنا کوئی امر مسنون نہیں ہے لوگوں کی اختراعات اور بدعات میں سے ہے، احادیث میں جہاں تک معلوم ہے اس کا پتہ نہیں چلتا، غیوہ بت کے بعد مصافحہ اور طویل غیوہ بت پر معافہ ثابت ہے، مگر عید کی نماز کے بعد ان کا ثبوت نہیں ہے، یہاں یہ حالت ہے کہ وہ رفقاء جو نماز میں شریک بلکہ برابر کھڑے تھے، سلام اور خطبہ کے بعد معافق ہوتے (یعنی گلے ملتے) ہیں اور اس کو امر دینی سمجھتے ہیں، اس لیے یہ غلط چیز ہے (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۹۶، ۳۰۸، ۳۰۷)

(فتاویٰ رحمیہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۲، کتاب السنۃ والبدعۃ) (کذا فی فتاویٰ شیخ الاسلام صفحہ ۱۶۸)

اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ: عیدین کے بعد معافہ کو سنت سمجھا جانے لگا ہے، حالانکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اس لئے علماء نے اس کو بدعت قرار دیا ہے اور اس سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے (فتاویٰ عثمانی جلد ۱ صفحہ ۱۱۶، کتاب السنۃ والبدعۃ)

اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں اس لئے اس کو دین کی بات سمجھنا بدعت ہے لوگ اس دن گلے ملنے کو ایسا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی اس رواج پر عمل نہ کرے تو اس کو برا سمجھتے ہیں اس لئے یہ رسم لائق ترک ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۷ ص ۲۶۸) ۱۔

۱۔ اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

شریعت نے باہر سے آنے والے کے لئے سلام اور مصافحہ مسنون ٹھہرایا ہے، مگر مجلس میں بیٹھے بیٹھے لوگ اچانک ایک دوسرے سے مصافحہ و معافہ کرنے لگیں، سلف صالحین میں اس بخیر حرکت کا رواج نہیں تھا۔ بعد میں نہ جانے کس مصلحت کی بناء پر بعض لوگوں میں فجر، عصر عیدین اور دوسری نمازوں کے بعد مصافحہ کا رواج چل نکلا، جس پر علمائے اہل سنت کو اس کے ”بدعت“ ہونے کا فتویٰ دینا پڑا (اختلاف امت اور صراط مستقیم صفحہ ۱۰۷)

اور بھی متعدد حضرات نے عیدین کے دن مصافحہ و معانقہ کے بارے میں یہی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ ۱

۱ چنانچہ مولانا مفتی محمد عاشق الہی صاحب بلند شہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
مصافحہ بڑے ثواب کی چیز ہے، اور ملاقات کی سنت ہے نہ کہ عید کی؛ اس کو کسی خاص وقت کے لیے مقرر کرنا اور عمل سے فرض و واجب کا درجہ دینا صحیح نہیں (تحفہ خواتین صفحہ ۵۷، کتاب الایمان والعقائد)
اور خیر الفتاویٰ میں ہے کہ:

عیدین یا دوسری نمازوں کے بعد مصافحہ یا معانقہ کرنا بدعت ہے (خیر الفتاویٰ جلد ۱ صفحہ ۵۶۹، ما يتعلق بالنسب والبدعت)
اور فتاویٰ مفتی محمود میں ہے کہ:

اگر عید کے بعد مصافحہ کرنے کو عوام دین کا ایک ضروری کام یا مسنون جانتے ہوں یا ہوتے ہوتے اس کا اندیشہ ہو تب تو بدعتِ مکروہ ہے اور اس سے اجتناب ضروری ہے (فتاویٰ مفتی محمود، جلد دوم صفحہ ۵۱۳، باب فی احکام العیدین)
لیکن فتاویٰ مفتی محمود میں یہ بھی ہے کہ:

اور اگر عوام دین کا ایک ضروری کام سمجھ کر نہ کرتے ہوں اور نہ اس کو مسنون جان کر کرتے ہوں بلکہ ویسے ہی خوشی کے دن مزید مسرت اور مابین الفت و مودت پیدا کرنے کی خاطر کرتے ہوں تب یہ عمل بدعتِ مباحہ شمار ہوگا، اور رحمتِ ایزدی سے امید ہے کہ تب مواخذہ نہ فرمائیں گے کیونکہ بدعتِ شنیعہ کی تعریف میں یہ داخل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ علامہ شامی اور صاحب درمختار عید کے دن عید مبارک باد کے کلمہ کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہیں (فتاویٰ مفتی محمود جلد دوم صفحہ ۵۱۳، باب فی احکام العیدین)

مگر اس سلسلہ میں عرض ہے کہ لَوْ لَا تو آج کل عیدین کے مصافحہ و معانقہ پر التزام ہوتا ہے؛ دوسرے عید کی تخصیص کے حوالے سے شرعاً اس کا ثبوت بھی نہیں اور مطلق کو مقید کرنا ویسے ہی ممنوع ہے؛ اور کسی منکر عمل سے حقیقی الفت و مودت پیدا ہونے کی توقع رکھنا درست نہیں، نیز اس کو عید کی مبارک باد پر قیاس کرنا بھی قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ عید کی مبارک باد روایات و آثار سے ثابت اور فی الجملہ مشروع ہے جبکہ عید کے دن کی تخصیص کے ساتھ مصافحہ و معانقہ کا کوئی ثبوت نہیں۔
چنانچہ دونوں میں فرق علامہ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے گزر چکا ہے اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”عید مبارک“ کہنا درست ہے، فقہاء نے لکھا ہے، باقی مصافحہ و ملاقات کے وقت تو اتفاقاً اور وداع کے وقت اختلافاً مشروع ہے، اور عید کا مصافحہ ان دونوں سے الگ ہے، اس لیے بدعت ہے اور معانقہ اور بھی قبیح؛ لوگوں کی پھر حالت ہے کہ نماز عید سے پیشتر تو باتیں کر رہے تھے، نماز ختم ہوئی اور مصافحہ کرنے لگے (ملفوظات حکیم الامت جلد ۱۹، صفحہ ۹۲)

اور فتاویٰ تھانیہ میں ہے کہ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہر حال عید کے دن مصافحہ و معانقہ کا یہ عمل خواہ فوراً نماز کے بعد کیا جائے یا کچھ بعد میں اور مسجد میں یہ عمل کیا جائے یا مسجد سے باہر اور خواہ کسی کے ساتھ ایک مرتبہ معانقہ کیا جائے یا تین مرتبہ اور خواہ اس کو خوشی یا سنت کا نام دیا جائے یا کچھ اور بہر حال جب تک عید کے ساتھ اس کی تخصیص یا عملی و اعتقادی التزام باقی ہے اس وقت تک اس وجہ سے ممانعت بھی باقی ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ عید کے دن کا خوشی کا دن ہونا اور اس دن میں عید کی نماز کے لئے مسلمانوں کا جمع اور اکٹھا ہونا اور ہر وقت ایک دوسرے مسلمان کی دل میں محبت کا مطلوب ہونا نبی کریم

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اگر مصافحہ کرنے میں التزام مالا یلزم ہو تو ممنوع ہے، ورنہ نہیں؛ تاہم نہ کرنا بہتر ہے (فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۵۳، کتاب البدعۃ والرسوم)

ملاحظہ رہے کہ فقہائے کرام نے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ مباح عمل میں اگر بدعت کی آمیزش ہو جائے یا اس کو سنت سمجھا جانے لگے تو اس کا کرنا جائز نہیں رہتا (ملاحظہ ہو، اختلاف امت اور صراطِ مستقیم صفحہ ۱۱۸) جبکہ بعض حضرات نے اس مصافحہ کو سرے سے ہی بدعت قرار دیا ہے نہ کہ مباح، چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اگر اس مصافحہ کو جائز رکھ کر اس کے دوام کو بدعت کہتے تو یہ شبہ صحیح تھا، خود اس مصافحہ کو بدعت کہتے ہیں اس لیے کہ غیر محل مشروع میں ہے، کیونکہ اس کا محل اڈل لقا ہے اتفاقاً یا وداع بھی ہے اختلافاً؛ اور یہاں صرف صلاۃ (یا یوم عید۔ ناقل) کی وجہ سے کیا جاتا ہے جو کہ غیر ہے محل مشروع کا، اس لیے بدعت ہے..... البتہ اگر مصافحہ بعد الصلاۃ (یانی یوم العید۔ ناقل) ثابت ہوتا اور پھر اس کے دوام کو منع کیا جاتا تو وجہ فرق پوچھنا صحیح ہوتا اور اگر علاوہ مصافحہ کے یہی فرق ایسے اعمال میں پوچھا جاوے جن کی اصل ثابت ہے تو وہاں یہ جواب ہوگا کہ دوام کو منع نہیں کیا جاتا بلکہ التزام اعتقادی یا عملی کو منع کیا جاتا ہے، التزام اعتقادی یہ کہ اس کو ضروری سمجھیں اور التزامی عملی یہ کہ اس کے ترک پر ملامت کریں (امداد الفتاویٰ جلد ۵ صفحہ ۳۰۷ و ۳۰۸)

التزام مالا یلزم کی تعریف اس کے ترجمہ سے ظاہر ہے، البتہ اس کی دو قسمیں ہیں؛ اگر اس کو اعتقاد میں دین سمجھا جاتا ہے تو وہ قبیح ہے، اور اگر دین نہیں سمجھا جاتا مگر پابندی ایسی کی جاتی ہے جیسے ضروریات دین کی تو وہ بھی قبیح ہے گو قسم اول کے برابر قبیح نہیں (ایضاً صفحہ ۳۲۵)

التزام سے مراد مطلق التزام نہیں، بلکہ وہ مراد ہے جس کے ترک کو عیب اور موجب ملامت و لعن طعن سمجھا جائے (ایضاً صفحہ ۳۳۰)

صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے چلا آ رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عید کے دن کے اعمال قرآن و سنت اور فقہ میں محفوظ ہیں لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اس مروجہ رسم کا عید کی تخصیص کے حوالہ سے کسی درجہ میں ثبوت نہیں ملتا۔

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ جس طرح نماز کے بعد کی تخصیص مصافحہ کے لئے منع ہے اسی طرح عیدین کے دن کی تخصیص بھی منع ہے کیونکہ دونوں جگہ اصل علت ”وَضَعُ الشَّيْءِ فِي غَيْرِ مَحَلِّهِ“ یعنی اس عمل کو غیر محل میں کرنا ہے اس کے علاوہ اس قسم کی اور دوسری تاویلات بھی جو کی جاتی ہیں وہ شرعی اور فقہی نقطہ نظر سے معقول معلوم نہیں ہوتیں۔

خلاصہ یہ کہ عید کے دن مصافحہ و معانقہ کرنا عید کے دن یا عید کی نماز کی سنت، اور خاص عید کے دن یا عید کی نماز کی وجہ سے ثواب کی چیز نہیں، مصافحہ ملاقات کی اور معانقہ سفر سے آمد کی سنت ہے، لہذا ملاقات و سفر کے بغیر عید کے دن یا عید کی نماز کے بعد اس کا اہتمام و التزام کرنا درست نہیں، اس سے بچنا چاہیے، لیکن اگر کوئی خود سے بچنے کا اہتمام کرے، اور خود سے پیش قدمی نہ کرے، پھر بھی کوئی دوسرا خود سے پیش قدمی کرے، اور اس کو سمجھانے سے فتنہ کا اندیشہ ہو، تو اس کے ساتھ جھگڑنے کے بجائے اس وقت اس کو کرنے دیا جائے، اور پھر کسی وقت حکمت سے اس کو سمجھا اور بتلا دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عید کی مبارک باد

عید کی مبارک باد دینے کا شرعی حکم کیا ہے؟

اس سلسلہ میں اہل علم حضرات کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

بعض حضرات اس کو ایک جائز و مباح کام قرار دیتے ہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ ایک دعائیہ کلمہ ہے۔

اور بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ خود سے مبارک بادی نہ دے، اور اگر کوئی دوسرا مبارک بادی دے تو اس کے جواب میں مبارک دے دے۔

اور بعض حضرات اس کو مکروہ عمل قرار دیتے ہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔

اور بعض حضرات اس کو بدعت قرار دیتے ہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ قرآن و سنت اور شرعی دلائل سے ثابت نہیں۔

جبکہ بعض حضرات فی نفسہ اس کو مستحب عمل قرار دیتے ہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ دعا ہے اور ایک مومن کا اپنے مومن بھائی کو دعا دینا مستحب ہے جبکہ اس کے ساتھ کوئی خرابی شامل نہ ہو اور صحابہ و تابعین کے کئی اقوال و افعال سے عید کی مبارک باد ثابت ہے۔ ۱۔

۱۔ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ قَالَ: لَقِيتُ وَائِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ فِي يَوْمِ عِيدٍ، فَقُلْتُ: تَقْبَلُ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكَ، فَقَالَ: "نَعَمْ، تَقْبَلُ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكَ"، قَالَ وَائِلَةُ: "لَقِيتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيدٍ فَقُلْتُ: تَقْبَلُ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكَ، قَالَ: "نَعَمْ، تَقْبَلُ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكَ" (السنن الكبرى للبيهقي، حديث نمبر ۶۲۹۴)

حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ عُمَرَ الْأَنْصَارِيُّ، أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: "لَقِيتُ وَائِلَةَ يَوْمَ عِيدٍ فَقُلْتُ: تَقْبَلُ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكَ فَقَالَ: "نَعَمْ، تَقْبَلُ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكَ" (المعجم الكبير للطبرانی، حديث نمبر ۱۲۳)

حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ الْبَزَّازُ، عَنْ أَذْهَمَ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: "كُنَّا نَقُولُ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي الْعِيدَيْنِ: تَقْبَلُ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، فَيَرُدُّ عَلَيْنَا وَلَا يَنْكِرُ ذَلِكَ عَلَيْنَا" (شعب الإيمان للبيهقي، حديث نمبر ۳۴۴۶)

عن راشد بن سعد، أن أبا أمانة الباهلي، ووائلة بن الأسقع، رضى الله عنهما لقياه في يوم عيد فقالا: تقبل الله منا ومنك (الدعاء للطبرانی، حديث نمبر ۸۵۴)

ذکرہ من طریق محمد بن ابراہیم الشامی عن بقیۃ ثم قال (قال أبو احمد بن عدی هذا منکر لا اعلم یروی عن بقیۃ غیر محمد بن ابراہیم هذا) ثم قال البیهقی (رأیتہ باسناد آخر عن بقیۃ موقوفا ولا اراہ محفوظ) قلت فی هذا الباب حدیث جید

اغفله البیهقی وهو حدیث محمد بن زیاد قال كنت مع ابی امامۃ الباہلی وغیرہ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فكانوا إذا رجعوا یقول بعضهم لبعض تقبل اللہ منا ومنک قال احمد بن حنبل اسناده اسناد جید (الجوہر النقی لابن الترمذانی، ج ۳ ص ۳۱۹، باب قول الناس فی العید تقبل اللہ منا ومنک) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سلسلہ میں رائج یہی آخری قول ہے کہ فی نفسہ یہ جائز بلکہ مستحب عمل ہے، لہذا اگر عید کی مبارک باد خراپیوں سے خالی ہو، نہ اس کو فرض، واجب سمجھا جائے اور نہ اس کے ساتھ فرض، واجب والا معاملہ کیا جائے اور جو اس کا اہتمام نہ کرے اس کو برا بھلا اور معیوب نہ کہا و سمجھا جائے تو عید کی مبارک باد نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ مستحب اور ثواب ہے۔ اے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد روی بن عدی من حدیث واثلة أنه لقی رسول الله صلی الله علیہ وسلم یوم عید فقال تقبل الله منا ومنک فقال نعم تقبل الله منا ومنک وفي إسناده محمد بن إبراهیم الشامی وهو ضعیف وقد تفرد به مرفوعاً وخولف فیہ فروی البیهقی من حدیث عبادة بن الصامت أنه سأل رسول الله صلی الله علیہ وسلم عن ذلک فقال ذلک فعل أهل الکتابین وإسناده ضعیف ایضاً وكأنه أراد أنه لم یصح فیہ شیء وروینا فی المحاملیات بإسناد حسن عن جبیر بن نفیر قال کان أصحاب رسول الله صلی الله علیہ وسلم إذا التقوا یوم العید یقول بعضهم لبعض تقبل الله منا ومنک (فتح الباری لابن حجر، ج ۲ ص ۲۳۶، قوله باب سنة العیدین لأهل الإسلام)

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ”مبارک بادی“ کے ثبوت پر ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے، جس کا نام ہے ”وصول الامانی باصول التہانی“۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ اس رسالے میں عید کے موقع پر مبارک بادی کے ثبوت پر کلام کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

اخرج الطبرانی فی الکبیر، وزاہر بن طاهر فی تحفة عید الاضحیٰ عن حبیب بن عمر الانصاری قال: حدثنی أبی قال: لقیت واثلة رضی الله عنه یوم عید فقلت: تقبل الله منا ومنک، فقال: تقبل الله منا ومنک. وأخرج الأصبہانی فی التریغیب عن صفوان بن عمرو السکسکی قال: سمعت عبد الله بن بشر، وعبد الرحمن بن عائذ، وجبیر بن نفیر، وخالد بن معدان یقال لهم فی أيام الأعیاد: تقبل الله منا ومنکم ویقولون ذالک لغیرہم. وأخرج الطبرانی فی الدعاء، والبیہقی عن راشد بن سعد أن أباً أمامة، وواثلة لقیاه فی یوم عید فقالا: تقبل الله منا ومنک. وأخرج زاہر بن طاهر فی کتاب تحفة عید الفطر، وأبو أحمد الفرزی فی مشیختہ بسند حسن عن جبیر بن نفیر قال: کان أصحاب رسول الله ﷺ إذا التقوا یوم العید یقول بعضهم لبعض: تقبل الله منا ومنکم. وأخرج زاہر ایضاً بسند حسن عن محمد بن زیاد الألہانی قال: رأیت أباً أمامة الباہلی یقول فی العید لأصحابہ: تقبل الله منا ومنکم. وأخرج البیهقی من طریق أدم مولى عمر بن عبد العزیز قال: کننا نقول لعمر بن عبد العزیز فی العیدین: تقبل الله منا ومنک یا أمیر المؤمنین فیرد علینا مثله ولا ینکر ذالک، وأخرج الطبرانی فی الدعاء عن شعبہ بن الحجاج قال: لقیت یونس بن عبید فقلت: تقبل الله منا ومنک فقال لی مثله. وأخرج الطبرانی فی الدعاء من طریق حوشب بن عقیل قال: لقیت الحسن البصری فی یوم عید فقلت: تقبل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اگر اس عمل کو حد سے آگے بڑھایا جاوے مثلاً اس کو فرض و واجب کی طرح ضروری سمجھا جائے، اور مبارک باد نہ دینے والے کو معیوب سمجھا جائے اور جو یہ عمل نہ کرے اس پر لعن طعن کیا جائے تو پھر یہ عمل ان خرابیوں کی وجہ سے مکروہ و ممنوع ہو جائے گا۔

اور چونکہ بعض جگہ اس کو ضروری سمجھا جاتا ہے، اور اس پر ایسا التزام کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی اس پر عمل نہ کرے تو اُسے معیوب سمجھا جاتا ہے اور اس کے ساتھ مصافحہ یا معانقہ کو بھی ضروری سمجھا جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس حالت میں اس کو ناجائز ہی قرار دیا جائے گا۔

ذیل میں چند حوالے جات اس سلسلہ میں پیش کیے جاتے ہیں:

(۱)..... امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں ہے کہ:

سُئِلَ: هَلْ التَّهْنِئَةُ فِي الْعِيدِ وَمَا يَجْرِي عَلَى السَّنَةِ النَّاسِ "عِيدُكَ مُبَارَكٌ"، وَمَا أَشْبَهَهُ هَلْ لَهُ أَصْلٌ فِي الشَّرِيعَةِ أَمْ لَا؟ وَإِذَا كَانَ لَهُ أَصْلٌ فِي الشَّرِيعَةِ، فَمَا الَّذِي يُقَالُ؟ أَفْتَوْنَا مَا جُورِئِنَا.
الْجَوَابُ: أَمَّا التَّهْنِئَةُ يَوْمَ الْعِيدِ يَقُولُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ إِذَا لَقِيَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِيدِ تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكُمْ وَآحَالَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ وَنَحْوَ ذَلِكَ، فَهَذَا قَدْ رُوِيَ عَنْ طَائِفَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ أَنَّهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَهُ وَرَخَّصَ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

اللہ منا ومنک. وأخرج ابن حبان في الثقات عن علي بن ثابت قال: سألت مالکاً عن قول الناس في العيد تقبل الله منا ومنك فقال: مازال الأمر عندنا كذا لك. لكن أخرج ابن عساکر من حديث عبادة ابن الصامت قال: سألت رسول الله ﷺ عن قول الناس في العیدین تقبل الله منا ومنکم فقال "كذلك فعل أهل الكتابین" وكرهه وفي إسناده عبد الخالق بن خالد بن زيد بن واقد الدمشقی قال فيه البخاری: منكر الحديث، وقال أبو حاتم: ضعيف، وقال النسائي: ليس بثقة، وقال الدارقطني: متروك، وقال أبو نعيم: لا شيء (الحاوی للفتاوى، الجزء الاول، صفحہ ۹۳ و ۹۴، كتاب الصلاة، التهنية بالعيد. مطبوعہ: فاروقی کتب خانہ، ملتان)

فِيهِ الْأَيْمَةُ كَأَحْمَدَ وَغَيْرِهِ لَكِنْ قَالَ أَحْمَدُ: أَنَا لَا أَبْتَدِئُ أَحَدًا فَإِنْ
ابْتَدَأَنِي أَحَدٌ أَحْبَبْتُهُ، وَذَلِكَ لِأَنَّ جَوَابَ التَّحِيَّةِ وَاجِبٌ وَأَمَّا
الْإِبْتِدَاءُ بِالتَّهْنِئَةِ فَلَيْسَ سُنَّةً مَأْمُورًا بِهَا وَلَا هُوَ أَيْضًا مَانِهِي عَنْهُ فَمَنْ فَعَلَهُ
فَلَهُ قُدُوةٌ وَمَنْ تَرَكَهُ فَلَهُ قُدُوةٌ. وَاللَّهُ أَعْلَمُ (الفتاوى الكبرى لابن تيمية) ۱

ترجمہ: (امام ابن تیمیہ سے) سوال کیا گیا کہ: کیا عید کے دن مبارک باد دینا اور
وہ الفاظ جو عام طور پر لوگ استعمال کرتے ہیں، یعنی ”عید مبارک“ اور اس جیسے
دوسرے الفاظ؛ کیا ان کی شریعت میں کوئی اصل ہے یا نہیں؟ اور اگر اس کی
شریعت میں کوئی اصل ہے تو وہ کیا الفاظ ہیں؟ ہمیں اس پر فتویٰ دیجیے اور ثواب
حاصل کیجیے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ: عید کے دن مبارک باد دینا کہ ایک دوسرے سے عید
کی نماز کے بعد جب ملاقات کریں تو یوں کہیں کہ ”اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے
اور آپ کی طرف سے قبول فرمائیں اور اللہ تعالیٰ اس کو آپ کے لیے بہتر کریں“
اور اس جیسے دوسرے الفاظ، تو یہ صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ وہ ایسا کیا
کرتے تھے اور اس کی ائمہ فقہاء مثلاً امام احمد (رحمہ اللہ) وغیرہ نے اجازت دی
ہے۔

لیکن امام احمد (رحمہ اللہ) نے یہ بھی فرمایا کہ میں کسی کے ساتھ اس کی ابتداء نہیں کرتا
لیکن اگر کوئی میرے ساتھ ابتداء کرتا ہے تو میں اس کا جواب دیدیتا ہوں اور اس
کی وجہ یہ ہے کہ سلام کا جواب واجب ہے اور مبارک بادی کی ابتداء کرنا ایسی سنت
نہیں ہے جس کا شریعت نے حکم دیا ہو اور نہ وہ ایسی چیز ہے کہ جس سے شریعت
نے منع کیا ہو؛ لہذا جو شخص اس کو کرتا ہے اس کے لیے بھی دلیل موجود ہے اور جو

نہیں کرتا اس کے لیے بھی موجود ہے۔ واللہ اعلم (ترجمہ ختم)

(۲)..... الموسوعة الفقهية میں ہے کہ:

التَّهْنِئَةُ مُسْتَحَبَّةٌ فِي الْجُمْلَةِ لِأَنَّهَا مُشَارَكَةٌ بِالتَّبْرِيكِ وَالذُّعَاءِ مِنَ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ فِيمَا يَسْرُهُ وَيُرْضِيهِ وَلِمَا فِي ذَلِكَ مِنَ التَّوَادِّ وَالتَّرَاحُمِ وَالتَّعَاطُفِ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَقَدْ جَاءَ فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ، تَهْنِئَةُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى مَا يَنَالُونَ مِنْ نَعِيمٍ، وَذَلِكَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى "كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ"

وَالْتَهْنِئَةُ تَكُونُ بِكُلِّ مَا يَسُرُّ وَيُسْعِدُ مِمَّا يُوَافِقُ شَرْعَ اللَّهِ تَعَالَى، وَمِنْ ذَلِكَ التَّهْنِئَةُ بِالنِّكَاحِ، وَالتَّهْنِئَةُ بِالْمَوْلُودِ، وَالتَّهْنِئَةُ بِالْعِيدِ وَالْأَعْوَامِ وَالْأَشْهُرِ وَالتَّهْنِئَةُ بِالْقُدُومِ مِنَ السَّفَرِ وَالتَّهْنِئَةُ بِالْقُدُومِ مِنَ الْحَجِّ أَوْ الْعُمْرَةِ وَالتَّهْنِئَةُ بِالطَّعَامِ وَالتَّهْنِئَةُ بِالْفَرَجِ بَعْدَ الشَّدَةِ..... ذَهَبَ جَمْهُورُ الْفُقَهَاءِ إِلَى مَشْرُوعِيَّةِ التَّهْنِئَةِ بِالْعِيدِ مِنْ حَيْثُ الْجُمْلَةِ (الموسوعة الفقهية ج ۱۴، ص ۹۷، مادة تهنية) ۱

۱۔ اور جمہور فقہاء کے اقوال کی تشریح کرتے ہوئے آگے الموسوعة الفقهية میں مذکور ہے کہ:

فَقَالَ صَاحِبُ الدَّرَالْمَخْتَارِ مِنَ الْحَنْفِيَّةِ إِنَّ التَّهْنِئَةَ بِالْعِيدِ بِلَفْظِ "يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكُمْ" لَا تَنْكَرُ وَعَقِبَ ابْنُ عَابِدِينَ عَلَى ذَلِكَ بِقَوْلِهِ: إِنَّمَا قَالَ أَيْ صَاحِبُ الدَّرَالْمَخْتَارِ، كَذَلِكَ لِأَنَّهُ لَمْ يَحْفَظْ فِيهَا شَيْئًا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهِ، وَقَالَ الْمُحَقِّقُ ابْنُ أَمِيرِ حَاجٍ: بَلِ الْأَشْبَهُ أَنْهَا جَائِزَةٌ مُسْتَحَبَّةٌ فِي الْجُمْلَةِ، ثُمَّ سَاقَ آثَارًا بِإِسْنَادٍ صَحِيحَةٍ عَنِ الصَّحَابَةِ فِي فِعْلِ ذَلِكَ، ثُمَّ قَالَ: وَالتَّعَامُلُ فِي الْبِلَادِ الشَّامِيَّةِ وَالْمِصْرِيَّةِ: عِيدٌ مُبَارَكٌ عَلَيْكَ وَنَحْوُهُ وَقَالَ: يُمْكِنُ أَنْ يَلْحَقَ بِذَلِكَ فِي الْمَشْرُوعِيَّةِ وَالِاسْتِحْبَابِ لِمَا بَيْنَهُمَا مِنَ التَّلَازُمِ، فَإِنَّ مِنْ قِبَلِ طَاعَتِهِ فِي زَمَانٍ كَانَ ذَلِكَ الزَّمَانُ عَلَيْهِ مُبَارَكًا، عَلَى أَنَّهُ قَدْ وَرَدَ الدُّعَاءُ بِالْبَرَكَةِ فِي أُمُورٍ شَتَّى فَيُؤْخِذُ مِنْهُ اسْتِحْبَابُ الدُّعَاءِ بِهَا هُنَا أَيْضًا.

أَمَّا عِنْدَ الْمَالِكِيَّةِ: فَقَدْ سَتَلَ الْإِمَامُ مَالِكٌ عَنْ قَوْلِ الرَّجُلِ لِأَخِيهِ يَوْمَ الْعِيدِ: تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكَ يَرِيدُ الصَّوْمَ وَفِعْلَ الْخَيْرِ الصَّادِرِ فِي رَمَضَانَ، وَغَفَرَ اللَّهُ لَنَا وَلَكَ، فَقَالَ: مَا أَعْرِفُهُ وَلَا أَنْكَرُهُ، قَالَ ابْنُ حَبِيبٍ: مَعْنَاهُ لَا يَعْرِفُهُ سَنَةً وَلَا يَنْكَرُهُ عَلَى مَا يَقُولُهُ: لِأَنَّهُ قَوْلٌ حَسَنٌ

﴿بقية حاشيا اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: مبارک بادی فی الجملۃ مستحب ہے، اس لیے کہ یہ برکت میں ایک دوسرے کو شریک کرنا ہے، اور ایک مسلمان کی طرف سے اُس کے مسلمان بھائی کے لیے اُس چیز میں دعا ہے جس چیز سے اُس کو خوشی حاصل ہو اور وہ جس چیز سے راضی ہو، اور ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کے درمیان محبت و رحمت اور ہمدردی کا پہلو پایا جاتا ہے، اور مؤمنین کا اُن نعمتوں پر مبارک باد دینا جو وہ جنت میں پائیں گے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں مذکور ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

لانه دعاء ، حتى قال الشيخ الشيبسي يجب الاتيان به لما يترتب على تركه من الفتن والمقاطعة، ويدل لذلك ما قالوه في القيام لمن يقدم عليه ، ومثله قول الناس لبعضهم في اليوم المذكور : عيد مبارك ، واحياكم الله لا مثاله ، لا شك في جواز كل ذالك بل لو قيل بوجوبه لما بعد ، لان الناس مأمورون باظهار المودة والمحبة لبعضهم .
اما الشافعية: فقد نقل الرملی عن القمولى قوله : لم ار لاصحابنا كلاما في التهنية بالعيد، والأعوام والاشهر كما يفعله الناس ، لكن نقل الحافظ المنذرى عن الحافظ المقدسى انه اجاب عن ذالك بان الناس لم يزاوا مختلفين فيه ، والذى اراه انه مباح لاسنة فيه ولا بدعة ثم قال الرملی : وقال ابن حجر العسقلانى : انها مشروعة ، واحتج له بان البيهقى عقد لذلك بابا فقال : باب ما روى في قول الناس بعضهم لبعض في يوم العيد : تقبل الله منا ومنك ، وساق ما ذكره من اخبار وآثار ضعيفة لكن مجموعها يحتج به في مثل ذلك ، ثم قال : ويحتج لعموم التهنية لما يحدث من نعمة او يندفع من نقمة بمشروعية سجود الشكر والتعزية، وبما في الصحيحين عن كعب بن مالك في قصة توبته لما تخلف عن غزوة تبوك انه لما بشر بقبول توبته ومضى الى النبى ﷺ قام اليه طلحة بن عبيد الله فهناه، وكذلك نقل القليوبى عن ابن حجر ان التهنية بالاعیاد والشهور والأعوام مندوبة قال البيجورى: وهو الامعتمد. وجاء في المغنى لابن قدامة: قال احمد رحمه الله : ولا بأس ان يقول الرجل للرجل يوم العيد: تقبل الله منا ومنك وقال حرب سئل احمد عن قول الناس في العیدین تقبل الله منا ومنكم، قال: لا بأس به، ورويه اهل الشام عن ابى امامة، قيل: ورواثة بن الاسقع، قال نعم، قيل: فلا تكره ان يقال هذا يوم العيد؟ قال: لا وذكر ابن عقيل في تهنية العيد احاديث منها ان محمد بن زياد قال: كنت مع ابى امامة الباهلى وغيره من اصحاب النبى ﷺ فكانوا اذارجعوا من العيد يقول بعضهم لبعض: تقبل الله منا ومنك، وقال احمد: اسناد حديث ابى امامة جيد (الموسوعة الفقهية ج ۱۴ ص ۱۰۰ تا ۹۹، مادة تهنية)

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (مرسلات آیت ۴۳)

اور مبارک بادی ہر اُس چیز کے ساتھ ہوتی ہے جو خوشی والی ہو اور نیک بخت ہو، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو (گناہ والا کام نہ ہو) اور اسی خوشی والی چیزوں میں سے نکاح کی مبارک باد بھی ہے اور بچے کی ولادت کی مبارک باد بھی ہے اور عید کی مبارک باد بھی ہے اور سال اور مہینوں کے آغاز کی مبارک باد بھی ہے اور سفر سے آنے کی مبارک باد بھی ہے اور حج و عمرے سے آنے کی مبارک باد بھی ہے اور کھانے کی مبارک باد بھی ہے اور پریشانی دُور ہونے کی مبارک باد بھی ہے جمہور فقہاء کے نزدیک عید کے موقع پر مبارک باد دینا مجموعی طور پر مشروع ہے (ترجمہ ختم)

(۳)..... سلیمان بن محمد بخیری شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(قَوْلُهُ تَقَبَّلَ اللَّهُ الْخ) قَضِيَّةٌ هَذَا أَنَّ هَذَا مِنَ التَّهْنِئَةِ وَمِنْهُ أَعَادَهَا اللَّهُ عَلَيْكُمْ بِخَيْرٍ وَالْمُرَادُ تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنْكُمْ صَلَاةَ الْعِيدِ وَالْأَضْحَى وَالْقِيَامِ (حاشیۃ البجیرمی علی الخطیب) ۱

ترجمہ: یہ الفاظ کہ ”اللہ تعالیٰ آپ سے قبول فرمائے“ ان الفاظ کا معاملہ یہ ہے کہ یہ مبارک بادی کے الفاظ ہیں (اور مستحب ہیں) اور مبارک بادی ہی کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو آپ کے لیے بھی لوٹائے خیر کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ آپ سے قبول فرمائے سے مراد یہ ہے کہ عیدین کی نماز اور تراویح وغیرہ قبول فرمائے (ترجمہ ختم)

(۴)..... اور حلبی کبیر میں ہے کہ:

وَالْأَظْهَرُ أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ لِمَا فِيهِ مِنَ الْأَثَرِ (حلبی کبیر) ۲

۱ ج ۲ ص ۲۲۶، فصل فی صلاة العیدین، دارالکتب العلمیۃ، بیروت.

۲ صفحہ ۵۷۳، فروع فی صلاة العید، سہیل اکیڈمی، لاہور.

ترجمہ: اور رائج بات یہ ہے کہ عید کی مبارک بادی میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس بارے میں (بعض صحابہ کرام کا) اثر و روایت موجود ہے (ترجمہ ختم)

(۵)..... اور درمختار اور البحر الرائق میں ہے کہ:

وَالْتَهْنِئَةُ بِقَوْلِهِ تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكُمْ لَا تُنْكَرُ (البحر الرائق) ۱

ترجمہ: اور مبارک بادی دینا ان الفاظ میں کہ ”تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكُمْ“ کوئی بُری چیز نہیں (ترجمہ ختم)

(۶)..... اور طحاوی علی المراقی میں ہے کہ:

وَالْتَهْنِئَةُ بِقَوْلِهِ تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكُمْ لَا تُنْكَرُ بَلْ مُسْتَحَبَّةٌ لَوْ رُودُ الْأَثَرِ بِهَا..... قَوْلُ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهِ عِنْدَ مُبَارَكٍ عَلَيْكَ وَنَحْوُهُ وَيُمْكِنُ أَنْ يُلْحَقَ هَذَا اللَّفْظُ فِي الْجَوَازِ الْحَسَنِ وَاسْتِحْبَابِهِ لِمَا بَيْنَهُمَا مِنَ التَّلَازُمِ (طحاوی علی المراقی ص ۲۸۹، باب احکام العیدین)

ترجمہ: اور عید کے دن مبارک بادی دینا ان الفاظ میں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اور آپ کی طرف سے قبول فرمائے، اس کو ممنوع قرار نہیں دیا جائے گا بلکہ مستحب قرار دیا جائے گا..... (اور کچھ آگے چل کر ہے).....

آدی کا اپنے ساتھی کو یہ کہنا کہ آپ کو عید مبارک ہو یا اس سے ملتا جلتا لفظ ان الفاظ کے جائز اور مستحب ہونے میں وہی حکم ہے جو پہلے الفاظ کا گزرا کیونکہ دونوں ایک دوسرے کی طرح ہیں (ترجمہ ختم)

(۷)..... اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”عید مبارک“ کہنا درست ہے، فقہاء نے لکھا ہے (حسن العزیز جلد ۳ صفحہ ۱۳۳، اشرف

الاحکام صفحہ ۲۰۵)

اور بھی کئی اہل علم حضرات نے یہی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ ۱۔
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ رائج یہ ہے کہ عید کے موقع پر مبارکباد کہنے کا صحابہ کرام سے
ثبوت موجود ہے، جس کی وجہ سے یہ ناجائز نہیں، بلکہ مستحب عمل ہے، لیکن اس کو فرض و واجب
کا درجہ نہیں دینا چاہیے۔

عورتوں کا عید کی نماز کے لئے جانا

آج کل بعض لوگوں میں عورتوں کے عید کی نماز کے لیے جانے نہ جانے کا مسئلہ زیر بحث آتا
رہتا ہے، اور اس کا شرعی حکم معلوم کرنے کے متعلق سوالات کیے جاتے رہتے ہیں، اور بعض
کتابوں میں اجمالی حکم مذکور ہونے سے تشویش رہتی ہے، اس لیے اس سلسلہ میں کچھ تفصیل
ذکر کی جاتی ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بعض شرائط کے
ساتھ عورتوں کو نمازوں کے لئے مسجد میں اور عید کی نماز کے لئے عید گاہ میں آنے کی اجازت
تھی۔

اور خواتین کا نماز کے لیے مساجد میں آنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کو مساجد میں

۱۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی عبدالکریم مگھوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

عید کے روز باہم ایک دوسرے کو اس لفظ سے تہنیت دینا ”تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكُمْ“ یا اس کے ہم معنی لفظ
سے جیسا ”عید مبارک“ وغیرہ، جائز اور فی الجملہ مستحب ہے بشرطیکہ بطور رسم کے پابندی کے ساتھ نہ ہو (بارہ
مہینوں کے فضائل و احکام صفحہ ۵۳ مطبوعہ: ادارہ اسلامیات، لاہور۔ تاریخ طبع جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ)

اور فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ:

اس طرح مبارک باد دینا کہ ”تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكُمْ“ درست ہے (فتاویٰ محمودیہ تبویب جدید جلد ۳، صفحہ
۱۲۸، باب البدعات والرسوم۔ مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ کراچی)

اور خیر الفتاویٰ میں ہے کہ:

کوئی ضروری نہیں اور ضروری سمجھنا جائز بھی نہیں۔ اس عقیدے کے بغیر اگر کسی کو روزے مکمل کرنے کی
مبارک باد دی جائے تو کوئی حرج بھی نہیں (خیر الفتاویٰ جلد ۳ صفحہ ۵۵۳، ماہ صلیقہ بالسنة والبدعة)

آنے کی اجازت دینا اور اُن کو مساجد میں آنے سے منع نہ کرنا صحیح احادیث میں مذکور و موجود ہے۔ ۱

۱ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ (مسند ابی یعلیٰ، حدیث نمبر ۱۵۴) فی حاشیہ مسند ابی یعلیٰ: إسناده صحيح.

عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا اسْتَأْذَنْتَ أَحَدَكُمْ امْرَأَتَهُ أَنْ تَأْتِيَ الْمَسْجِدَ، فَلَا يَمْنَعُهَا" قَالَ: وَكَانَتْ امْرَأَةُ عُمَرَ بِنْتُ الْخَطَّابِ تُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ لَهَا: إِنَّكَ لَتَعْلَمِينَ مَا أَحَبُّ فَقَالَتْ: وَاللَّهِ لَا أَتَّهِى حَتَّى تَنْهَانِي قَالَ: فَطَعْنِ عُمَرُ وَإِنَّهَا لَفِي الْمَسْجِدِ (مسند أحمد، حدیث نمبر ۴۵۲۲)

فی حاشیہ مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

عن عائكة بنت زيد بن عمرو بن نفيل، امرأة عمر بن الخطاب؛ أنها كانت تستأذن عمر بن الخطاب إلى المسجد. فيسكت. فتقول: واللله لأخرجن، إلا أن تمنعني. فلا يمنعها (موطا امام مالک، حدیث نمبر ۶۷۶)

عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَتْ امْرَأَةٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلَاةَ الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ، فَقِيلَ لَهَا: لِمَ تَخْرُجِينَ وَقَدْ تَعْلَمِينَ أَنَّ عُمَرَ يَكْرَهُ ذَلِكَ وَيَغَارُ؟ قَالَتْ: وَمَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْهَانِي؟ قَالَ: يَمْنَعُهُ قَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ (بخاری، حدیث نمبر ۹۰۰)

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اگرچہ خواتین کے مسجد میں جانے کو پسند نہیں فرماتے تھے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ ”خواتین کو مساجد میں جانے سے منع نہ کرو“ منع نہیں فرماتے تھے، اور آپ کا خواتین کو تنبیہ فرمانا بھی اسی صورت میں تھا، جبکہ خواتین شرانگ کی پابندی نہ کریں۔

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَ كُمْ الْمَسَاجِدَ إِذَا اسْتَأْذَنْتُكُمْ إِلَيْهَا قَالَ: فَقَالَ بِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: وَاللَّهِ لَتَمْنَعُنَّ، قَالَ: فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ: فَسَبَّ سَبًّا سَيِّئًا مَا سَمِعْتُهُ سَبَّهُ مِثْلَهُ قَطُّ وَقَالَ: "أُخْبِرَكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلُ: وَاللَّهِ لَتَمْنَعُنَّ" (مسلم، حدیث نمبر ۴۴۲، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة، وأنها لا تخرج مطيبة)

عَنْ بِلَالِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمْنَعُوا النِّسَاءَ حُطُوطَهُنَّ مِنَ الْمَسَاجِدِ، إِذَا اسْتَأْذَنْتُكُمْ فَقَالَ بِلَالٌ: وَاللَّهِ، لَتَمْنَعُنَّ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ: "أَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلُ أَنْتَ: لَتَمْنَعُنَّ" (مسلم، حدیث نمبر ۴۴۲، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة، وأنها لا تخرج مطيبة)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی طرح بعض شرائط کے ساتھ خواتین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت و حکم سے عید کی نماز کے لیے عید گاہ میں آنا بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے، جس کا ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا۔

چنانچہ حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ نُخْرِجَهُنَّ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى، الْعَوَاتِقَ، وَالْحَيَصَ، وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، فَأَمَّا الْحَيَصُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلَاةَ، وَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ، وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِحْدَانَا لَا يَكُونُ لَهَا جِلْبَابٌ، قَالَ: لِثَلْبَسِهَا أُخْتَهَا مِنْ جِلْبَابِهَا (مسلم) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم عورتوں کو عید الفطر و عید الاضحیٰ کے لئے نکالیں، بالغ لڑکیوں کو بھی، اور حیض والی اور پردہ نشین عورتوں کو بھی، جہاں تک کہ حائضہ عورتوں کا تعلق ہے، تو وہ نماز سے علیحدہ رہ کر خیر اور

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

وَلَكِنْ لِيُخْرِجْنَ وَهْنُ تَفَلَّاتٍ (سنن ابی داود، حدیث نمبر ۵۶۵)
عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " : لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ الْمَسَاجِدَ، وَلِيُخْرِجْنَ تَفَلَّاتٍ (مسند احمد، حدیث نمبر ۲۱۶۷۳)

فی حاشیہ مسند احمد: صحیح لغیرہ۔

عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " : إِذَا اسْتَأْذَنْكُمْ نِسَاؤُكُمْ إِلَى الْمَسَاجِدِ فَأَذِّنُوا لَهُنَّ (مسند ابی یعلیٰ، حدیث نمبر ۵۴۳۳ و حدیث نمبر ۵۵۱۰)

فی حاشیہ مسند ابی یعلیٰ: إسناده صحیح۔

عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " : لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ، وَلِيُخْرِجْنَ تَفَلَّاتٍ " قَالَتْ عَائِشَةُ " : وَلَوْ رَأَى حَالَهُنَّ الْيَوْمَ مَنَعَهُنَّ (مسند احمد، حدیث نمبر ۲۴۳۰۶)

۱۔ حدیث نمبر ۸۹۰، کتاب صلاة العیدین، باب ذکر إباحة خروج النساء فی العیدین إلى المصلى وشهود الخطبة، مفارقات للرجال، دار احیاء التراث العربی، بیروت، واللفظ له، سنن الترمذی، حدیث نمبر ۵۳۹، بَابٌ فِي خُرُوجِ النِّسَاءِ فِي الْعِيدَيْنِ.

مسلمانوں کی دعوت (یعنی وعظ و خطبہ وغیرہ) میں حاضر ہوں، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم میں سے جس کے پاس (پردہ کرنے کے لیے بڑی) چادر نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا کہ اس کی بہن کو چاہئے کہ اپنی (پردہ والی) چادر اس کو پہنادے (ترجمہ ختم)

حضرت حفصہ بنت سیرین کی سند سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔ ۱

خیر اور مسلمانوں کی دعوت سے مراد خطبہ اور وعظ و تذکیر ہے۔ ۲

جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - خَرَجَ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ فَوَعَّظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ، وَبِلَالٌ يَأْخُذُ فِي طَرَفِ ثَوْبِهِ (بخاری) ۳

۱ عَنْ حَفْصَةَ، قَالَتْ: كُنَّا نَمْنَعُ عَوَائِقُنَا أَنْ يَخْرُجَنَّ فِي الْعِيدَيْنِ، فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ، فَتَزَلَّتْ قَصْرَ بَنِي خَلْفٍ، فَحَدَّثَتْ عَنْ أُخِيَّتِهَا، وَكَانَ زَوْجُ أُخِيَّتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْنِي عَشْرَةَ غَزَوَةٍ، وَكَانَتْ أُخْتِي مَعَهُ فِي سَيْتٍ، قَالَتْ: كُنَّا نَدَاوِي الْكَلِمَى، وَنَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى، فَسَأَلْتُ أُخْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعَلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جَلْبَابٌ أَنْ لَا تَخْرُجَ؟ قَالَ: لَتَلْبِسُهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جَلْبَابِهَا وَلَتَشْهَدَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ، فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ، سَأَلْتُهَا أَسَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: بَأْسِي، نَعَمْ، وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُهُ إِلَّا قَالَتْ: بَأْسِي، سَمِعْتُهُ يَقُولُ: يَخْرُجُ الْعَوَائِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ، أَوِ الْعَوَائِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ، وَالْخَيْضُ، وَلَتَشْهَدَنَّ الْخَيْرَ، وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ، وَيَعْتَزِلُ الْخَيْضُ الْمُصَلَّى، قَالَتْ حَفْصَةُ: فَقُلْتُ الْخَيْضُ، فَقَالَتْ: أَلَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ، وَكَذَا وَكَذَا (بخاری، حدیث نمبر ۳۲۴)

۲ قوله: (وليشهدن الخير) أى: وليحضرن مجالس الخير كسماع الحديث وعبادة المريض . قوله: (ودعوة المسلمين) ، كالاتتماع لصلاة الاستسقاء . وفي رواية: (ودعوة المؤمنين) ، وهي رواية الكشميهني (عمدة القارى، ج ۳ ص ۳۰۴، كتاب الحيض، باب شهود الحائض العيدين ودعوة المسلمين ويعتزلن المصلى)

والمراد بالدعوة: الكلمات الدعائية التي في خلال الخطبة (فيض البارى شرح البخارى، كتاب الحيض، باب شهود الحائض العيدين ودعوة المسلمين، ويعتزلن المصلى)

۳ حدیث نمبر ۹۸، کتاب العلم، باب عظة الإمام النساء وتعليمهن، دار طوق النجاة، بیروت.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (عید کی نماز کے لئے) نکلے، اور آپ کے ساتھ حضرت بلال بھی تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گمان فرمایا کہ ان کے خطبہ کی آواز عورتوں کو نہیں پہنچ سکی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خواتین کو بھی وعظ فرمایا، اور انہیں صدقہ کا حکم فرمایا، پس عورتوں نے اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں دینی شروع کیں، اور حضرت بلال نے اپنے کپڑے میں ان کو لینا شروع کیا (ترجمہ ختم)

یہ واقعہ کئی سندوں سے مروی ہے، اور چونکہ عید گاہ میں عورتوں کے لئے مردوں سے الگ باپردہ انتظام کیا جاتا تھا، اس لئے بعض اوقات عورتوں کو خطبہ کی آواز نہیں پہنچتی تھی، اس لئے ان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ سے وعظ فرمایا۔ ۱۔
جس سے معلوم ہوا کہ خواتین کو عید کی نماز میں شریک کرنے کا مقصد وعظ و تبلیغ بھی تھا۔
حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کی سند سے بھی خواتین کے عید گاہ میں آنے کی احادیث و روایات مروی ہیں۔ ۲۔

۱۔ فکان النساء بعیدا من الرجال۔ ألا ترى أنه -عليه الصلاة والسلام- لما أن فرغ من خطبته وصلاته جاء إلى النساء فوعظهن وذكرهن، فلو كن قريبا لسمعن الخطبة ولما احتجن إلى تكبيره لهن بعد الخطبة (المدخل لابن الحاج، ج ۲ ص ۲۸۳، فصل في خروج الإمام إلى صلاة العيدين)
۲۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَزَادَ ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ: فَاتَى النِّسَاءَ، فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ الْفَتَحَ وَالْخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ (بخاری، حدیث نمبر ۵۸۸۰)
عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: " قَدْ كَانَتْ تَخْرُجُ الْكُغَابُ مِنْ خِذْرِهَا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعِيدَيْنِ (مسند أحمد، حدیث نمبر ۲۵۵۱۲)
فی حاشیہ مسند احمد:

صحيح لغيره. على: وهو الواسطي -وان كان ضعيفاً- متابع، وباقي رجاله ثقات رجال الشيخين إلا أن أبا قلابة -وهو عبد الله بن زيد الجرمي- لم يسمع من عائشة.
قال الهيثمي:

رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، ج ۲ ص ۲۰۰، باب الخروج إلى العيد)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کئی جلیل القدر صحابہ کرام (حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم وغیرہ) اور تابعین (حضرت علقمہ، حضرت اسود وغیرہ) سے بھی خواتین کے عید کی نماز کے لیے آنے کا جواز وثبوت ملتا ہے۔ ۱

لیکن ایک تو احادیث میں جہاں ایک طرف خواتین کو مساجد میں نماز پڑھنے کی اجازت ثابت ہے، اسی کے ساتھ خواتین کو مساجد میں نماز پڑھنے کے لیے آنے کے مقابلہ میں گھروں میں

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عَنْ مُجَاهِدٍ فِي قَوْلِهِ: (كَوَاعِبُ) قَالَ: نَوَاهِدُ مُصَنَّفِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۵۸۳۹، مَنْ رَخَّصَ فِي خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْعِيدَيْنِ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَأْمُرُ بَنَاتَهُ وَنِسَاءَهُ أَنْ يُخْرَجْنَ فِي الْعِيدَيْنِ (مسند احمد، حديث نمبر ۲۰۵۴)
فی حاشیہ مسند احمد:

صحيح لغیره، حجاج - وهو ابن أوطاة - مدلس وقد عنعن، وباقي رجاله ثقات رجال الشيخين.

۱ عَنْ طَلْحَةَ الْيَامِيِّ، قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: حَقٌّ عَلَى كُلِّ ذَاتِ نِطَاقٍ الْخُرُوجُ إِلَى الْعِيدَيْنِ (مُصَنَّفِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۵۸۳۵، مَنْ رَخَّصَ فِي خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْعِيدَيْنِ)

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: حَقٌّ عَلَى كُلِّ ذَاتِ نِطَاقٍ أَنْ تَخْرُجَ إِلَى الْعِيدَيْنِ، وَلَمْ يَكُنْ يُرَخَّصُ لَهُنَّ فِي شَيْءٍ مِنَ الْخُرُوجِ إِلَّا إِلَى الْعِيدَيْنِ (مُصَنَّفِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۵۸۳۶، مَنْ رَخَّصَ فِي خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْعِيدَيْنِ)

عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يُخْرِجُ إِلَى الْعِيدَيْنِ مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْ أَهْلِهِ (مُصَنَّفِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۵۸۳۷، مَنْ رَخَّصَ فِي خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْعِيدَيْنِ)

عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: قَدْ كَانَتْ الْكِعَابُ تَخْرُجُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خِدْرِهَا فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى (مُصَنَّفِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۵۸۳۸، مَنْ رَخَّصَ فِي خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْعِيدَيْنِ)

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ: أَنَّ عَلْقَمَةَ، وَالْأَسْوَدَ كَانَا يُخْرِجَانِ نِسَاءَهُمَا فِي الْعِيدَيْنِ، وَيَمْنَعُونَهُنَّ مِنَ الْجُمُعَةِ (مُصَنَّفِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۵۸۴۰، مَنْ رَخَّصَ فِي خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْعِيدَيْنِ)

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: إِنَّ كَانَتْ امْرَأَةٌ أَبِي مَيْسَرَةَ تَخْرُجُ إِلَى الْعِيدِ (مُصَنَّفِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۵۸۴۱، مَنْ رَخَّصَ فِي خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْعِيدَيْنِ)

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: كَانَ لِعَلْقَمَةَ امْرَأَةٌ قَدْ خَلَتْ فِي السَّنِّ تَخْرُجُ إِلَى الْعِيدَيْنِ (مُصَنَّفِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدِيثُ نُمَيْرٍ ۵۸۴۲، مَنْ رَخَّصَ فِي خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْعِيدَيْنِ)

رہ کر نماز پڑھنے اور عبادت کرنے کی زیادہ فضیلت بھی ثابت ہے۔
چنانچہ صحیح احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواتین کو اپنے گھروں میں رہ کر نماز پڑھنے کی ترغیب دینا اور فضیلت بیان فرمانا مذکور ہے۔ ۱

۱۔ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمْ الْمَسَاجِدَ، وَيُؤَيِّدُنَّ خَيْرَ لَهْنٍ (سنن أبی داود، حدیث نمبر ۵۶۷۷؛ مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۷۵۵)

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، فَقَدْ اخْتَجَا جَمِيعًا بِالْعَوَامِ بْنِ حَوْشَبٍ، وَقَدْ صَحَّ سَمَاعُ حَبِيبٍ بْنِ ابْنِ عُمَرَ، وَلَمْ يُخْرَجَا فِيهِ الزِّيَادَةُ وَيُؤَيِّدُنَّ خَيْرَ لَهْنٍ وَشَاهِدَةٌ. وقال الذهبي في التلخيص: على شرطهما.

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُيُوتِهِنَّ (مسند احمد، حدیث نمبر ۲۶۵۴۲)

فی حاشیہ مسند احمد: حدیث حسن بشواہدہ.

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي حُجْرَتِهَا خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِهَا فِي دَارِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي دَارِهَا خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِهَا خَارِجَ (المعجم الأوسط، حدیث نمبر ۹۱۰۱)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا (سنن أبی داود، حدیث نمبر ۵۷۰)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا (مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۷۵۷)

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرَجَا، وَقَدْ اخْتَجَا جَمِيعًا بِالْمَوْزِقِ بْنِ مُشْرِجٍ الْعَجَلِيِّ.

وقال الذهبي في التلخيص: على شرطهما.

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَحَبَّ صَلَاةٍ تُصَلِّيهَا الْمَرْأَةُ إِلَى اللَّهِ فِي أَشَدِّ مَكَانٍ فِي بَيْتِهَا ظِلْمَةٌ (صحيح ابن خزيمة، حدیث نمبر ۱۶۹۱، بَابُ اخْتِيَارِ صَلَاةِ الْمَرْأَةِ فِي أَشَدِّ مَكَانٍ مِنْ بَيْتِهَا ظِلْمَةٌ)

قال الألباني: حسن بما بعده.

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَحَبَّ صَلَاةٍ تُصَلِّيهَا الْمَرْأَةُ إِلَى اللَّهِ أَنْ تُصَلِّيَ فِي أَشَدِّ مَكَانٍ مِنْ بَيْتِهَا ظِلْمَةٌ. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی اور سرپرستی اور صحابہ و صحابیات کے انتہائی تقوے اور خیر القرون کے پاکیزہ اور مقدس زمانے کے باوجود، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

جَعْفَر (صحيح ابن خزيمة، حديث نمبر ۱۶۹۲، بَابُ اخْتِيَارِ صَلَاةِ الْمَرْأَةِ فِي أَشَدِّ مَكَانٍ مِنْ بَيْتِهَا عَلَّمَةً)

قال الألبانی: حسن بما قبله.

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَأَنْ تُصَلِّيَ الْمَرْأَةُ فِي بَيْتِهَا خَيْرٌ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ فِي حُجْرَتِهَا، وَلَأَنْ تُصَلِّيَ فِي حُجْرَتِهَا خَيْرٌ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ فِي الدَّارِ، وَأَنْ تُصَلِّيَ فِي الدَّارِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ فِي الْمَسْجِدِ" (شعب الإيمان، حديث نمبر ۷۳۳۵)

قال الألبانی: قلت: و لكنه شاهد لا بأس به لحديث عائشة، فالحديث حسن بمجموعهما. و له شاهد آخر من حديث أم حميد امرأة أبي حميد الساعدي مرفوعا بنحوه، و له عنها طريقان يقوى أحدهما الآخر كما بينته في "تخريج الترغيب"، فالحديث به صحيح (السلسلة الصحيحة الكاملة، تحت حديث نمبر ۲۱۴۲)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُوَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَمَّتِهِ أُمِّ حُمَيْدٍ امْرَأَةِ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّهَا جَاءَتْ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أَحِبُّ الصَّلَاةَ مَعَكَ، قَالَ: "قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكَ تُحِبِّينَ الصَّلَاةَ مَعِيَ، وَصَلَاتِكَ فِي بَيْتِكَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ صَلَاتِكَ فِي حُجْرَتِكَ، وَصَلَاتِكَ فِي حُجْرَتِكَ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكَ فِي دَارِكَ، وَصَلَاتِكَ فِي دَارِكَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ صَلَاتِكَ فِي مَسْجِدِ قَوْمِكَ، وَصَلَاتِكَ فِي مَسْجِدِ قَوْمِكَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ صَلَاتِكَ فِي مَسْجِدِي"، قَالَ: فَأَمَرْتُ فَبَنَيْ لَهَا مَسْجِدًا فِي أَقْصَى شَيْءٍ مِنْ بَيْتِهَا وَأَعْظَمِهِ، فَكَانَتْ تُصَلِّي فِيهِ حَتَّى لَقِيََتِ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ (مسند أحمد، ۲۷۰۹۰)

حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدُ بْنُ الْمُنْذِرِ السَّاعِي، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أُمِّ حُمَيْدٍ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْبُ الصَّلَاةِ مَعَكَ، وَنَحْبُ الصَّلَاةِ مَعَكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاتُكَ فِي بَيْتِكَ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكَ فِي حُجْرَتِكَ، وَصَلَاتُكَ فِي حُجْرَتِكَ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكَ فِي دَارِكَ، وَصَلَاتُكَ فِي دَارِكَ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكَ فِي الْمَسْجِدِ (مسند أحمد، ۷۷۰۲)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُوَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَمَّتِهِ أُمِّ حُمَيْدٍ، أَنَّهَا جَاءَتْ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أَحِبُّ الصَّلَاةَ مَعَكَ، قَالَ: "قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكَ تُحِبِّينَ الصَّلَاةَ مَعِيَ، وَصَلَاتِكَ فِي بَيْتِكَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ صَلَاتِكَ فِي حُجْرَتِكَ، وَصَلَاتِكَ فِي حُجْرَتِكَ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكَ فِي دَارِكَ، وَصَلَاتِكَ فِي دَارِكَ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكَ فِي مَسْجِدِ قَوْمِكَ، وَصَلَاتِكَ فِي مَسْجِدِ قَوْمِكَ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكَ فِي مَسْجِدِي"، قَالَ: فَأَمَرْتُ فَبَنَيْ لَهَا مَسْجِدًا فِي أَقْصَى شَيْءٍ مِنْ بَيْتِهَا وَأَعْظَمِهِ، فَكَانَتْ تُصَلِّي فِيهِ حَتَّى لَقِيََتِ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ (مسند أحمد، ۷۷۰۲)

عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ الْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أُمِّ حُمَيْدٍ، أَنَّهَا

﴿بقية حاشية اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نے خواتین کے مساجد میں آنے اور جانے کے متعلق سخت شرائط عائد فرمائی تھیں، تاکہ ہر قسم کے فتنوں کا سد باب رہے، مثلاً یہ کہ وہ مردوں کے آمد و رفت والے دروازے سے نہ آئیں جائیں، اور مکمل پردے کے ساتھ آئیں، اور نظروں کی حفاظت رکھیں، اور بن سنور کر زیور وغیرہ سے آراستہ ہو کر اور مزین لباس پہن کر اور خوشبو وغیرہ لگا کر نہ آئیں اور مردوں کے اٹھنے سے پہلے اٹھ کر چلی جائیں وغیرہ وغیرہ۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا نُحِبُّ الصَّلَاةَ تَعْنِي مَعَكَ فَيَمْنَعُنَا أَزْوَاجَنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "صَلَاتُكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكُمْ فِي دُورِكُمْ، وَصَلَاتُكُمْ فِي دُورِكُمْ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكُمْ فِي مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ". قَالَ أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: سَأَلْتُ أَبَا بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ هَذَا أَيْنَ سَمِعَ مِنْهُ؟ قَالَ: بَوْدَانَ، وَبِهَا يَوْمَئِذٍ عَبْدُ الْمُؤْمِنِ. قَالَ الشَّيْخُ: تَابَعَهُ أَيْضًا ابْنُ لَهْيَعَةَ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ، وَفِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّ الْأَمْرَ بِأَنْ لَا يُمْنَعَنَّ أَمْرُ نَدَبٍ وَاسْتِحْبَابٍ، لَا أَمْرُ قُرْصٍ وَإِسْحَابٍ، وَهُوَ قَوْلُ الْعَامَّةِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ (السنن الكبرى للبيهقي، حديث نمبر ۵۳۷۱)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْهُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ؟ فَقَالَ: صَلَاتُكَ فِي مَخْدَعِكَ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكَ فِي بَيْتِكَ، وَصَلَاتُكَ فِي بَيْتِكَ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكَ فِي خُجْرَتِكَ، وَصَلَاتُكَ فِي خُجْرَتِكَ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكَ فِي مَسْجِدِ قَوْمِكَ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حديث نمبر ۷۶۹۷)

عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَبَّ هَذِهِ الدَّارِ، يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ خَلَفَ فَبَالَغَ فِي الْيَمِينِ مَا صَلَّتْ امْرَأَةٌ صَلَاةً أَحَبَّ إِلَيَّ اللَّهُ مِنْ صَلَاةٍ فِي بَيْتِهَا إِلَّا فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ، إِلَّا امْرَأَةً قَدْ أَيْسَتْ مِنَ الْبُعُولَةِ (مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حديث نمبر ۷۷۰۱)

عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَبَّ هَذِهِ الدَّارِ يَخْلِفُ فَيَنْتَلِعُ بِالْيَمِينِ: مَا مِنْ مُصَلِّيَةِ امْرَأَةٍ خَيْرَ لَهَا مِنْ بَيْتِهَا إِلَّا فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ إِلَّا امْرَأَةٌ يَنْسَتْ مِنَ الْبُعُولَةِ فَهِيَ فِي مَنْقَلَبِهَا، قُلْتُ: مَا مَنْقَلَبُهَا؟ قَالَ: امْرَأَةٌ عَجُوزٌ قَدْ تَقَارَبَ خَطْوُهَا (المعجم الكبير للطبرانی، حديث نمبر ۹۳۷۳)

قال الهيثمي: رواه الطبرانی في الكبير ورجاله موثقون (مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۳۵، باب خروج النساء إلى المساجد وغير ذلك وصلاتهن في بيوتهن وصلاتهن في المسجد)

۱. عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ الصُّبْحَ، فَيَنْصَرِفَ النِّسَاءُ مُتَلَفَعَاتٍ بِمِرْوَطِهِنَّ، مَا يَعْرِفْنَ مِنَ الْفَلَسِ (بخاری، حديث نمبر ۸۶۷۷)

عَنْ عُمَرَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ الصُّبْحَ ﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بعض صحابہ و تابعین نے حالات کی تبدیلی کو دیکھتے ہوئے خواتین کے نماز کے لیے مساجد میں آنے کو پسند نہیں فرمایا۔

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ (مستخرج أبی عوانة حديث نمبر ۱۰۹۵)
(فتنصرف النساء: أي: اللاتي يصلين معه وكن في ذلك الزمن على أعلى غاية الصيانة، فما كان يتطرق إليهن ولا بهن فتنة البتة، ولما حدثت الفتن لهن وبهن منعهن العلماء من ذلك، ولقد قالت عائشة: لو علم النبي صلى الله عليه وسلم ما أحدث النساء بعده لمنعهن المساجد كما منعت نساء بنى إسرائيل (ملتفعات): بالنصب على الحالية أي: مستترات وجوههن وأبدانهن. قال الطيبي: التلغف شدة اللغاف وهو ما يغطي الوجه ويتلحف به (بمروطهن): المرط: بالكسر كساء من صوف أو خز يؤتز به، وقيل: الجلباب، وقيل: المملحفة (ما يعرفن): ما: نافية أي ما يعرفهن أحد، وفي رواية لبخاري، ولا يعرف بعضهن بعضا (من الغلس): من: ابتدائية بمعنى لأجل قاله الطيبي، والغلس: ظلمة آخر الليل، ثم إنه يستعمل على الاتساع فيما بقى منه بعد الصباح، وقيل: من غلس المسجد أي: من أجل ظلمته وعدم إسفاره؛ لأنه ما كان يظهر النور فيه إلا بطلوع الشمس (مراقبة المفاتيح، ج ۲ ص ۵۳۰، كتاب الصلاة، باب المواقيت، باب تعجيل الصلوات)

أَنْ أَمَّ سَلَمَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَتْهَا: أَنَّ النَّسَاءَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ إِذَا سَلَّمْنَ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ، قُمْنَ وَتَبَّتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَلَّى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللَّهُ، فَإِذَا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَامَ الرِّجَالُ (بخاری، حدیث نمبر ۸۶۶)

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النَّسَاءُ حِينَ يَقْضَى تَسْلِيمُهُ، وَيَمْكُثُ هُوَ فِي مَقَامِهِ يَسِيرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ، قَالَ: نَرَى - وَاللَّهِ أَغْلَمُ - أَنَّ ذَلِكَ كَانَ لِكَيْ يَنْصَرِفَ النَّسَاءُ، قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الرِّجَالِ (بخاری، حدیث نمبر ۸۷۰)

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ الْمُقَدَّمُ، وَشَرُّهَا الْمُؤَخَّرُ، وَشَرُّ صُفُوفِ النَّسَاءِ الْمُقَدَّمُ، وَخَيْرُهَا الْمُؤَخَّرُ"، ثُمَّ قَالَ: "يَا مَعْشَرَ النَّسَاءِ، إِذَا سَجَدَ الرِّجَالُ فَأَغْضُضْنَ أَبْصَارَهُنَّ، لَا تَرَيْنَ عَوْرَاتِ الرِّجَالِ مِنْ ضَيْقِ الْأُزْرِ (مسند احمد حديث نمبر ۱۴۱۲۳)

فی حاشیہ مسند احمد: صحیح لغیرہ، و هذا إسناد حسن فی المتابعات والشواهد.
عَنْ يُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ زَيْنَبَ التُّخَفِيَّةَ، كَانَتْ تَحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا شَهِدْتَ إِحْدَاكُنَّ الْعِشَاءَ فَلَا تَطِيبِي بِلَاكِ اللَّيْلَةِ (مسلم، حدیث نمبر ۴۴۳)

عَنْ زَيْنَبَ، امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَتْ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا شَهِدْتَ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

لَوْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مَا أَحَدَتْ النِّسَاءُ لَمَنْعَهُنَّ

الْمَسْجِدَ كَمَا مَنَعَتْ نِسَاءَ بَنِي إِسْرَائِيلَ (مسلم) ۱

ترجمہ: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان حالات کو دیکھ لیتے جو (آپ کے بعد)

عورتوں نے پیدا کر دیئے ہیں تو عورتوں کو مسجد میں آنے سے ضرور منع فرما دیتے،

جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا (ترجمہ ختم)

اسی وجہ سے بعض صحابہ و تابعین (مثلاً حضرت ابراہیم خفی، حضرت عروہ وغیرہ) سے عورتوں اور

بالخصوص جوان عورتوں کے عید کی نماز کے لیے جانے کا مکروہ ہونا مروی ہے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

إِحْدَاكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طَيِّبًا (مسلم، حدیث نمبر ۴۴۳۳)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ، وَلَكِنْ لِيُخْرَجْنَ وَهُنَّ ثَفَالَتٌ (ابوداؤد، حدیث نمبر ۵۶۵)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ تَرَكْنَا هَذَا الْبَابَ لِلنِّسَاءِ،

قَالَ نَافِعٌ: فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ، حَتَّى مَاتَ، وَقَالَ غَيْرُ عَبْدِ الْوَارِثِ: قَالَ عُمَرُ: وَهُوَ

أَصْحُ (سنن أبی داود، باب فی اغْتِزَالِ النِّسَاءِ فِي الْمَسَاجِدِ عَنِ الرِّجَالِ، حدیث نمبر ۴۶۲)

عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، كَانَ يَنْهَى أَنْ يُدْخَلَ مِنْ بَابِ النِّسَاءِ (سنن أبی داود، باب

فِي اغْتِزَالِ النِّسَاءِ فِي الْمَسَاجِدِ عَنِ الرِّجَالِ، حدیث نمبر ۴۶۴)

۱۔ حدیث نمبر ۴۴۵، کتاب الصلاة، باب منع نساء بنی اسرائیل المسجد، دار احیاء التراث العربی، بیروت، و اللفظ له؛ بخاری، حدیث نمبر ۸۶۹؛ ابوداؤد، حدیث نمبر ۵۶۹؛ مستند احمد، حدیث نمبر ۲۵۹۸۲۔

۲۔ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ لَا يُخْرِجُ نِسَاءً فِي الْعِيدَيْنِ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۸۴۵، مِنْ كَرِهَةِ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْعِيدَيْنِ)

روی بن ابی شیبہ ایضاً عن ابن عمر أنه كان يخرج إلى العیدین من استطاع من أهله وهذا ليس صريحاً في الوجوب أيضاً بل قد روى عن بن عمر المنع فيحتمل أن يحمل على حالين (فتح

الباری، ج ۲ ص ۴۷۰، قوله باب اعتزال الحيض المصلى)

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: يُكْرَهُ خُرُوجُ النِّسَاءِ فِي الْعِيدَيْنِ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۸۴۴، مِنْ كَرِهَةِ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْعِيدَيْنِ)

﴿بقیہ حاشیہ کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس قسم کی احادیث و روایات اور حالات کے پیش نظر بعد میں فقہائے کرام کا بھی اس سلسلہ میں اختلاف ہو گیا۔

چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَجَابِرٍ: حَدِيثُ اُمِّ عَطِيَّةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلَى هَذَا الْحَدِيثِ، وَرَخَّصَ لِلنِّسَاءِ فِي الْخُرُوجِ اِلَى الْعِيدَيْنِ وَكَرِهَهُ بَعْضُهُمْ، وَرَوَى عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُ قَالَ: أَكْرَهُ الْيَوْمَ الْخُرُوجَ لِلنِّسَاءِ فِي الْعِيدَيْنِ، فَإِنْ أَبَتِ الْمَرْأَةُ إِلَّا أَنْ تَخْرُجَ فَلْيَاذَنْ لَهَا زَوْجُهَا أَنْ تَخْرُجَ فِي أَطْمَارِهَا وَلَا تَتَزَيَّنَّ، فَإِنْ أَبَتْ أَنْ تَخْرُجَ كَذَلِكَ فَلِلزَّوْجِ أَنْ يَمْنَعَهَا عَنِ الْخُرُوجِ وَيُرْوَى عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَوْ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحَدَتْ النِّسَاءُ لَمَنْعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مَنَعَتْ نِسَاءَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَيُرْوَى عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ: أَنَّهُ كَرِهَ الْيَوْمَ الْخُرُوجَ لِلنِّسَاءِ إِلَى الْعِيدِ (سنن الترمذی) ۱

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: كُرِهَ لِلنِّسَاءِ أَنْ تَخْرُجَ إِلَى الْعِيدَيْنِ (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۸۴۸، مَنْ كَرِهَ خُرُوجَ النِّسَاءِ إِلَى الْعِيدَيْنِ) عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ؛ أَنَّهُ كَانَ لَا يَدْعُ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِهِ تَخْرُجُ إِلَى فِطْرِ، وَلَا إِلَى أَضْحَى (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۸۴۶، مَنْ كَرِهَ خُرُوجَ النِّسَاءِ إِلَى الْعِيدَيْنِ)

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: كَانَ الْقَاسِمُ أَشَدَّ شَيْءٍ عَلَى الْعَوَاتِقِ، لَا يَدْعُهُنَّ يَخْرُجْنَ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۵۸۴۷، مَنْ كَرِهَ خُرُوجَ النِّسَاءِ إِلَى الْعِيدَيْنِ)

۱۔ حدیث نمبر ۵۳۹، ابواب العیدین، باب فی خروج النساء فی العیدین، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر.

ترجمہ: اور اس باب میں حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی بھی احادیث موجود ہیں، اور اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے، اور بعض اہل علم اس حدیث کی طرف گئے ہیں، اور انہوں نے عورتوں کو عیدین کی نماز کی طرف نکلنے کی اجازت دی ہے، اور بعض نے اس کو مکروہ سمجھا ہے، اور حضرت ابن مبارک سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں آج کے دور میں عورتوں کو عید کی نماز کے لیے نکلنے کو مکروہ سمجھتا ہوں، پھر اگر عورت باز نہ آئے، اور نکلتا ہی چاہے، تو اس کے شوہر کو چاہیے کہ اُسے پُرانی چادر سے پردہ کرنے کے ساتھ اور زیب و زینت کے بغیر نکلنے کی اجازت دیدے، پھر اگر عورت اس طرح (مزین چادر کے ساتھ بے پردہ) نکلنے پر اصرار کرے، تو شوہر کو چاہیے کہ نکلنے سے منع کر دے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ حالات دیکھ لیتے، جو بعد میں عورتوں نے پیدا کر دیے ہیں، تو اُن کو مسجد سے منع فرما دیتے، جس طرح سے کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا تھا، اور حضرت سفیان ثوری سے مروی ہے کہ انہوں نے آج کے دور میں عورتوں کو عید کی نماز کے لیے جانے کو مکروہ سمجھا ہے (ترجمہ ختم)

اور علامہ ابن رجب فرماتے ہیں کہ:

وَفِي خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْعِيدَيْنِ أَحَادِيثٌ كَثِيرَةٌ، قَدْ سَبَقَ بَعْضُهَا، وَيَأْتِي بَعْضُهَا أَيْضًا. وَقَدْ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيهِ عَلَى أَقْوَالٍ: أَحَدُهَا: أَنَّهُ مُسْتَحَبٌّ، وَحُكِيَ عَنْ طَائِفَةٍ مِنَ السَّلَفِ، مِنْهُمْ عُلُقَمَةُ وَرَوَى عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يُخْرِجُ نِسَاءَهُ. وَرَوَى عَنْهُ، أَنَّهُ كَانَ يَحْبِسُهُنَّ. وَرَوَى الْحَارِثُ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: حَقٌّ عَلَى كُلِّ ذَاتِ نِطَاقٍ أَنْ تَخْرُجَ فِي الْعِيدَيْنِ. وَلَمْ يَكُنْ يُرَخَّصُ لَهُنَّ فِي شَيْءٍ مِنَ الْخُرُوجِ

إِلَّا فِي الْعِيدَيْنِ . وَهُوَ قَوْلُ إِسْحَاقَ وَابْنِ حَامِدٍ مِّنْ أَصْحَابِنَا . وَقَالَ أَحْمَدُ فِي رِوَايَةِ ابْنِ مَنْصُورٍ لَا أَحَبُّ مَنَعُهُنَّ إِذَا أَرَدْنَ الْخُرُوجَ . وَالثَّانِي : أَنَّهُ مُبَاحٌ ، غَيْرُ مُسْتَحَبٍّ وَلَا مَكْرُوهٍ ، حُكِيَ عَنْ مَالِكٍ ، وَقَالَ طَائِفَةٌ مِّنْ أَصْحَابِنَا . الثَّالِثُ : أَنَّهُ مَكْرُوهٌ بَعْدَ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَهُوَ قَوْلُ النَّخَعِيِّ وَيَحْيَى الْأَنْصَارِيِّ وَالثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ . وَأَحْمَدُ - فِي رِوَايَةِ حَرْبٍ ، قَالَ : لَا يُعْجِبُنِي فِي زَمَانِنَا ؛ لِأَنَّهُ فِتْنَةٌ وَاسْتَدْلُّ هَؤُلَاءِ بِأَنَّ الْحَالَ تَغْيِيرَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ قَالَتْ عَائِشَةُ : لَوْ أَذْرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ بَعْدَهُ لَمَنَعُهُنَّ الْمَسَاجِدَ ، وَقَدْ سَبَقَ وَالرَّابِعُ : أَنَّهُ يُرَخَّصُ فِيهِ لِلْعَجَائِزِ ذَوْنُ الشَّوَابِ ، رَوَى عَنِ النَّخَعِيِّ أَيْضًا وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهِ ، وَنَقَلَهُ حَنْبَلٌ عَنْ أَحْمَدَ . وَرَوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِإِسْنَادٍ فِيهِ ضَعْفٌ ، أَنَّهُ أَفْتَى بِذَلِكَ سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ ، فَأَمَرَ مُنَادِيَهُ أَنْ لَا تَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيدِ شَابَّةٌ ، وَكُلُّ الْعَجَائِزِ يَخْرُجْنَ . الْخَامِسُ : قَوْلُ الشَّافِعِيِّ . يُسْتَحَبُّ الْخُرُوجُ لِلْعَجَائِزِ وَمَنْ لَيْسَتْ مِنْ ذَوَاتِ الْهَيْئَاتِ . وَفَسَّرَ أَصْحَابُهُ ذَوَاتِ الْهَيْئَاتِ بِذَوَاتِ الْحُسْنِ وَالْجَمَالِ ، وَمَنْ تَمِيلُ النُّفُوسُ إِلَيْهَا ، فَيَكْرَهُ لَهَا الْخُرُوجُ ؛ لِمَا فِيهِ مِنَ الْفِتْنَةِ (فتح الباری لابن رجب) ۱

ترجمہ: اور عورتوں کے عیدین کی نماز کے لیے نکلنے سے متعلق بہت سی احادیث ہیں، جو کہ گزر چکی ہیں، اور بعض آگے بھی آتی ہیں۔

اور اس بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں، ایک قول مستحب ہونے کا ہے، جو کہ

سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے، جن میں حضرت علقمہ بھی شامل ہیں، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو عید کے لیے نکالا کرتے تھے، اور یہ بھی مروی ہے کہ وہ اُن کو روک کر رکھا کرتے تھے (شاید یہ مختلف حالات اور مختلف نوعیتوں کی عورتوں پر محمول ہو)

اور حضرت حارث نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہر باپردہ اور با نقاب عورت پر عیدین کے لیے نکلنا حق ہے، اور اُن کو عیدین کے علاوہ کسی نماز کی طرف نکلنے کی اجازت نہیں، اور یہی ہمارے اصحاب میں سے حضرت اسحاق اور ابن حامد کا قول ہے۔

اور امام احمد نے ابن منصور کی ایک روایت میں فرمایا کہ جب عورتیں نکلنا چاہیں تو میں اُن کو منع کرنا پسند نہیں کرتا۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ عورتوں کا نکلنا مباح و جائز ہے، نہ تو مستحب ہے اور نہ ہی مکروہ، یہ قول امام مالک سے مروی ہے، اور ہمارے اصحاب میں سے ایک جماعت کا قول ہے۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مکروہ ہے، اور یہ حضرت نخعی اور یحییٰ انصاری اور سفیان ثوری اور ابن مبارک کا قول ہے، اور امام احمد کا بھی حرب کی روایت کے مطابق کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے زمانے میں عورتوں کا نکلنا مجھے پسند نہیں، کیونکہ اس میں فتنہ ہے، اور ان حضرات نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حالت تبدیل ہو گئی، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن حالات کو پالیتے، جو عورتوں نے آپ کے بعد پیدا کر دیے ہیں، تو اُن کو مساجد سے منع فرما دیتے، اور یہ روایت پہلے گزر چکی ہے۔

اور چوتھا قول یہ ہے کہ بوڑھی عورتوں کو اجازت دی جائے گی، جوان عورتوں کو اجازت نہیں دی جائے گی، یہ حضرت نخعی سے بھی مروی ہے، اور یہی قول امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا ہے، اور اس کو حنبل نے احمد سے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابن عباس سے ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے کہ اسی کا حضرت سعید بن عاص نے فتویٰ دیا، اور اپنے منادی سے یہ اعلان کرایا کہ عید کے دن جوان عورت نہیں نکلے گی، اور بوڑھی عورتیں نکلیں گی۔

اور پانچواں قول امام شافعی کا ہے کہ بوڑھی عورتوں کو اور جو حسن و جمال والی نہیں ہیں، اُن کو نکلنا مستحب ہے، اور جن کی طرف نفس مائل ہوتے ہیں، اُن کو نکلنا مکروہ ہے، کیونکہ اُن کے نکلنے میں فتنہ ہے (ترجمہ ختم)

امام نووی رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

قَالَ أَصْحَابُنَا يُسْتَحَبُّ إِخْرَاجُ النِّسَاءِ غَيْرِ ذَوَاتِ الْهَيْئَاتِ وَالْمُسْتَحْسَنَاتِ فِي الْعِيدَيْنِ ذُونَ غَيْرِهِنَّ وَأَجَابُوا عَنْ إِخْرَاجِ ذَوَاتِ الْخُدُورِ وَالْمُخَبَّاتِ بِأَنَّ الْمَفْسَدَةَ فِي ذَلِكَ الزَّمَنِ كَانَتْ مَأْمُونَةً بِخِلَافِ الْيَوْمِ وَلِهَذَا صَحَّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا لَوْ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسَاجِدَ كَمَا مَنَعَتْ نِسَاءَ بَنِي إِسْرَائِيلَ (شرح النووی علی مسلم) ۱۔
ترجمہ: ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ اُن عورتوں کو عید کی نماز کے لیے نکالنا مستحب ہے، جو زیب و زینت اور حسن و جمال والی نہ ہوں۔

ان کے علاوہ کا نکالنا مستحب نہیں، اور ان حضرات نے جوان اور حسن و جمال والی عورتوں کے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں) نکالنے کا یہ جواب دیا

کہ اُس زمانے میں فتنہ و فساد نہیں تھا، بخلاف آج کے زمانے کے، اور اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ حالت دیکھ لیتے، جو عورتوں نے پیدا کر دی ہے، تو اُن کو مساجد سے منع فرما دیتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا تھا (ترجمہ ختم) اور علامہ ابن حجر رحمہما اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وَالْأُولَى أَنْ يُخَصَّ ذَلِكَ بِمَنْ يُؤْمِنُ عَلَيْهَا وَبِهَا الْفِتْنَةُ وَلَا يَتَرْتَبُ عَلَى حُضُورِهَا مَحْذُورٌ وَلَا تَزَاحَمَ الرِّجَالُ فِي الطَّرِيقِ وَلَا فِي الْمَجَامِعِ (فتح الباری لابن حجر) ۱

ترجمہ: اور مناسب یہ ہے کہ اس (یعنی عورتوں کے عید کی نماز کے لیے نکلنے کے جائز و مستحب ہونے) کو اُن عورتوں کے ساتھ خاص رکھا جائے، جن پر اور جن کے ذریعے سے فتنے سے حفاظت ہو، اور اُن کے عید کی نماز کے لیے حاضر ہونے پر کوئی خرابی لازم نہ آئے، اور نہ تو وہ راستے میں مردوں کے سامنے آئیں، اور نہ مجامع میں (ترجمہ ختم)

اور حنفیہ کی کتاب الحیط البرہانی میں ہے کہ:

قَالَ ثَمَّةٌ أَيْضًا: وَلَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ خُرُوجُ الْعِيدَيْنِ وَكَانَ تُرَخِّصُ لَهُنَّ فِي ذَلِكَ قَالَ: وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: فَأَمَّا الْيَوْمُ فَإِنِّي أَكْرَهُ لَهُنَّ ذَلِكَ وَأَكْرَهُ لَهُنَّ شُهُودَ الْجُمُعَةِ وَصَلَاةَ الْمَكْتُوبَةِ وَإِنَّمَا أُرَخِّصُ لِلْعَجُوزِ الْكَبِيرَةِ أَنْ تَشْهَدَ الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ وَالْعِيدَيْنِ.

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ، وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: يُرَخِّصُ لِلْعَجُوزِ فِي حُضُورِ الصَّلَاةِ كُلِّهَا، وَفِي الْكُسُوفِ وَالْإِسْتِسْقَاءِ (المحیط

البرہانی لابن مازۃ البخاری) ۱

ترجمہ: امام محمد رحمہ اللہ نے الاصل میں یہ بھی فرمایا کہ: عورتوں پر عید کی نماز کے لیے نکلنا لازم نہیں، البتہ اُن کو اس کی اجازت دی جاتی تھی، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آج کے دور میں، میں عورتوں کو عید کی نماز اور جمعہ کی نماز اور فرض نماز کے لیے نکلنے کو مکروہ سمجھتا ہوں، اور میں صرف بوڑھی اور بڑی عورتوں کو عشاء اور فجر اور عیدین کی نماز کے لیے اجازت دیتا ہوں، اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے فرمایا کہ بوڑھی عورتوں کو تمام نمازوں میں (عید الفطر کی نماز سمیت) اور گرہن اور استسقاء کی نماز میں حاضر ہونے کی اجازت ہے (ترجمہ ختم)

اور امام کا سانی رحمہ اللہ فقہ حنفی کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

وَأَمَّا الْعَجَائِزُ فَلَا خِلَافَ فِي أَنَّهُ يُرَخَّصُ لَهُنَّ الْخُرُوجُ فِي الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالْعِيدَيْنِ، وَاخْتَلَفُوا فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْجُمُعَةِ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: لَا يُرَخَّصُ لَهُنَّ فِي ذَلِكَ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ يُرَخَّصُ لَهُنَّ فِي ذَلِكَ وَأَمَّا صَلَاةُ الْعِيدِ فَإِنَّهَا تُؤَدَّى فِي الْجَبَانَةِ فَيُمْكِنُهَا أَنْ تَعْتَزَلَ نَاحِيَةً عَنِ الرِّجَالِ كَمَا لَا تُصَدِّمُ فَرَخَصَ لَهُنَّ الْخُرُوجَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ ثُمَّ هَذَا الْخِلَافُ فِي الرُّخْصَةِ وَالْإِبَاحَةِ فَأَمَّا لَا خِلَافَ فِي أَنَّ الْأَفْضَلَ أَنْ لَا يَخْرُجْنَ فِي صَلَاةٍ لِمَا رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي دَارِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي مَسْجِدِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي دَارِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا (بدائع الصنائع) ۲

۱ ج ۲ ص ۱۰۱، ۱۰۲، کتاب الصلاة، الفصل السادس والعشرون في صلاة العيدين، دار الكتب العلمية، بيروت.

۲ ج ۱، صفحہ ۲۷۵، کتاب الصلاة، فصل صلاة العيدين، دار الكتب العلمية، بيروت.

ترجمہ: جہاں تک بوڑھی عورتوں کا تعلق ہے، تو اس بارے میں (احناف کا) کوئی اختلاف نہیں کہ ان کو فجر اور مغرب اور عشاء اور عیدین کی نماز میں نکلنے کی اجازت دی جائے گی، اور ظہر اور عصر اور جمعہ کی نماز کے لیے نکلنے کے بارے میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ان نمازوں کے لیے اجازت نہیں دی، اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے اجازت دی ہے..... اور جہاں تک عید کی نماز کا تعلق ہے تو وہ چونکہ عید گاہ میں ادا کی جاتی ہے، پس عورتوں کے لیے یہ بات ممکن ہے کہ وہ مردوں سے الگ ایک کنارہ پر رہیں، تاکہ مردوں سے ٹکراؤ نہ ہو، اس لیے ان کو عید کی نماز کے لیے اجازت دی جائے گی، واللہ اعلم۔

پھر یہ اختلاف رخصت اور اباحت کا ہے، اور اس بارے میں (امام ابوحنیفہ اور صاحبین کا) کوئی اختلاف نہیں کہ افضل یہی ہے کہ عورتیں کسی نماز کے لیے بھی نہ نکلیں، اس حدیث کی وجہ سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عورت کی نماز اپنے گھر میں افضل ہے اس کے مسجد میں نماز پڑھنے سے، اور عورت کی اپنے کمرے میں نماز پڑھنا افضل ہے اُس کے گھر (کے صحن وغیرہ) میں نماز پڑھنے سے، اور عورت کا اندر کی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا افضل ہے اُس کے کمرے میں نماز پڑھنے سے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَقَالَ ابْنُ الْهَمَامِ: وَتَخْرُجُ الْعَجَائِزُ لِلْعِيدِ لَا الشَّوَابُّ اهـ . وَهُوَ قَوْلُ عَدْلٍ، لَكِنْ لَا بُدَّ أَنْ يُقَيَّدَ بِأَنْ تَكُونَ غَيْرَ مُشْتَهَاةٍ فِي ثِيَابٍ بِذِلَّةٍ، بِإِذْنِ حَلِيلِهَا مَعَ الْأَمْنِ مِنَ الْمَفْسَدَةِ بِأَنْ لَا يَخْتَلِطَنَّ بِالرِّجَالِ، وَيَكُنَّ خَالِيَاتٍ مِنَ الْحُلِيِّ وَالْحُلَلِ، وَالْبُخُورِ وَالشُّمُومِ، وَالتَّبَخُّرِ وَالتَّكْشُفِ، وَنَحْوِهَا مِمَّا أُحْدِثْنَ فِي هَذَا الزَّمَانِ مِنَ الْمَفَاسِدِ (مرقاۃ المفاتیح) ۱

ترجمہ: اور علامہ ابن ہمام نے فرمایا کہ بوڑھی عورتیں عید کی نماز کے لیے نکلیں گی نہ کہ جوان عورتیں، اور یہ معتدل قول ہے۔ لیکن اس بات کی قید ضروری ہے کہ شہوت پرست عورت نہ ہو، پُرانے اور سادے لباس میں ہو، اپنے شوہر کی اجازت کے ساتھ ہو، اور مفسدے سے اطمینان ہو بایں طور کہ مردوں کے ساتھ اختلاط نہ کریں، اور زیور اور مزین لباس میں نہ ہوں، اور خوشبو اور عطر وغیرہ نہ لگائیں، اور اتراہٹ اور بے پردگی وغیرہ اختیار نہ کریں، جو کہ آج کل کے دور میں انہوں نے مفاسد پیدا کر رکھے ہیں (ترجمہ ختم)

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ عورتوں پر عید کی نماز لازم نہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں خواتین کا عید کی نماز کے لیے جانا ثابت اور فی نفسہ جائز ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فتنے و فساد پیدا ہونے کی وجہ سے اہل علم حضرات کا اس سلسلہ میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

بعض فقہاء کے نزدیک تو فتنہ و فساد سے بچنے کا اہتمام کرتے ہوئے مطلقاً عورتوں کو عید کی نماز کے لئے نکلنا جائز ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک خواتین کو عید کی نماز کے لیے گھر سے باہر نہ نکلنا افضل ہے، اور بہتر یہ ہے کہ وہ گھر میں رہ کر ہی عبادت و ذکر کریں۔

اور جوان عورتوں کو فتنہ و فساد لازم آنے کی وجہ سے عید کی نماز کے لیے گھر سے باہر نکلنا مکروہ ہے۔

البتہ بوڑھی اور معمر خواتین کو عید کی نماز کے لیے گھر سے نکلنا جائز ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بوڑھی خواتین کے ساتھ ساتھ اُن خواتین کو بھی نکلنا جائز بلکہ مستحب ہے، جو کہ بوڑھی تو نہیں ہیں، لیکن حسن و جمال والی نہیں ہیں، اور جو حسن و جمال والی ہوں ان کو فتنہ و فساد لازم آنے کی وجہ سے نکلنا مستحب نہیں ہے۔

مگر یہ شرط دونوں بلکہ سب حضرات کے نزدیک ضروری ہے کہ فتنہ و فساد سے بچنے بچانے کا پورا پورا اہتمام و انتظام کیا جائے۔

چنانچہ آمدورفت اور نماز پڑھنے کی جگہ نامحرم لوگوں سے الگ اور مکمل پردے کے ساتھ ہو، خواتین پر کشتی لباس و چادر اور زیور وغیرہ سے مزین ہو کر اور زیب و زینت اختیار کر کے اور خوشبو لگا کر نہ نکلیں، تاکہ ہر قسم کے فتنوں کا سد باب رہے، اور ان شرائط کی خلاف ورزی کر کے نکلنا جائز نہیں۔

اور آج کل کے دور میں کیونکہ عام طور پر خواتین ان شرائط کی پابندی کا اہتمام نہیں کرتیں، جس کی وجہ سے بعد کے بعض حضرات نے علی الاطلاق منع کر دیا ہے۔^۱ لیکن دوسری طرف اس میں بھی شبہ نہیں کہ آج کل اکثر خواتین کی دین سے ناواقفیت اور جہالت کا جو عالم ہے، کہ وہ نماز، روزہ کے ضروری اور اہم مسائل سے بھی واقف نہیں، اور

۱۔ قال المصنف فی الکافی والفتویٰ الیوم علی الکراهة فی الصلاة کلها لظهور الفساد ومتی کره حضور المسجد للصلاة فلأن یکره حضور مجالس الوعظ خصوصا عند هؤلاء الجهال الذین تحلوا بحلیة العلماء أولى. ذکرہ فخر الإسلام اہ۔

وفی فتح القدير المعتمد منع الكل فی الكل إلا العجائز المتفانية فیما یظهر لی دون العجائز المتبرجات وذوات الرمق. اہ۔

وقد یقال هذه الفتوى التي اعتمدها المتأخرون مخالفة لمذهب الإمام وصاحبه فإنهما نقلوا أن الشابة تمنع مطلقا اتفاقا، وأما العجوز فلها حضور الجماعة عند أبي حنيفة فی الصلاة إلا فی الظهر والعصر والجمعة، وقالوا یخرج العجائز فی الصلاة کلها کما فی الهدایة والمجمع وغیرهما فالإفتاء بمنع العجوز فی الكل مخالف للكل فالاعتماد علی مذهب الإمام (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج ۱ ص ۳۸۰، کتاب الصلاة، باب الإمامة)

اصل مذهبنا جواز خروج النساء للعیدین، ونهی أرباب الفتوى، وفی مذهب غیرنا تضییق مما فی مذهبنا، وأما من یُدعی العمل بالحديث فیقطع علی الأحناف علی منعهن النساء من خروجهن إلی المصلی والمساجد، وهذا من قلة التدبر، ونقل أصل مذهبنا العینی من التوضیح علی البخاری للشیخ سراج الدین بن الملقن تلمیذ المغلطائی الحنفی، أقول: لقد أبعد العینی فی النجعة والحال أن المسألة مذکورة فی الهدایة ص ۱۰۵ وقالوا: ینخرجن فی الصلوات کلها لأنه لا فتنة لقللة الرغبة، فلا یکره کما فی العید، انتهى. وکذلک روى فی الخروج إلی العید فی حاشیة الهدایة من المبسوط (العرف الشذی، باب ما جاء فی خروج النساء فی العیدین)

عقائد و نظریات میں بھی انتہائی کمزوری پائی جاتی ہے، اور اہل باطل مختلف طریقوں سے خواتین کے عقائد و نظریات اور اعمال کے بگاڑنے کے درپے ہیں، اور خواتین کے شوہروں اور سرپرستوں کو بھی اس طرف توجہ نہیں۔

ان حالات میں اگر ممکنہ حد تک مفاسد کا سد باب کرتے ہوئے، اور شرائط کا اہتمام کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے خواتین اور بالخصوص بوڑھی خواتین کے لئے عید، وغیرہ کے موقع پر شرکت کا انتظام کیا جائے، تاکہ اس کے ذریعہ سے ان کو دین کے احکام کی وعظ و تبلیغ کی جاسکے، بشرطیکہ وہ اعتقاد دین کے احکام کی صحیح تبلیغ ہو، تو اس کی گنجائش ہونی چاہئے۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ عورتوں کو بھی بغرض تعلیم و اصلاح شریک فرمایا تھا، مکامراً۔ ۱

۱۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور جلیل القدر صحابہ کرام کے انداز کلام اور طرز عمل سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ بجائے اس کے کہ خواتین کو برے سے مساجد میں آنے سے منع کیا جائے، ان کو شرائط کے اہتمام کی طرف توجہ دلانی چاہئے، اور سرپرست حضرات کو بھی ان کا اہتمام کرانا چاہئے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وإذا أرادت المرأة أن تخرج إلى مجلس العلم بغیر إذن الزوج لم یکن لها ذلك فإن وقعت لها نازلة فسألت زوجها وهو عالم فأخبرها بذلك ليس لها أن تخرج بغیر إذنہ وأن كان الزوج جاهلاً وسأل عالماً عن ذلك فکذلك وأن امتنع الزوج عن السؤال كان لها أن تخرج بغیر إذنہ لأن طلب العلم فیما یحتاج إليه فرض علی کل مسلم ومسلم فیکدم علی حق الزوج وأن لم یقع لها نازلة وأرادت أن تخرج علی مجلس العلم لتتعلم مسائل الصلاة والوضوء فإن كان الزوج یحفظ تلك المسائل ویذكر لها ذلك ليس لها أن تخرج بغیر إذنہ فإن كان الزوج لا یحفظ المسائل فالأولی له أن یأذن لها بالخروج فإن لم یأذن فلا شیء علیه ولا یسع لها أن تخرج بغیر إذنہ ما لم یقع لها نازلة (فتاویٰ قاضیخان، کتاب النکاح)

وإذا أرادت أن تخرج إلى مجلس العلم لنازلة وقعت لها، فإن كان الزوج یسأل عن العالم ویخبرها بذلك، فليس لها أن تخرج. وإذا امتنع من السؤال، فلها أن تخرج وإن لم تقع لها نازلة، فأرادت أن تخرج إلى مجلس العلم لتتعلم بعض مسائل الصلاة والوضوء، فإن كان الزوج یحفظ المسائل ویذكر عندها له أن یمنعها من الخروج، وإن كان لا یحفظ ولا یذكر عندها، فالأولی أن یأذن لها بالخروج أحياناً، وإن لم یأذن فلا شیء علیه، ولا یسعها أن تخرج ما لم تقع لها نازلة (المحیط البرهانی، ج ۳ ص ۱۷۲، کتاب النکاح، الفصل الثانی والعشرون: فی بیان ما للزوج أن یفعل: وما یس له أن یفعل)

عید کے دن قبرستان جانے کا اہتمام

آج کل بہت سے لوگ عید کے دن میں قبرستان جانے کا بھی بہت زیادہ اہتمام بلکہ التزام کرنے لگے ہیں، اور اگر کوئی عید کے دن میں قبرستان نہ جائے تو اسے بہت معیوب خیال کرتے ہیں۔

اور اسی پر بس نہیں مردوں کے علاوہ عورتیں بھی قبرستان جانے کا اہتمام کرتی ہیں، بلکہ خوب زیب و زینت کے ساتھ بن سنور کر اور بے پردہ ہو کر قبرستان جاتی ہیں اور پھر قبرستان میں جا کر بے شمار بدعات و منکرات کا بھی ارتکاب کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عید کے دنوں میں قبروں پر ڈالے جانے والے پھولوں، پتیوں اور اسی قسم کی دوسری چیزوں کی خرید و فروخت بھی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے اور بہت سے لوگ خاص عید کے دن اس کا رو بار سے بہت سا پیسہ کماتے ہیں۔

اور عید کے دن بے شمار بدعات و منکرات کا ارتکاب ہوتا ہے۔

حالانکہ خاص عید کے دن قبرستان جانا عید کی سنت نہیں، لہذا اس کا اہتمام و التزام اور عید کی سنت یا حصہ سمجھنا اور عید کی نماز کی طرح اس کا اہتمام و التزام کرنا درست نہیں۔ ۱

۱۔ البتہ ہندو میں غرائب سے نقل کیا گیا ہے کہ:

وأفضل أيام الزيارة أربعة يوم الاثنين والخميس والجمعة والسبت والزيارة يوم الجمعة بعد الصلاة حسن ويوم السبت إلى طلوع الشمس ويوم الخميس في أول النهار وقيل في آخر النهار وكذا في الليالي المتبركة لا سيما ليلة براءة وكذلك في الأزمنة المتبركة كعشر ذي الحجة والعيدين وعاشوراء وسائر المواسم كذا في الغرائب (الفتاوى الهندية، ج ۵، ص ۳۵۰، كتاب الحظر والاباحة، الباب السادس عشر في زيارة القبور وقراءة القرآن في المقابر)

مگر اولاً تو یہ غرائب کی عبارت ہے، جس کی کسی حدیث سے تائید نہیں ہوتی، اور منکرات و التزامات کے ہوتے ہوئے اس سے استدلال مزید مخدوش ہو جاتا ہے۔

وقد ذكرنا مسئلة زيارة القبور في ”شعبان وحب براءة كفضائل واحكام“ وهو مؤيد بالحديث الضعيف، فافترقا.

اور عورتوں کا تو آج کے ماحول میں عید کے دن کے علاوہ بھی قبرستان جانے کا اہتمام درست نہیں اور اس میں کئی خرابیاں جمع ہیں۔

اگر قبرستان جا کر کوئی بدعت انجام نہ دی جائے تو بھی خود عید کے دن جانے کو ضروری سمجھنا اور اس کا التزام کرنا درست نہیں، اور اگر دوسری خرابیاں بھی شامل ہوں تو پھر اس کے ناجائز ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔ ۱

عید کے دن مروجہ سوئیاں ”شیر خورما“ پکانے کی شرعی حیثیت

عید کے دن اپنے اہل و عیال پر حسبِ حیثیت کسی بھی قسم کے کھانے کی وسعت کرنا اور اس

۱۔ عوض (ای الشیطان) لهم عن سرعة الدوبة زيارة القبور قبل ان يرجعوا الى اهلهم يوم العيد وزين لم ذالك وارا هم ان زيارة الاقارب من الموتى في ذالك اليوم من باب البر وزيارة الود لهم وانه من قوة التفجع عليهم اذ فقد هم في مثل هذا العيد وفي زيارة في غير هذا اليوم من البدع والمحرمات ما تقدم ذكره في زيارة القبور فكيف به في هذا اليوم الذي فيه النساء يلبسن ويتحلين ابتداءً ويتجملن فيه بغاية الزينة مع عدم الخروج فكيف بهن في الخروج في هذا اليوم، فتراهن يوم العيد على القبور متكشفات قد خلعن جلباب الحياء عنهن فبدل لهم موضع السنة محرمًا ومكروهاً، فالمكروه في كونه اخرهم عن سرعة الدوبة الى الاهل لانها السنة كما تقدم والمحرم ما يشاهد الزائر من احوالهن في المقابر على الصفة المذمومة المتقدمة (المدخل لابن الحاج، ج ۱ ص ۲۸۶، الموسم الاول عيد الاضحى)

قد تقدم ان السنة في الخروج الى صلاة العيدين سرعة الدوبة الى الاهل فلا يشتغل بزيارة القبور وله ان يزور اخوانه من الاحياء لكن ان كان له اهل فليبدأ بهم ويزيل تشوفهم اليه ثم بعد ذالك يمشى لما يختاره من زيارة ماذكر وان لم يكن له اهل فليمشى الى اخوانه ومعارفة المتقين من الاولياء والصالحين للتبرك برؤيتهم والتماس الدعاء منهم لكن يتحرى وقت زيارتهم اذ ان الغالب من اخوانه انهم يضحون والسنة فيها ان يتولى المكلف ذالك بنفسه فاذا خرج الوقت الذي هو معد للذبح غالباً فليمش عليهم كما تقدم ذكره وان علم ان فيهم من لم يذبح فله ان يأتي اليه في اى وقت شاء لعدم المانع (المدخل ج ۲ ص ۲۸۸، ۲۸۹، فصل في انصراف الناس عن صلاة العيد)

ولم يذكر الفقهاء زيارة القبور من سنن العيدين مع انهم قد ذكروا اعمال العيدين مفصلاً ونص الفقهاء معتبراً بمفهوم المخالفة كما ذكر في رسم المفتى. وقد ذكر في عمدة الفقه زيارة القبور من مستحبات العيدين ولم اقف على هذا من عبارات الفقهاء الا في الهندية من روايته الغرائب وان سلم فقد ثبت من الاصول ان المنكر اذا دخل في المستحب فهو يكون قابل الترك والمنكرات توجد كثيراً في هذا العمل. محمد رضوان.

دن گھر میں اپنی استطاعت کے مطابق کوئی بھی اچھا اور اپنا کوئی بھی پسندیدہ کھانا بنا لینا مستحب ہے، بشرطیکہ اس میں غلو، اسراف اور تکلف نہ کیا جائے اور کسی خاص قسم کے کھانے کو زیادہ ثواب کا باعث نہ سمجھا جائے۔ ۱

اور اس کی تفصیل پہلے عید کے دن مسنون و مستحب اعمال کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ جہاں تک عید کے دن مخصوص طریقے پر چھوڑے سوؤں اور دودھ میں ملا کر پکانے کا تعلق ہے تو صرف پسند ہونے کی وجہ سے کوئی اگر عید کے دن تیار کر لے تو فی نفسہ جائز ہے، اور کوئی گناہ نہیں، مگر شرط یہ ہے کہ اس کو نہ تو عید کے دن کی سنت اور ثواب یا ضروری سمجھے اور نہ ہی خلاف ورزی کرنے والے پر لعن طعن کرے۔

لہذا خاص سوؤں کو عید کی سنت قرار دینا یا انہیں عید کے دن پکانے کو ایسا لازمی اور ضروری سمجھنا کہ جو شخص عید کے دن سویاں نہ پکائے اس پر نکیر کرنا شرعی حیثیت سے جائز نہیں۔ البتہ جو لوگ ایسا نہ سمجھیں بلکہ صرف اپنی سہولت یا پسند کے مطابق اس کو معمول بنائیں تو اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔

جیسا کہ ہمارے علاقہ میں رمضان کے دنوں میں عموماً افطار کے موقع پر پکڑوؤں کا اہتمام کیا جاتا ہے مگر ان کو سنت یا ضروری کوئی بھی نہیں سمجھتا بلکہ پسند کی وجہ سے معمول رکھا جاتا ہے۔ البحر الرائق میں ہے کہ:

وَأَمَّا مَا يَفْعَلُهُ النَّاسُ فِي زَمَانِنَا مِنْ جَمْعِ التَّمْرِ مَعَ اللَّبَنِ وَالْفِطْرِ عَلَيْهِ فَلَيْسَ لَهُ أَصْلٌ فِي السُّنَّةِ (البحر الرائق) ۲

۱۔ السنۃ فی عید الفطر التوسعة فیہ علی الاہل بای شی کان من الماکول اذ لم یرد الشرع فیہ بشی معلوم فمن وسع علی اہلہ فیہ فقد امتثل السنۃ ویجوز ان یتخذ فیہ طعاماً معلوماً اذ هو من المباح لکن بشرط عدم التکلف فیہ وبشرط ان لا یجعل ذالک سنۃ یستن بہا فمن خالف ذالک فکانہ ارتکب کبیرۃ واذا وصل الامر الی هذا الحد ففعل ذالک بدعۃ اذ انہ بسبب ذالک ینسب الی السنۃ مالیس منها، وكذلك یشتراط ان یکون علی لسان العلم (المدخل لابن

الحاج، ج ۱ ص ۲۸۷، الموسوم الثانی عید الفطر)

۲۔ ج ۲ ص ۱۷۱، کتاب الصلاۃ، باب العیدین۔

ترجمہ: اور ہمارے زمانے میں جو لوگ (عید کے دن) یہ عمل کرتے ہیں کہ چھوڑے کو دودھ کے ساتھ جمع کرتے ہیں اور پھر اس سے افطار بھی کرتے ہیں تو اس کی سنت میں کوئی اصل نہیں (ترجمہ ختم)

اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: عید کے روز سوئیوں کے پکانے کو کوئی عبادت اور دین نہیں سمجھتا، جس سے بدعت ہونے کا شبہ ہو (الافاضات الیومیہ جلد ۶ صفحہ ۳۱۸، ملفوظ نمبر ۳۶۸ و انفاص عیسیٰ جلد ۲ صفحہ ۶۱۴) اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ: سویاں کھانا کھلانا کوئی شرعی بات نہیں ہے (کفایت المفتی جلد سوم، صفحہ ۳۰۷، چھٹا باب، نماز عیدین)

اور اگر کسی جگہ عید کے دن خاص سویاں بنانے کو عید کی سنت یا ایسی لازمی رسم سمجھی جائے کہ اگر سویاں نہ بنائی جائیں تو اس کو بُرا سمجھا جائے، اور اگر اپنے پاس انتظام نہ ہو تو اس کے لئے قرض تک لینے سے بھی گریز نہ کیا جائے یا اسی قسم کی کوئی اور خرابی شامل ہو تو پھر یہ عمل ممنوع ہو جائے گا، اور اسی قسم کی خرابیوں کی وجہ سے بعض علمائے کرام نے عید کے دن سویاں پکانے سے منع کیا ہے۔ ۱

۱۔ چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اس قسم کی خرابیاں پائے جانے کی صورت میں تحریر فرماتے ہیں کہ: اور عید الفطر میں سویاں پکانا نافی نفسہ (یعنی اپنی ذات کے لحاظ سے) مباح ہے مگر لوگوں نے اس میں خرابیاں پیدا کر لی ہیں:

(۱) اس کو ضروری سمجھتے ہیں حتیٰ کہ اگر سویاں نہ پکائی جاویں تو گویا عید ہی نہیں ہوئی، ایسے التزام و اہتمام کا خلاف شرع ہونا پر مذکور ہو چکا ہے (۲) اس پابندی کی بدولت یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ اگر پاس خرچ نہ ہو تو قرض لے کر کو سودی ہی ملے، ضرور اس کا اہتمام کرتے ہیں (۳) اس کی نسبت ایک موضوع روایت مشہور کی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آٹا پکا کر مروٹیاں جمع کر کے سویاں پکائی تھیں، یہ محض تہمت ہے کہیں ثابت نہیں (۴) اور دینے لینے میں ریا و تفاخر ہونا یہاں بھی موجود ہے..... اس تاریخ میں حضرت پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف اس قدر ثابت ہے کہ چند خرما نوش فرما کر عید گاہ تشریف لے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملفوظ رہے کہ عید کے دن مروجہ سویوں کے سنت یا ثواب ہونے پر بعض لوگوں کو اس سے شبہ ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عید کی نماز کے لئے تشریف لے جانے سے پہلے کھجور، چھوڑے وغیرہ کھانے کا معمول تھا، جس کا ذکر پہلے گزرا۔

مگر اؤ لا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول عید الفطر کی نماز سے پہلے کا تھا، دوسرے مخصوص مروجہ سویوں کا اس مسئلے سے تعلق نہیں۔

اور جیسا کہ عید کے دن مسنون و مستحب اعمال کے ذیل میں گزر چکا ہے کہ عید الفطر کے دن عید کی نماز سے پہلے کچھ کھا لینا سنت ہے، جس میں طاق عدد کھجور یا چھوڑے کھانا افضل ہے، اور اگر کھجوریں موجود نہ ہوں تو کوئی دوسری میٹھی چیز کھالے، میٹھی چیز بھی نہ ہو تو جو چیز بھی میسر ہو وہی کھالے، خواہ وہ نمکین ہی ہو، اس سے بھی یہ سنت ادا ہو جائے گی، اور اگر بغیر کچھ کھائے پیئے کوئی شخص عید کی نماز کے لئے چلا جائے تب بھی گناہ نہیں۔ ۱

بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عید الفطر کے دن کھجور کھا کر جانے سے مروجہ سویوں پر استدلال مشکل ہے، اور اس سلسلہ میں اصل بات وہی ہے جو ہم نے شروع میں ذکر کر دی ہے کہ فی نفسہ پسند و غیرہ ہونے کے باعث یہ جائز و مباح عمل ہے، اور عید کی سنت یا لازم و ضروری سمجھنا غلط ہے۔

عیدی کا لین، دین

عید کے موقع پر آج کل بعض لوگوں میں نقدی یا کھانے پینے کی چیز کی شکل میں ایک دوسرے

﴿ گزشتہ صفحے کا ایقہ حاشیہ ﴾

جاتے تھے، اگر رغبت و لذت کے لیے دودھ سویاں وغیرہ بھی اضافہ کر لے تو مباح ہے، مگر اس کا ایسا پابند نہ ہو جس سے مفاسد مذکورہ لازم آویں، کبھی کبھی نانہ بھی کر دیا کریں، گنجائش نہ ہونے کے وقت خواہ خواہ تردد میں نہ پڑے اور گنجائش کے وقت بھی رسوم کا اتباع نہ کرے، بے تکلفی سے جو ہو جاوے اس پر بس کرے (اصلاح الرسوم صفحہ ۱۸۱، ۱۸۲، تیسرا باب، فصل سوم)

۱۔ اس کی تفصیل پیچھے عید کے دن مسنون و مستحب اعمال کے ضمن میں حاشیہ میں گزر چکی ہے۔

کو عیدی کا لین دین بھی بہت زیادہ عام ہو گیا ہے، اس بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ مروّجہ عیدی، شرعی عید کی سنت یا لازم نہیں۔

سنت اور لازم سمجھے بغیر اور دوسری خرابیوں سے بچ کر صرف دوسروں کی ضرورت کو پیش نظر رکھ کر یا محبت کے طور پر اخلاص کے ساتھ جائز بلکہ امید ہے کہ باعثِ ثواب ہے۔ لیکن قرض سمجھ کر یا بڑائی ظاہر کرنے کے لئے اس کا لین دین جائز نہیں اور آج کل بعض جگہ اس میں فخر و نمود اور ادلا بدلا کی نیت ہوتی ہے، جو ایک اعتبار سے قرض میں داخل ہو جاتی ہے، اور اس کا لین دین ضروری سمجھا جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسی خرابیوں کے ہوتے ہوئے یہ ناجائز ہے (ملاحظہ ہوا حسن الفتاویٰ ج ۸ ص ۱۲۸ اور سالہ ”بدعات رمضان“ ص ۶۷)

اسی طرح کھانے یا کسی دوسری چیز کا لین دین ضروری سمجھنا اور کسی کے گھر سے نہ آئے تو اس کو معیوب قرار دینا یا اس میں ادلا بدلی اور قرض کی نیت کرنا بھی جائز نہیں، جیسا کہ بعض جگہ دستور ہے کہ اگر کسی جگہ سے کوئی چیز آئی تو وہاں اپنی طرف سے بھی بھیجنا ضروری سمجھا جاتا ہے بلکہ بعض جگہ خالی برتن واپس آنے کو بھی برا سمجھا جاتا ہے۔

ہاں اگر اس قسم کی رسموں اور خرابیوں سے بچ کر ہو اور ایک صدقہ یا ہدیہ کی شکل ہو تو پھر کوئی حرج نہیں (ملاحظہ ہو بہشتی زیور حصہ ۶ ”عید کی رسموں کا بیان“)

بعض لوگ اسی طرح فخر و تفاخر کی غرض سے عید کے موقع پر ایسے کیک تیار کر کے دوسروں کے یہاں بھیجتے ہیں کہ جن میں مختلف طرح کی تصاویر تیار کی جاتی ہیں، اس میں تصویر کا گناہ بھی شامل ہے۔

البتہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ عید کے دن اہل و عیال کے لیے اپنی حیثیت کے مطابق اچھا اور عمدہ کھانا تیار کیا جاسکتا ہے، مگر وہ ان رسموں سے الگ چیز ہے۔ ۱۔

۱۔ السنة فی عید الفطر التسعة فیہ علی الاہل بای شی کان من الماکول اذ لم یرد الشرع فیہ بشی معلوم فمن وسع علی اہله فیہ فقد امتثل السنة ویجوز ان یتخذ فیہ طعاماً معلوماً اذ هو من المباح لکن بشرط عدم التکلف فیہ وبشرط ان لا یجعل ذالک سنة یستن بها فمن خالف ذالک ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اسی طرح عید کے دن صدقہ کی فضیلت آئی ہے، اور صدقہ میں اپنے ضرورت مند رشتہ داروں، عزیزوں اور اہل و عیال کو ترجیح حاصل ہے، اس حیثیت کو ملحوظ رکھ کر اور خرابیوں سے بچتے ہوئے دوسرے کا تعاون کرنے کی ممانعت نہیں، جس کی تفصیل عید کے دن کے مسنون و مستحب اعمال کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

فوتگی والے گھر جانے کی رسم

بعض لوگ پہلی عید پر فوتگی والے گھر میں جانے کی رسم ضروری سمجھتے ہیں، جس میں وہاں جا کر تعزیت اور افسوس کا اظہار و دعا کرتے ہیں، جبکہ فوتگی کو کافی عرصہ گزر چکا ہوتا ہے اور اپنے موقع پر تعزیت کی سنت بھی ادا کی جا چکی ہوتی ہے۔ اس کا بھی شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔

تعزیت تو خود ہی ایک مرتبہ کرنا سنت ہے اور وہ بھی تین دن کے اندر اندر سنت ہے (إلا یہ کہ کوئی مجبوری ہو) اور اس میں بھی افسوس کا اظہار کرنا کوئی کارِ ثواب نہیں، بلکہ تعزیت میں اصل چیز تسلی و ہمدردی کا سامان ہے، اس رسم کے نتیجہ میں عید کا دن جو کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے خوشی کا دن ہے اور اس دن لوگ اللہ کے مہمان ہوتے ہیں، غم و بالا اور تازہ کر کے عید کی اس خوشی کو غمی سے تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

لہذا اس رسم کو اختیار کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔

فوتگی والے گھر میں سوگ کا سماں

جس گھر میں فوتگی ہو جاتی ہے تو اس کے بعد آنے والی پہلی عید کے موقع پر اس گھر کے افراد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فكانه ارتكب كبيرة واذا وصل الامر الى هذا الحد ففعل ذالك بدعة اذ انه بسبب ذالك ينسب الى السنة ماليش منها، وكذلك يشترط ان يكون على لسان العلم (المدخل لابن الحاج، ج ۱ ص ۲۸۷، الموسم الثاني عيد الفطر)

خوشی منانا اور اچھے کپڑے وغیرہ پہننا معیوب سمجھتے ہیں، اگرچہ عید سے پہلے فوتگی کے بعد انہوں نے مختلف موقعوں پر تقریبات وغیرہ میں شریک ہو کر اچھے لباس اور خوشی کے اظہار کا کتنا ہی اہتمام کیوں نہ کیا ہو، لیکن جس دن یہ لوگ اللہ کے مہمان ہوتے ہیں اور خاص اس دن میں خوشی کا اظہار اور اچھا لباس پہننا، اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار کرنا اللہ کو پسند اور ثواب کا کام ہے، اس دن یہ لوگ اچھے خاصے سوگوار بن کر بیٹھ جاتے ہیں۔

پھر یہ بھی سوچنے کی زحمت نہیں کی جاتی کہ اگر مردہ اچھی جگہ چلا گیا تو اس کی خوشی اور عید ہم سے بہتر ہے، اور اگر بُری جگہ چلا گیا تو ہماری عید کی خوشی سے اس کو کوئی فائدہ نہیں۔ ۱۔
(تفصیل کے لیے ہماری دوسری کتاب ”ماہِ محرم الحرام کے فضائل و احکام“ ملاحظہ فرمائیں)

۱۔ یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ شرعی اعتبار سے سوگ کرنا صرف چند صورتوں میں عورتوں کے حق میں ثابت ہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱)..... جس عورت کو اس کے شوہر نے طلاق بائن (ایسی طلاق جس میں نکاح ختم ہو جاتا ہے) دیدی ہو اس پر عدت کے زمانہ میں سوگ کرنا واجب ہے۔ عدت ختم ہونے کے بعد واجب نہیں بلکہ جائز بھی نہیں (جس عورت نے مرد سے شرعی طلاق حاصل کیا ہو یا جس عورت کا نکاح شرعی اصولوں کے مطابق کسی مسلمان حاکم نے فتح کیا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے)

(۲)..... جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہو اس پر عدت کے زمانہ میں سوگ کرنا واجب ہے عدت کے بعد واجب نہیں، بلکہ جائز بھی نہیں۔

(۳)..... شوہر کے علاوہ کسی قریبی رشتہ دار (باپ بیٹے وغیرہ) کے فوت ہونے پر صرف تین دن تک عورت کو سوگ کرنے کی اجازت ہے واجب اور ضروری نہیں تین دن کے بعد یہ اجازت بھی نہیں اس کے علاوہ کسی موقع پر عورت کو سوگ کرنے کی اجازت نہیں اور مرد کو تو سوگ کرنا کسی حال میں بھی جائز نہیں۔

اور شرعی سوگ کا طریقہ یہ ہے کہ عورت اتنے عرصہ میں ایسے کپڑے نہ پہنے اور ایسا رنگ ڈھنگ اختیار نہ کرے جس سے مردوں کو کشش اور میلان ہوتا ہو۔ خوشبو، سرمہ، مہندی اور دوسری زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کی چیزیں چھوڑ دے۔ اس کے علاوہ اپنی طرف سے سوگ کے طریقے اختیار کرنا جائز نہیں مثلاً غم کے اظہار کے لئے مخصوص رنگوں کے (مثلاً کالے) کپڑے پہننا وغیرہ۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ جب ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو (ان کے والد) حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے تیسرے دن خوشبو منگائی جو زرد رنگ کی تھی اور اپنے بازوؤں اور رخساروں پر ملی اور فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت تھی (لیکن اس ڈر سے کہ کہیں میں تین دن سے زیادہ سوگ کرنے والی عورتوں میں شمار نہ ہو جاؤں میں نے خوشبو لگائی) میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”ایسی عورت کے لئے جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں ہے کہ (کسی کے فوت ہونے پر) تین دن تین رات سے زیادہ سوگ کرے سوائے شوہر کے کہ اس (کی موت ہو جانے) پر چار مہینہ دس دن سوگ کرے (بخاری، حدیث نمبر ۲۳۰۶، کتاب الطلاق)

لہذا فوٹنگی کے بعد پہلی عید کے موقع پر مرحوم کے پسماندگان کا سوگ کرنا ایک خود ساختہ رسم ہے، جس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

عید کے دن موسیقی، ٹی وی اور فلموں میں مبتلا ہونا

بعض لوگ بطور خاص عید جیسے بابرکت دن میں موسیقی، ٹی وی اور فلموں کے پروگراموں میں سرگرم نظر آتے ہیں۔

چنانچہ بعض جگہ عید کے دن موسیقی اور گانے بجانے کے پروگرام چل رہے ہوتے ہیں، گھروں میں بھی ٹی وی پر عید کے حوالے سے پیش کئے جانے والے مخصوص مختلف پروگرام چل رہے ہوتے ہیں، جن میں گانے بجانے اور بے حیائی اور غیر شرعی باتوں کا مظاہرہ ہوتا ہے، بلکہ غیر شرعی چیزوں کو عید کے ساتھ تعلق جوڑ کر پیش کیا جاتا ہے، جس سے عام لوگوں کے عقائد و نظریات میں بھی بگاڑ و فساد پیدا ہوتا ہے، اور لوگ ان پروگراموں کو (نعوذ باللہ تعالیٰ) عید کی خصوصی نشریات سمجھ کر دلچسپی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔

اور بعض سینما ہالوں میں مختلف فلموں کا افتتاح بھی عید کے دن سے کیا جاتا ہے اور (نعوذ باللہ تعالیٰ) اس کو عید کا خصوصی تحفہ قرار دیا جاتا ہے، عید کے دن سینما، وی۔ سی۔ آر اور ٹیلی ویژن وغیرہ دیکھنا تو بہت سے لوگوں نے بہت اہم سمجھ رکھا ہے۔

دراصل یہ لوگ عید کی خوشی کو سینما بینی اور ان گناہوں کے ناپاک عمل سے گندہ کر دیتے ہیں۔ گناہ میں خوشی نہیں ہوتی، اللہ کو ناراض کرنے والی چیز کیسے خوشی کا باعث بن سکتی ہے؟

یہ تمام حرکات سراسر غیر اسلامی ہیں، غیر مسلموں کے تہواروں میں اس قسم کی حرکات و خرافات انجام دی جاتی ہیں، اسلامی تہوار میں تو عبادت کی جاتی ہے نہ کہ گناہ، اور گناہوں کو عید کے خصوصی پروگرام یا عید کے تحفے قرار دینے سے تو ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے، لہذا ان گناہوں سے عام دنوں میں بھی اور خاص طور پر عید جیسے بابرکت دنوں میں بچنا ضروری

ہے۔

بعض لوگ عید کے دن گانے بجانے کے جائز ہونے پر ایک روایت سے مغالطہ کھا جاتے ہیں جس میں عید کے دن انصاری لڑکیوں کے اشعار پڑھنے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ان کو ڈانٹنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجازت دینے کا ذکر ہے۔ ۱

حالانکہ اس روایت سے گانے کی اجازت نکالنا صحیح نہیں کیونکہ:

پہلی بات تو یہ ہے کہ موسیقی اور گانے بجانے کے ناجائز ہونے پر جو قرآن و سنت کے دلائل موجود ہیں وہ بہت کثرت سے، واضح اور صاف ہیں ان کے ہوتے ہوئے اس قسم کی گول مول اور مبہم روایت سے اپنا مقصد نکالنا صحیح نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب تک شرعی احکام میں سختی نہیں آئی تھی۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں مرد و جگانے کا ذکر نہیں بلکہ جنگ بعاث (جو ایک جنگ کا نام ہے) کے اشعار (بغیر موسیقی کے آلات کے) ترم کے ساتھ پڑھنے کا ذکر ہے اور ایسے اشعار کا گانے سے کوئی تعلق نہیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ یہ لڑکیاں ابھی نابالغ اور غیر مکلف تھیں، کوئی پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں، چنانچہ احادیث ہی میں اس کی صراحت اور وضاحت بھی ہے کہ وہ لڑکیاں کوئی باقاعدہ گانے والی نہیں تھیں۔

پانچویں بات یہ ہے کہ یہ اشعار جنگ میں بہادری کے جذبات ابھارنے سے متعلق تھے جو ایک طرح سے جہاد کے لئے معاون اور مفید تھے، عشقیہ اشعار اور ناجائز مضامین پر مشتمل نہیں تھے، جیسا کہ پہلے عید کے دن مسنون و مستحب اعمال کے ضمن میں خوش اخلاقی کے

۱. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ، قَالَتْ وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَمَرَامِيرُ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَلِكَ فِي يَوْمِ عِيدٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهَذَا عِيدُنَا (بخاری، حدیث نمبر ۹۵۲، مسلم، حدیث نمبر ۸۹۲، مسند احمد،

مظاہرہ کے ذیل میں گزرا۔ ۱

اور آج کل کے مروجہ گانوں میں ان میں سے کوئی بات بھی نہیں پائی جاتی، اس لئے مروجہ گانا بجانا اور موسیقی نا جائز ہے، خواہ عید کے دن ہو یا کسی اور دن۔

یہی حق اور صحیح ہے اور اس سے ہٹنا گمراہی ہے اور ضلالت ہے۔ ۲
(تفصیل کے لیے ہماری کتاب ”ماہِ ربیع الاول کے فضائل و احکام“ ملاحظہ فرمائیں)

عید کے دن غیر شرعی لباس اور زیب و زینت

بعض لوگ عید کے دن غیر شرعی لباس پہنتے ہیں چنانچہ خاص طور پر نوجوان عید کے دن کے لئے فیشن نما اور ٹخنوں سے نیچے تک لٹکا ہوا لباس، پیٹ، شرٹ وغیرہ تیار کراتے ہیں، عورتیں باریک نیم برہنہ اور فیشن لباس پہنتی ہیں، اور بھنوس کھواتی ہیں، اسی طرح سر کے بال بھی کھواتی ہیں اور دوسری غیر شرعی زیب و زینت اور بے پردگی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔

مرد داڑھی ایک مٹھی سے کم کر کے کاٹتے ہیں، اس دن بطور خاص شیو کرتے ہیں، خلاف شرع

۱ چنانچہ روایت یہ ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تَغَيَّبَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بَعَاثَ، قَالَتْ وَلَيْسَتَا بِمُغَيَّبَتَيْنِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَمْزَامِيرُ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَلِكَ فِي يَوْمِ عِيدِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهَذَا عِيدُنَا (بخاری، حدیث نمبر ۹۵۲، مسلم، حدیث نمبر ۸۹۲، مسند احمد، حدیث نمبر ۲۵۰۲۸)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور میرے پاس انصار کی دو لڑکیاں جنگِ بعاث کے دن کے انصار کی بہادری کے شعرِ ترنم سے پڑھ رہی تھیں، اور وہ لڑکیاں گانے والی نہیں تھیں، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ شیطانی گانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں؟ اور وہ عید کا دن تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر! ہر قوم کی عید (دخوشی) کا دن ہوتا ہے اور یہ ہماری عید (یعنی خوشی) کا دن ہے (ترجمہ ختم)

۲ قال القرطبي أما الغناء فلا خلاف في تحريمه لانه من اللهو واللعب المذموم بالا اتفاق أما مايسلم من المحرمات فيجوز القليل منه في الاعراس والا عيادو شبههما ومذهب أبي حنيفة تحريمه وبه يقول أهل العراق (تنقيح فتاوى حامديه للعلامه شامى ج ۲ ص ۳۵۹)

فیشن نما کپڑے پہنتے ہیں، بالوں وغیرہ کی کٹنگ انگریزی اور خلافِ شریعت طرز پر کرائی جاتی ہے، اور داڑھی منڈا کر، انگریزی بال تراش کر عید کی نماز کے لئے آتے ہیں۔

بعض لوگ عید کے دن عید کی نماز کے لئے تو شلواری قمیض تیار کراتے ہیں اور عید کی نماز سے فارغ ہوتے ہی اس کو اتار کر فیشن نماز کپڑے پینٹ، شرٹ وغیرہ پہن لیتے ہیں، بہت سے لوگ عید کے کپڑے بناتے ہیں تو اس میں بھی حرام و حلال کا خیال نہیں کرتے۔

اسی طرح چھوٹی بچیوں کو بھی عید کے دن خوب زیور پہنایا جاتا ہے اور بے حد و حساب زیب و زینت کی جاتی ہے، جس میں کئی فتنے ہیں۔

یہ چیزیں شریعت کے موافق آرائش میں داخل نہیں، بلکہ گناہ یا غلو میں داخل ہیں۔

عید کا دن تو اللہ کی مہمانی کا دن ہے، اس دن میں ایسا لباس اور ایسی زینت اختیار کرنی چاہئے جو اللہ کو پسند ہو، کیونکہ اس دن مسلمان اللہ کی میزبانی میں ہوتے ہیں، ایسا طرز اور طریقہ اختیار کر کے اللہ کے مہمان بننا جو خود اللہ کو ناپسند ہو کتنی بڑی حماقت اور بے وقوفی ہے، جو عید سراسر اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کا مظاہرہ کرنے کے لئے تھی اُسے گناہوں سے ملوث کر دیا۔

عید تو اسلامی چیز ہے اس دن گناہوں سے بچنا اور نیک کاموں کا خاص اہتمام کرنا چاہئے بلکہ طبیعت کو آمادہ کیا جائے کہ آئندہ بھی گناہ نہ کرے مومن کی زندگی گناہوں والی زندگی نہیں ہوتی۔

عید کے دن بے پردگی اور بے حیائی

عید کے دن بعض جگہ بے پردگی اور بے حیائی کا بھی مظاہرہ کیا جاتا ہے، چنانچہ عورتیں زیب و زینت اور نعوذ باللہ تعالیٰ نیم برہنہ لباس کے ساتھ بے پردہ ہو کر نامحرموں کے سامنے آتی ہیں، تفریح گاہوں اور ہوٹلوں اور بعض گھروں میں بھی عورتوں و مردوں کا مخلوط، بے محابا اور

بلا تکلف اجتماع ہوتا ہے۔

بعض عورتیں عید ملنے کے لئے بن سنور کرنا محرم لوگوں کے سامنے جاتی ہیں، جس میں بسا اوقات ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ بھی ہوتا ہے اور ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد پیش کی جاتی ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلفی اور ہنسی مذاق تک کی نوبت آ جاتی ہے، اور اس قسم کی دوسری خلاف شرع حرکات بھی ہوتی ہیں، ان بے ہودہ حرکات کا عید کے مبارک اسلامی تہوار سے تعلق نہیں اور ان حرکات کو عید کی آڑ میں انجام دینا سخت حماقت و سفاہت اور گناہ کی بات ہے۔

عید اور جمعہ کے ایک دن جمع ہونے کو بھاری سمجھنا

اگر کسی موقع پر عید اور جمعہ ایک دن جمع ہو جائیں تو اس کو بعض لوگ عوام یا حکومت پر بھاری سمجھتے ہیں، اور اس سے طرح طرح کی بدفالی لیتے ہیں۔

اس قسم کی بدفالی سخت گناہ ہے، عید کا جمعہ یا کسی بھی دن واقع ہونا صرف اور صرف اللہ کے حکم سے ہے، بندوں کا اس میں کوئی دخل نہیں، جب اللہ کا حکم ہوتا ہے چاند انتیس دن پر نظر آ جاتا ہے اور جب مہینہ کے تیس دن کے ہونے کا حکم ہوتا ہے تو مہینہ تیس دن کا ہوتا اور عید کے دنوں کی تبدیلی ہوتی ہے اور اللہ کے ہر حکم میں بندوں کے لئے کوئی نہ کوئی مصلحت اور حکمت ہوتی ہے، جب شریعت نے عید اور جمعہ ایک دن جمع ہونے کو معیوب قرار نہیں دیا، تو اس کو معیوب یا منحوس سمجھنے اور اس سے بدفالی و بدشگونی لینے کا کیا مطلب؟

اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور نبوت اور صحابہ کرام کے مبارک زمانے میں بھی ایسے مواقع آئے کہ عید اور جمعہ ایک دن واقع ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اس کو دو عیدوں کے جمع ہونے والا دن قرار دیا، اور عید اور جمعہ کی نمازیں اپنے اپنے وقتوں پر ادا فرمائیں۔

جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اس لئے اپنی طرف سے اس کے بارے میں ایسا غلط عقیدہ رکھنا جائز نہیں، بلکہ اگر غور کیا جائے تو جمعہ اور عید ایک دن جمع ہونے میں زیادہ خیر معلوم ہوتی ہے کیونکہ ایک تو خود عید کا دن بابرکت ہے دوسرے جمعہ کا دن بھی بذات خود بابرکت دن اور ہفتہ بھر کے تمام دنوں کا سردار ہے لہذا ایک وقت میں دونوں دنوں کی برکات جمع ہونے میں زیادہ خیر و برکت ہوگی۔

ہاں اگر دنیا دار لوگوں کو اس اعتبار سے بھاری گزرتا ہو کہ ایک ہی دن میں عید اور جمعہ کی دونوں نمازوں کا اہتمام کرنا پڑتا ہے تو یہ دنیا داروں کا معاملہ ہے، اور دیندار لوگ تو خوش ہوتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ جس نے عید اور جمعہ کی دونوں نمازوں کی ایک ہی دن میں سعادت جمع کر کے عطا فرمادی۔ ۱

عیدین کی نماز یا خطبہ کے بعد دعا کا مسئلہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عید کی نماز اور اس کے بعد خطبہ پڑھنے کا ذکر ملتا ہے، اور بطور خاص عید کی نماز یا خطبہ کے بعد دعا کرنے کی صراحت نہیں ملتی، البتہ خطبہ کے دوران عربی میں دعائیں کلمات اور مسنون دعاؤں کے پڑھنے کے جائز ہونے میں کلام نہیں۔ ۲

تاہم ہمارے اکثر اکابر فقہائے کرام نے عید کی نماز کے باجماعت ادا کیے جانے کی وجہ سے اس کو فرض نماز کے ساتھ مشابہت حاصل ہونے کی بناء پر فرض نماز کے بعد والی دعا پر قیاس کرتے ہوئے عیدین کی نماز کے بعد دعا کا استحباب اور اس کے بعد پھر دوبارہ خطبہ سے

۱۔ اور جہاں تک گاؤں و دیہات کے لوگوں کا تعلق ہے کہ انہیں شہر میں آکر عید اور جمعہ کی دونوں نمازوں کو پڑھنا مشکل اور بھاری ہو سکتا ہے، تو ان کے لیے شریعت نے خود تخفیف و آسانی فرمادی ہے، جس کی تفصیل پہلے عید کی نماز کے جمعہ کی نماز کا متبادل ہونے کی بحث میں گزر چکی ہے۔

۲۔ الخطبة مشتملة على الدعاء كما أنها تشتمل على غيره من بيان أحكام العيد (عمدة القاری، ج ۶، ص ۲۷۲، کتاب العیدین، باب سنة العیدین لأهل الإسلام)

فراغت کے بعد دُعا نہ ہونے کا حکم بیان فرمایا ہے، اور اگر کوئی یہ دعا نہ کرے، اس میں بھی حرج نہ ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔

جبکہ بعض حضرات نے استسقاء کی نماز کی طرح خطبہ کے بعد دعا کرنے کی بھی گنجائش بیان فرمائی ہے۔

لیکن ایک تو اکابر فقہاء کی تصریح کے مطابق عید کی نماز کے بعد کی یہ دُعا مستحب ہے، اس کو ضروری نہ سمجھنا چاہیے، اور اگر کوئی نہ کرے تو اس پر بھی ملامت نہیں کرنی چاہیے۔

دوسرے عید کی نماز کے بعد دعا کو مختصر کرنا چاہیے، جیسا کہ اُن فرض نمازوں کے بعد مختصر دُعا پر اکتفاء کرنا چاہیے جن کے بعد سنتیں ہیں، کیونکہ لمبی دعا سے خطبہ میں فصل ہو جاتا ہے جو کہ خلاف سنت ہے۔

اس سلسلہ میں اکابر فقہاء کے چند حوالہ جات و عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

خطبے سے اول و آخر دعا کرنا کہیں ثابت نہیں، لہذا نہ کرنا چاہئے، البتہ بعد سلام نماز

عید کے دعا کریں، پھر منبر پر کھڑا ہو کر دعا ثابت نہیں (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۳۸، کتاب

البدعات)

اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ظاہر اقواعد عامہ سے نماز ہی کے بعد دعا بہتر معلوم ہوتی ہے، اُسی ہیئت سے جیسے

اور نمازوں کے بعد ہے (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۰۷)

اور ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

عموماتِ نصوص سے فضیلت دعا بعد الصلوٰۃ کی ثابت ہے، پس اُس عموم میں

اس (یعنی عید کی نماز کے بعد کی دعا) کے داخل ہونے کی گنجائش ہے۔

اور اگر کوئی شخص بالخصوص منقول نہ ہونے کے سبب اس کو ترک کرے اُس پر بھی

ملا مت نہیں۔

بہر حال یہ مسئلہ ایسا اہم بمقام بالشان نہیں ہے دونوں جانب میں توسع ہے (ایضاً ص ۴۰۵) ۱۔
اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

احادیثِ قولیہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے باسانید صحیحہ ہر نماز کے بعد جس میں نماز عید بھی داخل ہے دعاء مانگنے کی فضیلت و ثواب منقول ہے اگرچہ احادیث

۱۔ نیز ایک سوال کا فارسی زبان میں جواب تحریر فرماتے ہیں کہ:

وَعَلَّ مَن وَاکْبَر مَن مَوَافِقُ مَعْنَى اسْتِیعْنِ بَعْدَ نَمَازِ عَیْدِیْنِ دَعَا مَعْمُولِ اسْتِ

ترجمہ: میرا اور میرے اکابر کا عمل اسی کے موافق ہے یعنی عید کی نماز کے بعد دعا کا معمول ہے

(امداد الفتاویٰ، ج ۱ ص ۴۰۶)

اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ایک وعظ میں فرماتے ہیں کہ:

عید کی نماز کے بعد تو دعا مانگنے کی گنجائش ہے، لیکن خطبہ کے بعد دعا کرنا محض بے دلیل ہے، اس واسطے خطبہ کے بعد دعائے مانگی جاوے (خطبات حکیم الامت جلد ۱، بعنوان سببِ ابراہیم، صفحہ ۴۹۴، وعظ احکام حج، مطبوعہ: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

اور حضرت علامہ مظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

نماز کے بعد دعا کرنا مطلقاً جائز ہے، اور رفع یدین آداب دعا سے ہے، لہذا بعد نماز عیدین کے دعا برقیہ یدین جائز ہے، اور ثواب کی بھی امید ہے، مگر اس کو ضروری نہ سمجھا جاوے اور جو لوگ اس سے منع کرتے ہیں اگر ان کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت دعا کرنا جائز ہی نہیں تب تو وہ غلط کہتے ہیں، اور مباح سے روکنے کے سبب ’لَم تحرم ما احل الله لک‘ کے مخاطب ہیں، اور اگر یہ مطلب ہے کہ اس وقت دعا برقیہ یدین ضروری نہیں (یا کسی اور خرابی سے منع کرنا مقصد ہے۔ ناقل) تو ان کا قول بھی صحیح ہے، ان سے جھگڑنے کی ضرورت نہیں (امداد الاحکام ج ۱ ص ۴۳۵)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

عیدین کی نماز کے بعد دعا کرنا جائز و مستحب یقیناً ہے، استحباب و جواز کا انکار نہیں ہو سکتا، لیکن اگر کوئی شخص جائز و مستحب فعل کو ترک کر دے تو اس پر ملامت و طعن اور اس سے ترک موالات ہرگز جائز نہیں، کیونکہ یہ شان ترک فرائض و واجبات کی ہے نہ کہ مستحبات کی، اور اگر کسی وقت مستحب و سنت کے ترک پر ملامت و طعن ہونے لگے اور اس مستحب و سنت کے ساتھ واجب و فرض کا معاملہ ہونے لگے تو اس وقت اصلاح عقیدہ عوام کے لئے اس مستحب کا ترک کر دینا ضروری ہو جاتا ہے۔

تو جو لوگ بعد صلوات عیدین کے دعا کو مستحب سمجھتے ہیں وہ تارکین پر ملامت و طعن کرنے کی وجہ سے خود ہی اس مستحب کو ممنوع بنانا چاہتے ہیں (امداد الاحکام ج ۱ ص ۴۳۳)

فعلیہ میں عمل کی تصریح نہیں مگر نفی بھی منقول نہیں اس لئے حدیثِ قولیہ پر عمل کرنا اور ہر نماز کے بعد اور عیدین کے بعد دعا مانگنا جائز و مستحب ہوگا (امداد المقتنین ص ۴۰۸) اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

عام طور سے نماز کے بعد دعا مانگنا وارد ہوا ہے لہذا عیدین کی نماز کے بعد بھی دعاء مانگنا مسنون و مستحب ہے (فتاویٰ دارالعلوم دہلی مکمل ج ۵ ص ۱۸۸) ۱۔

۱۔ ایک اور مقام پر فارسی زبان میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

دعا بعد الصلوٰۃ مسنون و مستحب است و در احادیث وارد شدہ است، کما نقلہا فی الحسن الحسین وغیرہ، پس در صلوات صلوٰۃ عیدین ہم داخل و شامل است بدعت گفتن آنرا صحیح نیست و اکابر امت مثل حضرت مولانا رشید احمد محدث و فقیہ گنگوہی را و جمیع اکابر و اساتذہ ما بعد نماز عیدین مثل صلوات مکتوبات دعائی فرمودند پس ہر کہ آنرا بدعت گفت صحیح نیست (فتاویٰ دارالعلوم، جلد ۵ صفحہ ۲۰۲)

ترجمہ: نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون اور مستحب ہے، اور اس میں احادیث وارد ہوئیں ہیں، جیسا کہ حسن حصین میں منقول ہے، پس نمازوں میں عید کی نماز بھی داخل اور شامل ہے، پس اس کو بدعت کہنا صحیح نہیں اور اکابر امت مثلاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور تمام اکابر و اساتذہ نماز عیدین کے بعد فرض نمازوں کی طرح دعا مانگتے تھے، پس جو اس کو بدعت کہتا ہے وہ صحیح نہیں۔

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

بعد نماز عیدین دعا مانگنا ان احادیث کے عموم سے ثابت ہے جن میں بعد الصلوٰۃ دعا مانگنا مستحب معلوم ہوتا ہے اور نماز عیدین کے اس سے مستثنیٰ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور وہ احادیث حسن حصین وغیرہ کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ البتہ خطبے کے بعد دعا مانگنا وارد نہیں ہوا، نہ خصوصاً نہ عموماً (ایضاً صفحہ ۲۱۹)

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

عیدین کی نماز کے بعد مثل دیگر نمازوں کے دعا مانگنا مستحب ہے، خطبے کے بعد دعا مانگنے کا استحباب کسی روایت سے ثابت نہیں ہے اور عیدین کی نماز کے بعد دعا کرنے کا استحباب ان ہی حدیثوں و روایات سے معلوم ہوتا ہے، جن میں عموماً نمازوں کے بعد دعا مانگنا وارد ہوا ہے اور دعا بعد الصلوٰۃ مقبول ہوتی ہے، حسن حصین میں وہ احادیث مذکور ہیں اور ہمارے حضرات اکابر کا یہی معمول رہا ہے، بندہ کے نزدیک جو علماء عیدین کی نماز کے بعد دعا مانگنے کو بدعت یا غیر ثابت فرماتے ہیں، وہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ عموماً نمازوں کے بعد دعا کا استحباب ثابت ہے، پھر عیدین کی نمازوں کا استثناء کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اور وہ احادیث معروف و مشہور مشکوٰۃ شریف و حسن حصین میں مذکور ہیں، ان کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں (ایضاً صفحہ ۲۲۵)

ایک اور مقام پر حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

نماز عیدین کے بعد خصوصیت سے دعا کا ذکر نہیں، ممانعت بھی نہیں، نماز فرض ہو یا نفل، عمومی روایات میں دعا مذکور ہے، عمل الیوم والیلۃ میں ان روایات کی تخریج ہے، اس عموم میں نماز عیدین بھی داخل ہے (فتاویٰ محمودیہ جلد ہشتم صفحہ ۴۵۹) ۱۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ہمارے حضرات اکابر مثل حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ اور حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ اور دیگر حضرات اساتذہ مثل حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس سابق، مدرسہ ہذا (دارالعلوم دیوبند) اور حضرت مولانا محمود حسن صاحب صدر مدرس، مدرسہ ہذا (دارالعلوم دیوبند) وغیرہم کا یہی معمول رہا ہے کہ بعد عیدین کے بھی مثل تمام نمازوں کے ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگتے تھے اور احادیث سے بھی مطلقاً نمازوں کے بعد دعاء مانگنا ثابت ہے، اس میں عیدین کی نماز بھی داخل ہے، لہذا رائج ہمارے نزدیک یہی ہے کہ دعاء بعد نماز عیدین بھی مستحب ہے (فتاویٰ دارالعلوم مدلل و مکمل ج ۵ ص ۱۸۸)

۱۔ ایک اور مقام پر حضرت مفتی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

عیدین کی نماز کے بعد خصوصیت سے دعایا عدم منقول نہیں، لیکن مطلقاً ہر نماز کے بعد دعا روایات سے ثابت ہے، پس عیدین کے بعد بھی دعا کرنا مسنون ہوگا (فتاویٰ محمودیہ، ج ۸، ص ۴۶۱)

ایک اور مقام پر حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

احادیث سے علی الاطلاق بعد صلوة دعا کا ثبوت ہے، ترمذی شریف میں ہے کہ:

كان يعلم بنيه هؤلاء الكلمات كما يعلم المكيب الغلمان يقول: ان رسول الله ﷺ كان يتعوذ بهن دبر الصلاة: اللهم اني اعوذ بك من الجبن الخ (ج ۲ ص ۲۱۵)

وفيه: فقال رسول الله ﷺ: عجلت ايها المصلي اذا صليت فقعدت، فاحمد الله بما هو اهل، وصل على، ثم ادعه، الخ. وقال هذا حديث حسن (ج ۲ ص ۲۰۵)

عمل الیوم والیلۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

عن النبی ﷺ انه قال: ما من عبد بسط كفيه دبر كل صلوة ثم يقول "اللهم، الخ..... الا كان حقاً على الله عز وجل ان لا يرد يديه خائبين.

اور تبادر بعدیت سے بعد بیت متصلہ ہے، لہذا بعد عید خطبہ ہو کر دعا کرنا پھر اس کو متصل قرار دینا مجازاً ہوگا جو تبادر نہیں، اس وجہ سے بعد نماز دعا نہ کرنا اور بجائے اس کے خطبہ دعا مانگنا کسی کی روایت نہیں، لہذا بعد نماز دعا نہ کرنا اور بجائے اس کے خطبہ کے بعد دعا کرنے کو معین کر لینا ٹھیک بلا دلیل شرعی ہے (فتاویٰ محمودیہ جلد ہشتم صفحہ ۴۶۲ ص ۴۶۳)

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

دعا نماز کے متصل بعد ہی مسنون ہے، خطبہ کے بعد اجتماعی طور سے دعا مانگنا کہیں ثابت نہیں (فتاویٰ عثمانی جلد ۱، صفحہ ۵۹۵، فصل فی العیدین) ۱۔
اور فتاویٰ حقانیہ میں ہے کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

خیر الفتاویٰ میں ہے کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے منقول نہیں کہ نماز یا خطبہ کے بعد دعا کرتے تھے، اور اسی طرح کتب فقہ میں بھی یہ دعا مذکور نہیں، اور اگر علماء دیوبند کا طرز عمل بھی یہی لکھا ہے کہ وہ خطبہ کے بعد دعا نہیں مانگتے تھے، اور حدیث شریف میں عورتوں کے بارے میں وارد ہے:

ویشہدن الخیر ودعوة المؤمنین وفي رواية يشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم الخ لفظ ”دعوتہم“ سے بعض حضرات نے یہ سمجھا ہے کہ معروف طریقے پر پر اجتماعی دعا کرنا اس سے مراد ہے، حالانکہ اگر ایسا ہوتا تو شروح حدیث اور کتب فقہ میں مستقلاً اس دعا کا ذکر ہوتا، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس دعوت سے مراد خطبہ ہے، یا نماز و خطبہ میں کی جانے والی دعائیں ہیں، سورۃ فاتحہ میں دعا ہے، تمام مقتدی آمین کہہ کر اس میں شریک ہوتے ہیں، اور اللہ پاک کی بارگاہ سے نازل ہونے والی رحمت و اجابت اس پورے مجمع کو گھیر لیتی ہے، آخری تشہد میں دعائیں ہیں اور ایک روایت میں ہے:

فاذا كان يوم عيدهم يعني يوم فطرهم باهى بهم ملائكة فقال يا ملائكتي (التي ان قال) عبيدي واماني قضا افرىضني عليهم ثم خرجوا يعجون الى الدعاء وعزتي وجلالي وكرمي علوي وارتفاع مكاني لاجيئهم فيقول ارجعوا قد غفرت لكم الحديث (مشكوة ص ۱۸۲، ج ۱)

اس حدیث میں عید کو جاتے ہوئے دعا کا ذکر ہے، تکبیرات بھی بمعنی دعائیں، کیوں کہ رب کریم کی ثناء و تکبیر بھی دعا ہے۔ الغرض اتنی متنوع اور متعدد و متفقہ دعاؤں کی موجودگی میں ”دعوتہم“ کے لفظ کو معروف زمانہ دعا پر محمول کرنا قرین قیاس نہیں، البتہ دیگر تمام نمازوں کے بعد دعا مانگنا چونکہ مستحب ہے، اس عموم کے تحت داخل کرتے ہوئے اگر نماز عیدین کے بعد بھی دعا کر لی جائے تو گنجائش ہے، لیکن خطبے کے بعد دعا کرنا کسی طرح بھی ثابت نہیں (خیر الفتاویٰ جلد ۳ صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹)

۱۔ ایک اور سوال کے جواب میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں کہ:

چونکہ ہر نماز کے بعد دعا کرنا ثابت ہے، اس لئے اس میں عیدین بھی شامل ہیں، اور خطبے کے بعد دعا کرنے کا ثبوت کہیں نہیں ہے اور اگر دیوبند کا معمول بھی یہی رہا ہے، اور ہشتی زیور نقی اعتبار سے ”علم الفقہ“ کے مقابلے میں زیادہ مستند اور معتبر کتاب ہے (فتاویٰ عثمانی، ج ۱، صفحہ ۶۰۲)

نمازِ عیدین کے بعد دعا مانگنے پر اکابرین امت کا تعامل چلا آ رہا ہے، اس لئے اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، بلکہ دعا مانگنا مستحب ہے (فتاویٰ حقانیہ، جلد سوم صفحہ ۳۹۶) ان عبارات سے عید کی نماز کے بعد دعا کا مستحب ہونا اور خطبہ کے بعد دعا کا مستحب نہ ہونا معلوم ہوا۔

اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ: عیدین کے بعد دعا مانگنے کا کافی الجملہ تو ثبوت ہے، مگر تعین موقع کے ساتھ ثبوت نہیں کہ نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد۔

دونوں موقعوں میں سے کسی ایک موقع پر دعا مانگنے میں مضائقہ نہیں ہے (کفایت المفتی، جلد ۳، صفحہ ۳۹۹، کتاب الصلاۃ، چٹاباب، نمازِ عیدین)

اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ: عید کا خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے، دعا بعض حضرات نماز کے بعد کرتے ہیں، اور بعض خطبہ کے بعد، دونوں کی گنجائش ہے؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور فقہاء سے اس سلسلہ میں کچھ منقول نہیں (آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد ۲، صفحہ ۴۱۷، عیدین کی نماز کا بیان)

ان عبارات سے عید کی نماز کے خطبے کے بعد دعا کرنے کی گنجائش کا ہونا معلوم ہوا۔ کیونکہ استسقاء کی نماز میں خطبہ کے بعد دعا کا احادیث میں ثبوت موجود ہے، اور استسقاء کی نماز کو عید کی نماز کے ساتھ مشابہت حاصل ہے۔ ۱۔

۱۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَخَشِّعًا مُتَذَلِّلًا فَصَنَعَ فِيهِ كَمَا يَصْنَعُ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى (سنن الدارقطني، حديث نمبر ۱۸۰۶، واللفظ له؛ صحيح ابن خزيمة، حديث نمبر ۱۴۱۹؛ مستدرک حاكم، حديث نمبر ۱۲۱۸) قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ رَوَاهُ مُصَرِّفُونَ وَمَدْيُونُونَ، وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنْهُمْ مُنْسُوْبًا إِلَى نَوْعٍ مِنَ الْجَوْرِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ إِسْحَاقَ (حواله بالا) ﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس پر قیاس کرتے ہوئے خطبہ کے بعد دعا کی گنجائش ہے۔ ۱۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اس سے عید کی نماز کا استسقاء کی نماز کے مشابہ ہونا معلوم ہوا۔

اور امام طحاوی رحمہ اللہ استسقاء کی نماز کے بعد خطبہ کو عید کی نماز کے خطبے پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

قد اختلف فی خطبة رسول الله صلى الله عليه وسلم متى كانت . ففي حديث عائشة رضي الله عنها ، وعبد الله بن زيد أنه خطب قبل الصلاة ، وفي حديث أبي هريرة رضي الله عنه أنه خطب بعد الصلاة فنظرنا في ذلك ، فوجدنا الجمعة فيها خطبة وهي قبل الصلاة ، ورأينا العيدين فيهما خطبة وهي بعد الصلاة كذلك كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل . فأردنا أن ننظر في خطبة الاستسقاء بأي الخطبتين هي أشبه ؟ فنعطف حكمها على حكمها . فرأينا خطبة الجمعة فرضا ، وصلاة الجمعة مضمنة بها لا تجزئ إلا بإصابتها ، ورأينا خطبة العيدين ليست كذلك لأن صلاة العيدين تجزئ أيضا وإن لم يخطب ، ورأينا صلاة الاستسقاء تجزئ أيضا وإن لم يخطب . ألا ترى أن إماما لو صلى بالناس في الاستسقاء ولم يخطب كانت صلاته مجزئة غير أنه قد أساء في تركه الخطبة فكأنه بحكم خطبة العيدين أشبه منها بحكم خطبة الجمعة . فالنظر على ذلك أن يكون موضعها من صلاة الاستسقاء مثل موضعها من صلاة العيدين فثبت بذلك أنها بعد الصلاة لا قبلها . وهذا مذهب أبي يوسف . وقد روى ذلك عمن بعد النبي صلى الله عليه وسلم أنه صلى في الاستسقاء وجهر بالقراءة (شرح معاني الآثار، باب الاستسقاء كيف هو ، وهل فيه صلاة أم لا ؟)

اور فقہائے کرام نے استسقاء میں خطبے کے بعد دعا کو سنت و مستحب قرار دیا ہے۔

(قوله ثم يدعو حتى تنجلي الشمس) أى يدعو الإمام والناس معه حتى تنجلي الشمس للحديث المتقدم أطلقه فأفاد أن الداعي مخير إن شاء دعا جالسا مستقبل القبلة، وإن شاء دعا قائما يستقبل الناس بوجهه قال الحلواني وهذا أحسن، ولو قام ودعا معتمدا على عصا أو قوس كان أيضا حسنا وأفاد بكلمة ثم أن السنة تأخير الدعاء عن الصلاة؛ لأنه هو السنة في الأدعية وفي المحيط، ولا يصعد الإمام على المنبر للدعاء، ولا يخرج (البحر الرائق، ج ۲، ص ۱۸۱، باب صلاة الاستسقاء) ثم هو في الدعاء بالخيار إن شاء دعا جالسا مستقبل القبلة، وإن شاء قائما يستقبل الناس بوجهه ويؤخر الدعاء عن الصلاة؛ لأنه هو السنة في الأدعية (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ۱ ص ۲۳۰، باب الاستسقاء)

۱۔ البتہ اس قیاس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ استسقاء میں اصل مقصود دعا ہے، اور اسی وجہ سے استسقاء بغیر نماز کے بھی وارد ہے، جبکہ عید کی نماز میں اصل مقصود دعا نہیں، بلکہ نماز ہے؛ مگر اس فرق سے خطبے کے بعد دعا کے جواز پر کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ عید کی نماز یا خطبے کے بعد اصل سے دعا ضروری نہیں، بلکہ اصل مقصود نماز ہے، لیکن اگر کوئی خطبے کے بعد دعا کرے، تو اس کی اصل استسقاء کی نماز میں موجود ہے، بالخصوص جبکہ خطبے کے بعد دعا کرنے میں خطبے اور نماز کے درمیان فصل کا بھی خدشہ نہیں ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ خطبے کا درجہ دعا سے زیادہ ہے، اور عام نمازوں اور جمعہ کی نماز کے مقابلے میں عید کی نماز کو استسقاء کی نماز کے ساتھ زیادہ مماثلت و مشابہت حاصل ہے، اس لیے کہ دونوں جگہ نماز کے بعد خطبہ ہے۔ محمد رضوان۔

البتہ بعض حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عید کی نماز اور خطبہ کے بعد خصوصیت کے ساتھ دعا منقول نہ ہونے کی وجہ سے دونوں مقامات پر دعا کا انکار فرمایا ہے۔ ۱۔
بہر حال اگر کوئی امام عید کی نماز کے بعد مختصر دعا کرے، اور اس کے بعد خطبہ پڑھے اور خطبہ کے بعد پھر دعا نہ کرے، اس کی بھی گنجائش ہے، بلکہ اکثر اکابر فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔
اور اگر کوئی سرے سے یہ دعا نہ کرے، تو بھی کوئی گناہ نہیں، لہذا اس پر بھی ملامت نہیں کرنی چاہیے۔

جبکہ بعض حضرات کے نزدیک نماز استسقاء کے خطبے کے بعد کی طرح عید کی نماز کے بعد دعا کی گنجائش موجود ہے، لہذا اگر کوئی شخص عید کی نماز کے بعد دعا نہ کرے، بلکہ خطبہ سے فارغ ہو کر دعا کرے تو اس پر بھی نکیر نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ اس کی بھی گنجائش موجود ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲

۱۔ چنانچہ فیض الباری میں ہے کہ:

لم یثبت عنه ﷺ بعد صلاة العیدین دعاء فالسنة الخاصة فی ذالک قاضیة علی عموم الاحادیث فی الاذکار بعد الصلوات (فیض الباری، جلد ۲ صفحہ ۳۶۲، کتاب العیدین، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

اور علم الفقہ میں ہے کہ:

بعد نماز عیدین کے یا بعد خطبہ کے دعا مانگنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں، اور اگر ان حضرات نے کبھی دعا مانگی ہوتی تو ضرور نقل کی جاتی، لہذا بغرض اتباع دعا نہ مانگنا مانگنے سے بہتر ہے (علم الفقہ، حصہ دوم، صفحہ ۳۲۶، عیدین کی نماز کا بیان)
مگر اکابر فقہائے کرام کی یہ تصریحات پہلے گزر چکی ہیں کہ انہوں نے عید کی نماز یا بعض نے خطبہ کے بعد دعا کے استتباب و جواز پر استدلال علی التعمین کسی حدیث سے نہیں کیا، بلکہ فرض اور جماعت سے پڑھی جانے والی نماز کے بعد کی، یا پھر استسقاء کی دعا پر قیاس کیا ہے، اور ضروری پھر بھی قرار نہیں دیا، لہذا علی التعمین ثبوت نہ ہونے سے کوئی حرج لازم نہیں آتا چاہیے۔ محمد رضوان

۲۔ مسئلہ ہذا میں اس مرتبہ دوبارہ غور کر کے مندرجہ بالا تحقیق کی گئی ہے، جو کہ اب بندہ کے نزدیک رائج ہے۔ محمد رضوان۔

شوال کے چھ روزوں کے فضائل و احکام

رمضان کے روزوں اور عید الفطر سے فراغت کے بعد شوال کے مہینہ میں روزے رکھنے کی احادیث میں ترغیب آئی ہے، اور خاص طور پر رمضان کے روزے رکھ کر عید کے بعد شوال کے مہینہ میں چھ نفلی روزے رکھنے کی عظیم الشان فضیلت بیان کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اتَّبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ (مسلم) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ (نفل) روزے شوال کے مہینے میں رکھ لئے تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا، اگر ہمیشہ ایسا ہی کرے گا تو) گویا اس نے ساری عمر روزے رکھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، وَسِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، فَكَأَنَّمَا صَامَ السَّنَةَ كُلَّهَا (مسند احمد) ۲

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جس نے

۱۔ حدیث نمبر ۲۰۴، حدیث نمبر ۱۱۶۳، کتاب الصیام، باب استحباب صوم ستة أيام من شوال إتباعاً لرمضان، دار احیاء التراث العربی، بیروت، واللفظ لہ؛ ترمذی، حدیث نمبر ۷۵۹؛ مسند احمد، حدیث نمبر ۲۳۵۳۳؛ ابوداؤد، حدیث نمبر ۲۴۳۳؛ ابن ماجہ، حدیث نمبر ۱۷۱۶۔

۲۔ حدیث نمبر ۱۴۳۰۲، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لہ؛ سنن کبریٰ نسائی، حدیث نمبر ۲۸۷۸۔

فی حاشیة مسند احمد: صحیح لغیرہ ۵۔

رمضان کے روزے رکھے اور شوال کے چھ روزے رکھے، تو گویا کہ اس نے پورے سال کے روزے رکھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:
 أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، وَاتَّبَعَهُ سِتًّا
 مِنْ شَوَّالٍ فَذَلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ، قَالَ: قُلْتُ لَهُ: كُلُّ يَوْمٍ عَشْرٌ؟
 قَالَ: نَعَمْ (المعجم الكبير للطبرانی) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے، تو یہ پورے زمانے (یعنی سال بھر) کے روزے ہیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہر ایک دن، دس (دن کے روزوں کے ثواب) کے برابر ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک (ترجمہ ختم)

حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حَدِيثُ أَبِي أَيُّوبَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ اسْتَحَبَّ قَوْمٌ صِيَامَ
 سِتَّةِ أَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ (ترمذی) ۲

ترجمہ: حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے، اور اس حدیث کی وجہ سے علماء کی جماعت نے شوال کے چھ روزوں کو مستحب قرار دیا ہے (ترجمہ ختم)

۱۔ حدیث نمبر ۳۹۰۲، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ۔

قال الهيثمي:

رواه الطبرانی في الكبير، ورجاله رجال الصحيح (معجم الزوائد، ج ۳ ص ۱۸۴، باب

فيمن صام رمضان وستة أيام من شوال)

۲۔ ابواب الصوم، باب ما جاء في صيام ستة أيام من شوال، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي

الحلي - مصر.

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَسِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، فَقَدْ صَامَ السَّنَةَ (صحیح ابن حبان) ۱
ترجمہ: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور شوال کے چھ روزے رکھے، تو اس نے پورے سال کے روزے رکھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ثوبان کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعَشْرَةِ أَشْهُرٍ وَصِيَامُ سِتَّةِ أَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ بِشَهْرَيْنِ فَذَلِكَ صِيَامُ سَنَةٍ (السنن الكبرى للنسائی) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے مہینہ کے روزے دس مہینوں کے (اجرو ثواب کے) برابر ہیں اور شوال کے چھ دنوں کے روزے دو مہینوں کے (اجرو ثواب کے) برابر ہیں، پس یہ (دونوں قسم کے روزے) پورے سال کے روزوں کے برابر ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ثوبان کی ایک روایت میں یہ مضمون اس طرح آیا ہے کہ:

۱۔ حدیث نمبر ۳۶۳۵، کتاب الصوم، باب صوم التطوع، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ له؛ مسند الشاميين للطبرانی، حدیث نمبر ۳۸۵.

فی حاشیة ابن حبان:

إسناده صحيح، أبو أسماء الرحيبي: هو عمرو بن مرثد. وأخرجه أحمد ۵/۲۸۰، والدارمي ۲/۲۱، والطحاوي في "مشكل الآثار" ۳/۱۹، وابن ماجه "۱۷۱۵" في الصيام: باب صيام ستة أيام من شوال، والبيهقي ۴/۲۹۳، والنسائي في "الكبرى" "كما في" التحفة ۲/۱۳۹، والخطيب في تاريخه ۲/۳۶۲ من طرق عن يحيى بن الحارث الزماری، بهذا الإسناد.

۲۔ حدیث نمبر ۲۸۷۳، کتاب الصيام، باب صيام ستة أيام من شوال، مؤسسة الرسالة، بیروت؛ شرح مشكل الآثار، حدیث نمبر ۲۳۳۸؛ تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۲۶۴.

قال الالبانی: صحيح (صحیح الترغیب والترہیب، تحت حدیث نمبر ۱۰۰۷)

اِنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : جَعَلَ اللّٰهُ
الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ فِشْهَرٍ بِعَشْرَةِ اَشْهُرٍ وَسِتَّةَ اَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ تَمَامَ السَّنَةِ
(السنن الكبرى للنسائي) ۱

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا کہ اللہ تعالیٰ نے نیکی کو
دس نیکیوں کے برابر کر دیا ہے، پس (رمضان کا) ایک مہینہ دس مہینوں کے
(اجر و ثواب کے) برابر ہے اور عید الفطر کے بعد چھ دن (کے روزے ملا کر)
پورے سال کے برابر (اجر و ثواب) ہے (ترجمہ ختم)
اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مَنْ صَامَ سِتَّةَ اَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ كَانَ تَمَامَ السَّنَةِ، مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ
عَشْرُ امْثَالِهَا (ابن ماجہ) ۲

ترجمہ: جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھے، تو یہ (رمضان کے روزوں
کے ساتھ مل کر اجر و ثواب میں) پورے سال کے برابر ہو جائیں گے، جو شخص ایک
نیکی عمل کرے گا، تو اسے اُس کے دس گنا اجر و ثواب حاصل ہوگا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَاتَّبَعَهُ بِسِتٍّ مِنْ
شَوَالٍ فَذَلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ (مستخرج ابی عوانہ) ۳

۱۔ حدیث نمبر ۲۸۷۴، کتاب الصیام، باب صیام ستہ ايام من شوال، مؤسسة الرسالة، بیروت،
واللفظ لہ؛ شرح مشکل الآثار، حدیث نمبر ۲۳۴۹؛ مسند احمد، حدیث نمبر ۲۲۴۱۲۔
فی حاشیہ مسند احمد: حدیث صحیح، وهذا إسناد حسن۔

۲۔ حدیث نمبر ۱۷۱۵، کتاب الصیام، باب صیام ستہ ايام من شوال۔
(حکم الألبانی) صحیح۔

۳۔ حدیث نمبر ۲۷۰۲، کتاب الصیام، باب بیان ثواب من صام رمضان، وفضيلة صومه إذا أتبع
بصوم ستہ ايام من شوال، دار المعرفۃ، بیروت، واللفظ لہ؛ مسند بزار، حدیث نمبر ۸۳۳۳۔
قال الهيثمي: رواه البزار وله طرق رجال بعضها رجال الصحيح (معجم الزوائد، ج ۳ ص ۱۸۳)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے، تو یہ (ثواب کے اعتبار سے) پورے زمانے (یعنی سال بھر) کے روزے ہیں (ترجمہ ختم)

ثواب دینے کے بارے میں اللہ عز و جل نے یہ مہربانی فرمائی ہے کہ ہر عمل کا ثواب کم از کم دس گنا مقرر فرمایا ہے، جب کسی نے رمضان کے تیس روزے رکھے اور پھر چھ روزے اور رکھ لئے تو یہ چھتیس روزے ہو گئے، چھتیس کو دس میں ضرب دینے سے تین سو ساٹھ ہو جاتے ہیں، قمری سال کے حساب سے ایک سال میں عموماً تین سو چوہن دن ہوتے ہیں، لہذا چھتیس روزے رکھنے پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک پورے سال کا ثواب شمار ہوگا اور ثواب کے اعتبار سے ساری عمر روزہ رکھنے والا مان لیا جائے گا۔ ۱

محدثین نے لکھا ہے کہ رمضان کے فرض روزے رکھنے کے بعد شوال کے مہینے میں ان چھ نفلی روزوں کو وہی نسبت اور مقام حاصل ہے جو فرضوں کے ساتھ سنت و نفل نماز کو حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز فرض نماز کے اندر اگر کوئی چھوٹی موٹی کمی کوتاہی ہوگی تو وہ سنت و نفل نمازوں سے پوری کی جائے گی، لہذا جو لوگ صرف رمضان کے روزے رکھ کر اس کے پورے فوائد اور برکات حاصل نہیں کر پاتے وہ فوائد شوال کے چھ روزے رکھ کر حاصل ہو جاتے ہیں۔ ۲

۱۔ من صام رمضان ثم أتبعه "بهمزة قطع أى جعل عقبه فى الصيام" ستا "أى ستة أيام والتذكير لتأنيث المميز، أو باعتبار لياليه" من شوال "وهو يصدق على التوالى والفرق" كان كصيام الدهر "قال الطيبى: وذلك لأن الحسنه بعشر أمثالها، فأخرجه مخرج التشبيه للمبالغة والحث على صيام الست اهـ (مرقاۃ المفاتیح، ج ۴ ص ۱۲۱، کتاب الصوم، باب صیام التطوع)

۲۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس اللہ روحہ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے:

وَالسِّرْفَى مَشْرُوعِيَّتِهَا أَنَّهَا بِمَنْزِلَةِ السُّنَنِ الزَّوَائِبِ فِي الصَّلَاةِ تَكْمِلُ فَأَيْدَتْهَا بِالنَّسْبَةِ إِلَى أَمْرِ جِهَةٍ لَمْ تَتَّصِفْ فَأَيْدَتْهَا بِهِمْ، وَأَنَّمَا خَصَّ فِي بَيَانِ فَضْلِهِ التَّشْبِيهُ بِصَوْمِ الدَّهْرِ لِأَنَّ مِنَ الْقَوَاعِدِ الْمَقْرُورَةِ أَنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا وَبِهَذِهِ السَّيَةِ يَتِمُّ الْحِسَابُ (فتح الملهم ج ۳ ص ۱۸۷)

بعض علماء نے فرمایا کہ شوال کے روزوں کی اتنی عظیم فضیلت اس مہینہ کے رمضان کے برابر کت مہینہ سے متصل اور ملا ہوا ہونے کی وجہ سے ہے، نیز ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رمضان میں روزے رکھنے کے بعد شوال کے مہینہ میں کھانے کی رغبت زیادہ ہوتی ہے، اس لئے اس میں روزہ رکھنا نفس پر زیادہ گراں گذرتا ہے، اور جس عمل میں نفس کو زیادہ مشقت ہو، اس میں ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ ۱

شوال کے چھ روزوں کے مسائل

(۱)..... اگر کسی کے ذمہ رمضان کے روزے قضا ہوں، تو اس کو بھی شوال کے مہینے میں نفلی روزے رکھنا اگر چہ جائز ہے، مگر بعض علماء کے نزدیک شوال کے ان چھ روزوں کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس رمضان کے روزوں کی پوری تعداد مکمل طور پر ادا کر لی ہو (کیونکہ حدیث میں ان روزوں کی فضیلت رمضان کے مہینے کے روزے رکھ لینے کے بعد بیان کی گئی ہے)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ترجمہ: ان روزوں کی مشروعیت کا راز یہ ہے کہ یہ روزے ایسے ہیں جیسے نماز پنج گانہ کے ساتھ سنتیں مقرر کی گئی ہیں، جن کی وجہ سے ان لوگوں کو پورا فائدہ ہو جاتا ہے جو اصل نماز سے پورا فائدہ حاصل نہیں کرتے، ان روزوں کی فضیلت میں یہ بات، کہ ان کی وجہ سے آدمی کو ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ثواب ملتا ہے، اس واسطے مخصوص کی گئی ہے کہ یہ قاعدہ مقرر ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس نیکیوں کے برابر ملتا ہے اور ان چھ روزوں سے یہ حساب پورا ہو سکتا ہے (یعنی تیس اور چھ چھتیس ہوئے اور چھتیس کو دس سے ضرب دیں تو تین سو ساٹھ ہو جاتے ہیں، جو ایک سال کے دن ہیں) (ترجمہ ختم)

۱۔ قال ابن رجب هذا نص في تفضيل شوال على الاشهر الحرم وذلك لانه يلي رمضان من بعده كما يليه شعبان من قبله وشعبان افضل من الاشهر الحرم لصوم النبي ﷺ له دون شوال فاذا كان صوم شوال افضل من الحرم فصوم شعبان اولي فظهور ان افضل التطوع ما كان بقرب رمضان قبله وبعده وذلك ملحق بصوم رمضان ومنزلة منه منزلة الرواتب من الفرائض (فيض القدير ج ۴ حرف الصاد) وخص شوال لانه زمن يستدعي الرغبة فيه الى الطعام لوقوعه عقب الصوم فالصوم حينئذ اشق فشوا به اكثر وفيه ندب صوم الستة المذكورة (فيض القدير ج ۶ تحت رقم حديث ۸۷۷۷)

البتہ بعض اہل علم حضرات کے نزدیک اگر کسی کے اس رمضان کے روزے عذر میں قضا ہوئے ہوں، تو اس کو شوال کے مہینے میں چھ روزے رکھنے سے یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

اس لئے اگر کسی کے ذمہ اس رمضان کے کچھ روزے قضاء ہوں تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے ان کو ادا کیا جائے پھر شوال کے باقی ماندہ دنوں میں چھ روزے رکھ کر فضیلت حاصل کی جائے۔ ۱۔

(۲)..... بعض علماء کی تصریح کے مطابق ایک روزے سے رمضان کے قضاء روزے کی ادائیگی اور شوال کے روزے کی فضیلت اکٹھی حاصل نہیں کی جاسکتی، لہذا یہ دونوں روزے الگ الگ رکھنا چاہئے۔ ۲۔

۱۔ وَلَوْ صَامَ فِي شَوَّالٍ قَضَاءً أَوْ نَذْرًا أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ ، هَلْ تَحْصُلُ لَهُ السُّنَّةُ أَوْ لَا ؟ لَمْ أَرَ مِنْ ذِكْرِهِ ، وَالظَّاهِرُ الْحُصُولُ . لَكِنْ لَا يَحْصُلُ لَهُ هَذَا الثَّوَابُ الْمَذْكُورُ خُصُوصًا مَنْ فَاتَهُ رَمَضَانُ وَصَامَ عَنْهُ شَوَّالًا ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَصُدِّقْ عَلَيْهِ الْمَعْنَى الْمُتَقَدِّمُ ، وَلِذَلِكَ قَالَ بَعْضُهُمْ : يُسْتَحَبُّ لَهُ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ أَنْ يَصُومَ سِتًّا مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ لِأَنَّهُ يُسْتَحَبُّ قَضَاءُ الصَّوْمِ الرَّابِعِ أَه . وَهَذَا إِنَّمَا يَأْتِي إِذَا قُلْنَا : إِنَّ صَوْمَهَا لَا يَحْصُلُ بِغَيْرِهَا . أَمَّا إِذَا قُلْنَا بِخُصُولِهِ وَهُوَ الظَّاهِرُ كَمَا تَقَدَّمَ فَلَا يُسْتَحَبُّ قَضَاؤُهَا (معنی المحتاج إلى معرفة ألفاظ المنهاج، ج ۵، ص ۳۱۰، باب فی صوم التطوع)

وقضية كلام التنبیه وكتیرین آن من لم یصم رمضان لعلر أو سفر أو صبا أو جنون أو كفر لا یسن له صوم ستة من شوال . قال أبو زرعة : ولیس كذلك : أى بل یحصل أصل سنة الصوم وإن لم یحصل الثواب المذكور لترتبه فی الخبر علی صیام رمضان . وإن أفطر رمضان تعدیا حرم علیه صومها . وقضية قول المحاملى تبعاً لشیخه الجرجانی (یکره لمن علیه قضاء رمضان أن یتطوع بالصوم کراهة صومها لمن أفطره بعلذر) فینافی ما مر ، إلا أن یجمع بأنه ذو وجهین ، أو یحمل ذاک علی من لا قضاء علیه کصبی بلغ وکافر أسلم وهذا علی من علیه قضاء (نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج، ج ۱۰، ص ۲۰، کتاب الصیام)

(قوله: ثم أتبعه) أى حقيقة إن صامه وحكما إن أفطره؛ لأن قضاءه يقع عنه فكأنه مقدم ومن هنا يعلم أن من عجز عن صوم رمضان وأطعم عنه، ثم شفى يوم العيد، ثم صام ستة أيام من شوال حصل له الثواب المذكور كما حققه البرماوى (حاشية البجيرمى على شرح المنهاج، ج ۲، ص ۸۹، کتاب الصوم، باب صوم التطوع)

۲۔ حدیث مسلم من صام رمضان ثم أتبعه ستاً من شوال كان كصيام الدهر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چھ روزے غیر رمضان کے مراد ہیں، نیز صیام دہر کے ثواب کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ہر نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا ہے، اس حساب سے رمضان کا مہینہ دس ماہ کے قائم مقام ہوا، پورے سال سے دو ماہ رہ گئے، اس کی تکمیل کے لئے شوال کے چھ روزے ہیں، جو ساٹھ روز (دو ماہ) کے قائم مقام ہیں، اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ نفل روزے مراد ہیں، ان ایام سے قضاء روزوں سے یہ فضیلت حاصل نہ ہوگی (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۴۱)

(۳)..... شوال کے یہ روزے لگاتار رکھنا عید کے اگلے دن سے فوراً رکھنا ضروری نہیں بلکہ شوال کے مہینے میں عید کا دن چھوڑ کر جب اور جس طرح سے چاہیں رکھ سکتے ہیں، بس اس بات کا اہتمام ضروری ہے کہ ان چھ روزوں کی تعداد شوال کے مہینے میں مکمل ہو جانی چاہئے، البتہ بعض حضرات کے نزدیک ان روزوں کو عید کے بعد لگاتار رکھنا افضل ہے۔ ۱

(۴)..... بعض احمق اور کم عقل و کم علم لوگ ان چھ روزوں کے بعد شوال کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ ان چھ روزوں کے بعد عید منائی جاتی ہے، اس لئے انہوں نے چھ روزوں کے بعد عید منانے کی بدعت شروع کر دی، یہ جہالت و حماقت پڑی ہے، جس کا آگے ذکر آتا ہے۔

(۵)..... شوال کے یہ روزے کیونکہ نفلی درجہ کا حکم رکھتے ہیں، اس لئے ان پر نفلی روزوں کے احکام ہی جاری ہوں گے۔

چنانچہ ان روزوں کے لئے رات سے نیت کرنا ضروری نہیں، اگر کسی کا دن کے شروع وقت میں روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا لیکن صبح صادق کے بعد سے ابھی تک کچھ کھایا یا نہیں پھر روزہ رکھنے کا ارادہ ہو گیا تو زوال سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے (یعنی ضحوة کبریٰ جو صبح صادق سے سورج غروب ہونے تک کے آدھے حصہ کا نام ہے) تک نفل روزے کی نیت کر لینا صحیح ہے اس کے بعد نیت کرنا صحیح نہیں۔

نیت زبان سے الفاظ ادا کرنے کا نام نہیں بلکہ دل کے ارادہ کا نام ہے۔ لہذا دل میں نیت کر لینا کافی ہے زبان سے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں۔

سحری کھانا سنت ہے اگر بھوک نہ ہو تو تھوڑا بہت سنت کی نیت سے کچھ کھا لینا چاہئے لیکن اگر کسی نے بالکل سحری نہ کھائی اور بغیر سحری کے روزہ رکھ لیا تب بھی روزہ ہو جائے گا۔

۱۔ واختلفوا فيما بينهم، فقيل: الأفضل وصلها بيوم الفطر لظاهر قوله: ثم أتبعه ستاً، وقيل:

تفریقها (شرح النقاۃ، ج ۲، ص ۲۱۵، الايام التي يستحب صومها) وَتَحْصُلُ السَّنَةُ بِصَوْمِهَا مُتَّفَرِّقَةً (وَ) لَكِنْ (تَتَابَعُهَا أَفْضَلُ) عَقِبَ الْعِيدِ مُبَادَرَةً إِلَى الْعِبَادَةِ وَلَمَّا فِي السَّائِغِ مِنَ الْآفَاتِ (مَعْنَى الْمَحْتَاجِ إِلَى مَعْرِفَةِ الْفَافِ الْمَنْهَاجِ، ج ۵، ص ۳۱۰، باب فِي صَوْمِ التَّطَوُّعِ)

نفل روزہ اگر رکھ کر پورا کرنے سے پہلے توڑ دیا جائے تو اس کی قضاء ضروری ہو جاتی ہے لیکن کفارہ وغیرہ لازم نہیں ہوتا۔

عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ رکھنا منع ہے۔

مشہور ہے کہ جب تک فجر کی اذان کی آواز نہ آئے اس وقت تک سحری کھانا جائز رہتا ہے، یہ غلط ہے، اور اصل بات یہ ہے کہ سحری کا وقت صبح صادق ہونے پر ختم ہو جاتا ہے خواہ ابھی اذان بھی نہ ہوئی ہو۔ اور صبح صادق کا وقت مستند جنتریوں میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

شوال کے چھ روزوں کے بارے میں ایک علمی شبہ اور اس کا جواب

آج کل بعض حضرات نے شوال کے ان چھ روزوں کو فقہ کی بعض عبارات کے حوالے سے مکروہ کہنا شروع کر دیا ہے۔

دلائل کی رو سے ان کا یہ کہنا درست نہیں، احادیث مبارکہ، تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہائے کرام اور جمہور مشائخ رحمہم اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں رائج اور مضبوط بات یہ ہے کہ پہلی شوال یعنی عید الفطر کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنا مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہیں۔

البتہ بعض کتابوں میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کی طرف ان روزوں کے مکروہ ہونے کی نسبت کی گئی ہے۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ نسبت علی الاطلاق صحیح نہیں، کیونکہ ان حضرات نے ان روزوں کو مطلقاً مکروہ نہیں قرار دیا بلکہ کچھ خاص صورتوں میں مکروہ قرار دیا ہے۔

مثلاً یہ روزے اس صورت میں مکروہ اور ممنوع ہیں، جبکہ کوئی شخص عید کے دن بھی روزہ رکھے، یا پھر یہ کہ ان روزوں کو رمضان کا حصہ اور رمضان کی طرح ضروری سمجھے، کیونکہ ان صورتوں میں اسلامی احکام میں گڑبڑ اور خرابی لازم آتی ہے۔

اور اگر عید الفطر کے دن کو چھوڑ کر اور رمضان کا حصہ سمجھے بغیر شوال میں چھ روزے رکھے تو یہ

مستحب ہے، معتمد و مستند کتابوں اور عربی و اردو فتاویٰ میں یہ وضاحت موجود ہے۔ ۱

۱۔ (وندب تفریق صوم الست من شوال) ولا یکره التتابع علی المختار خلافاً للثانی حاوی۔
والإتباع المکروه أن یصوم الفطر وخمسة بعده فلو أفطر الفطر لم یکره بل یستحب ویسن ابن کمال (الدر المختار، کتاب الصوم)
(مطلب فی صوم الست من شوال) (قوله وندب إلخ) ذکر هذه المسألة بین مسائل النذر غیر مناسب وإن تبع فيه صاحب الدرر (قوله علی المختار) قال صاحب الهدایة فی کتابه التجنیس: إن صوم الستة بعد الفطر متتابعة منهم من کرهه والمختار أنه لا بأس به لأن الکراهة إنما كانت لأنه لا یؤمن من أن یعد ذلك من رمضان فیکون تشبهاً بالنصاری والآن زال ذلك المعنی اهـ ومثله فی کتاب النوازل لأبی الیث والواقعات للحسام الشہید والمحیط البرهانی والذخیرة، وفی الغایة عن الحسن بن زیاد أنه کان لا یرى بصومها بأساً ویقول کفی بیوم الفطر مفراً بینهن وبين رمضان اهـ وفیها ایضاً عامة المتأخرین لم یروا به بأساً.
واختلفوا هل الأفضل التفریق أو التتابع اهـ.
وفی الحقائق صومها متصلاً بیوم الفطر یکره عند مالک وعندنا لا یکره وإن اختلف مشایخنا فی الأفضل.

وعن أبی یوسف أنه کرهه متتابعاً والمختار لا بأس به اهـ وفی الوافی والکافی والمصنفی یکره عند مالک، وعندنا لا یکره، وتمام ذلك فی رسالة تحریر الأقوال فی صوم الست من شوال للعلامة قاسم وقد رد فیها علی ما فی منظومة التبانی وشرحها من عزوه الکراهة مطلقاً إلى أبی حنیفة وأنه الأصح بأنه علی غیر رواية الأصول وأنه صحح ما لم یسبقه أحد إلى تصحیحه وأنه صحح الضعیف وعمد إلى تعطیل ما فیہ الثواب الجزیل بدعوی کاذبة بلا دلیل ثم ساق کثیراً من نصوص کتب المذهب فراجعها فافهم (قوله والإتباع المکروه إلخ) العبارة لصاحب البدائع وهذا تأویل لما روى عن أبی یوسف علی خلاف ما فهمه صاحب الحقائق كما فی رسالة العلامة قاسم، لكن ما مر عن الحسن بن زیاد یشیر إلى أن المکروه عند أبی یوسف تابعها وإن فصل بیوم الفطر فهو مؤید لما فهمه فی الحقائق تأمل (رد المحتار، ج ۲، ص ۴۳۵، کتاب الصوم)

ولا یُکره عندنا، وعند الشافعی إتباع عید الفطر بست من شوال، لقوله صلی الله علیه وسلم من صام رمضان ثم أتبعه ستاً من شوال کان کصیام الدهر. رواه مسلم وأبو داود. وکرهه مالک، وهو رواية عن أبی حنیفة وأبى یوسف، لا شتماله علی التشبه بأهل الکتاب فی الزیادة علی الفروض، والتشبه بهم منتهی عنده، وعامة المتأخرین لم یرَوْا به بأساً (شرح النقایة، ج ۲، ص ۲۱۵)
ومنها إتباع رمضان بست من شوال کذا قال أبو یوسف کأنوا یکرهون أن یتبعوا رمضان صوماً خوفاً أن یلحق ذلك بالقرضیة وکذا روی عن مالک... والإتباع المکروه هو أن یصوم بیوم الفطر ویصوم بعده خمسة ایام فاما إذا افطر بیوم العید ثم صام بعده ستة ایام فلیس بمکروه بل هو مستحب وسنة (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۷۸، کتاب الصوم، فصل شرائط انواع الصیام)

اما صوم التطوع فالایام کلها محل له عندنا وهو رواية محمد عن ابی حنیفة ویجوز صوم التطوع

﴿بقية حاشیة اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہذا مختار اور رائج قول کے مطابق یکم شوال کے بعد بقیہ شوال کے دنوں میں چھ نفلی روزوں کو مکروہ قرار دینا غلط ہے۔

اور یہ قول مفتیؒ یہ نہ ہونے کے علاوہ متعدد مستند کتب اور جمہور فقہاء کی تصریحات کے خلاف ہے۔

اور اس سلسلے میں علماء، صلحاء کا شوال کے چھ روزوں کے مستحب ہونے کے ثبوت میں جو عمل جاری رہا ہے، یہی صحیح ہے اور کسی شک و شبہ کے بغیر یہ چھ روزے عید کا دن چھوڑ کر رکھنے میں حرج نہیں، بلکہ مستحب اور عظیم ثواب ہے، بشرطیکہ ان کو نفلی روزوں کا درجہ دیا جائے، اور فرض و واجب اور رمضان کا حصہ نہ سمجھا جائے۔

آٹھ شوال کو یا نفلی روزوں سے فارغ ہو کر ایک اور عید منانا

بعض لوگ عید الفطر گزرنے کے بعد شوال کے مہینے میں آٹھ تاریخ کو ایک اور عید مناتے ہیں، جبکہ بعض لوگ شوال کے چھ روزوں سے فارغ ہو کر یہ عید مناتے ہیں اور بعض لوگ اس عید کو ”عید ابرار“ کا نام دیتے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

خارج فی الايام كلها... فقد جعل السنة كلها محلا للصوم على العموم (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۷۸، ۷۷، کتاب الصوم، فصل شرائط انواع الصيام)

(ولا يكره اتباع الفطر بصوم ستة من شوال) فی المختار؛ لأنه وقع الفصل بيوم الفطر فلا يلزم التشبه بأهل الكتاب فليس بمكروه، بل هو مستحب وسنة لورود الحديث في هذا الباب. والاتباع المكروه وهو أن يصوم يوم الفطر ويصوم بعده خمسة أيام (وتفريقها) أي صوم الستة أفضل؛ لأنه (أبعد عن الكراهة والتشبه بالنصارى) في زيادة صيام أيام على صيامهم (مجمع الانهر، ج ۱، ص ۲۵۵، کتاب الصوم)

نُسِبَ إِلَى أَبِي حَنِيفَةَ وَمَالِكٍ كَرَاهَتُهَا وَاللّٰهُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ اسْتَحْبَابُهَا وَالنُّقُولُ الَّتِي حَكَاهَا الْمَتَاخِرُونَ مِنْ ابْنِ نَجِيمٍ وَالْكَمَالِ وَابْنِ الْكَمَالِ وَغَيْرِهِمْ مِنْ عَلَمَانَا مُضْطَرِبَةٌ وَلَكِنْ أَفْرَدَ هَذَا الْمُؤَلَّفُ الْمَحَقَّقُ الْعَلَامَةُ الْحَافِظُ قَاسِمُ بْنُ قَطْلُوبَغَا بِرِسَالَةٍ خَاصَّةٍ سَمَّاها ”تَحْرِيرُ الْأَقْوَالِ فِي صَوْمِ السِّيْتِ مِنْ شَوَّالٍ“ وَحَقَّقَ مِنْ نُصُوصِ الْمَذْهَبِ اسْتِحْبَابُهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ (معارف السنن ج ۵ ص ۴۴۳، باب ماجاء في صيام ستة ايام من شوال)

اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اور اس کو عید قرار دینا شرعاً غلط ہے۔ ۱۔

مَقْتَضاً

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهُ اَتَمُّ وَاحْكُمْ

محمد رضوان

فراغت بموقع طباعت اول: ۲۱/ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ، بمطابق 27 / نومبر 2002ء

اصلاح بار دوم: ۴/ شعبان ۱۴۲۸ھ، بمطابق 18 / اگست 2007ء

اصلاح و اضافہ بار سوم: ۲۹/ جمادی الاخریٰ/ ۱۴۳۲ھ 02 / جون/ 2011ء، بروز جمعرات

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی، پاکستان

X

۱۔ واما ثامن شوال فليس عيداً لا للأبرار ولا للفجار ولا يجوز لأحد أن يعتقد عيداً ولا يحدث فيه شيئاً من شعائر الأعياد (الفتاوى الكبرى لابن تيمية، ج ۵، ص ۳۷۹، كتاب الصوم، فصل صيام ثلاثة أيام من كل شهر)

ولا يجوز اعتقاد ثامن شوال عيداً فإنه ليس بعيداً جماعاً ولا شعائراً شعائر العيد (الفروع لابن مفلح، كتاب الصيام، باب صوم التطوع وذكر ليلة القدر وما يتعلق بذلك)

وأما اتخاذ موسم غير المواسم الشرعية كبعض ليالي شهر ربيع الأول التي يقال إنها ليلة المولد، أو بعض ليالي رجب، أو ثامن عشر ذي الحجة، أو أول جمعة من رجب، أو ثامن شوال الذي يسميه الجهال "عيد الأبرار"، فإنها من البدع التي لم يستحبها السلف ولم يفعلوها (الفتاوى الكبرى لابن تيمية، ج ۴، ص ۴۱۴، كتاب الفضائل)

ماہِ شوال کے چند اہم تاریخی واقعات

(مرتب: مولانا طارق محمود: ادارہ غفران، راولپنڈی)

پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□..... ماہِ شوال ۱ھ: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔
رخصتی سے تین سال پہلے شوال ہی میں آپ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح ہوا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں کہ ان کی والدہ ام رومان نے آواز دے کر بلایا اور منہ دھونے اور بال درست کرنے کو کہا اور بتایا کہ تمہاری رخصتی ہے اور ان کو گھر لے گئیں، انصار کی عورتیں انتظار میں تھیں یہ داخل ہوئیں تو سب نے مبارک باد دی، اس طرح بالکل سادگی کے ساتھ آپ کی رخصتی عمل میں آئی (الاصابة ج ۸، کتاب النساء، العین المهملة، البدایہ والنہایہ ج ۳، فصل بناء ہ عائشہ، عہد نبوت کے ماہ و سال ص ۱۳۵)

□..... ماہِ شوال ۱ھ: میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی قباء کے مقام پر ولادت ہوئی۔
آپ کی ولادت سے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی، کیونکہ یہودیوں نے یہ بات مشہور کر رکھی تھی، کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر رکھا ہے، اس لئے مسلمانوں کے ہاں زرینہ اولاد پیدا نہیں ہوتی، ولادت کے بعد آپ کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور منگوا کر اپنے منہ مبارک میں چبائی اور ان کے تالو سے لگائی (الاصابة ج ۷، حرف العین المهملة، عہد نبوت کے ماہ و سال ص ۱۳۴)

□..... ماہِ شوال ۲ھ: میں حضرت سالم بن عمیر بن ثابت رضی اللہ عنہ (جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر اور دیگر غزوات میں شرکت کا شرف حاصل ہے) کو ابو عقیق نامی ایک یہودی کی طرف بھیجا گیا۔

یہ ایک سو بیس سال کا بوڑھا یہودی بنو عمرو بن عوف کے خاندان سے تھا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ناشائستہ اشعار گھڑا کرتا تھا، حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے اس کو خفیہ قتل کر دیا اور صحیح سلامت واپس تشریف لے آئے (المنتظم لابن الجوزی، ج ۳ ص ۱۳۶، السنة الثانية من الهجرة، سرية سالم بن عمير، عہد نبوت کے ماہ و سال ص ۸۹)

□..... ماہ شوال ۲ھ: میں غزوہ قینقاع ہوا۔

بنو قینقاع یہودیوں کی ایک جماعت کا نام ہے جو عبد اللہ بن سلام کی قوم تھی، یہودیوں میں عہد شکنی سب سے پہلے انہوں نے ہی کی تھی، جب انہوں نے خیانت اور عہد شکنی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف نکلے، مدینہ میں ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کیا جو پندرہ دن تک جاری رہا، بعد ازاں منافقوں میں سے عبد اللہ بن ابی ابن سلول نے اور مسلمانوں میں سے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان کی سفارش کی، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جلا وطنی کا حکم دیا اور ان کے اموال ضبط کر لئے، مگر انہیں قتل سے معاف رکھا ”بعض حضرات کے نزدیک یہ واقعہ جمادی الاٰلیٰ میں ہوا“ (المنتظم لابن الجوزی، ج ۳ ص ۱۳۶، السنة الثانية من الهجرة، غزوة بنی قینقاع، عہد نبوت کے ماہ و سال ص ۷۲)

□..... ماہ شوال ۲ھ: میں حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو ساٹھ یا اسی مہاجرین کے ساتھ ”بطن رابع“ کی طرف بھیجا۔

انہیں قریش کے ایک قافلے سے تعرض کرنا تھا جو ابوسفیان بن حرب کی زیر کمان تھا، اس قافلے میں عکرمہ بن ابی جہل بھی شامل تھے، یہ سریہ بغیر مقابلہ کے واپس آیا، البتہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک تیر پھینکا اور یہ سب سے پہلا تیر تھا جو اسلامی تاریخ میں پھینکا گیا ”بعض حضرات کے نزدیک یہ واقعہ ربیع الاول کے مہینے میں پیش آیا“ (المنتظم لابن

الجوزی، ج ۳ ص ۸۰، سرية عبيدة بن الحارث، عهد نبوت کے ماہ و سال ص ۸۶ بتصریح

□..... ماہ شوال ۳ھ: میں غزوہٴ احد ہوا۔

جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار افراد کے ساتھ نکلے تھے، راستہ میں عبداللہ بن ابی بن سلول مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ کرتے ہوئے ۳۰۰ منافقین کے ساتھ واپس لوٹ گیا۔ بقیہ ۷۰۰ کے پاس صرف ۲ گھوڑے تھے، دوسری طرف ۳۰۰۰ کفار تھے جن میں ۷۰۰ زرہ بند اور ۲۰۰ گھوڑے تھے، ابتداء میں مسلمانوں کو کچھ وجوہات کی بناء پر ہزیمت اٹھانا پڑی، لیکن آخر کار فتح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں ہی کو عطا فرمائی، اسی غزوہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی دردناک شہادت بھی ہوئی تھی جو کہ مشہور معروف ہے (البدایہ والنہایہ ج ۴ خروج النبی ﷺ

باصحابہ، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱، عهد نبوت کے ماہ و سال ص ۷۲)

□..... ماہ شوال ۳ھ: میں غزوہٴ احد سے واپسی پر غزوہٴ حراء الاسد پیش آیا۔

ابوسفیان اور دیگر کفار قریش غزوہٴ احد میں شکست کھا کر اس جگہ دوبارہ لڑائی کے لئے جمع ہو گئے تھے مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر متوجہ ہوئے تو دشمنوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسا رعب ڈالا کہ سب ڈر کر مسلمانوں سے بلا مقابلہ بھاگ کھڑے ہوئے (عهد نبوت کے

ماہ و سال ص ۷۳، البدایہ والنہایہ ج ۴ خروج النبی ﷺ باصحابہ)

□..... ماہ شوال ۴ھ: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے

نکاح فرمایا۔

اس سے پہلے حضرت ام سلمہ کے شوہر عبداللہ بن عبدالاسد (ابوسلمہ) رضی اللہ عنہ تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے غزوہٴ احد میں زخمی ہو کر ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ عدت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نکاح ملا تو عرض کیا میں سخت غیور عورت ہوں اور صاحب عیال ہوں، میری عمر زیادہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام چیزوں کے باوجود اس کو گوارا فرمایا، چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا

نکاح کرو، شوال ۵۹ھ میں ان کا انتقال ہوا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھایا ”ایک قول سن ۴ ہجری کے بجائے سن ۳ھ کا ہے لیکن پہلا قول رائج ہے (کما صرح الزرقانی فی شرح

المواہب)“ (الاصابة ج ۸، حرف السين المهملة، سير الصحابييات ج ۶ ص ۵۸ بحوالہ سنن

نسائی، زرقانی ج ۳ ص ۲۷۳، عہد نبوت کے ماہ و سال ص ۱۹۴)

□..... ماہ شوال ۵ھ: میں غزوہ خندق ہوا۔

اسے غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں، اس کو غزوہ خندق تو اس لئے کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر صحابہ کے مشورہ سے مدینہ کے ارد گرد بہت بڑی خندق کھودی تھی اور احزاب اس لئے کہتے ہیں کہ کفار کی مختلف قومیں متحد ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے جمع ہوئیں تھیں، احزاب کے معنی ”جماعتوں“ کے ہیں اس غزوہ میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے لشکر پر تیز آندھی بھیجی جس سے کفار کا لشکر تتر بتر ہو گیا، اور فرشتے بھی مسلمانوں کی مدد کے لئے اترے جو لڑائی میں شریک تو نہیں تھے لیکن ان کی موجودگی سے کفار پر رعب چھایا رہا اور کفار میدان چھوڑ کر بھاگ گئے، اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی ”بعض حضرات کے نزدیک غزوہ خندق ۴ھ میں ہوا، لیکن البدایہ والنہایہ ج ۴ میں غزوہ خندق کا شوال ۵ھ کو ہی ہونا رائج قرار دیا گیا ہے“ (غزوات النبی

صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۳۳، عہد نبوت کے ماہ و سال ص ۷۶)

□..... ماہ شوال ۶ھ: میں حضرت کرز بن جابر القرشی الفہری رضی اللہ عنہ کا سریہ عکل و

عرینہ کی طرف بھیجا گیا۔

ان کو تغلیباً عربین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے بعض قبیلہ عکل کے تھے اور بعض عربینہ کے، یہ وہی آٹھ افراد تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور مدینہ میں رہنے لگے، یہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جنگل میں چلے گئے جہاں صدقہ کے اونٹ چرتے تھے، وہاں انہوں نے یہ حرکت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو جس کا نام حضرت یسار رضی اللہ عنہ تھا قتل کر ڈالا اور

اُونٹ ہنکا کر لے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کرز بن جابر رضی اللہ عنہ کو بیس سواروں کی معیت میں ان کے تعاقب میں بھیجا، چنانچہ یہ پکڑے گئے اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ان ہی کے بارے میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ (سورة المائدة آیت ۳۳)

ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں (مرد اس سے راہ زنی اور ڈکیتی ہے) ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی دئے جائیں یا انکے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دئے جائیں یا زمین پر سے نکال دئے جائیں (یمان القرآن)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم فرمایا، اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں لگائی گئیں (کیونکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے سے بھی یہی سلوک کیا تھا، اس کے قصاص میں یہ سزا دی گئی) اور ان کو ”عرہ“ میں ڈال دیا گیا یہاں تک کہ یہ جہنم واصل ہوئے ”بعض حضرات کے نزدیک یہ واقعہ جمادی الاخریٰ میں اور بعض کے نزدیک ذی الحجہ میں پیش آیا“ (البدایہ والنہایہ ج ۶، فصل فی السوابیاء، عہد نبوت کے ماہ و سال ص ۹۸)

□..... ماہ شوال ۶ھ: میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا سریہ اُسیر بن رزام یہودی کی طرف خیبر بھیجا گیا۔

یہ سریہ تیس افراد پر مشتمل تھا، جس میں عبداللہ بن عتیک انصاری اور عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے یہ حضرات اسکے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تیرے پاس بھیجا ہے، تاکہ تو دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو، اور آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم تجھے انعام و احسان سے نوازیں اور تجھے خیر کا حاکم مقرر کریں،“ اُسیر اس لالچ میں تیس یہودیوں کو ساتھ لے کر چلا، دوران سفر ان کی طرف سے کسی معاملہ میں وعدہ خلافی ظاہر ہوئی تو حضرت انیس نے اس کو قتل کر دیا۔ اسکے ساتھی لڑائی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے چنانچہ مسلمانوں نے ان سب کو ٹھکانے لگا دیا، البتہ ان میں سے ایک شخص بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور اس لڑائی میں کسی مسلمان کا نقصان نہیں ہوا، ”بعض حضرات کے نزدیک یہ واقعہ ۷ھ میں ہوا“ (المنتظم لابن الجوزی، ج ۳ ص ۱۳۶، سنة ست من الهجرة، ثم كانت سرية عبد الله بن رواحة إلى أسير بن زارم اليهودي بخيبر، عهد نبوت کے ماہ و سال ص ۹۷)

□..... ماہ شوال ۷ھ: میں حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا سریہ یمن اور جبار کی طرف روانہ کیا گیا۔

یمن اور جبار یہ دو وادیاں خیبر اور القرئی کے قریب واقع تھیں، اور یہاں بنو غطفان رہائش پذیر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین سو افراد کے ساتھ روانہ فرمایا، بہت سے مویشی غنیمت میں ہاتھ آئے اور دو آدمیوں جن کا نام مذکور نہیں گرفتار کر لائے، بعد میں یہ دونوں مسلمان ہو گئے (المنتظم لابن الجوزی، ج ۳ ص ۱۳۶، سنة سبع من الهجرة، سرية بشير بن سعد الأنصاري إلى يمن وجبار في شوال، عهد نبوت کے ماہ و سال ص ۱۰۱)

□..... ماہ شوال ۸ھ: میں غزوہ طائف ہوا۔ جب مکہ فتح ہوا تو تمام قبیلوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کی مگر ”حنین“ کے بنو ہوازن اور ”طائف“ کے بنو ثقیف قبیلہ نے اطاعت قبول نہیں کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو حنین کا رخ کیا حنین سے فارغ ہونے کے بعد طائف کا رخ کیا، بالآخر بنو ہوازن وہاں سے بھاگ کر بنو ثقیف کے پاس چلے گئے اب دونوں ایک جگہ جمع تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا ارادہ فرمایا، چونکہ اس غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقصد بنو ہوازن تھے بنو ثقیف نہیں تھے اس لئے طائف کے محاصرہ اور گھیراؤ کے دوران جب دیکھا

کہ یہ قلعوں میں پناہ پکڑے ہوئے ہیں تو لڑائی کا حکم نہیں فرمایا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معلوم کرنے پر فرمایا کہ ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں بنو ثقیف کے ساتھ لڑائی کا حکم نہیں ہے، ۲۰ دن تک قلعہ کا محاصرہ اور گھیراؤ رکھا پھر واپس تشریف لے آئے، کچھ عرصہ بعد بنو ثقیف کے وفد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا (البدایۃ والنہایۃ ج ۴، غزوۃ الطائف، غزوات النبی ص ۶۲۱، عہد نبوت کے ماہ

رسال ۸۳)

□..... ماہ شوال ۸ھ: میں غزوہ حنین اور غزوہ طائف کے درمیانی عرصہ میں ابو عامر عبید بن سلیم بن حضار الاشعری (یہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا ہیں۔ رضی اللہ عنہما) کا سریہ اوطاس کی جانب روانہ ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنگ حنین کے بعد ان کافروں کے تعاقب کے لئے بھیجا تھا جو حنین سے بھاگ نکلے تھے۔ اوطاس، علاقہ ہوازن میں ایک وادی کا نام ہے چنانچہ ان کا مقابلہ ابو درید بن الصمہ سے ہوا، ابو درید قتل ہوا، اس کے رفقاء کو ہزیمت ہوئی، اور مسلمانوں کو بہت سامان اور قیدی غنیمت میں ہاتھ آئے۔ اسی سریہ میں حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے بنو حشم کے ایک شخص نے (کہا جاتا ہے کہ یہ درید کا بیٹا سلمہ تھا) ان کے تیر مارا جو ان کے گھٹنے میں پیوست ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عامر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی، دعا کے الفاظ یہ تھے۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبِيدِ أَبِي عَامِرٍ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ فَوْقَ كَثِيرٍ مِنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ

اے اللہ! ابو عامر عبید کی مغفرت فرما، اے اللہ! اس کو اپنی بہت سی مخلوق سے اوپر کر دے اسی سریہ میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بنو حشم کے اس شخص کو، جس نے حضرت ابو عامر کو شہید کیا تھا، جہنم رسید کیا (البدایۃ والنہایۃ، ج ۴ ص ۳۸۸، غزوۃ اوطاس، عہد نبوت کے ماہ و سال

ص ۱۱۰)

□..... ماہ شوال ۸ھ: میں غزوہ حنین اور غزوہ طائف کے مابین حضرت طفیل بن ودلی رضی اللہ عنہ کا سریہ ”ذوالکفین“ کو منہدم کرنے کے لئے روانہ فرمایا (ذوالکفین بنودوس کا بت تھا جو کلدی سے بنایا گیا تھا) ان حضرات نے اس بت کو توڑ پھوڑ کر جلا دیا اور یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف تشریف لے جانے کے چار دن بعد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے (عہد نبوت کے ماہ و سال ص ۱۱۰، المنتظم لابن الجوزی، ج ۴ ص ۱۵۴)

□..... ماہ شوال ۱۶ھ: میں بیت المقدس فتح ہوا۔ یہ مسلمانوں کی بیت المقدس پر پہلی فتح تھی، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام اور فلسطین کے علاقے فتح کرتے ہوئے بیت المقدس پہنچے تو حضرت خالد بن ولید اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما بھی اپنے اپنے معرکوں سے فارغ ہو کر پہنچ گئے اور بیت المقدس کا چاروں طرف سے گھیراؤ کر لیا، عیسائیوں کو یہ خیال ہوا کہ اگر ہم ہتھیار ڈال دیں تو مسلمان کہیں ہماری مقدس جگہوں کو پامال نہ کر دیں، لہذا ہم اس شرط پر صلح کرتے ہیں کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خود آکر صلح کی شرائط لکھیں اور دستخط فرمائیں، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خود تشریف لا کر صلح کی شرائط لکھیں جس میں عیسائیوں کے مقدس مقامات کو امان دی گئی تھی، اور مال و جان سے تعرض نہ کرنے کا عہد کیا گیا تھا، شہر کے دروازے کھول دیئے گئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی بیت المقدس تشریف لے گئے اور عیسائیوں کے مشہور کنیسہ ”قمامہ“ کی سیر کی، سیر کے دوران نماز کا وقت آ گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عیسائی رہبر کے کہنے کے باوجود کنیسہ میں نماز نہیں پڑھی کہ کہیں میرے بعد مسلمان میرے اس عمل کو بنیاد بنا کر عیسائیوں سے ان کے کنیسہ کو چھین نہ لیں (البدایۃ والنہایۃ ج ۷، فتح بیت المقدس علی یدی

عمر بن الخطاب، تاریخ ملت ج ۱ ص ۲۷۱، بحوالہ، اتمام الوفاء بحوالہ طبری، محاضرات خضر ج ۲ ص ۹)

□..... ماہ شوال ۳۸ھ: میں صحابی رسول حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کی وفات

ہوئی۔

آپ کا شمار ابتدائی زمانے میں اسلام قبول کرنے والوں میں ہوتا ہے، آپ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ایک ہی دن میں اکٹھے دار ارقم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا، آپ جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے جا رہے تھے تو قریش مکہ نے آپ سے کہا کہ آپ تو مکہ میں خالی ہاتھ آئے تھے اور اب اتنی دولت لے کر جا رہے ہو، یہ دولت ہماری ہے اسے ہمارے حوالے کرو اور جہاں جی چاہے وہاں چلے جاؤ، آپ نے تمام مال و دولت ان کے آگے پھینک دیا اور خالی ہاتھ مدینہ چلے آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ کو دیکھا تو فرمایا ”اے ابوبکی! تمہاری تجارت بڑی نفع بخش رہی“ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ:

قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ خُبْزٌ وَتَمْرٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُذْنُ فَكُلْ فَأَخَذْتُ أَكُلُ مِنَ التَّمْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأْكُلُ تَمْرًا وَبِكَ رَمَدٌ؟ قَالَ، فَقُلْتُ: إِنِّي أَمْضِعُ مِنْ نَاحِيَةِ أُخْرَى، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۳۴۴۳، واللفظ لہ، المعجم الكبير

للطبرانی، حدیث نمبر ۷۳۰۴، مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۵۷۰۳، وقال صحيح

الاسناد، وقال الذهبي: صحيح)

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کے سامنے اس وقت روٹی اور کھجور تھی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہو جائیے، اور کھائیے، تو میں نے کھجور کھانی شروع کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کھجور کھاتے ہیں، حالانکہ آپ کو آشوب چشم ہے؟ تو میں نے کہا کہ میں دوسری طرف سے چبار ہوں (جس طرف کی آنکھ میں آشوب چشم نہیں ہے) تو یہ سن کر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے (ترجمہ ختم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد نئے خلیفہ کے انتخاب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق آپ تین دن تک امامت کراتے رہے، ۷۰ یا ۷۲ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا، اور جنت البقیع میں دفن ہوئے (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۷، صحابہ انسائیکلو پیڈیا ص ۲۹۴)

□..... ماہ شوال ۸۶ھ: میں اموی خلیفہ ابوالولید عبدالملک بن مروان کی وفات ہوئی۔ اس کی ولادت ۲۲ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ منورہ میں ہوئی تھی، عبدالملک کی نشو و نما مدینہ ہی میں ہوئی تھی، اس لئے اس کو مدینہ کے بڑے بڑے علماء کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کا خوب موقع ملا۔

عبدالملک جب خلیفہ بنا تو اس وقت سلطنت میں بہت انتشار تھا عبدالملک نے اپنے فہم و تدبیر اور مستقل مزاجی اور سخت گیری کی وجہ سے تمام مخالف طاقتوں کو مغلوب کر دیا تھا، اور بنو امیہ کی بنیادیں جو یزید کی موت کی وجہ سے اکھڑ چکی تھی از سر نو قائم کیں، اسی لئے عبدالملک کو اموی سلطنت کا دوسرا بانی کہا جاتا ہے، دمشق میں ۶۰ سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا، مدت خلافت ۲۱ سال ڈیڑھ ماہ تھی، دمشق میں بابِ جابیہ کے باہر اس کو دفن کیا گیا (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱۸، تاریخ ملت ج ۱ ص ۵۳۷ تا ۵۹۱ ملخصاً)

دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□..... ماہ شوال ۱۰۵ھ: میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے عمر بن ہبیرہ کو عراق کی گورنری سے معزول کر کے خالد بن عبداللہ القسری کو ان کی جگہ عراق کا گورنر مقرر کیا (الکامل

لابن عدی ج ۴ ص ۷۰، تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۸۹)

□..... ماہ شوال ۱۱۰ھ: میں امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

بوقتِ وفات آپ کی عمر ۸۰ سال کے لگ بھگ تھی، آپ کے والد حضرت انس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، امام ابن سیرین رحمہ اللہ ثقہ، جلیل القدر فقیہ اور خوابوں کی تعبیر کے ماہر تھے، ”تعبیر الرؤیا“ آپ کی یادگار و نادر روزگار کتاب اور خوابوں کی تعبیر کا انسائیکلو پیڈیا ہے، آپ کی ولادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہوئی (المنتظم لابن جوزی ج ۷ ص ۱۴۰، طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۶۵، تقویم تاریخی ص ۲۳ میں سن وفات ۱۱۰ھ ذکر ہے، المعبر فی خبر من غیر ج ۱ ص ۲۴)

□..... ماہِ شوال ۱۳۸ھ: میں اموی شہزادہ عبدالرحمن الداخل عباسیوں کے ہاتھوں اموی خلافت کا خاتمہ ہونے کے بعد عباسیوں کے مظالم کے آگ و خون کے دریا کو عبور کر کے اندلس پہنچا۔

اس اولوالعزم شہزادے نے اپنی لیاقت، ذہانت و فطانت اور مردانگی کے جوہر دکھاتے ہوئے اندلس میں عظیم الشان پائیدار دوسری اموی سلطنت کی بنیاد رکھی، جو آٹھ سو سالوں تک ظلمت کدہ یورپ میں اسلام کی شمع فروزاں روشن کئے رہی۔

اسلامی اندلس نے یورپ کو تہذیب و تمدن علوم و فنون سائنس و آرٹس کی وہ لازوال سوغاتیں عطا کیں جس نے یورپ کو جینے کا قرینہ دیا، لیکن آہ یورپ کی احسان فراموشی۔
جن پتھروں کو ہم نے عطا کی تھیں دھڑکنیں ان کو زباں ملی تو ہم پہ برس پڑے
ہسپانیہ مرحوم پر اقبال کے لہورنگ مرثیہ کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

ہسپانیہ تو خونِ مسلمان کا ایک امین ہے مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تیری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں خاموش اذانیں ہیں تری بادِ سحر میں
روشن تھیں ستاروں کی طرح ان کی سنانیں خیمے تھے کبھی جن کے ترے کوہ و کمر میں
پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حناء کی باقی ہے ابھی رنگِ مرے خونِ جگر میں

(تقویم تاریخی ص ۳۵، تاریخ ملت ج ۱ ص ۷۷، بال جبریل نظم، ہسپانیہ)

□..... ماہ شوال ۱۷۰ھ: میں عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹے امین کی ولادت ہوئی، یہ مامون کے چھوٹے بھائی تھے (الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۲۷۸، المنتظم لابن جوزی ج ۸ ص ۳۲۸)

□..... ماہ شوال ۱۸۱ھ: میں حضرت مفصل بن فضالہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ آپ کی ولادت ۱۰۷ھ میں ہوئی اور دو مرتبہ مصر کے قاضی بنائے گئے، آپ ایک بڑے فقیہ اور نہایت تقویٰ دار تھے، آپ کے عجیب و غریب فیصلے بہت مشہور ہوئے (المنتظم لابن جوزی ج ۹ ص ۶۳)

□..... ماہ شوال ۱۹۴ھ: کی ۱۳ تاریخ کو امام بخاری رحمہ اللہ پیدا ہوئے۔ امام بخاری ابھی کم عمر ہی تھے کہ سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا اور والدہ کے زیر سایہ آپ کی پرورش ہوئی، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ محترمہ کی تربیت و نگرانی میں حاصل کی، اور دس سال کی عمر میں آپ نے تحصیل علم حدیث اور زیارت علماء کے لئے دور دراز کے سفر کئے، کہا جاتا ہے کہ آپ کے اساتذہ کی کل تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ امام بخاری اٹھارہ سال کی عمر میں فاضل اجل ہو گئے تھے اور آپ کے علم کی شہرت سن سن کر لوگ آپ سے حدیث کا علم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتے، آپ کے تلامذہ اور آپ سے مستفید ہونے والوں کا حلقہ نہایت وسیع تھا آپ سے براہ راست نوے ہزار آدمیوں نے صحیح بخاری کو سنا تھا۔

امام بخاری نہایت قوی الحافظ تھے جو حدیث سنتے فوراً زبانی یاد ہو جاتی، آپ کی مشہور تصنیف صحیح بخاری ہے جس کی تصنیف کا ابتدائی خاکہ اور ترتیب ابواب تو مسجد حرام میں ہوئی، لیکن مختلف مقامات میں احادیث کی تخریج فرماتے رہے اور تراجم ابواب کے مسودہ کو روضہ مبارک اور منبر شریف کے درمیان مکمل کیا۔

بخارا سے سمرقند جاتے ہوئے راستے میں بعد نماز عشاء حدیث رسول کا یہ آفتاب تاباں کچھ

دن کم باسٹھ سال کی عمر میں عید الفطر کی رات عشاء کی نماز کے وقت ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا، عید الفطر کے دن ظہر کی نماز کے بعد تدفین ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲ ص ۶۸،

تحت ترجمۃ أبو عبد الله البخاری محمد بن إسماعیل بن إبراهيم، نظراً لخصائص ۹۴)

□..... ماہ شوال ۱۹۶ھ: میں افریقہ کے گورنر ابراہیم بن اغلب کی وفات ہوئی۔

وفات کے وقت عمر ۶۵ سال تھی، مدتِ امارت بارہ سال چار ماہ اور دس دن تھی (الکامل لابن

عدی ج ۵ ص ۳۱۴)

□..... ماہ شوال ۱۹۸ھ: میں امام ابو یحییٰ معن بن عیسیٰ المدنی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کا علم حدیث میں بڑا مقام تھا، اور علم حدیث میں آپ کو دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا تھا۔

ابراہیم بن طہمان، معاویہ بن صالح، امام مالک بن انس اور ثابت بن قیس رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابراہیم المنذر، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، حمید، ابوبکر بن ابی شیبہ اور فضل بن صباح رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک کے ساتھیوں میں سب سے زیادہ ثقہ آپ

تھے (العبرفی خبر من غیر ج ۱ ص ۳۲۷، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۲۶)

□..... ماہ شوال ۱۹۸ھ: میں حضرت ابوالقاسم یزید بن محمد بن عبد الصمد بن عبد اللہ بن

یزید بن ذکوان ہاشمی دمشقی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

ابو کلثم سلامہ بن بشر، عبدالرزاق بن عمر العابد، محمد بن المبارک الصوری، ابومسہر، صفوان

بن صالح اور آدم بن ابی ایاس رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، امام ابوداؤد، نسائی، احمد بن

المعلیٰ بن یزید القاضی، احمد بن عمر بن جابر الرطلی، ابوزرعہ الدمشقی اور ابو حاتم رازی رحمہم اللہ

آپ کے شاگرد ہیں (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۱۳)

تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□..... ماہ شوال ۲۰۱ھ: میں حضرت ابواسامہ حماد بن اسامہ بن زید الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ہشام بن عروہ، أعمش اور ابن ابی خالد رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، عبدالرحمن بن مہدی، امام شافعی، قتیبہ، حمیدی، امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، محمد بن اسماعیل بن علی العباسی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی (سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۲۷۸، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۱۲۰)

□..... ماہ شوال ۲۰۶ھ: میں حضرت محاضر بن مورع ہمدانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ آپ کی کنیت ابوالمودع تھی، امام أعمش اور ہشام بن عروہ رحمہم اللہ کی شاگردی اختیار کی، عباسی خلیفہ مامون الرشید کے دور خلافت میں کوفہ میں وفات ہوئی (الطبقات الکبریٰ ج ۶ ص ۳۹۸)

□..... ماہ شوال ۲۰۹ھ: میں حضرت یعلیٰ بن عبید بن ابی امیہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ یحییٰ بن سعید الانصاری، اسماعیل بن ابی خالد، أعمش اور عبدالملک بن ابی سلیمان رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، اسحاق بن راہویہ، محمد بن عبداللہ بن نمیر، محمود بن غیلان اور ہارون الحمال رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، کوفہ میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۳۷۷)

□..... ماہ شوال ۲۱۰ھ: میں حضرت ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

مصنف عبدالرزاق حدیث میں آپ کا مشہور مجموعہ ہے، مصنف عبدالرزاق کئی اعتبار سے بڑی جلیل القدر کتاب ہے، ایک تو اس لئے کہ عبدالرزاق رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ اور معمر بن راشد رحمہم اللہ کے شاگرد اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے استاذ ہیں، اس لئے ان کی کتاب کی اکثر

احادیث ”ثلاثی“ ہیں، دوسرے اس لئے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق اس کتاب کی تمام احادیث صحیح ہیں، ۸۰ سال سے زیادہ عمر پائی ”سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۵۸۰ اور شذرات الذهب ج ۱ ص ۲۷ میں سن وفات ۲۱۱ھ درج ہے“ (العبر فی خبر من غیر ج ۱ ص ۳۶۰، الطبقات الکبریٰ ج ۵ ص ۵۴۸، درر ترمذی مقدمہ ج ۱ ص ۴۸)

□..... ماہ شوال ۲۱۳ھ: میں حضرت عبداللہ بن داؤد خرمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
۱۲۶ھ میں ولادت ہوئی، اعمش اور بکار رحمہما اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، اپنے زمانہ کے بڑے عبادت گذاروں میں آپ کا شمار ہوتا تھا، کوفہ میں وفات ہوئی (العبر فی خبر من غیر ج ۱ ص ۳۶۲، شذرات الذهب ج ۱ ص ۲۹، سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۳۵۲)

□..... ماہ شوال ۲۱۳ھ: میں حضرت عبداللہ بن داؤد دہمائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
ابتداء میں آپ کوفہ میں رہتے تھے اس کے بعد آپ کوفہ سے منتقل ہو کر بصرہ کے نواح میں ”خریبہ“ نامی مقام میں قیام پذیر ہو گئے تھے، امام اعمش رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں (المنتظم ج ۱ ص ۲۵۶، الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۲۹۵)

□..... ماہ شوال ۲۱۶ھ: میں حضرت ابوالاشہب ہوزة بن خلیفہ بن عبداللہ بن ابی بکرہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۱۲۵ھ میں ہوئی، یونس، ہشام، عوف، ابن عون، ابن جریج اور سلیمان تمیمی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، مامون کے دور حکومت میں بغداد میں وفات ہوئی، آپ کے بیٹے نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، ۹۲ سال کی عمر پائی (الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۳۳۹، سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۱۲۳)

□..... ماہ شوال ۲۲۴ھ: میں فرغانہ شہر میں شدید زلزلہ آیا، جس میں تقریباً پندرہ ہزار افراد ہلاک ہوئے (المنتظم ج ۱ ص ۸۹)

□..... ماہ شوال ۲۳۲ھ: میں حضرت ابوصالح حکم بن موسیٰ قطری بغدادی رحمہ اللہ

کا انتقال ہوا۔

آپ بہت عبادت گزار تھے، اسماعیل بن عیاش اور عبداللہ بن المبارک رحمہما اللہ کے طبقہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے امام مالک بن انس رحمہ اللہ کی زیارت بھی کی ہے، امام احمد بن حنبل اور علی بن المدینی رحمہما اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں (العبر فی خبر من غیر ج ۱ ص ۴۱۱، المنتظم ج ۱ ص ۱۸۳، شذرات الذهب ج ۱ ص ۷۵، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۳۴۶، سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۶)

□..... ماہ شوال ۲۳۶ھ: میں حضرت ابو الصلت عبدالسلام بن صالح بن سلیمان بن ایوب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ نے طلب علم کے لئے کوفہ، بصرہ، حجاز اور یمن کی طرف سفر کیا، حماد بن زید، مالک بن انس، معاویہ اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، بغداد میں رہتے تھے، عباس الدوری رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں (المنتظم ج ۱ ص ۲۴۳)

□..... ماہ شوال ۲۴۲ھ: میں حضرت ابو عبد اللہ محمد بن رحمہ التجیبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، حدیث کی سماعت لیٹ، اور ابن لہیعہ رحمہما اللہ سے کی، امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ نے کبھی کسی حدیث میں خطا نہیں کی (المعرفی خبر من غبرج ص ۴۳۸، المنتظم ج ۱ ص ۳۰۴، شذرات الذهب ج ۱ ص ۱۰۱، سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۹۹)

□..... ماہ شوال ۱۴۴۲ھ: میں حضرت ابوعلی الحسن بن شجاع البلخی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ نے طلب علم کے لئے شام، مصر، عراق کے سفر کئے، اسحاق بن راہویہ، ابو نعیم بن دکین اور یحییٰ بن یحییٰ التمیمی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام بخاری، ابوزرۃ الرازی اور محمد بن اسحاق السراج رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ۴۹ سال کی عمر میں وفات ہوئی (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۲۴۲)

□..... ماہ شوال ۲۴ھ: میں عباسی خلیفہ المتوکل باللہ کو قتل کیا گیا۔

اس کا پورا نام ابو الفضل جعفر بن المعتصم باللہ محمد بن الرشید ہارون العباسی تھا، متوکل نے پہلے اپنے بیٹے المنصور باللہ کو ولی عہد بنایا تھا، لیکن بعد میں مختلف وجوہات کی بنیاد پر اس کا اپنے بیٹے سے اختلاف ہو گیا، المنصور باللہ نے ترک امراء کے ساتھ مل کر اس کو رات کے وقت قتل کر دیا (المعبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۴۲۹، شذرات الذهب ج ۱ ص ۱۱۲، تاریخ اسلام اخیرین

ص ۲۳۲، از شاہ معین الدین ندوی صاحب)

□..... ماہ شوال ۲۴ھ: میں المنصور باللہ کی خلافت کے لئے بیعت کی گئی اور اس کو خلیفہ بنایا گیا۔

متوکل کے قتل کے بعد ترکوں نے منصور باللہ کو خلیفہ بنایا، خلافت کے وقت اس کی عمر ۲۵ سال تھی، منصور کی خلافت کے بعد نظام خلافت سارے کا سارا ترکوں کے ہاتھ میں آ گیا، اور خلفاء کی قوت اور ان کا اقتدار بالکل ختم ہو گیا، اس کی خلافت کا زمانہ بہت مختصر ہے، ربیع الثانی ۲۴۸ھ میں اس کی وفات ہوئی (المنتظم ج ۱ ص ۳۵۳، تاریخ اسلام

اخیرین ص ۲۳۸، از شاہ معین الدین ندوی صاحب)

□..... ماہ شوال ۲۵۰ھ: میں حضرت ابو عبد اللہ احمد بن یحییٰ بن الوزیر رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ایک بڑے فقیہ تھے، اور شعر، ادب، جاہلی تاریخ، علم الانساب میں آپ کو بڑا ملکہ حاصل تھا، ۱۵۱ھ میں ولادت ہوئی (المنتظم ج ۱ ص ۳۶۱)

□..... ماہ شوال ۲۷۵ھ: میں امام ابو داؤد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

اس دن شوال کی ۱۶ تاریخ تھی، آپ کا اصل نام سلیمان تھا، آپ ۲۰۲ھ میں سیتان میں پیدا ہوئے تھے آپ نے جس زمانے میں آنکھیں کھولیں اس وقت علم حدیث کا حلقہ بہت وسیع ہو چکا تھا اس لئے آپ نے وقت کے مشاہیر علماء سے علم حدیث حاصل کیا۔

حافظ ابن حجر کے اندازے کے مطابق آپ کے شیوخ کی تعداد تین سو سے زائد ہے، علم حدیث کے ساتھ ساتھ آپ پر فقہی ذوق بھی غالب تھا آپ کی بہت تصنیفات ہیں جن میں سب سے زیادہ مقبولیت سنن ابوداؤد کو ملی، یہ احادیث نبویہ کا وہ بہترین مجموعہ ہے جو علم دین میں اپنی نظیر نہیں رکھتا یہ کتاب علماء کے تمام فرقوں اور فقہاء کے سب طبقات میں باوجود اختلاف مذاہب کے حَکَم مانی جاتی ہے علماء نے اس کی متعدد شروحات لکھی ہیں (تہذیب الکمال ج ۱۱ ص ۳۶۷، سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۲۲۱، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۵۱، تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۵۱، ظفر المحصلین ص ۱۲۷ تا ۱۳۷ بغیر)

□..... ماہ شوال ۲۷۰ھ: میں حضرت ابو محمد ربیع بن سلیمان بن عبد الجبار بن کامل المرادی المؤذن رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ امام شافعی رحمہ اللہ کے خصوصی شاگرد تھے اور شافعی مسلک کی اہم کتب امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، اسد بن موسیٰ، ایوب بن سوید الرملی، بشر بن بکر التیمیسی، حجاج بن ابراہیم الازرق اور خالد بن عبد الرحمن رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ، ابوالحسن احمد بن بہزاد بن مہران السیرانی، ابوالحریش احمد بن عیسیٰ الکلابی اور حسن بن حبیب بن عبد الملک الحصارمی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، مصر کے امیر حمارویہ بن احمد (ابن طولون) نے نماز جنازہ پڑھائی (تہذیب الکمال ج ۹ ص ۸۹، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۵۹۰، تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۱۳)

□..... ماہ شوال ۲۷۱ھ: میں حضرت ابو قلابہ عبد الملک بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الملک بن مسلم الرقاشی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: اشہل بن حاتم، بشر بن عمر الزہرانی، حجاج بن منہال، حسن بن عمرو العبیدی، روح بن عبادہ اور سعید بن عامر الضبعی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: امام ابن ماجہ، ابو مسلم ابراہیم بن عبد اللہ الکجی، ابراہیم بن علی الہجمی، احمد بن سلیمان

النجاد، احمد بن کامل بن شجرۃ القاضی اور احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری رحمہ اللہ۔

آپ کی پیدائش سے پہلے آپ کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے ہاں ہمد پرندے کی ولادت ہوئی، تو ان کو یہ تعبیر دی گئی کہ اگر تیرا خواب سچا ہو تو تیرے ہاں ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جو کثرت سے نمازیں پڑھے گا۔

آپ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ ایک دن میں چار سو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، ۱۹۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی (تہذیب الکمال ج ۱۸ ص ۲۰۴، سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۱۷۸، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۵۰، تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۳۷۲)

□..... ماہ شوال ۲۸۸ھ: میں حضرت ابوالقاسم عثمان بن سعید بن بشار بغدادی انماطی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابن بشار کے نام سے مشہور تھے، آپ کو شافعی مسلک کا شیخ کہا جاتا تھا، آپ کے ذریعے شافعی مسلک بغداد میں پھیلا، آپ نے فقہ کی تعلیم امام مزنی اور ربیع المرادی رحمہما اللہ سے حاصل کی اور ابوالعباس بن سرتج رحمہ اللہ نے آپ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، بغداد میں آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۴۳۰، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱۰۲)

□..... ماہ شوال ۲۹۸ھ: میں حضرت ابو محمد بن اسحاق بن بہلول بن حسان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ انبار کے خطیب، قاضی اور بڑے عالم مشہور تھے، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: سعید بن منصور، اسماعیل بن ابی اویس، ابراہیم بن حمزہ الزبیری اور احمد بن حاتم الطویل رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابو جعفر محمد بن اسحاق (آپ ان کے بھائی تھے) یوسف بن یعقوب الازرق، ابوبکر الشافعی، طبرانی، ابن عدی اور ابوبکر اسماعیلی رحمہم اللہ، آپ کی ولادت ۲۰۴ھ میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۵۳۶)

□..... ماہ شوال ۲۹۸ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن یحییٰ بن سلیمان المروزی البغدادی

رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

عاصم بن علی، ابو عبید قاسم بن سلام، علی بن الجعد، خلف بن ہشام اور بشر بن الولید رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابوبکر الشافعی، امام نجاد، مغلہ الباقرجی، طبرانی، ابن عبید العسکری اور ابوبکر اسماعیلی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۹)

چوتھی صدی ہجری کے تاریخی واقعات

□..... ماہ شوال ۳۰۸ھ: میں حضرت ابو خبیب عباس بن قاضی علامہ احمد بن محمد بن عیسیٰ البرقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابن البرقی کے نام سے مشہور تھے، عبدالاعلیٰ بن حماد بن النری، ابوبکر بن ابی شیبہ اور سوار بن عبداللہ العنبری رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوبکر الشافعی، عبدالعزیز بن ابی صابر، ابو حفص بن شاہین اور ابوبکر بن المقرئ رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۲۵۷)

□..... ماہ شوال ۳۱۰ھ: میں عظیم مورخ حضرت ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر طبری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابن جریر طبری کے نام سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۲۲۴ھ میں ہوئی اور ۲۴۰ھ کے بعد طلب علم شروع کیا، اور کثرت سے سفر کئے اور بڑے بڑے مشاہیر علماء سے علم سے حاصل کیا، محمد بن ابی معشر، محمد بن حمید الرازی، احمد بن منیع، ابوبکر یب محمد بن علاء، ہناد بن السری، ابو ہمام السکونی، محمد بن عبدالاعلیٰ الصنعانی، بندار اور محمد بن المثنیٰ رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوشعیب عبداللہ بن الحسن الحرانی، ابوالقاسم الطبرانی، احمد بن کامل القاضی، ابوبکر الشافعی، ابواحمد بن عدی، مغلہ بن جعفر الباقرجی، قاضی ابومحمد بن زبر، احمد بن

القاسم الحشاب اور ابو عمرو محمد بن احمد بن حمدان رحمہ اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۲۸۲، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۷۱۵)

□..... ماہ شوال ۳۱۳ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن عبد الحمید بن عبد اللہ بن سلیمان الغضائری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ شام کے علاقے حلب کے محدث کے لقب سے مشہور تھے، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: عبد الاعلیٰ بن حماد النری، بشر بن ولید، عبد اللہ بن معاویہ الجمحی، ابوالبراہیم الترمذی اور عبید اللہ بن عمر القواریری رحمہ اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: عبد اللہ بن عدی، ابوبکر بن المقرئ اور قاضی علی بن محمد بن اسحاق الحلبي رحمہ اللہ، آپ فرماتے تھے: کہ میں نے اپنے ان پاؤں (یعنی پیدل) سے چالیس حج کئے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۲۵۷)

□..... ماہ شوال ۳۱۹ھ: میں حضرت امام ابو عبد اللہ محمد بن فطیس بن واصل بن عبد اللہ الغافقی الاندلسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابن فطیس کے نام سے مشہور تھے اور اندلس کے محدث کہلاتے تھے، آپ کی ولادت ۲۲۹ھ میں ہوئی، یونس بن عبد الاعلیٰ، احمد بن عبد الرحمن بن وہب، محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم، احمد بن عبد اللہ الحلبي، شجرۃ بن عیسیٰ، اور یحییٰ بن عون رحمہ اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ”الروع والاہوال، اور ”الدعاء“ آپ کی مشہور کتابیں ہیں، ۹۰ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۸۰، العبر فی خبر من غیر ج ۱ ص ۱۲۱، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۶، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۰۲)

□..... ماہ شوال ۳۲۰ھ: میں حضرت ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر الفربری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ امام بخاری رحمہ اللہ سے ان کی ”صحیح بخاری“ روایت کرتے ہیں اور ”فربر“ کے مقام پر دو مرتبہ آپ نے امام بخاری رحمہ اللہ سے صحیح بخاری سنی، آپ کی ولادت ۲۳۱ھ میں ہوئی، اس کے علاوہ آپ حضرت علی بن خشرم رحمہ اللہ سے بھی روایت کرتے ہیں، ابوزید المروزی،

حافظ ابو علی بن السکین، ابو الہیثم الکشمینی، ابو محمد بن حمویہ السرخسی، محمد بن عمر بن شبویہ، ابو حامد بن عبد اللہ النعمی، ابو اسحاق ابراہیم بن احمد المستملی اور اسماعیل بن حاجب الکشافی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۱۳، العبر فی خبر من غیر ج ۱ ص ۱۲۲)

□..... ماہ شوال ۳۴۶ھ: میں حضرت ابو محمد عبد اللہ بن جعفر بن احمد بن فارس الاصہبانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۲۴۸ھ میں ہوئی، محمد بن عاصم الثقفی، یونس بن حبیب، احمد بن یونس النضی، ہارون بن سلیمان، احمد بن عصام، اسماعیل سمویہ، یحییٰ بن حاتم اور حذیفہ بن غیاث رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابو عبد اللہ بن مندۃ، ابو ذر بن الطمرانی، ابو بکر بن ابو علی الذکوانی، ابو بکر بن فورک، ابن مردویہ، حسین بن ابراہیم الجمال، محمد بن علی مصعب اور ابو نعیم الحافظ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

ابن مندۃ فرماتے ہیں: دنیا میں بڑے بڑے شیوخ پانچ ہیں، اصہبان میں ابن فارس، نیشاپور میں اصم، مکہ مکرمہ میں ابن الاعرابی، طرابلس میں خیمۃ، بغداد میں اسماعیل الصفار۔ ابو الشیخ فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن جعفر کو خواب میں دیکھا تو ان سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا اور مجھے انبیاء کے درجوں میں بٹھایا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۵۵۴، العبر فی خبر من غیر ج ۱ ص ۱۴۱)

□..... ماہ شوال ۳۴۹ھ: میں حضرت ابو طاهر عبد الواحد بن عمر بن محمد بن ابو ہاشم البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کی ولادت ۲۸۰ھ میں ہوئی، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: محمد بن جعفر القتات، احمد بن فرح، اسحاق بن احمد الخزاعی، عبد اللہ بن الصقر السکری، حسن بن حباب اور احمد بن سہل الاشجانی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: عنہ ابو القاسم عبد العزیز بن جعفر الفارسی، علی بن احمد بن الحمّامی، علی محمد الجوهری، ابو الحسن علی بن العلاف

الکبیر، عبید اللہ المصاہی اور ابوالحسین احمد بن عبد اللہ السوسجری رحمہم اللہ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۲۲)

چوتھی صدی ہجری کے بعد کے تاریخی واقعات

□..... ماہ شوال ۴۴۴ھ: میں ”شیخ ابو عمر عثمان بن سعید“ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ فن قرأت کے امام، حدیث، طرق حدیث اور اسماء رجال کے ماہر، عمدہ خطاط، جید الحفظ، ذکی و ذہین، متقی و پرہیزگار اور مستجاب الدعوات تھے، آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں ”التیسر“ فن قرأت سبعہ میں بہت مشہور ہے اور درس نظامی پڑھائی جاتی ہے (ظفر المحصلین ص ۴۸۲)

□..... ماہ شوال ۶۴۶ھ: میں ”عثمان“ صاحب کافیہ کا جمہرات کے روز دن چڑھے اسکندریہ میں انتقال ہوا۔

انتقال کے دن شوال کی ۱۶ تاریخ تھی، آپ ابن الحاجب کے نام سے مشہور ہیں، آپ بلند پایہ فقیہ، اعلیٰ مناظر، بڑے دین دار متقی و پرہیزگار، معتمد وثقہ، نہایت متواضع اور تکلفات سے قطعاً نا آشنا تھے، تجربہ علمی میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔

آپ کی بہت سی تصانیف میں سے نحو کی کتاب ”کافیہ“ کی شہرت کا جو سکہ جما ہوا ہے وہ محتاج بیان نہیں اس میں آپ نے علم نحو کے تمام قواعد نہایت عمدہ اسلوب کے ساتھ جمع کئے ہیں اشعار کا آپ کو طبعی ذوق تھا اور بہت عمدہ اشعار کہتے تھے، کافیہ آپ نے خود نظم کی ہے جس کا نام آپ نے ”الوافیہ“ رکھا، باب البحر سے باہر شیخ صلح ابن ابی اسامہ کی تربت کے پاس مدفون ہوئے (ظفر المحصلین ص ۳۱۹)

□..... ماہ شوال ۱۰۸۸ھ: میں مشہور عالم و بزرگ ”شیخ محمد بن علی“ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ آپ اپنے دور کے مشہور محدث و فقیہ، جامع معقول و منقول، بلند پایہ ادیب بڑے فصیح و بلیغ

تھے اور تقریر و تحریر ہر دو میں ملکہ رکھتے تھے، نحو و صرف اور فقہ وغیرہ میں بے نظیر اور احادیث و مرویات کے بڑے حافظ تھے۔

آپ نے بہت سی عمدہ کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے فقہ کی کتاب ”تنویر الابصار“ مؤلفہ: شمس الدین محمد بن عبد اللہ الغزی کی شرح ”الدر المختار“ بہت مشہور ہے اور مدارس عربیہ میں فتویٰ نویسی سیکھنے والوں کو پڑھائی جاتی ہے (ظفر المحصلین ص ۴۷۷)

□..... ماہ شوال ۱۱۶۴ھ: میں قاضی مبارک رحمہ اللہ کا انتقال دہلی میں ہوا۔

آپ مشہور ذہانت و ذکاوت والوں میں سے تھے اور آپ کو ایسی شہرت حاصل تھی کہ تعریف و توصیف کی زیادتی سے آپ بے نیاز تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا محمد دائم علی اور قاضی شہاب الدین گوپامری سے پائی، آپ کی مشہور تصنیف درس نظامی کے نصاب میں شامل منطق کی مشہور کتاب ”سلم العلوم“ کی شرح ”قاضی مبارک“ ہے (ظفر المحصلین ص ۴۶۱)

□..... ماہ شوال ۱۱۷۱ھ: میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا بروز چہار شنبہ بوقت طلوع آفتاب آپ کے نانہال قصبہ پھلت ضلع مظفرنگر میں انتقال ہوا۔

وفات کے دن شوال کی ۴ تاریخ تھی، حضرت شاہ صاحب نے اکثر تعلیم اپنے والد کے پاس حاصل کی، چودہ سال کی عمر میں آپ کا نکاح ہوا، اور نکاح کے ایک سال بعد شاہ صاحب نے اپنے والد کے دستِ حق پر بیعت کی اور ان کی زیر نگرانی اشغالِ صوفیہ میں مشغول ہوئے، آپ کی عمر کے سترہویں سال آپ کے والد ماجد سخت بیمار ہوئے اور اسی حالت مرض میں آپ کو بیعت و ارشاد کی اجازت مرحمت فرمائی، مدرسہ رحیمیہ اور خانقاہ کی جو بساط بچائی تھی اس کا انتظام حضرت شاہ صاحب کے سپرد فرمایا۔

حضرت شاہ صاحب بارہویں صدی کے مجدد تھے چنانچہ ”تقیہیات“ میں تحریر فرماتے ہیں ”جب میرا دورہ حکمت یعنی علم اسرار دین پورا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے خلعت مجددیت عطا

فرمائی پس میں نے مسائل اختلافی میں جمع (تطبیق) کو معلوم کیا،“ حضرت شاہ صاحب نے ایک طرف مدرسہ و خانقاہ کی بساط بچائی جس سے ہزاروں تشنگانِ علوم نے استفادہ کیا اور دوسری طرف ملک کے گوشے گوشے میں پہنچ کر سارے ہندوستان میں فیوض کو تقسیم کیا، آپ کی تصانیف بے شمار ہیں بعض مؤرخین دوسو سے زائد بتاتے ہیں (ظفر المحصلین ص ۵۱، ۶۱)

□..... ماہ شوال ۱۷۱۱ھ: میں ”مفتی عنایت احمد“ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ قریشی النسل تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم کا کوری میں حاصل کی جب ۱۳ سال کی عمر ہو گئی تو تحصیل علم کی غرض سے رامپور تشریف گئے، رامپور میں درسی کتابیں ختم کر کے دہلی پہنچے وہاں شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی (متوفی ۱۲۶۲ھ) سے کتب حدیث سبقاً سبقاً پڑھیں اور سند حاصل کی، جب تحریک آزادی ناکام ہوئی اور انگریزوں کا ملک پر دوبارہ تسلط ہو گیا تو مفتی صاحب گرفتار ہوئے، اور عبور دریا شور کی سزا تجویز ہوئی، مفتی صاحب نے جزیرہ انڈمان میں بھی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا، جزیرہ انڈمان میں آپ کے پاس کسی علم کی کوئی کتاب نہ تھی، محض اپنی قوت حافظہ پر مختلف فنون میں رسالے تصنیف کر دئے اور وطن واپس آ کر کتابیں دیکھیں تو تمام مسائل حرف بحرف صحیح تھے (ظفر

المحصلین ص ۳۱۳، ۳۱۴)

فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم